معلم الأداء في الوقف والابتداء

ويليه

تأليف

محمد تقي الإسلام

www.KitaboSunnat.com

مكتبة القراءة الأنور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (الفرقان) وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (المزمل)

اَلتَّرْتِيْلُ: تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ ○ علي رضي الله عنه

مَنْ لَّمْ يَعْرِفِ الْوَقْفَ لَمْ يَعْرِفِ الْقُرْاٰنَ ○ أبو حاتم السجستاني رحمة الله عليه

○

معلم الأداء في الوقف والابتداء

www.KitaboSunnat.com

تأليف

محمد تقي الإسلام

ص.ب: ٢٣٥٦٤ - الرياض ١١٤٥٨
السعودية

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن علی
ابن أبی طالب رضی اللہ عنہ قوله:

الترتیل تجوید الحروف ومعرفة الوقوف، وروینا عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنه قال: لقد عشنا برهة من دهرنا وإن أحدنا لیؤتی الإیمان قبل القرآن، وتنزل السورة علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فنتعلم حلالها وحرامها وأمرها وزاجرها وما ینبغی أن یقف عنده منها ففی کلام علی رضی اللہ عنہ دلیل علی وجوب تعلمه ومعرفته وفی کلام ابن عمر برهان علی أن تعلمه إجماع من الصحابة رضی اللہ عنہم وصح بل تواتر عندنا تعلمه والاعتناء من السلف الصالح الخ

النشر ۱/۲۲۵ - للعلامة الجزری

LIBRARY
Lahore Islamic University
Book No. 00038C
91 Babar Block, Garden Town, Lahore

طابع وناشر: حافظ خالد محمود، دار القراء، بی بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاهور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماحۃ الشیخ مخدومنا المعظم مولانا خان محمد حفظہ اللہ تعالیٰ رئیس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا مکتوب گرامی

بعد الحمد والصلوٰۃ والسلام ... فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ ...

مکرم جناب قاری صاحب مطالعہ فرماویں

حالات ....

سے آگاہی ہوئی ۔ بندہ بفضلہ تعالیٰ بعافیت ہے
خانقاہ پاک میں بھی ہر نوع عافیت ہے ۔ والحمد للہ
علی ذالک ۔ بندہ آپ کی صحت وعافیت اور سلامتی
کا طالب ہے ۔ مولا پاک نصیب فرماوے
تعلیم واشاعت تعلیم قرآن کے سلسلہ میں
کامیابیاں عطا فرماوے ۔ اور اس سلسلہ میں
جملہ رکاوٹوں کو دور فرما کر اطمینان وسکون
کیساتھ اس پاک شغل میں مشغول
رکھے ۔ آمین ۔ ....

....

علم اوقاف پر آپ کا مضمون خدام الدین
میں آ رہا ہے ۔ وہ بہت خوب ہے ۔ اس مضمون کو مکمل ہونے کے بعد کتابی شکل میں شائع
ہونا چاہیے ۔ اس موضوع پر یہ پہلا مضمون نظر سے گزرا ۔ ان شاء اللہ اس کی تکمیل پر
احمد کا مبارکباد عطا فرماوے ۔ آمین ۔ والسلام از خانقاہ سراجیہ یکم رجب ۱۴۲۰ھ

(الحمد للہ تعالیٰ کہ دس سال بعد وقف قرآنی کے حوالے سے مکمل کتاب کا نظم ہو گیا : مؤلف)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

سماحۃ الشیخ مخدومنا المعظم مولانا خان محمد حفظہ اللہ تعالیٰ رئیس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

خانقاہ سراجیہ
کندیاں ضلع میانوالی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
[illegible]
فقیر ابو الخلیل خان محمد عفی عنہ

فون ۸۲۲
کوڈ ۵۴۵۹
تاریخ ______

عرض گذار ہے۔ کہ حضرت مولانا قاری تقی الاسلام صاحب زید مجدہ سے ۱۴-۱۵ سال سے تعلق اخلاص و محبت کیساتھ قائم ہے۔ جب قاری صاحب راولپنڈی میں قیام رکھتے تھے اس وقت سے ان کا ارادہ فن قرأت کا مخصوص مسئلہ۔ وقف۔ ابتداء۔ اور اداء پر کتاب لکھنے کا تھا۔ اور اس سلسلہ میں اس حقیر سے بھی مشورہ کیا تھا۔ چنانچہ قاری صاحب مسلسل اسی محنت میں لگے رہے ۱۲ سال کی محنت شاقہ کے بعد معلم الاداء فی الوقف والابتداء نام کی کتاب تکمیل پذیر ہوئی۔ اور اب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر قارئین کے پاس پہنچنے والی ہے۔ ہر قاری کتاب پڑھنے کے بعد محسوس کریگا۔ کہ محترم قاری تقی الاسلام صاحب زید مجدہ نے کتنی عرق ریزی سے محنت کر کے فن قرأت کے اس گوشے کو عام فہم زبان میں قاریوں کی سہولت اور فائدہ حاصل کرنے کیلئے پیش کیا ہے۔ حقیر دعا گو ہے۔ کہ خداوند پاک قاری صاحب کی محنت کو قبول فرماوے اور اس کتاب کو قبول عام سے سرفراز فرماوے۔ قراء۔ علماء اور طلباء کیلئے فائدہ مند گردانے اور ہم کو رضامندی و خوشنودی سے سرفراز فرما کر قاری صاحب کیلئے صدقہ جاریہ کے طور پر جاری و ساری فرماوے آمین۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ والسلام۔

فقیر خان محمد عفی عنہ۔ ۹ ذیقعد ۱۴۲۱ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مؤلف

اَلشُّکْرُ وَالْاِمْتِنَانُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ وَبَعْدُ: ـــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ

اگر تم شکر ادا کرتے رہو گے تو میرا وعدہ ہے میں تمہیں مزید در مزید دیتا رہوں گا۔ انتہیٰ۔

اس لیے ہر نعمت پر دل وجان سے اس کا شکر ادا کرنا ہم پر فرض ہے۔

یہ حقیقت ہے اور اس بات کے اظہار میں مجھے قطعاً کوئی عار اور جھجک نہیں کہ یہ کتاب صرف اور صرف اسی رحیم وکریم کی خاص الخاص توفیق اور اسی کے فضل وکرم سے معرضِ وجود میں آئی ہے۔ ورنہ جس میں علمی جان نام کو بھی نہ ہو وہ وقف وابتداء کے موضوع پر قلم اٹھائے، یہ عجیب سی بات ہے۔ بس یہ ماننا پڑے گا کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔ جس کام کے لیے جس کو چاہے چن لے۔ اُس رحیم وکریم کے اِس انتخاب کا کس منہ سے شکر ادا کروں۔

وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارباب علم وفضل کی خدمت میں عاجزانہ درخواست اگرچہ پوری کتاب میں کوئی مسئلہ اور کوئی بات بھی اس وقت تک نہیں لکھی جب تک کسی معتبر ماخذ کی تائید حاصل نہ ہوگئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی تیاری میں بارہ سال سے زائد وقت لگ گیا۔ اور مجھے دلی طور پر مسرت حاصل ہو رہی ہے کہ مالک الملک نے اپنے لطف وکرم سے اتنی طویل کاوشوں کو نمایاں شکل بخشدی۔ فالحمد للہ۔ علم کی محرومی کی وجہ سے انتہائی احتیاط اور کوشش کے باوجود سوءِ فہم اور سہو کا امکان ہی نہیں بلکہ یقین ہے۔ اس لیے ارباب علم وفضل سے نہایت لجاجت کے ساتھ درخواست ہے کہ وہ فن کی خدمت اور طلبہ پر شفقت کی نیت سے محققانہ نظر سے اس کا مطالعہ فرما کر سقم اور کمزوریوں سے مطلع فرمائیں۔ تحقیق ومراجع کے بعد آئندہ اشاعت میں شکریہ کے ساتھ اصلاح کر دی جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

وَاِنْ کَانَ خَرْقٌ فَادَّرِکْہُ بِفَضْلَۃٍ
مِنَ الْحِلْمِ وَلْیُصْلِحْہُ مَنْ جَادَ مِقْوَلاً

تاخیر در تاخیر کا سبب کسی کام کو نمٹانا کوئی مشکل نہیں۔ لیکن تحقیقی نظر سے کرنا بہت مشکل ہے۔ اس کام میں میری کچھ مجبوریاں آگے نہیں بڑھنے دیتی تھیں۔ مثلاً علامہ زرکشی نے البرہان میں اور علامہ سیوطی نے الاتقان میں امام ابویوسفؒ جو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ممتاز ترین شاگرد ہیں۔ ان کا قول نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک وقف کی معنوی اعتبار سے جو قسمیں کی گئی ہیں اور ان کی جو اصطلاحات ائمہ فن نے وضع کی ہیں بدعت ہے۔ اور یہ طوفان حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے زمانہ میں بھی اور ان کے بعد بھی ایک مخصوص جماعت نے برپا کیا تھا۔ زبردست اشتہار بازی ہوئی تھی۔ بالآخر حضرت موصوف نے بصارت کی کمزوری کے باوجود جواب لکھوایا ——— ایسے ہی امام حمزہؒ کوفی جو قراءِ سبعہ میں سے مروجہ ترتیب کے لحاظ سے چھٹے قاری ہیں۔ ان کی قراءۃ مرتل ہے۔ وہ ہمیشہ ترتیل ہی میں پڑھا کرتے تھے۔ اسی بناء پر ان کی قراءۃ میں مد متصل و مد منفصل میں طول ہے اور یہ بات عام مشاہدات میں سے ہے کہ ترتیل میں پڑھنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا امام طور پر حُسنِ وقف و ابتداء کی کما حقہٗ رعایت نہیں رکھ سکتا۔ ان کے بارے میں یہ قول مشہور ہے کہ جہاں سانس ٹوٹتا تھا وہیں وقف کر دیا کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہُوا کہ قرائۃ میں حُسنِ وقف و ابتداء کی رعایت کوئی اہم اور ضروری نہیں۔ اس فن کے منکرین اور مخالفین کے لیے یہ دو حربے کافی ہیں۔ اس لیے ضروری تھا کہ جب تک ان دو باتوں کا معقول اور ٹھوس جواب تلاش نہ کر لیا جائے آگے بڑھنا بے سود ہے۔ اسی جستجو میں سعودی حکومت کی بڑی بڑی لائبریریاں تک دیکھ ڈالیں۔ اور پاک و ہند کے علمی مرکزوں سے بھی رابطہ قائم کیا لیکن کہیں سے تسلی نہیں ہوئی۔ اس اضطرابی کیفیت میں کئی سال بیت گئے۔ دل ٹوٹ گیا لکھنے کا ارادہ ہی ترک کر دیا۔ آخر ارحم الراحمین کو میری حالت پر رحم آیا کسی نے اطلاع دی کہ علامہ دانی کی کتاب المکتفیٰ چھپ کر بازار میں آگئی ہے۔ اسے دیکھا تو ایک مسئلہ حل ہو گیا۔ علامہ دانی نے لکھا کہ امام حمزہ لمبے موقع وقف کرنے کو بُرا سمجھتے تھے۔ اس سے کچھ جان میں جان آئی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ علامہ جزری کی التمہید فی علم التجوید چھپ کر بازار میں آگئی ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ علامہ جزری نے دلائل کے ساتھ امام ابو یوسفؒ کے قول کی تردید کی ہے۔ ایسے ہی جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو طبیعت وہیں رُک جاتی تھی۔ کیونکہ اپنے موقف کو نکھار کے بیان کرنا ہی اصل مقصود ہے۔ بے انتہا شکر ہے اس ذاتِ کریم کا جس نے قدم قدم پر غیبی مدد فرمائی۔ اور یہ کتاب پوری ہوئی۔

اظہارِ نعمت تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کرتا جاؤں۔ کہ اس کتاب میں وقفِ لازم، وقفِ معانقہ، کلاّ، بلیٰ وغیرہ کی شرح۔ اور ایسے ہی دیگر نئے نئے مضامین دیکھیں گے۔ جن سے اردو کا دامن تو یقیناً خالی ہے۔ عربی میں بھی یہ ہیرے لعل غوطہ زنی کے بغیر نہیں ملیں گے۔

اظہارِ افسوس افسوس کی بات ہے کہ یہ کتاب ایسے وقت میں تیار ہوئی جبکہ بندہ کے تمام اساتذہ کرام رحمھم اللہ ایک ایک کر کے انتقال فرما چکے ہیں۔ اس لیے ان کے قیمتی مشورے اور آراء شامل نہ ہو سکیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اساتذہ کرام و محسنین حضرات کے اسمائے گرامی

۱۔ ۱۳۷۱ ہجری مطابق ۱۹۵۱ عیسوی میں حفظ مکمل کرنے اور تراویح میں قرآن سنانے کے بعد غالباً ماہ شوال میں شیخ القراء حضرت قاری محمد شریف صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں تجوید پڑھنے کی غرض سے حاضر ہُوا۔ بندہ کی مجبوریوں کی وجہ سے حضرت مغرب کے بعد پڑھایا کرتے تھے۔ اور ایک دن بھی ایسا نہیں آیا کہ بندہ حاضر ہُوا ہو اور حضرت شیخ موجود نہ ہوں۔ فجزاہم اللہ خیرا۔

تجوید کی تکمیل اور سند فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت نے شاطبیہ شروع کرا دی۔ تجوید کے امتحان میں بندہ کے ساتھ قاری عبدالکریم صاحبؒ پانی پتی اور قاری غلام مرتضیٰ صاحب بٹ لاہوری شریک تھے اللہ کے فضل و کرم سے سب ہی کامیاب ہوئے۔ اور قرأۃ سبعہ کے امتحان میں بندہ کے ساتھ قاری شجاع الملک صاحب کشمیری آف باغ شریک تھے۔ رب کریم نے دونوں کو کامیاب فرمایا۔

۲۔ مذکورہ دونوں امتحانوں میں کامیاب ہونے کے بعد امام القراء شیخ العرب والعجم حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ لکھنوی کی خدمت میں قرأت عشرہ پڑھنے کی غرض سے حاضر ہُوا۔ حضرت نے امتحان لے کر تعلیم شروع کرا دی۔ اور مروجہ نصاب پورا ہونے کے بعد حسب معمول امتحان لے کر کامیاب قرار دے دیا۔ اس امتحان میں بندہ کے ساتھ محترم مولانا قاری سید حسن شاہ صاحب ہزاروی اور محترم مولانا قاری محمد اسلم صاحبؒ بلوچی شریک تھے۔ رب کریم نے سب کو کامیاب فرمایا۔ حضرت شیخ قاری عبدالمالک صاحبؒ ہمارے کام سے فارغ ہونے کے چند ہی روز بعد ایک رات معمولی سی تکلیف ہوئی۔ اسی رات ہنسی خوشی خاموشی سے اپنے مولا سے جا ملے۔ گھر میں کسی کو بھی علم نہیں ہوا۔ اور جب حسب معمول تہجد کے لیے نہیں اٹھے تو معلوم ہوا کہ حضرت نو وصال فرما چکے ہیں۔ محترم مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی نے حضرت کا سن وفات محبوب مغفور نکالا ہے۔ (۱۳۷۹ھ) ہمارا یہ نصاب اور امتحان قرأت عشرہ بطریق درہ تھا۔

۳۔ اس امتحان سے فارغ ہونے کے بعد حضرت کے وصال کے بعد حضرت قاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد شریف صاحبؒ سے قرأت عشرہ بطریق طیبۃ النشر پڑھی۔ اس کتاب کے ایک ہزار اشعار ہیں۔ اس امتحان میں بندہ کے ساتھ مولانا قاری عبدالغنی صاحبؒ سہارنپوری شریک تھے۔ حضرت شیخ نے ہم دونوں کو کامیاب قرار فرما کر سند فراغت عنایت فرمائی۔ بندۂ ناچیز نے حضرت قاری محمد شریف صاحبؒ کا سن وفات تین طرح سے نکالا ہے۔

الف۔ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ = ۱۳۹۸ھ

ب۔ علم قرأت کی دنیا میں ایک اور سانحہ = ۱۳۹۸ھ

ج۔ آہ! شیخ القراء والمجودین = ۱۳۹۸ھ

۴۔ شیخ القراء حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ بانی وصدر مدرس مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار رنگ محل لاہور حفظ کے کام میں بندہ کے فن تدریس میں استاذ ہیں۔ اور راقم کے دل میں حضرت کا وہی مقام ہے جو دوسرے اساتذہ کرام کا ہے۔ حضرت انتہائی ہنس مکھ اور با اخلاق تھے۔ مدرسین اور طلبہ پر حد درجہ مہربان تھے ان کی ضروریات کا خاص خیال فرماتے گویا جامع الصفات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو ایک وصف یہ بھی عطا فرمایا تھا کہ حد درجہ بے تکلفی کے باوجود آپ کی وجاہت میں ایک خاص اور غیر مصنوعی رعب تھا۔ جس سے ظاہری بصارت سے معذوری کے باوجود ہر چھوٹا بڑا متاثر ہوتا تھا۔ ان کی صحت کے زمانہ میں مدرسہ تجوید القرآن، موتی بازار، رنگ محل لاہور کے شعبہ حفظ کا تعلیمی معیار اتنا بلند تھا کہ ایک مرتبہ فرقانیہ عالیہ لکھنؤ کے مدرس محترم قاری محمد شاہد صاحب بن قاری محمد نذر صاحب امروہی تشریف لائے تو شعبہ حفظ کے بچوں کا سن کر فرمایا ایسا معیار تو ہمارے ہاں بھی نہیں ہے۔

ایسے ہی دہلی کے مشہور و معروف قاری محمد یوسف صاحب تشریف لائے تو ان کے بھی اسی طرح کے تاثرات تھے۔ اس کامیابی کی سب سے بڑی وجہ تو حضرت کا اخلاص اور ان کی تہجد کے وقت کی دعائیں کام کر رہی تھیں۔ دوسری وجہ حضرت کے اخلاق نے تمام مدرسین کے دل خرید لیے تھے۔ تیسری وجہ ان کا ایک یہ بھی اصول تھا کہ ہر نئے مدرس کو اپنے ساتھ رکھتے۔ اس کو کام کرنے کا ڈھنگ سکھاتے۔ اس کے کام کی نگرانی فرماتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو جاتا تو اس کو مستقل درجہ دے دیا کرتے تھے۔ اسی اصول کے تحت بندہ بھی شعبہ حفظ میں حضرت کے درجہ میں ایک عرصہ تک نائب مدرس کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہے۔ اس لحاظ سے حفظ کا کام کرنے کا ڈھنگ سکھانے میں حضرت میرے استاذ ہیں۔

۵۔ حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ جو امام القراء اور فن کی مروجہ تمام کتابوں کے حافظ اور شارح و مترجم ہیں۔ حضرت ہجرت کی نیت سے مدینہ منورہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ حضرت کی صحت کے زمانہ میں بندہ بھی کئی سال تک مدینہ منورہ میں رہا۔ وہاں حضرت سے علمی استفادہ کا بہت موقع ملا۔ وہیں حضرت کی زیر تربیت وقف لازم کے ان مواقع کی شرح لکھی جن پر تاج کمپنی کے مصاحف میں وقف لازم لکھا ہوا ہے۔ پھر بندہ الریاض منتقل ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ بعد سنا کہ حضرت پر فالج کا دو مرتبہ حملہ ہوا۔ جس کی وجہ سے حضرت کی بات کا سمجھنا ہی مشکل ہو گیا تھا۔ اس طرح حضرت بھی میرے استاذ ہیں۔ افسوس یہ سب حضرات رحلت فرما چکے ہیں۔ اگر حیات ہوتے تو مشکل وقت میں رہنمائی فرماتے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے۔ اور جنت الفردوس میں اپنی شایان شان اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ

اس حدیث کو ترمذی نے ابوسعید سے روایت کیا۔ اور اس کو صحیح کہا۔ اور ابوداؤد و ابن حبان نے ابوہریرہ سے اور قضاعی نے نعمان سے اور دیلمی نے جابر سے روایت کیا۔ حدیث کا مطلب واضح ہے کہ جس نے بندوں کے احسانات کی قدر نہ کی۔ اور ان کا شکریہ ادا نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کا کب شکر ادا کرے گا کہ جس کے احسانات ان گنت ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ تم اللہ تعالےٰ کے بھی شکر گزار ہو اور بندوں کے بھی۔ پس مجھ پر بھی واجب ہے کہ جن حضرات اور احباب نے اس کتاب کی تیاری میں کسی بھی حیثیت سے تعاون کیا ہے ان کا شکریہ ادا کروں اور ان کے لیے دعا گو ہوں۔

۱۔ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ شیخنا حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی ثم مہاجر مدنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو خلعت مغفرت سے نوازے ۔جنہوں نے وقف لازم کی شرح میں میری پوری پوری مدد فرمائی۔ اور ایک فکر عطا فرما گئے ۔ فجزاہم اللہ خیراً۔

۲۔ محترم مولانا قاری محمد طاہر صاحب رحیمی ملتانی ۔جن کو اللہ تعالیٰ نے علم بلیغ کے ساتھ ساتھ تالیف و تصنیف میں بھی وافر حصہ عطا فرمایا ہے ۔تین چار بار موصوف کو بھی زحمت دی ۔ جناب نے واپسی ڈاک میرے اشکالات حل فرمائے ۔ ان کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے۔ کہ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ ۔

۳ ۔ محترم مولانا قاری عبد القادر صاحب قریشی بہاولپوری ثم مہاجر مدنی انتہائی اخلاق کے مالک ہیں ۔موصوف بھی قلم سے اور کتابوں سے مدد فرماتے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو زندگی میں بھی اور اس کے بعد بھی مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رکھے ۔ اور جنت البقیع کے مکینوں کے ساتھ حشر فرمائے ۔

۴ ۔ محترم مولانا قاری احمد اللہ صاحب تلمیذ رشید حضرت مولانا قاری رحیم بخش صاحب ملتانی ؒ موصوف نے وقف لازم کی شرح کی تبییض فرمائی ۔موصوف ایک عرصہ سے مدینہ منورہ میں کتاب اللہ کی خدمت میں مصروف ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ہمیشہ وہیں رکھے ۔

۵ ۔ عزیز محترم قاری جمیل الرحمٰن صاحب ہری پوری یہ بھی قلمی تعاون فرماتے رہے ہیں ۔ اس کے علاوہ بھی ہر ضرورت میں ان کا تعاون شامل رہا ہے اور ہے ۔ ۱۲ سال کراچی میں خطیب رہے ۔ اب ایک عرصہ سے مدینۃ الریاض میں مصروف تدریس ہیں ۔

۶ ۔ عزیز محترم مولانا قاری محمد یامین صاحب قریشی کشمیری قلمی تعاون فرماتے رہے ہیں ۔علم و اخلاق کے مالک ہیں ۔ ایک عرصہ سے مدینۃ الریاض میں کتاب اللہ کی خدمت میں مصروف ہیں ۔ اللہ ان کی بچیوں کو کامل صحت بخشے ۔موصوف کی دو بچیاں سخت بیمار ہیں ۔ قارئین کرام سے بھی دعا کی درخواست ہے ۔

۷ ۔ محترم مولانا قاری محمد عارف صاحب ایم اے ۔خطیب جامع مسجد ہاسٹل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور نے تصحیح کے فرائض انجام دئے ۔موصوف صاحب علم و اخلاق ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں بڑی خوبیاں ودیعت فرمائی ہیں ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ میرے پیارے محترم مولانا سعید الرحمٰن صاحب علوی خطیب جامع مسجد دار الشفاء ۱۲۔اے شاہ جمال کالونی۔ لاہور نے کتابت وطباعت اور اس کے بعد کے تمام امور کا اہتمام ونگرانی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو علم و اخلاق اور جذبۂ خدمت خلق کے ساتھ ساتھ قلم وصحافت میں قابل رشک مقام بخشا ہے۔ اس کے علاوہ قراء لکھنوی کے سرخیل شیخ العرب والعجم امام القراء حضرت مولانا قاری عبد اللہ بن خان برادر کبیر حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب رحمہم اللہ مکی مؤلف فوائد مکیہ جو کہ اپنے وقت میں مکہ مکرمہ میں شیخ القراء تھے ان کی سوانح حیات بھی لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات اور معاونین کی مخلصانہ خدمات کو محض اپنے فضل وکرم سے قبول فرما کر ان کی اور ان کے والدین وجملہ متعلقین کی مغفرت کا سبب بنائے۔ اور دنیا میں ان کو اپنے غیبی خزانوں سے رزق حلال اتنی فراخی سے عنایت فرمائے کہ کسی وقت بھی ان کی کوئی حاجت رکی نہ رہے۔ اور جب ان کی مغفرت فرما کر جنت میں داخل فرمائے تو اپنے دیدار سے بار بار مشرف فرمائے۔ اور اپنی رضامندی کی بشارت سُنائے۔ آمین۔ جیسا کہ حدیث قدسی ہے۔ کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے۔ کسی اور چیز کی خواہش ہو تو بتاؤ۔ میں تمہیں دُوں۔ سب کہیں گے۔ آپ نے ہمیں حسن بے مثال بخشا۔ دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل فرمایا۔ اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیا مانگیں۔ ارشاد ہوگا حجاب اٹھایا جاتا ہے جب وہ اپنے رب کا دیدار کریں گے تو جنت کی ہر نعمت کو بھول جائیں گے اور ہیچ معلوم ہوگی۔

ایک روایت میں ہے کہ دیدار الٰہی ہونے کے دوران جنت کی کسی اور نعمت کی طرف ان کا خیال بھی نہیں جائے گا۔ یعنی دیدار الٰہی میں اس درجہ مگن ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ دیدار الٰہی میں وہ سرور ہوگا جو جنت کی کسی بھی نعمت میں نہیں ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ دیدار الٰہی کے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی وہ کیف وسرور زائل کر دیں گے۔ پھر وہ جنت کی نعمتوں میں اسی طرح مگن ہو جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد بھی ارشاد ہوگا کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔ جنتی کہیں گے یا رب جنت کی ہر نعمت نصیب ہوئی حتیٰ کہ دیدار سے بھی مشرف ہوئے۔ اس کے آگے اور کیا ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا ہاں ہاں ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیز اور بھی ہے اور وہ ہے میری رضا۔ آج میں تم سے راضی ہوں۔ آج کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ اور نہ تمہیں جنت ہی سے نکالا جائے گا۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ۔ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِلُطْفِكَ وَكَرَمِكَ يَا أَكْرَمَ الْأَكْرَمِيْنَ۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم اور لطف وعنایت سے اس ادنیٰ سی خدمت کو قبول فرما کر اس کو خلعت قبولیت عامہ بخشے۔ اور اس کو والدین کریمین و اساتذہ کرام اور اقرباء و متعلقین کی مغفرت کا سبب بنائے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَحَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ وَّالَاهُ۔

محمد تقی الاسلام
ص ب 33564 ـــــــ الریاض 11458
السعودیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

اَمَّابعد :- یہ حقیقت سورج سے زیادہ روشن ہے کہ آسمانی کتابوں میں قرآن مجید جیسی ذی شان اور کوئی کتاب نہیں، جس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ پہلی آسمانی تمام کتابیں محرف ہو چکی ہیں، اور قرآن مجید اپنے زمانہ نزول سے لے کر آج تک اپنی اصلی حالت میں کسی تحریف اور تغیر و تبدل کے بغیر محفوظ ہے۔ اس کی ایک ایک چیز محفوظ، حتیٰ کہ اس کی صحت ادا تک محفوظ ہے۔ قادرِ مطلق کی قدرت ہے کہ اس نے اپنی کتاب کی حفاظت کے لیے اپنے بندوں میں سے ہی چناؤ کیا چنانچہ الفاظ کی حفاظت تو حفاظ کرام کے ذمہ لگائی، قرأت متواترہ کی حفاظت گو الفاظ قرآن ہی کا ایک حصہ ہے مگر یہ کام فن تجوید کے ماہر قراء کرام سے لیا اور ایسے ہی قرآن کی وہ صحت اداء جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرامؓ کو سکھائی تھی جو کہ ایک لطیف ترین فن ہے وہ بھی آج تک قراء اور مجودین کرام کے ذریعہ چلی آرہی ہے۔ اور ان شاء اللہ قرآن کے ساتھ ساتھ باقی رہے گی۔ قرآن مجید کی کتابت کا وہ خاص انداز جس کو رسم عثمانی کہتے ہیں اور توقیفی ہے۔ جو عہدِ صدیقی اور عہدِ عثمانی میں باجماعِ صحابہ اختیار کیا گیا تھا اس کی حفاظت بھی قراء کرام کے ذمہ لگائی۔ علم الفواصل یعنی رؤس آیات کا علم کہ کہاں کہاں آیت ہے، اور پھر ان میں اتفاقی آیات کتنی ہیں، اور کون کون سی ہیں، اور اختلافی کتنی ہیں اور کون کون سی ہیں، اس علم کو آیات کا شمار کرنے والے اماموں کے ذریعہ محفوظ کروایا۔ جو کہ آج بھی باقی اور محفوظ ہے۔ قرآن کے معانی کی حفاظت علماء ربانیین کے ذمہ لگائی۔ انہوں نے معانی کی اصل روح کو سمجھنے سمجھانے کے لیے متعدد علوم وضع کئے۔ معرفۃ الوقوف بھی قرآن کے بنیادی علوم میں سے ایک علم ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے معلوم ہوا۔ اَلتَّرْتِیْلُ تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَۃُ الْوُقُوْفِ[1]

---

[1] نشر: ۱/۲۰۹۔ و اتقان: ۱/۸۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ترتیل دو چیزوں کا نام ہے (الف) تجوید الحروف (ب) معرفۃ الوقوف۔ اور دونوں ہی ضروری ہیں، ان کے بغیر ترتیل مکمل ہی نہیں ہو سکتی۔

معرفۃ الوقف کی دو شقیں

۱۔ کیفیتِ وقف: یعنی وقف کس طرح کرنا چاہیئے اور چونکہ اس شق کا تعلق اداء کے ساتھ ہے، نیز اس کے احکام و مسائل بھی کتبِ تجوید میں التزام اور تفصیل کے ساتھ بیان ہوتے ہیں، اور اساتذہ کرام کی محنتوں اور کوششوں سے ان کا اجراء بھی اچھی طرح ہو جاتا ہے، اور عملاً مشق بھی خوب ہو جاتی ہے۔ اس لیے زیادہ ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے اس موضوع کو ہم التزاماً زیر بحث نہیں لائیں گے۔ صرف اتمامِ فائدہ کی غرض سے اس کا ذکر آئے گا۔

۲۔ محلِ وقف: یعنی باعتبار معنیٰ وقف اور ابتداء و اعادہ کے لیے مناسب موقع محل کا انتخاب کرنا، تاکہ بے موقع وقف کرنے اور ایسے ہی نامناسب جگہ سے ابتداء یا اعادہ کرنے سے کلام کا ربط اور اس کا حسن فوت نہ ہو جائے۔ اور دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض اوقات بے موقع وقف کرنے اور ایسے ہی بے موقع ابتداء یا اعادہ کرنے سے فسادِ معنیٰ کی صورت پیدا ہو کر نماز ضائع یا ناقص ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ محلِ وقف کا تعلق معانی سے ہے، اس لیے قرآن مجید کا ترجمہ اور نحوی ترکیب میں مہارت حاصل کیے بغیر یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ علامہ زرکشی (ت ۷۹۴ھ) نے البرہان فی علوم القرآن میں ابن مجاہد (ت ۳۲۴ھ) سے روایت کیا ہے کہ معرفۃ الوقوف کے لیے چار علوم کا جاننا ضروری ہے۔

(الف) قرآن کا ترجمہ اور معانی (ب) علمِ نحو اور ترکیب (ج) علمِ قراءات (د) علمِ تفسیر اور قرآنی قصص اور ان کی تلخیص و تخلیص انتہیٰ۔ ابن مجاہد کے علاوہ بعض دوسرے حضرات نے علمِ فقہ کا جاننا بھی ضروری بتایا ہے، اور ان سب کی تشریح آگے آ رہی ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر "محلِ وقف" کا مسئلہ وسیع و عمیق اور مشکل ترین ہے۔ اسی وجہ سے علامہ سجاوندیؒ نے عام لوگوں کی سہولت کی خاطر پورے قرآن مجید میں معنوی مناسبت سے وقف کی مختلف علامتیں لگائیں، جن سے معنوی اعتبار سے محلِ وقف کی حیثیت بھی معلوم ہو جاتی ہے نیز ابتداء اور اعادہ کے محل کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ اگر دورانِ تلاوت ان باتوں کا لحاظ رکھا جائے تو بے موقع وقف اور ایسے ہی بے محل ابتداء یا اعادہ کرنے کی غلطی سے بچا جا سکتا ہے۔ اور علامہ سجاوندی کا یہ عمل بہت ہی مستحسن اور پسندیدہ ہے۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمِ وقف وابتداء کے مشہور ائمہ کرام اور اس فن کی اہم ترین تالیفات کا سن وار ذکر

کیفیتِ وقف کی بحث تو کتب تجوید میں مفصل طور پر اور کتب قراءات میں بقدرِ ضرورت ہوتی ہی ہے۔ البتہ وقف وابتداء کی بحث بقدرِ ضرورت ضمنی طور پر لاتے ہیں۔ ذیل میں صرف ان تالیفات کا ذکر ہے جن کا موضوع صرف وقف وابتداء ہے۔ اس فہرست کا مقصدِ وحید اس علم وفن سے متعارف کروانا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ عہدِ صحابہ سے لے کر ہر دور میں اس علم وفن کا کیا مقام اور کتنا اہتمام رہا ہے۔ نیز اس علم کی طرف سے اپنی غفلت کا احساس بھی ہو جائے۔

ان تالیفات میں بعض ضخیم اور مفصل، بعض متوسط اور بعض مختصر ہیں۔

۱۔ **کتاب الوقف والابتداء:** ضرار بن صرد مقری کوفی متوفی ۱۲۹ھ کی تالیف ہے۔

(الفہرست: ۳۸۔ للندیم)

۲۔ **کتاب الوقوف:** شیبہ بن نصاح مدنی کوفی متوفی ۱۳۰ھ کی تالیف ہے۔ علامہ جزری کی تحقیق میں اس فن میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔

(غایۃ النہایۃ: ۱/۳۳۰۔ وتہذیب التہذیب: ۴/۳۷۷۔ لابن حجر)

۳۔ **کتاب الوقف والابتداء:** قراء سبعہ میں سے تیسرے قاری ابوعمرو بصری متوفی ۱۵۴ھ کی تالیف ہے۔ ان کا پورا نام زبان بن عمار بن العریان بن العلاء المازنی اور کنیت ابوعمرو بن العلاء ہے۔ اس کتاب کا ذکر الخطیب البغدادی صـ۹۵ میں العش نے کیا۔

ابوعمرو بصری کے نام میں بہت اختلاف ہے۔ کتاب الاقناع فی القراءات السبع کے مولف ابوجعفر احمد بن علی المعروف بابن الباذش متوفی ۵۴۰ھ نے سترہ نام ذکر کئے ہیں۔ زبان[1]۔ العریان[2]۔ یحیی[3]۔ عیینہ[4]۔ سفیان[5]۔ محمد[6]۔ جبر[7]۔ فاید[8]۔ حمید[9]۔ جنید[10]۔ حماد[11]۔ عثمان[12]۔ محبوب[13]۔ جبر[14]۔ ربان[15] (بالراء المہملہ والباء الموحدہ) عمار[16]۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک قول یہ ہے کہ ابوعمرو آپ کی کنیت بھی ہے اور نام بھی یہی ہے۔ (کتاب الاقناع: ۹۲ و ۹۳)

۴۔ **الوقف والابتداء**: قراء سبعہ میں سے چھٹے قاری امام حمزۃ بن حبیب بن عمارۃ الزیات۔ الکوفی۔ کنیت ابوعمارۃ المقری الفرضی الفقیہ کی تالیف ہے۔ متوفی ۱۵۶ھ (الفہرست: ۳۲ و ۳۸۔ للندیم)

۵۔ **وقف التمام**: قراء سبعہ میں پہلے قاری امام نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم اللیثی المدنی۔ مدینہ منورہ کے شیخ القراء متوفی ۱۶۹ھ کی تالیف ہے۔ (الفہرست: ۱۳۹۔ للندیم۔ والدانی فی التیسیر ومنار الہدیٰ ص ۶ للاشمونی۔ والخطیب البغدادی: ۹۵۔ للحش)

۶۔ **الوقف والابتداء**: تالیف محمد بن ابی سارۃ الکوفی الرؤاسی کنیت ابوجعفر النحوی کی ہے۔ امام علی کسائی کوفی ساتویں قاری اور امام النحو۔ فراء کے استاذ ہیں۔ اہل کوفہ میں سے سب سے پہلے علم نحو میں ان ہی کی تصنیف ہے۔ ان کا سر بہت بڑا تھا، جس کی وجہ سے الرؤاسی لقب پڑ گیا۔ ان کی وفات ۱۷۰ھ میں ہوئی۔ (الفہرست: ۱۷۔ للندیم۔ وکشف الظنون: ۲/ کالم ۱۴۷۰۔ لحاجی خلیفہ)

۷۔ **الوقف والابتداء**: یہ تالیف بھی محمد بن ابی سارۃ الکوفی الرؤاسی المتوفی ۱۷۰ھ کی ہے۔ بغدادی نے لکھا ہے کہ ان کے علم وقف وابتداء میں دو کتابیں ہیں۔ ایک مفصل اور ایک مختصر۔ (ہدایۃ العارفین: ۲/ ۷ للبغدادی۔ وانباء الرواۃ: ۴/ ۱۰۱۔ للقفطی)

۸۔ **الوقف والابتداء**: قراء سبعہ میں سے ساتویں قاری امام علی بن حمزۃ بن عبداللہ الاسدی الکوفی۔ کنیت ابوالحسن الکسائی امام اللغۃ والنحو۔ متوفی ۱۸۹ھ کی تالیف ہے۔ (منار الہدیٰ: ۶۔ للاشمونی)

۹۔ **الوقف والابتداء**: ابومحمد یحییٰ بن المبارک بن المغیرۃ العدوی التیمی المعروف بالیزیدی۔ امام القراۃ والنحو واللغۃ البصری۔ متوفی: ۲۰۲ھ کی تالیف ہے۔ امام ابوعمرو بصری اور ان کے دونوں راوی دوری وسوسی کے درمیان یحییٰ یزیدی کا جو واسطہ ہے وہ یہی یزیدی ہیں۔ علامہ شاطبی نے حرز الامانی کے اس بیت میں انہی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اَفَاضَ عَلٰی یَحْیَی الْیَزِیْدِیِّ سَیْبَهُ
فَاَصْبَحَ بِالْعَذْبِ الْفُرَاتِ مُعَلِّلاً

(ابراز المعانی شرح حرز الامانی: ۲۸ تا ۲۹)

(معجم الادباء: ۲۰/ ۳۱۔ لیاقوت)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ **وقف التمام**: قراء عشرہ میں سے نویں قاری یعقوب ابن اسحاق بن زید بن عبداللہ الحضرمی البصری امام القرأة والنحو واللغة والفقہ المتوفی ۲۰۵ھ کی تالیف ہے۔

(منار الہدیٰ ص۶۔ للاشمونی۔ والفہرست: ۳۹۔ للندیم)

۱۱۔ **الوقف والابتداء**: یحییٰ بن زیاد بن عبداللہ بن المنظور کنیت ابوزکریا المعروف بالفراء امام القرأة والادب والنحو واللغة متوفی ۲۰۷ھ کی تالیف ہے۔ آپ نے قرأة امام علی الکسائی الکوفی سے پڑھی۔

(الفہرست: ۳۸۔ للندیم وانباء الرواة: ۱۶/۴ للقفطی)

۱۲۔ **وقف والابتداء**: معمر بن المثنیٰ ابوعبیدة۔ الادیب اللغوی۔ النحوی المتوفی ۲۱۰ھ کی تالیف ہے۔ (منار الہدیٰ ص۶ للاشمونی)

۱۳۔ **وقف التمام**: تالیف سعید بن مسعدة کنیت: ابوالحسن لقب الاخفش النحوی البصری المتوفی ۲۱۵ھ آپ علم نحو میں مشہور امام النحو سیبویہ کے شاگرد ہیں۔ مگر عمر میں ان سے بڑے تھے۔

(الفہرست: ۳۹۔ للندیم والبناح المکنون: ۱۴/۲ ۷۔ للبغدادی)

۱۴۔ **وقف التمام**: تالیف عیسیٰ بن مینا بن وردان۔ لقب قالون۔ کنیت: ابوموسیٰ المدنی المقری۔ امام نافع مدنی کے راوی۔ متوفی ۲۲۰ھ۔ (الفہرست: ۳۹۔ للندیم)

۱۵۔ **الوقف والابتداء**: تالیف: امام خلف بن ہشام البزار الاسدی۔ کنیت ابومحمد۔ امام حمزة کوفی کے پہلے راوی اور قرأة متواترہ میں سے دسویں قرأة کے امام بھی ہیں۔ ان کے راوی اسحٰق وادریس ہیں۔

(الفہرست: ۳۸۔ للندیم)

۱۶۔ **الوقف فی الابتداء**: تالیف محمد بن سعدان الضریر المقری الکوفی۔ کنیت ابوجعفر النحوی توفی ۲۳۱ھ

(الفہرست: ۳۸۔ للندیم)

۱۷۔ **وقف التمام**: تالیف روح بن عبدالمؤمن کنیت ابوالحسن الہذلی۔ مقری نحوی ثقة، ضابط آٹھویں قاری امام یعقوب الحضرمی کے راوی ہیں۔ توفی ۲۳۷ھ۔

(الفہرست: ۳۹۔ للندیم۔ طبقات القراء: ۲۸۵/۱۔ للجزری)

۱۸۔ **الوقف فی الابتداء**: تالیف عبداللہ بن یحییٰ المبارک العدوی البغدادی المعروف بالیزیدی۔ کنیت ابوعبدالرحمٰن۔ النحوی اللغوی المقری۔ توفی ۲۳۷ھ۔ (الفہرست: ۳۸۔ للندیم۔ وانباء الرواة ۱۳۴/۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ الوقف والابتداء: تالیف: ابوعمر حفص بن عمر بن عبد العزیز ابن صہبانی۔ کنیت ابوعمر الازدی الدوری المقری النحوی البغدادی توفی ۲۴۰ھ یہ امام ابو عمرو بصری اور امام علی کسائی دونوں کے راوی ہیں۔
(الفہرست ۳۸۔ للندیم۔ والتیسیر۔ للدانی: ۵)

۲۰۔ وقف التمام: تالیف نصیر بن یوسف بن ابی نصر الرازی ثم البغدادی۔ کنیت ابو المنذر۔ النحوی۔ تلمیذ امام علی الکسائی۔ توفی تقریباً ۲۴۰ھ

۲۱۔ وقف والابتداء: تالیف: ہشام بن عمار بن نصیر السلمی۔ کنیت ابو الولید بن میسرۃ۔ مقری، محدث، خطیب، قاضی، دمشقی۔ دمشق ۲۴۵ھ میں انتقال ہوا۔ یہ قراء سبعہ میں سے چوتھے قاری عبداللہ بن عامر شامی کے پہلے راوی ہیں۔ (الفہرست: ۳۸۔ الندیم والتیسیر: ۶۔ الدانی)

۲۲۔ المقاطع والمبادی: تالیف: سہل بن محمد بن عثمان سجستانی۔ کنیت: ابوحاتم۔ نحوی، مقری، بصری۔ مشہور امام النحو مبرد کے استاذ، ۲۵۵ھ میں انتقال ہوا۔ علامہ جزری نے لکھا ہے کہ جامع بصرۃ میں ساٹھ سال امام وخطیب رہے۔ کسی ایک دن بھی فرض نمازوں و نماز تراویح میں نہ بھولے نہ متشابہ لگا، اور نہ کبھی وقف قبیح کیا۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے والدین اور انہوں نے عبادت کے لیے رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ جب والد کا انتقال ہوا تو ان کی والدہ اور انہوں نے رات کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ اور جب والدہ کا بھی انتقال ہو گیا پھر خود پوری رات عبادت میں گذارتے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ جہاں تک میری معلومات ہیں علم قراۃ میں پہلی تصنیف انہی کی ہے۔ آٹھویں قاری یعقوب حضرمی سے قراۃ پڑھی۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ (کشف الظنون: ۲/ ۱۷۸۱۔ وغایۃ النہایۃ فی طبقات القراء: ۱/ ۳۲۰ و ۳۲۱۔ للجزری)

۲۳۔ الوقف: تالیف فضل بن محمد الانصاری۔ کنیت: ابو العباس تیسری صدی کے دوسرے نصف میں یعنی ۲۵۰ھ کے بعد انتقال ہوا ہے۔ (المکتفی: ۶۳۔ للدانی)

۲۴۔ الوقف والابتداء: تالیف: محمد بن عیسیٰ بن ابراہیم۔ کنیت: ابوعبداللہ۔ مقری، لغوی۔ توفی ۲۵۳ھ۔ (منار الہدیٰ للاشمونی)

۲۵۔ الوقف والابتداء: تالیف: ابن ابو الدنیا عبداللہ بن محمد بن عبید۔ صاحب التصانیف السائرۃ۔ خطیب بغدادی خلفاء کی اولاد کے استاذ تھے۔ ابن ابوحاتم نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توفی ۲۸۱ھ - (سیر اعلام النبلاء: ۱۳/۴۴۴)

۲۶۔ الوقف والابتداء: تالیف: احمد بن داود الدینوری ۔ کنیت ابوحنیفہ ۔ المفسر المؤرخ توفی ۲۸۲ھ - (منار الہدیٰ صلا: للاشمونی)

۲۷۔ الوقف والابتداء: تالیف: محمد بن عثمان بن مسبح الشیبانی البغدادی ۔ کنیت: ابوبکر الجعدی العالم بالعربیۃ والمقری ۔ توفی ۲۸۸ھ - (المنار)

۲۸۔ الوقف والابتداء: تالیف: احمد بن یحییٰ بن یزید الشیبانی ۔ کنیت: ابوالعباس ۔ لقب: ثعلب ۔ امام الکوفیین فی النحو واللغۃ ۔ توفی ۲۹۱ھ (الفہرست: ۳۸ ۔ للندیم ۔ وکشف الظنون: ۲/۱۴۷۰)

۲۹۔ الوقف فی الابتداء: تالیف: سلیمان بن یحییٰ بن ایوب الضبی ۔ کنیت: ابوسلیمان المقری دوری کے شاگرد ہیں ۔ توفی ۲۹۱ھ - (کشف الظنون: ۲/۱۴۷۰)

۳۰۔ الوقف والابتداء: تالیف: محمد بن احمد ابن محمد بن کیسان ۔ کنیت ابوالحسن النحوی اللغوی مبرد اور ثعلب کے شاگرد ہیں ۔ بصری اور کوفی دونوں مذہبوں کے حافظ ہیں ۔ توفی ۲۹۹ھ ۔
(الفہرست: ۳۸)

۳۱۔ الوقف والابتداء: تالیف: ابراہیم بن السری ابن سہل ۔ کنیت ابواسحاق الزجاج المفسر النحوی اللغوی توفی ۳۱۱ھ - (کشف الظنون: ۲/۱۴۷۰ ۔ لحاجی خلیفہ)

۳۲۔ الوقف والابتداء: تالیف: احمد بن موسیٰ بن العباس ۔ کنیت ابوبکر ابن مجاہد کبیر العلماء بالقراءات ۔ سب سے پہلے قراءات سبع میں مروجہ سات اماموں کی قرائتیں انہوں نے جمع کیں ۔ ان کے بعد سب انہی سات قراءتوں کو اختیار کرتے چلے آئے ۔ ورنہ ان سے پہلے مروجہ سات اماموں کی کوئی قید نہ تھی ۔ توفی ۳۲۴ھ - (منار الہدیٰ صلا ۔ للاشمونی)

۳۳۔ الایضاح فی الوقف والابتداء: تالیف: محمد بن القاسم بن بشار الانباری ۔ کنیت ابوبکر النحوی الادیب توفی ۳۲۸ھ ۔ اس کتاب کی علامہ دانی، علامہ جزری وغیرہ تمام آئمہ فن نے بہت تعریف کی ہے ۔ اور ہے بھی قابل تعریف ۔ جب یہ کتاب مکمل ہوئی تو ابوبکر بن مجاہد کی خدمت میں پیش کی ۔ انہوں نے کتاب دیکھ کر کہا ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ ہی کرتا رہا، مگر اس نوجوان نے کچھ چھوڑا ہی نہیں جو لکھوں ۔ علامہ جزری لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے ایسی عمدہ اور احسن کتاب اس موضوع پر نہیں لکھی گئی ۔ علامہ دانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے المکتفی کی تالیف میں سب سے زیادہ اسی کتاب پر اعتماد کیا ہے۔ جامعۃ السعود الریاض کی لائبریری میں عمدہ طباعت میں نسخہ موجود ہے۔ بازار میں نایاب ہے حتیٰ کہ دمشق میں ۱۳۹۱ھ میں چھپی ہے وہاں بھی نایاب ہے۔

۳۴۔ الوقف والابتداء: تالیف محمد بن محمد بن عباد المکی۔ کنیت ابوعبداللہ المقری النحوی۔ توفی ۳۳۴ھ۔ (کشف الظنون: ۲/ ۱۴۷۱۔ لحاجی خلیفہ)

۳۵۔ القطع والائتناف: تالیف: احمد بن محمد بن اسماعیل۔ المعروف بابن النحاس۔ کنیت ابوجعفر النحوی المصری۔ توفی ۳۳۸ھ۔ اس فن میں یہ کتاب بہت مشہور ہے۔ بہت عمدہ اور مفید ترین ہے۔ اسلاف کے اقوال اہتمام سے جمع کئے ہیں۔ پھر مقارنہ کے بعد راجح مرجوح کی وضاحت کی ہے۔ ہر مسئلہ کو پوری سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ علامہ دانی نے اپنی تالیف میں اس کتاب پر بھی اعتماد کیا ہے۔ زیر نظر کتاب کی تدوین میں یہ کتاب پیش پیش ہے۔ بعض نے اس کتاب کا نام الوقف والابتداء بتایا ہے۔ بغداد میں چھپی ہے۔

۳۶۔ الوقف والابتداء: احمد بن محمد بن اوس۔ کنیت ابوعبداللہ المقری کی تالیف ہے۔ علامہ جزری نے لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب دیکھی ہے۔ اس میں وقف کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ حسن وکاف وتام۔ مؤلف ۳۴۱ھ تک توحیات تھے۔ اسکے بعد معلوم نہیں کب انتقال ہوا۔ (غایۃ النہایۃ: ۱/ ۱۰۷۔ للجزری)

۳۷۔ کتاب الوقوف: تالیف احمد بن کامل بن خلف ابن شجرۃ۔ کنیت ابوبکر البغدادی وکیع کے نام سے معروف ہیں۔ توفی ۳۵۰ھ (الفہرست ۳۵۔ للندیم وغایۃ النہایۃ: ۱/ ۹۸ للجزری)

۳۸۔ الوقف والابتداء: تالیف محمد بن الحسن بن یعقوب ابن الحسن بن مقسم العطار، النحوی اللغوی المقری۔ کنیت ابوبکر البغدادی۔ توفی ۳۵۴ھ (الفہرست: ۳۶۔ للندیم۔ وکشف الظنون: ۲/ ۱۴۷۰۔ لحاجی خلیفہ)

۳۹۔ الوقف والابتداء: تالیف الحسن بن عبداللہ ابن المرزبان۔ کنیت ابوسعید السیرافی۔ النحوی۔ قاضی کے لقب سے مشہور ہیں۔ بغدادی ہیں۔ توفی ۳۶۸ھ۔ (الفہرست: ۳۶ للندیم وکشف الظنون ۲/ ۱۴۷۰۔ لحاجی خلیفہ)

۴۰۔ الوقف والابتداء: تالیف: عثمان بن جنی۔ کنیت: ابوالفتح الموصلی۔ امام فی الادب والنحو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توفی ۳۹۲ھ - (الفہرست: ۹۵ - للندیم)

۴۱ - وقوف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القرآن : تالیف: محمد بن عیسیٰ البرلی الاندلسی، مغربی کے نام سے معروف ہیں۔ کنیت: ابو عبداللہ۔ توفی ۷۰۰ھ (کشف الظنون: ۲/ ۲۰۲۵ لحاجی خلیفہ)

۴۲ - الابانۃ فی الوقف والابتداء : تالیف محمد بن جعفر ابن عبد الکریم - کنیت : ابوالفضل الخزاعی الجرجانی توفی ۴۰۸ھ (فاس کے خزانۃ القرویین (لائبریری نمبر ۱۰۵۴) میں قلمی نسخہ موجود ہے - نیز جامعۃ القرویین کے نوادر المخطوطات میں بھی قلمی نسخہ موجود ہے)

۴۳ - الهدایۃ فی الوقف : تالیف : مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی - اندلس کے امام الکل و شیخ القراء اندلس ہی ہیں ۴۳۷ھ میں وفات پائی - ابن قاضی کے نام سے مشہور تھے - (مفتاح السعادۃ: ۲/ ۸۴ طاش کبریٰ زادہ)

۴۴ - الوقف : یہ بھی مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی کی تالیف ہے - قصیدہ رائیہ کی صورت میں ہے - جس کے ۱۳۱ ابیات ہیں - رائیہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہر بیت راء پر ختم ہوتا ہے - جیسا کہ علامہ شاطبی کی رسم عثمانی میں قصیدۂ رائیہ کے نام سے مشہور ہے - اور علامہ شاطبی کی کتاب کا اصل نام ، "عقیلۃ اتراب القصائد" ہے - اس کا پہلا بیت ملاحظہ کیجیے -

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَوْصُوْلًا كَمَا اَمَرَا

مُبَارَكًا طَيِّبًا يَسْتَنْزِلُ الدُّرَرَا

اردو زبان میں اس کی شرح شیخ القراء استاذنا حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب مدظلہ[1] شفاہ اللہ کے قلم سے طبع ہو چکی ہے - رسم عثمانی کا اردو میں بہت بڑا علمی خزینہ ہے - فجزاہم اللہ خیراً -

۴۵ - الوقف علیٰ کلا و بلیٰ : یہ بھی مکی القیسی کی تالیف ہے -

۴۶ - الهدایۃ فی الوقف علیٰ کلا :

۴۷ - شرح التمام والوقف :

۴۸ - شرح اختلاف العلماء فی الوقف علیٰ قولہ تعالیٰ "يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ "

---

[1] افسوس کہ اب حضرت قاری صاحب کا انتقال ہو چکا ہے -

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۹۔ منع الوقف علیٰ قولہ تعالیٰ "اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰی"۔

۵۰۔ شرح معنی الوقف علیٰ قولہ تعالیٰ "لَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ"

۵۱۔ الوقف التام : یہ آٹھ تالیفات مکی بن ابی طالب القیسی الاندلسی کی ہیں۔ کثرت سے آپ کی تصانیف میں۔ علمی دنیا میں معروف ہیں۔

۵۲۔ الاہتداء فی الوقف والابتداء : تالیف : امام الفن عثمان بن سعید الدانی۔ کنیت ابوعمرو ہے۔ آپ جامع العلوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے احادیث کا ذخیرہ بھی مع اسناد کے قرآن کی طرح آپ کے بابرکت سینہ میں رکھ دیا تھا۔ آپ علامہ شاطبی کے دادا استاذ ہیں۔ التیسیر فی القراءات السبع اور المقنع فی رسم العثمانی آپ کی تالیفات میں سے ہیں۔ علامہ شاطبی نے ان دونوں کتابوں کو "حرز الامانی ووجہ التہانی" المعروف "بالشاطبیۃ" اور "عقیلۃ اتراب القصائد" المعروف "بالرائیۃ" کے نام سے نظم کر دیا ہے۔ اور دونوں مقبول ترین ہیں۔ ان کے علاوہ جامع البیان وغیرہ بہت سی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ امام ذہبی نے ایک سو بیس تصانیف بتائی ہیں۔ اس کا قلمی نسخہ المکتبۃ الازہریۃ، قاہرۃ (نمبر ۲۷۶) میں موجود ہے۔

۵۳۔ المکتفیٰ فی الوقف والابتداء : یہ بھی علامہ دانی کی تالیف ہے اور طبع ہو چکی ہے۔ راقم کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ بہت ہی پُرمغز اور محققانہ ہے۔ اور تحقیق کرنے والے الدکتور : یوسف عبدالرحمٰن المرعشلی نے بھی تحقیق کرنے میں امتیازی مقام پایا ہے۔ فجزاہم اللہ خیراً۔

۵۴۔ الوقف علیٰ کلّا و بلیٰ : یہ بھی علامہ دانی کی تالیف ہے۔

۵۵۔ المرشد فی معنی الوقف : تالیف : الحسن بن علی بن سعید۔ کنیت ابومحمد العمانی نزیل مصر ۵۰۰ھ کے بعد انتقال ہوا ہے۔ علامہ جزری نے لکھا ہے کہ "واحسن فیہ افادۃ" یعنی بہترین معلوماتی ذخیرہ ہے۔ ابوحاتم سجستانی کی طرح انہوں نے بھی وقف کی چھ قسمیں التام والحسن والکافی والصالح والجائز والمفہوم اختیار کی ہیں۔ اور "وقف قبیح" وقف کی کوئی قسم نہیں صحیح وقف کی ضد اور معنوی فساد کا دوسرا نام ہے۔ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ مکروہ ترین ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔ اس لیے وقف کی اقسام میں اس کو شامل نہیں کیا۔ واللہ اعلم

اس کا جامعہ استنبول میں مخطوطہ نسخہ موجود ہے۔ جس پر تاریخ ۸۶۰ھ درج ہے۔

۵۶۔ المغنی فی معرفۃ وقوف القرآن : یہ بھی علامہ العمانی کی تالیف ہے۔ اور یہ پہلی کتاب کے مقابلہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں مختصر ہے۔ (غایۃ النہایۃ: ۱/۲۲۳۔ للجزری)

۵۷۔ الوقف والابتداء: تالیف علی بن احمد بن الحسن۔ کنیت: ابوالحسن الغزال نیساپوری۔ العلامۃ المقری۔ توفی ۵۱۶ھ۔ اس کا قلمی نسخہ الخزانۃ التیموریۃ بدار الکتب المصریۃ میں موجود ہے۔ اس کا نمبر (۱۶۲) ہے۔

۵۸۔ الابانۃ فی الوقف والابتداء: تالیف: ابوالفضل الخزاعی المقری ۵۲۰ھ میں زندہ تھے۔ اس کے بعد معلوم نہیں کب انتقال ہوا۔

۵۹۔ الوقف والابتداء: تالیف: عمر بن عبدالعزیز ابن مازۃ الحنفی۔ کنیت: ابومحمد۔ الصدر الشہید کے لقب سے معروف ہیں۔ حسام الدین یعنی دین کی تلوار، الفقیہ، الاصولی، البخاری۔ استشہد ۵۳۶ھ۔ (کشف الظنون: ۲/۱۴۷۱)

۶۰۔ نظام الاداء فی الوقف والابتداء: تالیف: عبدالعزیز بن علی بن محمد بن سلمۃ۔ کنیت: ابوالفتح ابن الطحان کے نام سے معروف ہیں۔ سماتی اندلسی۔ توفی ۵۶۰ھ مختلف ممالک میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ ریاض میں چھپ چکی ہے اور دستیاب ہے۔

۶۱۔ الایضاح فی الوقف والابتداء: تالیف: محمد بن طیفور غزنوی سجاوندی۔ مقری مفسر نحوی محقق۔ علامہ جزری نے لکھا ہے ان کی دو کتابیں ہیں۔ ایک میں تو ہر ہر وقف کی علت اور توجیہ بھی لکھی ہے۔ اور دوسری علل وتوجیہات سے خالی ہے پورے قرآن میں یہی انداز ہے۔ توفی ۵۶۰ھ مختلف ممالک میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

۶۲۔ وقف القرآن: یہ بھی علامہ سجاوندی کی تالیف ہے۔ اس میں علل اور توجیہات کے اعتبار سے اختصار ہے۔ اس کے بھی قلمی نسخے مختلف جگہوں میں موجود ہیں۔

۶۳۔ الہادی الی معرفۃ المقاطع والمبادی: تالیف الحسن بن احمد بن الحسن۔ کنیت: ابوالعلاء الہمذانی العطار شیخ ہمدان وامام العراقیین۔ علامہ جزری لکھتے ہیں۔ ابوالعلاء الہمذانی نے اس مبارک فن کی خدمت واشاعت کا حق ادا کر دیا۔ اور تدریسی خدمات کے علاوہ جس طرح وقف وابتداء کے موضوع پر بہترین کتاب لکھی ہے۔ اسی طرح اس فن کے دوسرے موضوعات پر بھی کتابیں لکھی ہیں۔ جن سے ان کے اعلیٰ علمی مقام اور علمی پروازوں کی بلندیوں کا پتہ چلتا ہے۔ اور میرے نزدیک جس طرح علامہ دانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے مغربی علاقہ میں اس مبارک علم وفن کی آبیاری کر کے پورے مغربی علاقہ کو گل وگلزار بنا دیا اسی طرح علامہ ہمذانی نے مشرقی علاقہ میں اس مبارک علم وفن کی مؤثر خدمت کر کے پورے مشرقی علاقہ کو روشن اور تابناک بنا دیا۔ پس میرے نزدیک یہ ثانی علامہ دانی ہیں۔ ۵۶۹ھ میں ان کا انتقال ہُوا۔ (غایۃ للجزری ۱/۲۰۴) اس کا مخطوطہ ترکیا کے "توبکاپی" میں موجود ہے۔ نمبر ۱۶۴۲ ہے۔

۶۴۔ **الاہتداء فی الوقف والابتداء**: تالیف: عیسیٰ بن عبد العزیز التیمی الاسکندری المالکی۔ موفق الدین المقری۔ توفی فی الاسکندریۃ ۶۲۹ھ۔ (ایضاح المکنون: ۱/۱۵۱۔ البغدادی)

۶۵۔ **التنبیہات علی معرفۃ ما یخفیٰ من الوقوفات**: تالیف: عبد السلام بن علی بن عمر بن سید الناس الزواوی۔ المالکی المقری الفقیہ۔ توفی ۶۸۱ھ۔ (کشف الظنون: ۲/۱۴۷۱۔ حاجی خلیفہ)

۶۶۔ **الاقتضاء۔ او الاقتداء فی معرفۃ الوقف والابتداء**: تالیف: معین الدین عبد اللہ بن جمال الدین ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن ابی حفص۔ النکزاوی۔ کنیت ابو محمد۔ توفی ۶۸۳ھ۔ مختلف ممالک میں اس کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

۶۷۔ **وصف الاہتداء فی الوقف والابتداء**: تالیف: ابراہیم بن عمر بن ابراہیم۔ کنیت ابو محمد الربعی الجعبری۔ المحقق المصنف۔ آپ نے شاطبیۃ اور رائیہ کی بھی محققانہ شرحیں لکھیں۔ صاحب فضل وکمال تھے۔ بلد الخلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسا وطن بنایا کہ وہیں ۷۳۲ھ میں انتقال ہُوا۔ اس کے نسخے بھی مختلف جگہوں پر موجود ہیں۔

۶۸۔ **علم الاہتداء فی معرفۃ الوقف والابتداء**: تالیف: الامام علم الدین لقب ہے۔ ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الصمد السخاوی۔ علامہ شاطبی کے بلا واسطہ شاگرد ہیں۔ سب سے پہلے آپ ہی نے شاطبیۃ کی شرح لکھی۔ ابراز المعانی شرح شاطبیۃ کے مصنف: الامام عبد الرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم المعروف بابی شامۃ الدمشقی المتوفی ۶۶۵ھ آپ کے شاگرد ہیں۔ ۶۴۳ھ میں انتقال ہوا۔ مصر میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

۶۹۔ **علم الاہتداء فی معرفۃ الوقف والابتداء**: تالیف: ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن علی بن ہمام المعروف بابن الامام توفی ۷۴۵ھ۔ (کشف الظنون: ۲/۱۱۶۰۔ حاجی خلیفہ)

۷۰۔ **الاہتداء فی الوقف والابتداء**: تالیف: محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف۔ کنیت ابو الخیر۔ شمس الدین لقب۔ بابن الجزری کے نام سے مشہور ہیں۔ بلا نزاع محقق ہیں۔ علم تجوید وقراءۃ کے میدان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ مجد دالفن ہیں۔ ۸۳۳ھ میں انتقال ہوا۔ النشر میں آپ نے اس کتاب کا ذکر فرمایا ہے (النشر ۱/۲۲۴۔ الجزری) افسوس ابھی تک کسی نے اس کی تحقیق وطباعت کی طرف توجہ نہیں دی۔

۷۱۔ تعلیق علیٰ وصف الاہتداء فی الوقف والابتداء للجعبری: یہ الجعبری کی کتاب کی شرح ہے۔ جس کا ذکر ابھی (۶۷) کے تحت گذرا۔ اور یہ شرح بھی علامہ جزری مصنف النشر نے لکھی ہے۔ المکتبۃ الوطنیۃ تونس میں (نمبر ۳۹۸۳) پر یہ نسخہ موجود ہے۔

۷۲۔ لحظۃ الطرف فی معرفۃ الوقف: تالیف: ابراہیم ابن موسیٰ برہان الدین الکرکی الشافعی المقری۔ توفی ۸۵۳ھ۔ (کشف الظنون: ۲/۱۵۴۷)

۷۳۔ المقصد لتلخیص مافی المرشد: تالیف: شیخ الاسلام زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا الانصاری المصری الشافعی۔ کنیت: ابو یحییٰ۔ المفسر المحدث القاضی۔ یہ کتاب "المرشد" جس کا ذکر نمبر ۶۵ کے تحت گذرا۔ اس کا مفید ترین خلاصہ ہے۔ اور منار الہدیٰ طبع ثانی کے ساتھ حاشیہ پر طبع ہے۔

۷۴۔ تحفۃ العرفان فی بیان اوقاف القرآن: تالیف: احمد بن مصطفیٰ۔ کنیت: ابو الخیر عصام الدین طاش کبریٰ زادہ۔ انہوں نے المقدمۃ الجزریۃ کی بھی شرح لکھی ہے۔ اس شرح کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ابیات کی نحوی ترکیب مکمل ہے۔ اور بلاشبہ یہ ترکیب ایسی ہے کہ اس سے عمدہ کسی اور نے نہیں لکھی۔ توفی ۹۶۸ھ۔ الخزانۃ التیموریۃ بدار الکتب المصریۃ میں (نمبر ۵۰۲) قلمی نسخہ موجود ہے۔

۷۵۔ منار الہدیٰ فی بیان الوقف والابتداء: تالیف: احمد بن محمد بن عبد الکریم الاشمونی الشافعی المقری الفقیہ۔ بہت بڑا علمی خزانہ ہے کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ زیر نظر کتاب میں اس کے حوالے آئیں گے۔

۷۶۔ دوائل الندی المختصر من منار الہدیٰ فی بیان الوقف والابتداء: تالیف: عبداللہ بن مسعود المصری مولداً۔ الفاسی المغربی اصلاً۔ المالکی مذہباً۔ مؤلف ۱۱۴۷ھ میں کتاب کی تکمیل سے فارغ ہوئے۔ المکتبۃ الازہریۃ۔ مصر میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

۷۷۔ کنوز الطاف البرہان فی رموز اوقاف القرآن: تالیف: الشیخ محمد صادق الہندی۔ ۱۲۹۰ھ میں زندہ دیکھے گئے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔ مطبعۃ کاستلی میں ۱۲۹۰ھ میں یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔

۷۸۔ تحفۃ من اراد الاہتداء فی معرفۃ الوقف والابتداء: تالیف: حسین الجوہری۔ المکتبۃ الازہریۃ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القاہرۃ میں (نمبر ۱۳۴۲) قلمی نسخہ موجود ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ وقف وابتداء کے موضوع پر کس نے کتنا کام کیا۔ زیر نظر فہرست صرف ان ائمۂ فن اور علماء اوقاف اور قراء کرام کی ہے، جن کی تالیفات کا علم ہو سکا۔ رہے دوسرے حضرات جن کا اس فہرست میں ذکر نہیں۔ جیسا کہ امام عاصم کوفی اور امام ابوجعفر مدنی وغیرہ۔ ان کے بارے میں بطور نص اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ حضرات اپنے شاگردوں کو حسن وقف وابتداء کی نہ صرف تلقین فرماتے تھے۔ بلکہ ان سے سختی کے ساتھ اس کا اہتمام بھی کرواتے تھے۔ جیسا کہ علامہ جزری نے نشر میں اس کی تصریح کی ہے۔ ممکن ہے ان حضرات کی تالیفات بھی ہوں۔ مگر راقم کو اپنی محدود ترین معلومات کی وجہ سے معلوم نہ ہو سکیں۔ زیادہ تر احتمال اس بات کا ہے کہ چونکہ یہ دونوں حضرات جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔ اور ان کا زمانہ دوسرے ائمہ کی نسبت پہلے ہے۔ اور اس زمانہ میں کاغذ کی فراوانی بھی نہ تھی۔ بلکہ ناپید تھا۔ اس وجہ سے اس دور میں تالیفات و تصانیف کا عام رواج نہ تھا، اور یہ ان کی مجبوری تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُقدّمہ

اہمیتِ وقف

معرفت وقف وابتداء کی اہمیت اور اس علم کی ضرورت کا احساس کرنے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ جس طرح دلائل شرعیہ یعنی قرآن وحدیث اور اجماع امت سے قرآن مجید کا تجوید کے ساتھ پڑھنا واجب اور ضروری ہے، اسی طرح معرفت الوقوف، یعنی قرآنی وقوف کا پہچاننا اور دورانِ تلاوت حسن وقف وابتداء کی رعایت رکھنا اور اس کا تعمد کے ساتھ اہتمام کرنا بھی ضروری ہے۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جس طرح تجوید کے ذریعہ حروفِ قرآن کی تصحیح ہوتی ہے۔ اسی طرح معرفتُ الوقوف کے ذریعہ معانی قرآن کی تفہیم ہوتی ہے۔ اس کی مفصل بحث آگے آئے گی۔

١- دلائل شرعیہ ——— قرآن سے دلائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا۔ (المزمل) کہ قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترتیل کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: اَلتَّرْتِيلُ تَجْوِيدُ الْحُرُوفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوفِ[1]۔ اس اثر کو امام بیہقی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے[2]۔ اس تفسیر میں ترتیل کے دو جزء بیان فرمائے ہیں۔

١- تَجْوِيدُ الْحُرُوفِ ٢- مَعْرِفَةُ الْوُقُوفِ۔ پس تجوید الحروف کی طرح معرفت الوقوف

---

[1] النشر: ١/٢٠٩ و ٢٢٥۔ ومنار الہدیٰ: ٥۔ للاشمونی۔ وتنبیہ الغافلین وارشاد الجاہلین: ١٢٨۔ للصفاقسی۔ الاتقان: ١/٨٥۔ للسیوطی وغیرہم۔

[2] الاتقان: ١/٨٥

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ترتیل کا ایک جزء اور اس کا ایک اہم حصہ ہے ۔ اور یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ باری تعالیٰ نے قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھنے کا صرف امر ہی نہیں فرمایا ۔ بلکہ امر کی تاکید کے لیے تَرْتِیْلاً مصدر بھی ذکر فرمایا جس سے امر میں مبالغہ اور تاکید مقصود ہے[1] ۔ اور مصدر پر جو تنوین ہے وہ بھی مبالغہ کے لیے ہے[2] ۔ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس امر میں اصل وجوب ہوتا ہے ۔ ہاں کبھی خارجی اسباب کی بنا پر وجوبیت ساقط ہوجاتی ہے ۔ مگر یہاں خارجی اسباب میں سے کوئی بھی ایسا سبب نہیں جس سے ترتیل کی وجوبیت ساقط ہو رہی ہو ۔ بلکہ حدیث، آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کے ارشادات غرضیکہ اجماع اُمت سے اس کی وجوبیت ہی ثابت ہے ۔

ابو جعفر النحاس نے سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ۔ کہ آپ نے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً کی تفسیر بَیِّنْہُ تَبْیِیْنًا سے کی ہے ۔ اس کے بعد النحاس اس تفسیر کی شرح یوں فرماتے ہیں کہ فَمِنَ التَّبْیِیْنِ تَفْصِیْلُ الْحُرُوْفِ وَالْوُقُوْفُ عَلٰی مَا تَمَّ مَعْنَاہُ مِنْہَا[3] ۔ یعنی تبیین کہتے ہیں حروف کو واضح طور پر صاف صاف ادا کرنا اور یہ بدون تجوید ممکن نہیں ۔ اور وقف ایسے موقع پر کرنا جہاں کلام کے معانی پورے ہو رہے ہوں ۔ یہ تفسیر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے ہم معنیٰ ہے ۔

فائدہ : قرآن مجید کو ترتیل یعنی کامل تجوید اور حسن وقف و ابتداء کی رعایت اور اہتمام کے ساتھ عربی لہجوں میں نہایت لطافت کے ساتھ پڑھنے سے مقصود و مطلوب یہ ہے کہ لوگوں کے دل زیادہ سے زیادہ اس کی طرف متوجہ ہوں ۔ اور اس میں غور و فکر کرنے میں کشش اور اس کے احکامات پر عمل کرنے میں رغبت پیدا ہو ۔ اور یہی قرآن مجید کا حق اور تقاضا ہے ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۔ یعنی لوگ قرآن مجید میں غور کیوں نہیں کرتے ۔ اور ہمارے موضوع کی غرض و غایت بھی یہی ہے کہ حسن وقف و ابتداء کی رعایت سے مرادی معانی واضح ہوجائیں ۔ تا کہ مالک الملک کے کلام کو سمجھنے میں آسانی ہو ۔

---

[1] تفسیر فتح القدیر : ۳۱۶/۵ ۔ للشوکانی [2] شرح ابن عقیل لالفیۃ ابن مالک : ۳۰/۱

[3] القطع والائتناف : ۷۳ و ۷۴ ۔ للنحاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ فائدہ: باتفاق مفسرین سورۃ المزمل مکہ میں ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ البتہ اس کی تین آیتوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ (۱) وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ (۲) وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ (۳) اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ۔ ۱۔ اکثر مفسرین کے نزدیک تو یہ تینوں آیتیں بھی مکی ہیں۔ ۲۔ ابن عباس اور قتادہ کے قول پر وَاصْبِرْ اور وَذَرْنِیْ یہ دو آیتیں مدنی ہیں۔ ۳۔ ثعلبی کے قول پر اِنَّ رَبَّکَ سے آخر تک صرف ایک آیت مدنی ہے[1]۔ علامہ سخاوی نے جمال القراء میں لکھا ہے کہ پہلی وحی سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیتیں ہیں۔ اس کے بعد سورہ مدثر مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کے بعد سورہ مزمل مکہ میں نازل ہوئی۔ بہرحال وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا۔ یہ حکم مکہ مکرمہ میں نازل ہوا ہے۔ اور ہوا بھی ابتدائی دور میں، جبکہ نماز کے علاوہ باقی تمام احکام مدنی سورتوں میں نازل ہوئے۔ اور حضرت علی و حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی تفسیروں سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ترتیل کے دو جزء ہیں۔

۱۔ تجوید الحروف (۲) معرفۃ الوقوف۔ جس کا یہ مطلب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ابتدائی دور ہی سے یہ بات بالکل پسند نہیں کہ اس کی آخری کتاب کو عام انداز میں پڑھا پڑھایا جائے۔ اور یہ ایک ایسی ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ جس کے لیے کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔ پس اللہ سبحانہ وتقدس کی رضا اسی میں ہے کہ قرآن مجید کو کامل تجوید اور حسن وقف و ابتداء کی کامل رعایت کے ساتھ پڑھا پڑھایا جائے۔ اور اس پر اہتمام کے ساتھ عمل کیا جائے۔ اور اسی میں انسان کی کامیابی ہے۔

۲۔ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ۝ (اسراء ع ۱۲)	ترجمہ: اور قرآن کو ہم نے متفرق طور پر صاف صاف اور واضح انداز میں ترتیل کے ساتھ اتارا تاکہ آپ اسے لوگوں کے سامنے ترتیل کے ساتھ پڑھ کر سنائیں۔ اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا۔ ۱۲

تشریح: اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن کی عظمت کی طرف متوجہ کیا اور اس کی شان بیان کی۔

فرمایا! ہم نے اس کتاب کو بواسطہ جبریل (علیہ السلام) اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ترتیل کے ساتھ پڑھ کر سنایا اور اسی کیفیت کے ساتھ ان کے سینہ میں جمع کیا۔ اور ان کو حکم دیا

---

[1] تفسیر قرطبی: ۱۹/ ۳۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آپ بھی ان لوگوں کے سامنے ترتیل ہی کے ساتھ پڑھیں۔

اللہ اکبر! کیا شان ہے اس کتاب کی۔ حق تو یہ ہے کہ یہ رتبہ کسی اور کتاب کو نہیں ملا

فَرَقْنٰهُ: راء کی تخفیف کے ساتھ بمعنی بیناہ واوضحناہ وفصلناہ[1] یعنی صاف صاف اور واضح انداز میں آیتوں اور سورتوں کی صورت میں تقسیم کر کے ترتیل کے ساتھ اتارا۔ اور بواسطہ جبریل پڑھ کر سنایا۔

مُكْثٍ: امام طبری نے لکھا ہے۔ کہ مجاہد و ابن جریج نے اس کا معنیٰ ترتیل بیان کئے۔ اور ابن زید نے اس کی تفسیر میں وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا پڑھی[2]۔۔۔۱۲

علامہ قرطبی نے عَلٰى مُكْثٍ کے معنیٰ ترسل فی التلاوۃ وترتیل[3] لکھے ہیں یعنی خوش آوازی سے حسن تجوید و حسن وقف وابتداء کی رعایت کے ساتھ بلا تکلف پڑھنا۔ اور یہ مجاہد و ابن عباس و ابن جریج کا قول ہے۔ ۱۲

علامہ شوکانی نے عَلٰى مُكْثٍ کے معنیٰ ترسل وتمہل[4] لکھے ہیں۔ اور یہ بھی ترتیل کے ہم معنیٰ ہیں۔ یعنی ترسل بمعنی الحسن تجوید اور تمہل بمعنی الحسن وقف وابتداء۔

اور صاحب اضواء البیان نے بھی ایسے ہی لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ قاری کے لیے ضروری ہے کہ اپنی تلاوت میں ترتیل کا اہتمام کرے۔ اور اس کی تائید میں وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (مزمل ع ۱) اور وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (فرقان ع ۳) یہ دو آیتیں پیش کیں[5]۔ ۱۲

علامہ جزری نے لکھا ہے کہ قرآن ترتیل کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ (النشر: ۱/۲۱۲)

اس کے بعد ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّقْرَاَ الْقُرْاٰنَ غَضًّا كَمَا اُنْزِلَ فَلْيَقْرَاْ قِرَاءَةَ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ۔ اس سے مراد عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ یعنی جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ وہ قرآن بالکل اسی تروتازگی اور صحت وعمدگی ساتھ پڑھے جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو اس کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی

---

[1] جامع البیان: ۹/۱۷۹۔ لابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ۔ وتفسیر قرطبی: ۱۰/۳۳۹۔ لابی عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۶۷۱ھ۔ وتفسیر فتح القدیر: ۳/۲۶۴۔ للشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ۔ واضواء البیان: ۳/۶۳۳۔ [2] جامع البیان: ۹/۱۷۹۔ للطبری۔ [3] قرطبی: ۱۰/۳۳۹ و ۳۴۰۔ للقرطبی [4] تفسیر فتح القدیر: ۳/۲۶۴۔ للشوکانی [5] اضواء البیان: ۳/۶۳۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجوید و تحقیق اور ترتیل کا عظیم حصہ عطا فرمایا تھا۔

فَرَّقْنٰهُ: راء کی تشدید کے ساتھ۔ یہ بعض جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قرأۃ ہے۔ مگر یہ شاذ ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں کہ ہم نے قرآن کو موقع محل کے مناسب حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا نازل کیا۔ اس صورت میں عَلٰی مُکْثٍ کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ طویل مدت میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ اور پہلے معنی قرأۃ متواترہ سے ماخوذ ہیں جو کہ جمہور کی قرأۃ ہے۔ نیز یہ معنیٰ اکثر سے منقول ہیں۔ اور نزول قرآن کی کل مدت قول راجح کے مطابق ۲۳ سال ہے۔ اور دونوں معنیٰ جمع کرنے میں کوئی تعارض نہیں۔ اسی بنا پر ترجمہ میں دونوں معنیٰ کا لحاظ رکھا ہے۔

خلاصہ: دلائل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بواسطہ جبریل علیہ السلام ترتیل کے ساتھ نازل فرمایا۔ اور ترتیل ہی کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کا وجوبی طور پر حکم فرمایا۔ جیسا کہ فرمایا وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ اور اس پر پوری اُمت کا اتفاق ہے۔

۳۔ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ (فرقان ع ۳) اس کے دو معنیٰ ہیں۔

ترجمہ: ۱؎ اور ہم نے قرآن (بواسطہ جبریل) ترتیل تامہ کے ساتھ اپنے رسول کو) پڑھ کر سنایا۔ ۱۲۔ اس صورت میں ترتیل اپنے اصطلاحی معنیٰ میں ہوگا۔

۲؎ اور ہم نے قرآن کو موقع محل کے مناسب تھوڑا تھوڑا کرکے اتارا۔ ۱۲۔ اس صورت میں ترتیل لغوی معنیٰ میں ہوگا۔ اور یہ دونوں ہی معنی صحابہ کرام اور متقدمین سے منقول ہیں۔ اور پہلے معنیٰ اکثر سے منقول ہیں۔ اور آیت وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور دونوں معنوں کو جمع کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ بلکہ اس سے تو آیت کا مفہوم اور بھی واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ نے اپنی تفسیر کشف الرحمٰن میں دونوں ہی معنوں کو لیا ہے۔ لکھا ہے کہ "اس تدریجی نزول اور ترتیل کے ساتھ سنانے میں بہت فوائد اور حکمتیں ہیں"۔ اور آگے چل کر لکھا ہے کہ "غرض اسی طریقہ نزول و ترتیل میں بہت سے فوائد مضمر اور پوشیدہ ہیں"۔ ۱۲

۴۔ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ ترجمہ: آپ وحی (یعنی قرآن) کے پڑھنے کے لیے

۱؎ تفصیل کے لیے تفسیر طبری، تفسیر قرطبی، تفسیر ابی السعود، لقاضی القضاۃ ابی السعود بن محمد العمادی الحنفی ت ۹۸۲ھ، تفسیر اضواء البیان دیکھئے۔ ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِہٖ ؕ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ ۚ فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ ؕ (قیامۃ رکوع ۱)	اپنی زبان نہ ہلایا کریں کہ آپ اس کو جلد یاد کر لیں۔ اس کا (آپ کے سینہ میں) جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ جب ہم (وحی بواسطہ

جبریل) پڑھا کریں تو آپ اس کو سنا کریں اور پھر اسی طرح پڑھا کریں۔ پھر اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔ ۱۲

تشریح: جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے کہ اثناء وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرنے کی غرض سے جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔ تاکہ وحی کا کوئی حصہ رہ نہ جائے۔ اللہ تعالےٰ نے اس طرح پڑھنے سے منع فرمایا۔ اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ آپ فکر مت کریں۔ آپ کے سینہ میں پورے قرآن کا جمع کرنا اور پھر اس کا پڑھوانا اور سنوانا اور اس کے معانی و مطالب کا بیان کروانا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ پس جب ہم بواسطہ جبریل پڑھا کریں تو آپ پوری توجہ اور غور سے سنا کریں۔

۵۔ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰٓی اِلَیْکَ وَحْیُہٗ ؗ (طہٰ ع ۶)	ترجمہ: اور قرآن کی وحی جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے۔ اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے) لیئے جلدی نہ کیا کریں۔ ۱۲

ان آیات سے ترتیل کی عظمت و اہمیت اور اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اور اس علم کی فضیلت کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان آیتوں میں ترتیل کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ نیز اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ بھی قرآن ترتیل سے پڑھا کریں۔ اور لوگوں کو بھی ترتیل ہی سے پڑھائیں۔ اور ان کو ترتیل ہی کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیں۔ چنانچہ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰہُ اور فَاِذَا قَرَاْنٰہُ اور وَرَتَّلْنٰہُ تَرْتِیْلًا ؕ میں تو ترتیل کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ کہ ہم ترتیل کے ساتھ پڑھتے اور سناتے ہیں۔ اور وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ؕ اور فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا اور لِتَقْرَاَہٗ عَلَی النَّاسِ عَلٰی مُکْثٍ میں ترتیل کے ساتھ پڑھانے کا حکم ہے۔ اور ترتیل کے معنی حضرت علی و حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی تفسیروں کے حوالہ سے ابھی گذرے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- دلائلِ شرعیہ ـــــ احادیث سے دلائل

۱- وَفِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ بَکْرَۃَ : اَنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : اِقْرَأِ الْقُرْاٰنَ عَلٰی حَرْفٍ۔ فَقَالَ مِیْکَائِیْلُ "اِسْتَزِدْہُ" فَقَالَ : اِقْرَأْ عَلٰی حَرْفَیْنِ فَقَالَ مِیْکَائِیْلُ "اِسْتَزِدْہُ" حَتّٰی بَلَغَ سَبْعَۃَ اَحْرُفٍ۔ ثُمَّ قَالَ کُلٌّ شَافٍ کَافٍ مَالَمْ تَخْتِمْ اٰیَۃَ عَذَابٍ بِاٰیَۃِ رَحْمَۃٍ اَوْ اٰیَۃَ رَحْمَۃٍ بِاٰیَۃِ عَذَابٍ[۱]

ابوبکرۃ کی روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے فرمایا ایک قراۃ میں قرآن پڑھئے۔ میکائیلؑ نے فرمایا زیادہ طلب کیجئے۔ پھر جبریلؑ نے دو قراتوں میں پڑھنے کو کہا۔ میکائیل نے پھر وہی کہا کہ زیادہ طلب کیجئے۔ اس طرح کرتے کرتے سات قراتوں تک بات پہنچ گئی۔ جبریلؑ نے فرمایا سب قرائتیں صحیح اور شافی کافی ہیں۔ یہ ملحوظ رہے کہ عذاب کی آیت کو رحمت کی آیت کے ساتھ اور رحمت کی آیت کو عذاب کی آیت سے ساتھ نہ ملانا۔

۲- وَفِیْ رِوَایَۃٍ اُخْرٰی مَالَمْ تَخْتِمْ اٰیَۃَ رَحْمَۃٍ بِاٰیَۃِ عَذَابٍ اَوْ اٰیَۃَ عَذَابٍ بِمَغْفِرَۃٍ[۲]

۳- عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ : اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : اِنَّ الْمَلَکَ کَانَ مَعِیَ فَقَالَ لِیْ : اِقْرَإِ الْقُرْاٰنَ فَعَدَّ حَتّٰی بَلَغَ سَبْعَۃَ اَحْرُفٍ۔ فَقَالَ : لَیْسَ مِنْہَا اِلَّا شَافٍ کَافٍ۔ مَالَمْ تَخْتِمْ اٰیَۃَ عَذَابٍ بِرَحْمَۃٍ اَوْ تَخْتِمْ رَحْمَۃً بِعَذَابٍ[۳]

---

[۱] تنبیہ الغافلین : ۱۲۸۔ للصفاقسی ت ۱۱۱۸ھ۔ والمکتفٰی ۱۳۱۔ للدانی۔ والنشر ۲۱/۱۔ ومنار الہدیٰ ۶۔ والبرہان : ۳۴۳/۱۔ للزرکشی ت ۷۹۴ھ۔ والتمہید ۱۹۸۔ للجزری۔ والبخاری فی فضائل القرآن ۱۰۰/۶۔ ومسلم ۵۶۲/۱ فی صلوۃ المسافرین۔ [۲] المکتفیٰ : ۱۳۱۔ والتمہید : ۱۶۸۔ [۳] المکتفیٰ ۱۳۲۔ اخرج بہذا اللفظ ابوداود فی سننہ ۱۶۰/۲ فی کتاب الوتر باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف واخرجہ الامام احمد بن حنبل فی مسندہ ۱۱۴/۵ و ۱۲۲ و ۱۲۴ عن ابی بن کعب باسانید مختلفۃ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ اقْرَءُوْا وَلَا حَرَجَ وَلٰكِنْ لَا تَخْتِمُوْا ذِكْرَ رَحْمَةٍ بِعَذَابٍ وَلَا وَلَا تَخْتِمُوْا ذِكْرَ عَذَابٍ بِرَحْمَةٍ[۳]

ان روایات کا مفہوم اور مطلب ایک ہے گو الفاظ میں قدرے فرق ہے مطلب وہی ہے جو پہلی حدیث کے ترجمہ سے معلوم ہوا یعنی رحمت اور ثواب والی آیت کو عذاب اور عقاب والی آیت کے ساتھ اور ایسے ہی عذاب اور عقاب والی آیت کو رحمت اور ثواب والی آیت کے ساتھ وصل کر کے پڑھنے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ان روایات میں وقف قبیح سے روکا گیا ہے۔ اور وقف قبیح سے روکنا اور اس کی معنوی قباحتوں سے متنبہ کرنا ہمارے موضوع کی غرض وغایت ہے۔

پس وقف قبیح سے بچنا اور وقف تام کو اختیار کرنا ان روایات کا خلاصہ ہے۔ ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد حافظ ابوعمرو لکھتے ہیں کہ:

فَهٰذَا تَعْلِیْمُ التَّامِّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔ اِذْ ظَاهِرُهٗ دَالٌّ عَلٰی اَنَّهٗ یَنْبَغِیْ اَنْ یُقْطَعَ عَلَی الْاٰیَةِ الَّتِیْ فِیْهَا ذِكْرُ النَّارِ وَالْعِقَابِ۔ وَتُفْصَلَ مِمَّا بَعْدَهَا۔ اِذَا كَانَ بَعْدَهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالثَّوَابِ۔ وَكَذٰلِكَ یَلْزَمُ اَنْ یُقْطَعَ عَلَی الْاٰیَةِ الَّتِیْ فِیْهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالثَّوَابِ۔ وَتُفْصَلَ مِمَّا بَعْدَهَا اَیْضًا اِذَا كَانَ بَعْدَهَا ذِكْرُ النَّارِ وَالْعَذَابِ[۵]۔ ۱۲

پس ان روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وقف تام کی تعلیم ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقف تام کی تعلیم کو جبریل علیہ السلام سے اخذ کیا۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قاری کے لیے ضروری ہے کہ نار اور عقاب والی آیت پر وقف کر کے ما بعد سے ابتداء کرے۔ اگر اس کے بعد جنّت اور ثواب کا ذکر ہو۔ اسی طرح ضروری ہے کہ جنّت اور ثواب والی آیت پر وقف کر کے ما بعد سے ابتداء کرے اگر اس کے

---

[۳] القطع والائتناف ۸۹۔ لابی جعفر النحّاس ت ۳۳۸ھ والابانۃ عن معانی القرأت ۸۲۔ لابی محمد مکی ابن ابی طالب القیسی ت ۴۳۷ھ۔ [۵] المکتفٰی :۱۳۲۔ للدانی۔ والتمہید: ۱۶۸۔ للجزری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد جہنم اور عقاب کا ذکر ہو۔ ۱۲

ابوجعفر النحاس لکھتے ہیں:

فَهٰذَا تَعْلِيْمُ التَّمَامِ تَوْقِيْفًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَنَّهُ يَنْبَغِيْ اَنْ يُقْطَعَ عَلَى الْاٰيَةِ الَّتِيْ فِيْهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالثَّوَابِ وَيُفْصَلَ مِمَّا بَعْدَهَا اِنْ كَانَ بَعْدَهَا ذِكْرُ النَّارِ اَوِ الْعِقَابِ "نَحْوُ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ" لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَقُوْلَ: وَالظّٰلِمِيْنَ۔ لِاَنَّهٗ مُنْقَطِعٌ مِمَّا قَبْلَهٗ مَنْصُوْبٌ بِاِضْمَارِ فِعْلٍ۔ اَيْ وَيُعَذِّبُ الظّٰلِمِيْنَ۔ اَوْ۔ وَ اَوْعَدَ الظّٰلِمِيْنَ[۵]۔ ۱۲

کہ ان روایات میں وقف تام کی تعلیم ہے جو کہ توقیفی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور نص ثابت ہے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ ایسی آیت پر وقف کر دے جس میں جنت اور ثواب کا ذکر ہو۔ اور اس کے بعد جہنم اور عذاب کا ذکر ہو۔ اور ایسے ہی اس کا عکس یعنی جہنم اور عذاب کے ذکر کے بعد جنت اور ثواب کا ذکر ہو۔ پہلی قسم کی مثال: یُدْخِلُ مَنْ یَّشَاءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ہے۔ یہ جائز نہیں کہ اس کا وَالظّٰلِمِیْنَ کے ساتھ وصل کیا جائے اس لیے کہ وَالظّٰلِمِیْنَ اپنے ماقبل سے معنًا منقطع ہے۔ اور فعل مقدر یُعَذِّبُ یا اَوْعَدَ کی ضمیر مرفوع سے منصوب ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی وَیُعَذِّبُ الظّٰلِمِیْنَ یا اَوْعَدَ الظّٰلِمِیْنَ وہ ظالموں کو دے گا۔ یا اس نے ظالموں کو ڈرایا۔

۵۔ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِيِّ قَالَ: جَاءَ رَجُلَانِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ اَحَدُهُمَا فَقَالَ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا۔ وَوَقَفَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قُمْ"۔ اَوْ۔ اِذْهَبْ بِئْسَ الْخَطِيْبُ

عدی بن حاتم طائی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص آئے ان میں سے ایک شخص نے کہا مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِهِمَا۔ اور اس پر اضطراری طور پر وقف کر دیا۔ اس صورت میں معنٰی یہ گئے: جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[۵] القطع: ۸۹۔ لابی جعفر متوفی ۳۳۸ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَنْتَ[1] ۔۱۲ اطاعت کی وہ بامراد ہوا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ بھی بامراد ہوا ۔۱۲۔ العیاذ باللہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتے ہی فرمایا (قُمْ) اٹھ یہاں سے ۔ یا یہ فرمایا (اِذْهَبْ) جا یہاں سے دُور ہو۔ اور ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا (بِئْسَ الْخَطِیْبُ اَنْتَ) تو تو بُرا خطیب ہے۔

اور ایک روایت میں یوں ہے ۔

بِئْسَ خَطِیْبُ الْقَوْمِ اَنْتَ[2] ۱۲ بُرا ہے تو قوم کا خطیب ۔۱۲

علامہ اشمونی نے یہ کلمات بھی روایت کیے ہیں ۔

قُلْ: وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهِ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ غَوٰی[3] ۔۱۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیماً اس کو فرمایا کہ یوں کہو وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ غَوٰی ۔۱۲ یعنی جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی وہ نامراد ہوا ۔۱۲

مذکورہ بالا حدیث پر ائمہ وقوف کے حواشی

قَالَ النَّحَّاسُ: كَانَ يَنْبَغِيْ اَنْ تَصِلَ كَلَامَكَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى اَوْتَقِفَ عَلٰى وَ "رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ" وَاِذَا كَانَ مَكْرُوْهًا فِي الْخُطَبِ وَفِي الْكَلَامِ الَّذِيْ يُكَلِّمُ بِهٖ بَعْضُ النَّاسِ بَعْضًا ـ كَانَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اَشَدَّ كَرَاهَةً وَكَانَ الْمَنْعُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَلَامِ بِذَالِكَ اَوْكَدُ[4]

علامہ النحاس لکھتے ہیں کہ مناسب یہ تھا کہ وہ اپنے کلام کو وَمَنْ یَّعْصِهِمَا کے بجائے فَقَدْ غَوٰی پر پورا کر کے وقف کرتا یا پھر "وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ" ہی پر وقف کر دیتا۔ جب اس قسم کا بے محل وقف خطبوں اور لوگوں کے عام کلام میں اس درجہ ناپسندیدہ ہے کہ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برداشت نہ کر سکے اور اپنی مجلس سے اٹھا دیا تو پھر

---

[1] القطع: ۸۸۔ للنحاس ۔ والمکتفی : ۱۳۳ ۔ للدانی ۔ والبرہان : ۱/۳۴۳ ۔ للزرکشی ۔ والتمہید : ۷۰ ، لابن الجزری ومنار الهدیٰ : ۶ ۔ للاشمونی ۔ [2] منار الہدیٰ فی بیان الوقف والابتداء : ۶ ۔ للاشمونی

[3] منار الہدیٰ : ۶ ۔ للاشمونی ۔ [4] القطع : ۸۸/ لابی جعفر النحاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس قسم کے وقفوں کی کیونکر گنجائش ہو سکتی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حد درجہ ناراضگی کا اظہار فرمانا اس لیے تھا کہ آئندہ کے لیے تنبیہ ہو جائے۔ ۱۲

٢- قَالَ الدَّانِيُّ أَيْ قَالَ الْحَافِظُ أَبُو عَمْرٍو رَحِمَهُ اللهُ فَفِيْ هٰذَا الْخَبَرِ إِيْذَانٌ بِكَرَاهَةِ الْقَطْعِ عَلَى الْمُسْتَبْشَعِ مِنَ اللَّفْظِ الْمُتَعَلِّقِ بِمَا يُبَيِّنُ حَقِيْقَتَهُ وَيَدُلُّ عَلٰى الْمُرَادِ مِنْهُ - لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا أَقَامَ الْخَطِيْبَ لَمَّا قَطَعَ عَلٰى مَا يَقْبُحُ إِذْ جَمَعَ بِقَطْعِهِ بَيْنَ حَالِ مَنْ أَطَاعَ وَمَنْ عَصٰى وَلَمْ يَفْصِلْ بَيْنَ ذٰلِكَ۔ وَإِنَّمَا كَانَ يَنْبَغِيْ لَهُ أَنْ يَقْطَعَ عَلٰى قَوْلِهِ: "فَقَدْ رَشَدَ" ثُمَّ يَسْتَأْنِفُ مَا بَعْدَ ذٰلِكَ وَيَصِلُ كَلَامَهُ إِلٰى آخِرِهِ فَيَقُوْلُ: وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى[1] - ۱۲

علامہ دانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں وقف قبیح کی کراہیت اور اس کی قباحت سے آگاہ کرنا مقصود ہے۔ جو اس درجہ بدنما اور مکروہ ہوتا ہے کہ کلام کی حقیقت اور اس کے مرادی معنیٰ ہی فوت ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطیب کو اٹھا دیا تھا۔ کہ اس نے اطاعت کرنے والے اور نافرمان کو ایک درجہ میں جمع کر دیا تھا۔ اور ان دونوں میں فصل نہیں کیا۔ حالانکہ ضروری تھا کہ "فَقَدْ رَشَدَ" پر وقف کر کے مابعد سے ابتداء کرتا اور اپنے کلام کو آخر تک ملاتا اور یوں کہتا "وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى"۔ یعنی جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ ہلاک ہوا۔ ۱۲

٣- قَالَ الدَّانِيُّ: وَإِذَا كَانَ مِثْلُ هٰذَا مَكْرُوْهًا مُسْتَبْشَعًا فِي الْكَلَامِ الْجَارِيْ بَيْنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ فَهُوَ فِيْ كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ الَّذِيْ هُوَ كَلَامُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ أَشَدُّ كَرَاهَةً وَاسْتِبْشَاعًا وَأَحَقُّ وَأَوْلٰى أَنْ يُتَجَنَّبَ[2] - ۱۲

اس کے بعد علامہ دانی لکھتے ہیں: کہ اس قسم کے وقف قبیح عام لوگوں کے کلاموں میں مکروہ اور کلام کے ربط اور اس کے معنوی حسن میں بدمزگی کا سبب ہوتے ہیں۔ تو اللہ عزوجل کی کتاب میں جو کہ رب العالمین ہے بہت ہی سخت کراہیت اور بدمزگی کا باعث ہوں گے۔

حالانکہ اللہ پاک کا کلام بہت ہی زیادہ حقدار اور اولیٰ ہے کہ ایسے قبیح وقفوں سے اجتناب

[1] المکتفیٰ: ۱۳۴- للدانی [2] المکتفیٰ: ۱۳۴- للدانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے ۔۱۲

۴۔ قَالَ الزَّرْكَشِيُّ : فَإِذَا كَانَ مِثْلُ هٰذَا مَكْرُوْهًا فِي الْخُطَبِ فَفِيْ كَلَامِ اللّٰهِ أَشَدُّ[1]

علامہ زرکشی لکھتے ہیں کہ جب اس قسم کے وقف عام کلاموں اور خطبوں میں ناقابل برداشت اور مکروہ ہیں تو اللہ پاک کے کلام میں اور بھی زیادہ مکروہ ہوں گے ۔۱۲

۵۔ قَالَ الْاُشْمُوْنِيُّ : فَفِي الْخَبَرِ دَلِيْلٌ وَاضِحٌ عَلٰى كَرَاهَةِ الْقَطْعِ ۔ فَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ مَنْ اَطَاعَ وَمَنْ عَصٰى ۔ فَكَانَ يَنْبَغِيْ لِلْخَطِيْبِ اَنْ يَّقِفَ عَلٰى قَوْلِهٖ "فَقَدْ رَشَدَ" ثُمَّ يَسْتَاْنِفُ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى ۔ وَاِذَا كَانَ مِثْلُ هٰذَا مَكْرُوْهًا مُسْتَقْبِحًا فِي الْكَلَامِ الْجَارِيْ بَيْنَ النَّاسِ فَهُوَ كَلَامُ اللّٰهِ اَشَدُّ كَرَاهَةً وَّ قُبْحًا وَّ تَجَنُّبُهٗ اَوْلٰى وَاَحَقُّ[2]

علامہ اشمونی لکھتے ہیں : کہ اس حدیث میں وقف قبیح کی قباحت پر واضح دلیل اور حجت ہے ۔ پس خطبہ پڑھنے والے کو چاہیے تھا کہ وہ "فَقَدْ رَشَدَ" پر وقف کرتا پھر "وَمَنْ يَّعْصِهِمَا" سے ابتدا کر کے فَقَدْ غَوٰى پر وقف کرتا ۔ اور جب اس قسم کے وقف لوگوں کے عام کلاموں میں مکروہ اور حد سے گرے ہوئے ناپسندیدہ ہیں تو وہ کلام جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور احکم الحاکمین کا ہے اس میں تو اس قسم کے وقف قبیح اور بھی زیادہ اور سخت ترین مکروہ اور بدصورت اور بدمزہ ہوں گے ۔ پس اس قسم کے وقفوں سے اجتناب اور تعمد کے ساتھ بچنا اَوْلٰى وَاَحَقُّ اور ضروری ہے ۔

۶۔ قَالَ الْجَزَرِيُّ : قَالُوْا : وَهٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ الْقَطْعُ عَلَى الْقَبِيْحِ ۔ لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقَامَهٗ لَمَّا وَقَفَ عَلَى الْمُسْتَبْشَعِ ۔ لِاَنَّ جَمْعَ بَيْنَ حَالَتَيْ مَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ عَصٰى وَالْاَوْلٰى اَنْ يَّقِفَ عَلٰى "رَشَدَ" ثُمَّ يَقُوْلُ : "وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى"

علامہ جزری لکھتے ہیں کہ ائمہ وقوف نے فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ وقف قبیح کے موقع پر اختیاری طور پر وقف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "وَمَنْ يَّعْصِهِمَا" پر وقف کرنے والے کو اپنے پاس سے اٹھا دیا تھا جو کہ انتہائی ناراضگی کی دلیل ہے ۔

---

[1] البرہان ۱/۳۴۳ [2] منار الہدیٰ ۔ للاشمونی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قُلْتُ: وَقَدْ بَيَّنْتُ مَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ وَكَيْفَ رُوِيَ فِي كِتَابِي الْمُسَمّٰى "بِالتَّوْجِيْهَاتِ فِي أُصُوْلِ الْقِرَاءَاتِ" فَأَغْنَى عَنْ إِعَادَتِهِ هُنَا۔ فَاطْلُبْهُ تَجِدْهُ۔[1]

کیونکہ اس نے دو حالتیں جمع کر دی تھیں۔ کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی وہ بھی کامیاب اور بامراد ہوا۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی وہ بھی کامیاب اور بامراد ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے معنی صاف اور واضح ہیں۔ تشریح کی حاجت نہیں۔ باقی رہی اس کے راویوں کی بحث سو وہ ہماری کتاب التوجیہات فی اصول القراءات میں ملے گی وہاں دیکھیں۔ ۱۲

حدیث بالا پر ابوجعفر النحاس کا مزید حاشیہ

قَالَ النَّحَّاسُ: وَلَا يَنْبَغِيْ أَنْ تُحْتَجَّ بِأَنَّ نِيَّتَهُ۔ وَإِنْ وَقَفَ غَيْرُ ذٰلِكَ فَإِنَّهُ مَكْرُوْهٌ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ بِالتَّمَامِ وَالسُّنَّةِ وَأَقْوَالُ الصَّحَابَةِ تَدُلُّكَ عَلٰى ذٰلِكَ۔ فَقَدْ أَنْكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجُلِ الَّذِيْ خَطَبَ فَقَالَ "مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا"۔ وَلَمْ يَسْأَلْهُ عَنْ نِيَّتِهِ وَلَا مَا أَرَادَ۔[2]

اور یہ کسی طرح بھی درست نہیں کہ وقف قبیح کے موقع پر اختیاراً وقف کرنے کے لیے نیت کو سہارا بنایا جائے۔ اس لیے کہ یہ ائمہ وقف کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے۔ اور اس پر نصوص حدیث اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم حجت ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے موقع وقف کرنے والے خطیب کو ڈانٹا اور اس کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا۔ اور اس نیت اور ارادہ کے بارے میں کچھ بھی دریافت نہیں فرمایا۔ ۱۲

فائدہ: اگرچہ امام نسائی نے حدیث عدی بن حاتم الطائی کا مطلب کچھ اور بیان کیا ہے۔ لیکن جمہور ائمہ وقوف اور علماء قرأۃ جو نفراد رجامع العلوم ہیں اور علم حدیث میں بھی امام اور محدث ہیں۔ اور اہل علم کے ہاں ان کے اقوال بطور سند اور حجت مانے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک حدیث

---

[1] تمہید: ۱۷۷/للجزری [2] القطع ۲۲/للنحاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مفہوم وہی ہے جو حواشی میں بیان ہوا۔

۳- دلائل شرعیہ ـــــــ اجماع امّت سے دلائل

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین و تبع تابعین اور ائمہ اوقاف اور اہل فن کے ارشادات جو کہ شرعی حجت ہیں۔

۱- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ـ يَقُولُ: لَقَدْ عِشْنَا بُرْهَةً مِنْ دَهْرِنَا، وَإِنَّ أَحَدَنَا لَيُؤْتَى الْإِيْمَانَ قَبْلَ الْقُرْآنِ وَتَنْزِلُ السُّورَةُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَتَعَلَّمُ حَلَالَهَا وَحَرَامَهَا، وَمَا يَنْبَغِي أَنْ يُوْقَفَ عِنْدَهُ مِنْهَا، كَمَا تَتَعَلَّمُوْنَ أَنْتُمُ الْيَوْمَ الْقُرْآنَ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ الْيَوْمَ رِجَالًا، يُؤْتَى أَحَدُهُمُ الْقُرْآنَ قَبْلَ الْإِيْمَانِ، فَيَقْرَأُ مَا بَيْنَ فَاتِحَتِهِ إِلَى خَاتِمَتِهِ مَا يَدْرِي مَا آمِرُهُ وَلَا زَاجِرُهُ وَلَا مَا يَنْبَغِي أَنْ يُوْقَفَ عِنْدَهُ مِنْهَا[۱]

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگی کا ایک طویل زمانہ اس طرح گذرا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص پر قرآن پڑھنے سے پہلے اس پر ایمان لانا ضروری ہوتا تھا۔ یعنی یہ یقین کرنا کہ یہ قرآن اللہ پاک کا آخری اور باعظمت کلام ہے۔ تاکہ اس کے سیکھنے کی زیادہ سے زیادہ فکر اور سعی ہو۔ اور ہماری یہ عادت تھی کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سورت نازل ہوتی تو ہم سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے حلال و حرام اور احکام سیکھتے۔ اور وقف و ابتداء کے وہ مواقع سیکھتے جن پر دورانِ تلاوت وقف کرنا مناسب یا ضروری ہوتا۔ جس طرح کہ تم آج قرآن کے الفاظ سیکھتے ہو۔ اور آج ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ ایمان و یقین کی پختگی سے پہلے ہی ان پر قرآن پیش کیا جاتا ہے۔ اور وہ فاتحہ سے لے کر والناس تک پڑھ تو جاتے ہیں، مگر انہیں نہ تو قرآن کے اوامر و نواہی کا علم ہوتا ہے اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کہاں وقف کرنا مناسب یا ضروری ہے۔ اور کہاں وقف کرنے سے بچنا ضروری ہے۔

۱- اخرجہ امام ابوجعفر النحاس المتوفی ۳۳۸ھ / القطع: ۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوجعفر النحاس کی روایت کی سند: اس روایت کی سند یہ ہے ۔

۱؎ ابوجعفر النحاس نے ۲؎ محمد بن جعفر الانباری سے ۳؎ انہوں نے ہلال بن العلاء سے ۴؎ انہوں نے اپنے والد اور عبداللہ بن جعفر سے ۵؎ ان دونوں نے عبیداللہ بن عمرو سے ۶؎ انہوں نے زید بن ابی انیسۃ سے ۷؎ انہوں نے القاسم بن عوف البکری سے ۸؎ انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

امام بیہقی کی روایت: اس روایت کو امام بیہقی نے بھی دوسرے طریق سے "السنن الکبریٰ" (۳/۱۳۰) میں روایت کیا ہے جس کو امام سیوطی نے امام بیہقی کے حوالہ سے الاتقان (۱/۸۵) میں بیان کیا ہے ۔ دونوں روایتوں کے رواۃ ثقہ ہیں ۔ اور اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ان کے بعد کے تمام ارباب علم وفضل اور ائمہ فن نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ۔ اور کسی نے اس پر جرح نہیں کی ۔ اور یہ اس کی صحت کی دلیل ہے ۔ اس روایت کو مندرجہ ذیل ائمہ وفنون نے نقل کیا ہے ۔

۱۔ الامام المقری ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی (المکتفیٰ ۱۳۴)

۲۔ محقق بلانزاع علامہ ابوالخیر محمد بن محمد الجزری (النشر: ۱/۲۲۵)

۳۔ محدث العصر علامہ جلال الدین السیوطی (الاتقان: ۱/۸۵)

۴۔ العلامۃ المقری احمد بن محمد بن عبدالکریم الاشمونی (منار الہدیٰ ص۵)

۵۔ العلامۃ المقری ابوالحسن علی بن محمد النوری الصفاقسی صاحب غیث النفع (تنبیہ الغافلین وارشاد الجاہلین: ۱۲۸)

اور علامہ اشمونیؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے ساتھ اتنا اور روایت کیا ہے ۔

وَكُلُّ حَرْفٍ مِنْهُ يُنَادِي: أَنَا رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكَ لِتَعْمَلَ بِي وَتَتَّعِظَ بِمَوَاعِظِي[1]

حالانکہ قرآن کا ہر ہر حرف پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں ۔ تاکہ تو مجھ پر عمل کر کے فلاح دارین حاصل کرے ۔ اور میری نصیحتوں سے عبرت پکڑے ۔

صاحب کشف النظر شرح النشر نے بھی اس اضافہ کو روایت کیا ہے[2]

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما پر حواشی ۔

۱۔ قَالَ أَبُوجَعْفَرٍ النَّحَّاسُ: فَهٰذَا

امام ابوجعفر النحاس لکھتے ہیں کہ یہ حدیث

۱؎ منار الہدیٰ: ۵ للاشمونی ۲۔ کشف النظر: ۱/۲۱۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهُمْ كَانُوْا يَتَعَلَّمُوْنَ التَّمَامَ (اَيِ الْاَوْقَافَ) كَمَا يَتَعَلَّمُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۔ وَقَوْلُ ابْنِ عُمَرَ: لَقَدْ عِشْنَا بُرْهَةً مِنَ الدَّهْرِ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ ذَالِكَ اِجْمَاعٌ مِنَ الصَّحَابَةِ[1]

اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وقوف کے مواقع بھی اسی اہتمام سے سیکھتے تھے جس اہتمام سے قرآن سیکھا کرتے تھے ۔ نیز یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ وقوف کے مواقع جاننے اور سیکھنے سکھانے کی اہمیت و ضرورت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے ۔

۲۔ قَالَ اَبُوْعَمْرٍو الدَّانِيُّ: فَفِيْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ تَعْلِيْمَ ذٰلِكَ تَوْقِيْفٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهُ اِجْمَاعٌ مِنَ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ[2]

علامہ دانی لکھتے ہیں کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کی دلیل ہے کہ تعلیم وقف توقیفی ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی باقاعدہ صحابہ کرام کو تعلیم دی ہے ۔ اور اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے ۔ پس یہ علم اجتہادی اور قیاسی نہیں ۔

۳۔ قَالَ الْجَزَرِيُّ: فَفِيْ كَلَامِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَلِيْلٌ عَلٰى وُجُوْبِ تَعَلُّمِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ وَفِيْ كَلَامِ ابْنِ عُمَرَ بُرْهَانٌ عَلٰى اَنَّ تَعَلُّمَهٗ اِجْمَاعٌ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ[3]

علامہ جزری لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد (اَلتَّرْتِيْلُ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ) اس بات کی دلیل ہے کہ علم تجوید کا سیکھنا اور معرفۃ الوقوف یعنی وقف کرنے کا طریقہ اور وقف و ابتدا کے مواقع کا جاننا واجب ہے ۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما والی حدیث اس بات کی قوی حجت ہے کہ علم اوقاف کا سیکھنا اجماع صحابہ سے ثابت ہے ۔ پس اجماع صحابہ اس کے وجوب کی دلیل ہے ۔

حدیث ابن عمر کی تائید میں صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم کے آثار و ارشادات

امام ابوجعفر النحاس بطور تمہید لکھتے ہیں ۔

---

[1] القطع: ۸۷ ۔ للنحاس والاتقان: ۱/۸۰ ۔ ومنار الہدیٰ: ۵ [2] المکتفیٰ ۱۳۴ و ۱۳۵ للدانی

[3] النشر: ۱/۲۲۵ ۔ للعلامہ ابن الجزری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَدْ ذَكَرْنَا حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا "اَنَّهُمْ كَانُوْا يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّوْقَفَ عِنْدَهٗ كَمَا يَتَعَلَّمُوْنَ الْقُرْاٰنَ" وَهٰذَا مِنْ صَدْرِ الْاَوَّلِ[1]

ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ذکر کر چکے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وقف وابتداء کے مواقع اسی اہتمام سے سیکھا کرتے تھے جس اہتمام سے قرآن سیکھتے تھے۔ اور یہ دورِ صحابہ کی بات ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس علم کا قرآن کے الفاظ و معانی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

آثار و ارشادات

۱۔ ابن ابی طلحہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ پڑھا اور جملہ پورا کئے بغیر اختیاری طور پر وقف کر دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا "فَانْقَطَعَ الْكَلَامُ" کہ کلام کٹ گیا مطلب یہ ہے کہ کیا اچھا ہوتا کہ وقف "اِلَّا قَلِيْلًا" پر کرتا۔

۲۔ قتادہؒ سے روایت ہے کہ کسی نے عِوَجًا کا سکتہ کے بغیر قَيِّمًا سے وصل کر دیا۔ وصل کی وجہ سے قَيِّمًا عِوَجًا کی صفت ہو جاتی ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ایسی کجی اور پیچیدگی نہیں جو سیدھی ہو۔ اور یہ محال ہے۔ اس پر حضرت قتادہ نے فرمایا "اَنْزَلَ الْكِتٰبَ قَيِّمًا وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا" یعنی اللہ تعالیٰ نے تو ایسی سیدھی کتاب نازل کی ہے جس میں نام کو بھی کجی اور پیچیدگی نہیں۔ پس معنوی قباحت سے بچنے کے لیے عِوَجًا پر وقف یا سکتہ ضروری ہے۔ اسی وجہ سے حفص رحمہ اللہ صاحب الروایت نے اپنے استاذ امام عاصم کوفی سے یہاں سکتہ روایت کیا ہے۔ روایت حفص میں اسی نوعیت کے تین سکتے اور بھی وارد ہوئے ہیں مِنْ مَّرْقَدِنَا کے الف پر وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ کے نون پر كَلَّا بَلْ رَانَ کے دوسرے لام پر۔

۳۔ عمرو بن میمون سے روایت ہے۔ فرمایا "كُلُّ مُؤْمِنٍ صِدِّيْقٌ شَهِيْدٌ" ہر مومن صدیق اور شہید ہے۔ دلیل کے لیے یہ آیت پڑھی۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (الحدید/۱۹) ایمان والے ہی اپنے رب کے

[1] القطع: ۹۰۔ لابی جعفر النحاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک صدیق اور شہداء ہیں۔ ان کے لیے ان کے اعمال کا صلہ ہوگا اور ان کے ایمان کی روشنی اسی طرح کی روایت ابن مجاہد سے بھی مروی ہے۔ اس صورت میں عِنْدَ رَبِّهِمْ پر وقف تام ہوگا۔ اس میں دوسرا قول یہ بھی ہے کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ پر وقف تام ہے۔ پھر وَالشُّهَدَآءُ سے جملہ مستانفہ شروع ہوگا۔ مسروق کا قول بھی یہی ہے کہ یہ آیت شہداء کے لیے خاص ہے۔ (تفسیر فتح القدیر: ۵/۱۷۳۔ للشوکانی)

اس تقدیر پر شہداء سے مراد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں گے۔ جو کہ اپنی امتوں کے لیے یا اپنی امتوں پر گواہ ہوں گے۔

۴۔ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حُبَیب السُّلَمی جو کہ امام عاصم کوفی کے استاذ ہیں۔ ان سے روایت ہے کہ مِنْ مَّرْقَدِنَا پر وقف کرنا پسندیدہ ہے۔ تاکہ کلام کفار اور جواب ملائکہ میں تفریق اور انفصال ہو جائے۔ چونکہ سکتہ وقف کے حکم میں ہوتا ہے۔ اس لیے فن کی کتابوں میں وقف بول کر سکتہ مراد لے لیا جاتا ہے۔ یہاں بھی وقف سے سکتہ ہی مراد ہے۔ جیسا کہ حفص نے اپنے استاذ عاصم سے اور انہوں نے اپنے استاذ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حُبَیب السلمی سے سکتہ نقل کیا ہے۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ تو یوں فرما رہے ہیں وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۔ کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دیں گے۔ حالانکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ کفار مومنوں کو قتل کر رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے ماقبل کو بھی پڑھ لو۔ یعنی فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۔ کلام کو ماقبل کے ساتھ ملانے سے معنیٰ واضح ہو گئے کہ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ظرف مقدم ہے۔ معنیٰ یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دیں گے۔

۶۔ جریرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس بات پر بیعت لی کہ ہم ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی کریں۔ اور خیر خواہی کرنے کی وضاحت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرما دی کہ ہم لوگوں کو قرآن پڑھائیں۔ اور ان کو قرآن کی تعلیم دیں۔ اور وقف کے مواقع بھی بتائیں۔ جن کی دوران تلاوت ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ اور ابتداء و اعادہ کے مواقع بھی بتائیں۔ کہ جملہ مستانفہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہاں کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میری امت کو قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ محل وقف و ابتداء کی بھی تعلیم دینا۔ اللہ اللہ کیا شان رحیمی ہے کہ امت کی کس درجہ فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بالکل حق اور صحیح فرمایا۔ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔

یہ چھ آثار و ارشادات امام ابوجعفر النحاس کی کتاب القطع والائتناف (ص ۹۰ تا ۹۱) سے ماخوذ ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما مشہور جلیل القدر صحابی ابن صحابی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں صحابہ کی جماعت میں سے سب سے اخیر میں ۷۳ھ میں بعمر ۸۳ سال ان کا انتقال ہوا[1] ان کا یہ فرمانا کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایمان ویقین کی پختگی سے پہلے ان پر قرآن پیش کیا جاتا ہے۔ اور وہ فاتحہ سے والناس تک پڑھ جاتے ہیں۔ مگر انہیں نہ تو قرآن کے اوامر ونواہی کا علم ہوتا ہے۔ اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وقف کہاں مناسب یا ضروری ہے اور کہاں قبیح۔ انتہیٰ

بطور مقدمہ اتنی بات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح تمام صحابہ مل کر کسی ایک نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح تمام تابعین اور ان کے بعد کے تمام اہل علم وفضل وصلحاء و اتقیاء مل کر بھی کسی ایک صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معلم و مربی اور ان کو علم وعرفان کی اعلیٰ چوٹیوں پر پہنچانے والے خود رسالت مآب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور حضرات تابعین رحمہم اللہ کے معلم و مربی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ اس واضح فرق کی بنا پر حضرات صحابہ کرام جن کو ایمان ویقین میں کامل پختگی، احسان و اخلاص میں اعلیٰ مقام، تدبر فی القرآن اور معرفۃ الوقوف میں مہارت تامہ، تزکیہ نفس اور دیگر علوم میں جو اعلیٰ درجات حاصل ہوئے ہیں وہ کسی اور کے لیے کیسے ممکن ہیں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی اور غیر صحابی کے فرق مراتب کی وضاحت فرما دی ہے۔ عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ

---

[1] الاصابۃ ۲/ ۲۴۷ ۔ لابن حجر و المقتنی: ۴۰۳ ۔ للذہبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔[1] یعنی سب سے بہتر زمانہ میرا ہے یعنی میرے صحابہ کا دوسرے درجہ میں تابعین کا تیسرے درجہ میں تبع تابعین کا۔ یہ مضمون مختلف روایات میں آیا ہے۔
یہ فرق تو علی العموم ہے یعنی من حیث المجموع۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام میں بھی علی الخصوص فرق مراتب ہیں۔ پھر ان میں بھی سب سے اونچا درجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور یہ تفصیلی وضاحت بھی احادیث میں موجود ہے۔ اس تفصیل کی روشنی میں بات خود بخود سمجھ میں آجائے گی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا ہے وہ بحیثیت صحابی ہونے کے ہے۔ ان کے قول کو دورِ حاضر کے ترازو میں تولنا سراسر حماقت ہوگی۔ یقیناً تابعین اور تبع تابعین علم وفضل کے شمس وقمر ہیں۔ اگرچہ حضرات صحابہ کرام ہر اعتبار سے ان سے بہت ہی بلند اور اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔

اجماع کی لغوی و اصطلاحی تعریف

اجماع کے لغوی معنیٰ: عزم و اتفاق

اور اصطلاحی معنیٰ یہ ہیں: اِتِّفَاقُ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً عَلٰى اَمْرٍ مِّنْ اُمُوْرِ الدِّيْنِيَّةِ۔[2] یعنی امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دینی امور میں سے کسی مسئلہ پر متفق ہونا۔

ابن حاجب نے اس طرح تعریف کی ہے۔
اِتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِيْ عَصْرٍ مِّنَ الْاُمُوْرِ[3]۔ یعنی اس اُمت میں سے مجتہدین کا کسی دینی مسئلہ پر متفق ہونا۔

اجماع صحابہ بھی شرعی حجت ہے علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ اِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ حُجَّةٌ بِلَا خِلَافٍ۔ یعنی صحابہ کرام کا کسی مسئلہ پر متفق ہونا بلاخوف شرعی حجت ہے۔

---

[1] رواہ البخاری فی فضائل الصحابہ۔ والترمذی وابن۔ ومسند امام احمد

[2] المستصفیٰ ۱/۱۱۰۔ للامام ابی حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی۔ متوفی: ۵۰۵ھ

[3] حاشیہ المنخول من تعلیقات الاصول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داؤد الظاہری اس طرف گئے ہیں کہ اجماع صحابہ وہی حجت ہوگا جو صحابہ کے اجماع سے ثابت ہوگا۔ ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسی تخصیص کے ساتھ لکھا ہے۔ اور یہی امام احمد بن حنبلؒ سے مشہور ہے۔ کیونکہ ابو داؤد کی روایت میں ہے۔

اَلْاِجْمَاعُ اَنْ یُّتَّبَعَ مَاجَاءَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَنْ اَصْحَابِہٖ وَھُوَ فِی التَّابِعِیْنَ مُخَیَّرٌ۔

اجماع کی اتباع اس لیے ضروری ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال سے ثابت ہے اور صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت ہے۔ اور تابعین نے اس کو اختیار کیا اور اپنایا۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جس چیز پر صحابہ کا اجماع اور اتفاق ہو گیا۔ اور تابعین نے بھی اس کو اجماع اور اتفاق کے ساتھ اختیار کر لیا وہ ہمارے نزدیک بھی حجت ہے۔

ابو الحسن السہیلی نے ادب الجدل میں لکھا ہے اجماع صحابہ کا ماخذ کتاب و سنت ہے۔ اس لیے اس میں کسی طرح کلام کی گنجائش نہیں۔

ابن وہب کا قول ہے کہ اجماع صحابہ ہی اجماع ہے۔ اس کا خلاف کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اجماع درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کا دوسرا نام ہے۔ جو کہ توقیفی ہوتے ہیں۔ اور صحابہ کرام نے ان کو اپنی زندگیوں میں اختیار کیا۔ اور مشہور کیا۔ تاآنکہ ہم تک وہ اقوال و افعال پہنچیں[۱]۔

اقوال صحابہ کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا فتویٰ۔

وَاَمَّا اَقْوَالُ الصَّحَابَۃِ فَاِنِ انْتَشَرَتْ وَلَمْ تُنْکَرْ فِیْ زَمَانِھِمْ فَھِیَ حُجَّۃٌ عِنْدَ جَمَاھِیْرِ الْعُلَمَاءِ[۲]

اقوال صحابہ کے بارے میں یہ ہے کہ جو قول عہد صحابہ میں بغیر قدح و جرح کے مشہور ہوا وہ جمہور علماء کے نزدیک حجت ہے۔

علامہ اشمونی نے اقوال صحابہ کی حجیت کے بارے میں لکھا ہے۔

وَقَوْلُ الصَّحَابِیِّ کَذَا لَہٗ حُکْمٌ

اور صحابی کا قول حدیث مرفوع کی طرح ہے۔

---

[۱] ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول: ۸۱ و ۸۲ للشیخ محمد بن علی بن محمد الشوکانی مت ۱۲۵۵ھ

[۲] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ج ۲۰/۱۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمَرْفُوْعِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیْ وَلَمْ یُخَالِفُہٗ غَیْرُہٗ وَلَمْ یَکُنْ لِلرَّاْیِ فِیْہِ مَجَالٌ۔ وَھٰذَا دَ دَخْلَ لِلرَّاْیِ فِیْہِ۔ فَلَوْ خَالَفَہٗ غَیْرُہٗ اَوْ کَانَ لِلرَّاْیِ فِیْہِ مَجَالٌ لَا یَکُنْ قَوْلُہٗ حُجَّۃٌ [1]

کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطے روایت کرتا ہے پس جس طرح حدیث مرفوع کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ اور نہ اس میں کسی کی رائے کی گنجائش ہوتی ہے۔ اسی طرح صحابی کے قول میں بھی کسی کی رائے کی گنجائش نہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اگر صحابی کے قول کی کوئی غیر صحابی مخالفت کرے یا اس میں اپنی رائے کو دخل دے تو صحابی کے قول کی حجیت ہی فوت ہو جائے گی۔

خلاصہ کلام یہ حقیقت ہے کہ اگر صحابی کے قول کو حدیث مرفوع کی طرح تسلیم نہ کیا جائے تو نہ قرآن ہی واجب التسلیم رہے گا اور نہ ہی توقیفی علوم۔ جیسے علم قراۃ، علم تجوید، علم وقف وابتداء، علم کیفیت وقف، علم رسم عثمانی، علم فواصل وغیرہ۔ ایسے ہی علم معانی اور علم تفسیر بھی۔ اور علم حدیث کا ذخیرہ بھی۔ کیونکہ وہ بھی تو قرآن ہی کی عملی تفسیر ہے۔ غرضیکہ قرآن اور اس کے جملہ توقیفی متعلقات سب کے سب مشکوک اور کھوکھلے ہو جائیں گے اور پھر قرآن اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی وہی حشر ہوگا جو پہلی آسمانی کتابوں اور پہلی شریعتوں کا ہوا۔ پس قرآن اور اس کے جملہ توقیفی متعلقات بلکہ پوری شریعت میں اقوال صحابہ کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے۔

---

[1] منار الہدیٰ صلا ؛ للاشمونی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ ائمہ فن اور علماء اوقاف کے ارشادات

۱۔ ابوبکر محمد بن القاسم بن بشار الانباری ۔ متوفی ۳۲۸ھ کا ارشاد ہے ۔

مِنْ تَمَامِ مَعْرِفَةِ الْقُرْاٰنِ مَعْرِفَةُ الْوَقْفِ وَالْاِبْتِدَاءِ اِذْ لَا يَتَأَتّٰى لِاَحَدٍ مَعْرِفَةُ مَعَانِي الْقُرْاٰنِ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ الْفَوَاصِلِ ۔ فَهٰذَا اَدَلُّ دَلِيْلٍ عَلٰى وُجُوْبِ تَعَلُّمِهٖ وَتَعْلِيْمِهٖ[۱]

کہ قرآن مجید کے بنیادی علوم میں سے علم الوقف والابتداء کا جاننا بھی ضروری ہے ۔ اس لیے اگر کوئی بھی قرآن کی معنوی معرفت نامہ اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ مواقع وقوف کی معرفت حاصل نہ کر لے ۔ (اس کی مزید تشریح اپنے موقع پر آئے گی) پس یہ وقف و ابتداء کی تعلیم و تعلّم کے وجوب پر ایک مضبوط ترین دلیل ہے ۔

۲۔ الامام المقتدٰی فی ہذا الفن : ابو حاتم سہل بن محمد سجستانی متوفی ۲۵۵ھ کا ارشاد ہے ۔

مَنْ لَّمْ يَعْرِفِ الْوُقُوْفَ لَمْ يَعْرِفِ الْقُرْاٰنَ[۲]

جس نے وقف کے مواقع نہ جانے اس نے قرآن کے معانی نہیں سمجھے ۔

تشریح : مطلب یہ وقف و ابتداء کا معانی کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے ۔ جس کی وجہ سے بے موقع وقف کرنے یا بے موقع ابتدا یا اعادہ کرنے سے معنیٰ پر اثر پڑتا ہے ۔ وقف لازم کی تشریح میں یہی چیز بتائی گئی ہے ۔ اس کے مطالعہ سے یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ آجائے گا ۔

۳۔ امام الفن ابو القاسم یوسف بن علی بن جبارۃ الھُذَلی متوفی ۴۶۵ھ نے اپنی کتاب "الکامل" میں لکھا ہے ۔

اَلْوَقْفُ حِلْيَةُ التِّلَاوَةِ وَ زِيْنَةُ الْقَارِيْ وَبَلَاغُ التَّالِيْ وَفَهْمُ

موقع محل کے اعتبار سے مناسب جگہ پر وقف کرنا تلاوت کا زیور ، قاری کی زینت ،

---

[۱] منار الہدٰی : ۵ ۔ ۶ ۔ للاشمونی عن ایضاح الوقف والابتداء للانباری (ت ۳۲۸ھ) والاتقان : ۱/۸۵ للسیوطی

[۲] نہایۃ القول المفید ۔ ۱۵۲ ۔ الشیخ محمد مکی نصر ۔ و ۔ القول الجمیل قلمی : مؤلفہ ۔ حضرت قاری عبدالخالق صاحب برادر کبیر استاذنا حضرت قاری عبدالمالک صاحب ۔ وجامع الوقف : مولانا قاری محب الدین احمد صاحب مدظلہ العالی ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْمُسْتَمِعِ وَفَخْرُ الْعَالِمِ - وَبِهٖ يُعْرَفُ الْفَرْقُ بَيْنَ الْمَعْنَيَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ وَالنَّقِيْضَيْنِ الْمُتَنَافِيَيْنِ وَ الْحُكْمَيْنِ الْمُتَغَايِرَيْنِ [1]

تلاوت کرنے والے کی فصاحت و بلاغت، سُننے والے کے لیے معنیٰ کے سمجھنے میں آسانی اور عالم کی شان ہے۔ اور عمدہ وقف کے ذریعہ دو مختلف معنوں اور متضاد ضدوں اور دو متغایر حکموں میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بیان کی ایک واضح مثال

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ط پر وقف تام ہے مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ جو اس کے بعد ہے جملہ مستانفہ ہے اور (مَا) نافیہ ہے۔ جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مَا كَانَ میں (مَا) نافیہ ہے۔ اور یہی مذہب امام ابوجعفر النحاس (القطع: ۵۴۸) علامہ جزری (النشر: ۱/۲۳۱) علامہ اشمونی (منار الہدیٰ ۵ و ۲۹۳) اور عام ائمہ فن اور نحاۃ کا ہے۔ اور قرطبی نے بھی اپنی تفسیر میں ایسا ہی لکھا ہے کہ الزجاج نحوی متوفی ۳۱۱ھ کا قول ہے کہ وَيَخْتَارُ پر وقف تام ہے۔ اور مَا كَانَ میں (مَا) نافیہ ہے۔ علی بن سلیمان کنیت ابوالحسن انصاری قرطبی متوفی ۶۷۱ھ نے کہا ہے کہ وَيَخْتَارُ پر وقف تام ہے۔ اور اس میں فرقہ قدریہ معتزلہ کا رد ہے۔ اور (مَا) جو نافیہ ہے اس کو موصولہ بنانا جائز نہیں۔ مہدی بن طارا یا طارہ۔ بغدادی متوفی ۴۴۰ھ کا قول ہے۔ کہ وَيَخْتَارُ پر وقف تام ہے۔ اور یہی مذہب اہل سنت کے مطابق ہے۔ اور (مَا) نافیہ نفی عموم کے لیے ہے۔ جس میں مخلوق کے لیے ہر قسم کے اختیار کی نفی ہے۔

زمخشری کا قول ہے کہ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ط بیان ہے وَيَخْتَارُ کا۔ لہٰذا اس میں کسی قسم کا عاطف داخل نہیں ہو سکتا۔ یعنی کلی طور پر غیر اللہ کے اختیار کی نفی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کے اختیار کا مالک ہے۔

آیت کی معنوی تشریح

وَيَخْتَارُ پر وقف تام اور (مَا) نافیہ کی صورت میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ کہ اور آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور (جسے چاہتا ہے) برگزیدہ کرتا ہے۔ ان (لوگوں) کو اس کا کچھ بھی اختیار نہیں۔ یعنی ہر قسم کی بھلائی اللہ تعالیٰ

[1] تعلیقات مالکیہ: لاستاذنا شیخ القراء حضرت قاری عبدالمالک صاحب۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی کے اختیار میں ہے۔ مخلوق میں سے کسی کے اختیار میں نہیں۔

فرقہ قدریہ معتزلہ کا عقیدہ اور ان کا قرآن سے استدلال

ان کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کا خود خالق اور مختار ہے۔ اس باطل عقیدہ کو قرآن کی آیت وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ سے اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک وَيَخْتَارُ پر کوئی وقف نہیں بلکہ ما بعد سے وصل کرتے ہیں اور مَا كَانَ میں (مَا) نافیہ کو موصولہ بناتے ہیں۔ اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اور آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اس چیز کو جس میں لوگوں کو اختیار ہے یعنی لوگ اپنے اعمال کے خود مختار ہیں۔ اور یہ معنیٰ جمہور اہل سنت وجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہیں۔

اس اثر کو امام بیہقی نے اپنی سنن کبریٰ میں روایت کیا ہے۔

۴۔ امام ابوجعفر النحاس صاحب القطع والائتناف متوفی ۳۳۸ کا ارشاد ہے۔

وَهُوَ عِلْمُ (اَىْ عِلْمُ الْوَقْفِ وَالْاِبْتِدَاءِ) يَحْتَاجُ اِلَيْهِ جَمِيْعُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ لِاَنَّهُمْ لَا بُدَّ لَهُمْ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ۔ لِيَقْرَءُوْهُ عَلَى اللُّغَةِ الَّتِيْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ بِهَا وَهُوَ فَضَّلَهَا وَمَدَحَهَا فَقَالَ جَلَّ ثَنَاؤُهٗ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ وَقَالَ جَلَّ وَعَزَّ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝"[1]

علم وقف وابتداء وہ علم ہے جس کے سیکھنے کی تمام مسلمانوں کو ضرورت ہے اس لیے کہ دوران تلاوت سانس لینے کے لیے سب ہی کو ضرورت پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی شان میں فرمایا ہے بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ کہ قرآن کو فصیح عربی زبان میں اتارا ہے۔ پس اس کی فصاحت کو باقی رکھنے کے لیے حروف کی عمدہ صحت اداء اور حسن وقف وابتداء دونوں ہی واجب اور ضروری ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ یعنی حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھایا۔ اور انسان کو پیدا کیا۔ اور اس کے لیے قرآن کا پڑھنا آسان کر دیا۔

---

[1] القطع: ۱ھ۷۔ لابی جعفر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موصوف علامہ نے "البیان" کی ان لفظوں میں تفسیر فرمائی ہے۔

فَمِنَ الْبَیَانِ تَفْصِیْلُ الْحُرُوْفِ وَالْوُقُوْفُ عَلٰی مَا قَدْ تَمَّ وَالْإِبْتِدَاءُ بِمَا یَحْسُنُ الْإِبْتِدَاءُ بِہٖ[1]

پس "البیان" سے مراد تفصیل الحروف یعنی حروف کو تجوید کے ساتھ صحیح ادا کرنا اور حسن وقف و ابتداء کی رعایت رکھنا ہے۔ تاکہ بے موقع وقف نہ ہو جائے۔ اور غلط جگہ سے ابتداء نہ ہو جائے۔

البیان کے معنیٰ لکھنے کے بعد تبیین کے معنیٰ اور اس کا حکم بیان کیا۔ فرمایا:

وَنُبَیِّنُ مَا یَجِبُ أَنْ یُجْتَنَبَ مِنْ ذٰلِكَ[2]

جن چیزوں کا ابھی ذکر ہوا (یعنی تجوید کے مطابق صحیح پڑھنا اور حسن وقف و ابتداء کی رعایت کرنا) ان چیزوں سے بچنا واجب ہے۔ اور وہ ہیں بے قاعدہ پڑھنا اور بے قاعدہ وقف و ابتداء کرنا۔

علامہ جزری کا ارشاد

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ترتیل کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ علامہ جزری نے آیت کے مفہوم کو مقدمہ جزری میں اس طرح لکھا ہے۔

لِاَنَّهٗ بِهٖ الْاِلٰهُ اَنْزَلَا ۝ وَهٰكَذَا مِنْهُ اِلَيْنَا وَصَلَا[3]

یعنی قرآن مجید کو اس لیے تجوید کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے کہ معبود حقیقی نے اس کو تجوید ہی کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اور اسی طرح ہم تک پہنچا ہے۔

توضیح

یہاں تجوید سے ترتیل مراد ہے۔ اس کو اصطلاح میں ذِكْرُ الْجُزْءِ مُرَادُ الْكُلِّ کہتے ہیں۔ یعنی جزء بول کر کل مراد لیا ہے۔ اس طرح کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

اصل موضوع کی طرف رجوع

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کیفیت نزول یعنی ترتیل کے ساتھ سکھایا۔ اور اسی کیفیت کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] القطع، ۷۸۔ لابی جعفر [2] ۷۸۔ لابی جعفر النحاس [3] مقدمہ جزریہ۔ للجزری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے سیکھا۔

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ ٥ کا مطلب ہے۔ انسان کو پیدا کیا۔ اور اس کے لیے کیفیت نزول کے ساتھ قرآن پڑھنا آسان کیا۔ اور حرفوں کو مختلف مخارج سے مختلف صفات کے ساتھ نکالنے کی قدرت بخشی۔ اور حسن وقف و ابتداء کی باریکیوں کو سمجھنے کے لیے علم و فہم اور دماغی صلاحیتوں سے نوازا۔ تاکہ قرآن کی وہ عربیت و فصاحت اور اس کی وہ کیفیت نزول محفوظ اور باقی رہے۔ جس کو صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور ہم تک پہنچایا۔

(القطع۔ لابی جعفر النحاس)

خلاصۂ کلام جس طرح قرآن مجید کو تجوید یعنی عمدہ صحت ادائے کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔ اسی طرح اس کے مرادی معانی کو سمجھنے کے لیے علم وقف و ابتداء کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے ان آیتوں میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

۵۔ علامہ جزری نشر (۱/۲۲۴ و ۲۲۵) میں لکھتے ہیں کہ قاری اور تلاوت کرنے والے کے لیے ایک مجبوری تو یہ ہے کہ اس کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ پوری سورۃ یا پورا قصہ اور پورا مضمون ایک سانس میں پڑھ سکے۔ بامجبوری دورانِ تلاوت سانس لینے اور تازہ دم ہونے کے لیے کہیں نہ کہیں سانس لینا پڑے گا۔ اس کے علاوہ ایک پابندی یہ ہے کہ کلمہ کے درمیان اور ایسے ہی کلمہ موصول یعنی وہ کلمہ جو بعد والے کلمہ کے ساتھ مل کر لکھا ہوا ہو اس پر وقف کرنا کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ اور دوسری پابندی یہ ہے کہ وقف کرنے اور اس کے بعد ابتداء یا اعادہ کرنے کے لیے ایسے موقع محل کا انتخاب کرنا ضروری ہے کہ جہاں وقف کرنے سے مرادی معنیٰ میں خلل نہ پڑے۔ اور نہ معنیٰ کے سمجھنے میں دقت پیش آئے۔ بلکہ کلام کا حسن تک میلا نہ ہو۔ دورانِ تلاوت ان سب باتوں کو ذہن میں رکھ کر فوری طور پر یہ فیصلہ کرنا کہ وقف کہاں کیا جائے اور کہاں نہ کیا جائے۔ فوری طور پر فیصلہ کرنا اچھے اچھے ماہر لوگوں کے لیے بھی آسان نہیں۔ پھر وقف کرنے کے بعد فوراً ابتداء اور اعادہ کے بارے میں صحیح فیصلہ کرنا اس سے زیادہ مشکل ہے۔

یہ وہ مجبوریاں ہیں جن کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم وقف کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اور پھر انھوں نے اس علم کے سیکھنے سکھانے کو دین کی اہم ترین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھا۔ اور ہر دَور میں اہل فن، علماء اوقاف اور قراء کرام نے اس طرف خصوصی توجہ دی۔ اور اس موضوع پر کثرت سے کتابیں لکھیں۔ اور پورے قرآن مجید میں وقف و ابتداء کے مواقع بتائے۔ علامہ سجاوندی جیسے بعض حضرات نے تو پورے قرآن میں وقف کی مختلف علامتیں لگا کر اس مشکل ترین مسئلہ کو آسان بنا دیا۔ فجزاہم اللہ خیراً۔

اس فن کا شرعی اور علمی کیا مقام ہے؟ اس کا ہلکا سا خاکہ دلائل شرعیہ کے عنوان کے تحت گذر چکا ہے۔ اور اُس سے پہلے ائمہ فن اور اُن کی تالیفات کا ذکر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مزید یہ کہ علامہ جزری لکھتے ہیں کہ دَور صحابہ سے لے کر ہر دَور میں علم وقف و ابتداء کو ایک خاص اہمیت اور مقام حاصل رہا ہے۔ بلکہ یہ بات ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچی ہے کہ قراء کرام میں سے امام ابوجعفر مدنی، امام نافع مدنی، امام ابوعمرو بصری، امام عاصم بن النجود کوفی، امام حمزۃ کوفی، امام کسائی کوفی، امام یعقوب حضرمی، امام خلف کوفی وغیرہم اور ائمہ فن کا اس فن میں کلام معروف ہے۔ اور ان سے اس سلسلہ میں جو نصوص واقع ہوئی ہیں کتابوں میں محفوظ اور مشہور ہیں۔ نیز ان حضرات اور ائمہ فن نے اپنے تلامذہ سے اس فن کے اصول و قواعد پر سختی سے عمل کروایا۔ اور بعد میں آنے والے اساتذہ کرام کے لیے یہ شرط لگائی کہ وہ اپنے شاگردوں کو اس وقت تک اجازت اور سند نہ دیں جب تک وہ اس فن میں اچھی طرح مہارت حاصل نہ کرلیں۔ اور اساتذہ کرام کا یہ معمول رہا ہے کہ بطور امتحان اپنے شاگردوں سے انگلیوں سے اشارہ کر کے وقف کراتے۔ اس طرح کیفیت وقف اور محل وقف دونوں قسم کے مسائل زیر بحث لاتے۔ اس طرح ابتداء بھی خوب ہو جاتا۔ اور مسائل بھی ذہن نشین ہو جاتے۔ اور یہ بھی فرماتے کہ ہمارے اساتذۂ کرام علم وقف اسی اہتمام سے سکھاتے تھے۔ اور یہ سلسلہ اسی طرح چلا آیا ہے۔ (النشر: ۱/۲۲۵) فرحمہم اللہ رحمۃً واسعۃً۔

۷۔ علامہ ابو الحسن علی بن محمد النوری الصفاقسی صاحب غیث النفع متوفی ۱۱۱۸ھ نے اپنی تجوید کی کتاب تنبیہ الغافلین وارشاد الجاہلین (ص ۱۳۸) میں لکھا ہے کہ معرفۃ الوقوف کا جاننا نہایت ہی ضروری ہے۔ اس لیے کہ اس کے بغیر کلام اللہ کے مرادی معنیٰ نہ تو واضح ہوتے ہیں اور نہ مکمل۔ یعنی بعض اوقات قاری کلام پورا ہوتے سے پہلے ہی وقف کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کلام ادھورا رہ جاتا ہے۔ اور بے ربط ہو کر معنیٰ کے سمجھنے میں دقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بعض اوقات تو

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب ہی فوت ہو جاتا ہے ۔ اتنا بڑا معنوی فساد بے موقع وقف کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے ۔ اسی وجہ سے متقدمین و متاخرین نے علم وقف کے سیکھنے سکھانے پر زور دیا۔ اور اس موضوع پر اتنی کثرت سے کتابیں لکھیں جو مطول بھی ہیں اور متوسط و مختصر بھی جن کا شمار کرنا ممکن نہیں ۔ اور جو قاری علم وقف کے سیکھنے کی طرف توجہ نہیں دے گا وہ لاعلمی میں جہاں چاہے گا وقف کر دے گا۔ اور بے موقع وقف یا ابتداء کرنے کی وجہ سے اس کی علمی شخصیت مجروح ہو جائے گی ۔

۷۔ شیخ الاسلام ابو یحیٰی زکریا انصاری ۔ متوفی ۹۲۶ھ نے المقصد لتلخیص مافی المرشد فی الوقف والابتداء (ص۵) میں لکھا ہے ۔

وَيَنْبَغِيْ لِلْقَارِئِ اَنْ يَّتَعَلَّمَ الْوُقُوْفَ ۔ قاری کے لیے علم وقف وابتداء کا سیکھنا سنت سے ثابت ہے ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس علم کی باقاعدہ تعلیم دیا کرتے تھے ۔

۸۔ حجۃ الاسلام وفقیہہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے لکھا ہے ۔ اور اصل یہ ہے کہ اوقاف ہی تفسیر قرآن ہیں کہ فصل ووصل سے معنیٰ قرآن کے واضح ہو جاتے ہیں ۔

(القول الجازم فی اثبات الوقف اللازم ص۷)

حضرت کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آیت شریف سَمِيْعًا بَصِيْرًا کو پڑھا تو آپ نے سمع اقدس وچشمان مبارک پر انگلی کا اشارہ فرمایا۔ اور جب آیت شریف كَلَّا اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا کی تلاوت فرمائی تو انگشتان مبارک کو باہم دبایا پس جیسے یہ فعل آپ کا تفسیر کلام شریف کی واقع ہوا ہے ایسے ہی اوقاف بھی کلام پاک کی مراد واضح کر دیتے ہیں ۔ اور ان سے تفسیر ہو جاتی ہے ۔ (القول الجازم ص۶)

۹۔ امام الفن شیخ القراء حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ مکی نے فوائد مکیہ میں لکھا ہے کہ آیات پر وقف کرنا زیادہ احب اور مستحسن ہے ۔ اس کے بعد جہاں (م) لکھی ہو۔ اور اس کے بعد جہاں (ط) لکھی ہو۔ اور اس کے بعد جہاں (ج) لکھی ہو۔ اور اس کے بعد جہاں (ز) لکھی ہو۔

وضاحت رموز کے بیان کی ترتیب ان کے مراتب کے اعتبار سے ہے ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ گول دائرہ جو کہ آیت کی علامت ہے توفیقی اور سماعی ہے ۔ یعنی اس کے تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موافق خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں۔ پس اس میں کسی کی قابلیت اور قیاس کو دخل نہیں۔ یوں بھی آیت پر وقف کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے اس کا مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے۔ رہا "وقف لازم" سو اس کا مقصد لوگوں کے ذہنوں کو معنوی تشویش سے بچانا ہے۔ اس لیے اس پر وقف کرنا ضروری ہے۔ گو رتبہ میں یہ رأس آیت سے کم ہے۔

۱۰۔ محرر الفن شیخ العرب والعجم استاذ المعظم امام القراء حضرت قاری مقری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ نے تعلیقات مالکیہ میں لکھا ہے۔ کہ امام ابوالفضل الرازی امام عاصم سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حسن وقف و ابتداء کی رعایت رکھتے تھے۔ اور امام ابوالفضل محمد بن جعفر الخزاعی متوفی ۴۰۸ھ کہتے ہیں امام عاصم اور امام کسائی حسن وقف و ابتداء کی رعایت رکھتے تھے۔ جب وقف و ابتداء کے بارے میں امام عاصم کا مذہب معلوم ہو گیا تو اب روایت حفص میں تلاوت کرنے والوں کو صاحب قراءۃ یعنی امام عاصم کی اتباع میں حسب معنیٰ حسن وقف و ابتداء کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے خصوصاً ایک قاری اور مقری یعنی استاذ ذمہ دار کے لیے۔ اور اس کا التزام نہ کرنے اور اس کے خلاف کرنے سے یہ نقصان اور خرابی پیدا ہو گی کہ وہ طلباء جو اس سے اخذ کر رہے ہیں اور پڑھ رہے ہیں ان کی نظر میں اس چیز کی اہمیت اور ضرورت نہ رہے گی۔ اور وقف و ابتداء میں عملاً وہ شتر بے مہار کی طرح آزاد ہو جائیں گے۔ اور اس کوتاہی کا سلسلہ آئندہ ان فارغین کے تلامذہ میں بھی جاری رہے گا جس کی تمام تر ذمہ داری قاری و مقری یعنی استاذ پر ہو گی۔

۱۱۔ شیخ القراء استاذنا المکرم حضرت قاری مقری محمد شریف صاحب رحمہ اللہ نے توضیحات مرضیہ شرح فوائد مکیہ میں لکھا ہے کہ وقف و ابتداء کی معرفت بھی ترتیل کا ایک حصہ ہے۔ جس کے بغیر ترتیل کامل نہیں ہوتی۔ اس لیے قراء کو چاہیئے کہ قواعد تجوید کی طرح حسن وقف و ابتداء کی رعایت کو بھی اپنا معمول بنائیں۔ اور اس کا پورا پورا اہتمام کریں اور اہتمام کروائیں۔ کیونکہ اگر قاری دوران تلاوت وقف و ابتداء کے بارے میں صحیح محل کی رعایت نہ رکھے تو اس سے بعض دفعہ نہایت قبیح اور نامناسب معنیٰ متصور ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ قاری کے اس محل اور بے جا وقف کرنے سے قرآن مجید کے معنیٰ واقعۃً بدل تو نہیں جاتے لیکن اس سے قبیح اور فاسد معنیٰ کا ابہام ضرور ہوتا ہے۔ اور اگر بے جا وقف اور بے محل ابتداء سے کسی جگہ خلاف مقصود معنیٰ متصور نہ بھی ہوں تب بھی اس سے کلام کا ربط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو یقیناً فوت ہو جاتا ہے جس سے مضمون اور معنٰی کے سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔

خلاصہ ابہ کہ جس طرح قواعد تجوید کی پابندی سے حروف قرآنیہ کی تصحیح ہوتی ہے۔ اسی طرح مناسب موقع محل پر وقف کرنے اور مناسب جگہ سے ابتداء کرنے سے قرآن کے معانی کی تفہیم ہوتی ہے۔

تفاؤل بعنوان "ائمہ فن اور علماء اوقاف کے ارشادات" اس فن کے گیارہ مشہور زریں صاحب فضل وکمال کے ارشادات اس امید پر نقل کر دیئے ہیں کہ شاید کسی سوئے ہوئے دل کو جگا دیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

ایک اشکال کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ حسن وقف و ابتداء کا اہتمام کرنا شرعاً نہ واجب ہے اور نہ ضروری۔ اور نہ ہی اس کا اہتمام نہ کرنے پر کوئی عقاب وتہدید ہے۔ اس فتویٰ کی بنیاد پر ذہنوں میں یہ بات گشت کرتی ہے کہ جب شرعی طور پر حسن وقف وابتداء کی رعایت نہ واجب ہے اور نہ ضروری۔ تو پھر اس کے اہتمام کرنے پر کیوں زور دیا جاتا ہے۔ جبکہ محققین فن کی تحقیق بھی یہ ہے کہ بے محل وقف و ابتداء کرنے سے حقیقی معنوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

جواب درحقیقت فقہاء کرام کا یہ فتویٰ عموم بلویٰ کی بنیاد پر عام لوگوں کے لیے ہے جو اس علم وفن کے حروف ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ اور اس فتویٰ کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسا کہ تجوید نہ جاننے والوں کے لیے متشابہ الصوت حروف کی عام غلطیوں کے بارے میں فقہاء کرام نے عموم بلویٰ کی وجہ سے ان کی نمازوں کے باطل ہونے اور ان کی تلاوتوں کے نادرست ہونے پر حرمت کا فتویٰ نہیں دیا۔ حالانکہ کون نہیں جانتا کہ وجوب تجوید پر امت کا اجماع ہے اور لحن جلی کا حکم حرام ہے اور معنیٰ بگڑنے پر نماز باطل ہو جاتی ہے۔ نیز پڑھنے سننے کا حکم ایک ہی ہے۔
(فوائد مکیہ)

بس جس طرح فقہاء کرام کے عموم بلویٰ والے فتویٰ کی بنا پر وجوب تجوید کا انکار لازم نہیں آتا اسی طرح فقہاء کرام کے فتویٰ کو دلیل بنا کر حسن وقف وابتداء کے وجوب اور اس کی شرعی اہمیت وضرورت کا انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرف کی تبدیلی سے معنیٰ بدل جاتے ہیں

عربی زبان اتنی لطیف ہے کہ حرف کی تبدیلی تو بہت بڑی بات ہے حرکات کی تبدیلی سے بھی معنیٰ بدل جاتے ہیں۔ مثلاً خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا۔ خَلَقَنَا اس نے ہمیں پیدا کیا۔ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ تو نے ان پر انعام کیا۔ اَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ میں نے ان پر انعام کیا۔ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فرعون نے رسول کی نافرمانی کی۔ فَعَصٰى فِرْعَوْنَ الرَّسُوْلُ فرعون کی رسول نے نافرمانی کی۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ وغیرہ۔

حرف کی تبدیلی کی چند مثالیں اور تشریح

۱۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ کی جگہ کُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے "آپ کھائیں وہ اللہ ایک ہے"۔ کُلْ اَکَلَ یَاْکُلُ سے امر کا صیغہ ہوگا۔

۲۔ قَلْبٌ بمعنی دل۔ کَلْبٌ بمعنی کتا۔ کوئی دعا کر رہا ہے۔ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ کَلْبِیْ اے اللہ میرے کتے کو پاک کر دے۔ یعنی دل کی پاکی کے بجائے کتے کی پاکی کی دعا کر رہا ہے۔ پھر بھلا دل کیسے پاک ہو۔

۳۔ صَعِيْدٌ بمعنی مٹی۔ سَعِيْدٌ بمعنی سعادت مند۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔ اور سَعِيْدًا طَيِّبًا کے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اگر تمہیں پانی نہ ملے تو ایسے سعادتمند سے تیمم کر لو جو پاک ہو۔

۴۔ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ یا اللہ گمراہ لوگوں کے راستہ سے بچانا۔ اور وَلَا الدَّآلِّيْنَ ۝ کے معنیٰ یہ ہوں گے یا اللہ رہنمائی کرنے والوں کے راستہ سے بچانا۔

۵۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ یہ قرآن متقی لوگوں یعنی اللہ سے ڈرنے والوں اور ہدایت کے طلبگاروں کے لیے ہدایت ہے۔ اور هُدًى لِّلْمُتَّكِيْنَ ۝ کے معنی ہوں گے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی پر تکیہ اور بھروسہ کرنے والوں کے لیے ہدایت ہے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ۔ اہلِ بصیرت کے لیے اشارہ کافی ہے۔

تنبیہ اس طرح کی بڑی غلطیاں عموم بلویٰ کی بنا پر عام لوگوں کے لیے تو کسی درجہ میں معاف ہیں مگر اہلِ علم کے لیے کسی طرح بھی تسامح کی گنجائش نہیں۔ ایسے ہی وقف و ابتداء کی غلطیوں میں عام لوگ تو عموم بلویٰ کی بنا پر معذور سمجھے جائیں گے۔ مگر اہلِ علم اس سے بری الذمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہو سکتے ۔ ان کے لیے اس علم کا سیکھنا ہی ضروری ہے ۔ کیونکہ فقہاء کرام ہی کا فتویٰ ہے کہ قاری کی نماز اُمّی یعنی غیر قاری کے پیچھے جائز نہیں (نشر: ۱/۲۱۱) اور یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ فقہاء کی اصطلاح میں غیر قاری کو اُمّی کہتے ہیں ۔ اگر فقہاء کے نزدیک ترتیل کے دونوں جزء یعنی تجوید ومعرفۃ الوقوف غیر ضروری اور امر زائد کے حکم میں ہوتے تو غیر قاری کے لیے "اُمّی" اصطلاح وضع نہ کرتے ۔

عموم بلوٰی کے معنیٰ

لغت میں "بلوٰی" مصیبت ، آزمائش ، سختی وغیرہ کو کہتے ہیں (بیان اللسان) اور فقہاء کی اصطلاح میں "عموم بلوٰی" سے ایسی عمومی حالت اضطراری مراد ہے جس سے بچنا محال نہیں تو مشکل ضرور ہو ۔ ایسی حالت میں شریعت نے کچھ رخصت دی ہے ۔ مگر اس طرح کی رخصتوں کو عام قاعدہ اور ضابطہ بنا لینا شریعت کی منشاء کے بالکل خلاف ہے مثلاً کوئی شخص نماز کے لیے بارش کے گندے پانی سے گذر گیا یا بارش کی گندی چھینٹیں کپڑوں پر پڑ گئیں تو ایسی مجبوری کی حالت میں ان ہی کپڑوں میں نماز ہو جائے گی ۔ اس شرعی رخصت کو فقہا کی اصطلاح میں عموم بلوٰی کہتے ہیں لیکن اس رخصت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ بارش کا گندا پانی اور بارش کی گندی چھینٹیں پاک ہیں ۔ بلکہ حتی الامکان اس سے بچنا ہی ضروری ہے ۔ اسی طرح وقف وابتداء کی غلطیوں سے بچنا ضروری ہے ۔ جو سیکھنے کے بغیر مشکل ہے ۔

علم وقف کی تدوین کب ہوئی

جیسا کہ شروع میں لکھا گیا ہے کہ علامہ جزری کی تحقیق پر علم وقف وابتداء کے پہلے مُدوّن یعنی اس علم کو سب سے پہلے تدوین کرنے والے شیبہ بن نصاح مقری مدنی کوفی متوفی ۱۳۰ھ ہیں ۔ (غایۃ النہایۃ: ۱/۳۳۰ ۔ للجزری ۔ وتہذیب التہذیب: ۴/۳۷۷ ۔ لابن حجر) جبکہ علم قراءۃ میں پہلی تالیف ابو حاتم سہل بن محمد بن عثمان بن یزید سجستانی متوفی ۲۵۵ھ کی ہے ۔ (غایۃ النہایۃ: ۱/۳۲۰ و ۳۲۱ ۔ للجزری) علم وقف وابتداء کا علم قراءۃ سے تقریباً ۱۲۵ سال پہلے مدون ہونا اس علم کی شرعی ضرورت واہمیت کا زندہ ثبوت ہے ۔ یوں بھی تراجم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرون اولیٰ میں اس علم کی بہت اہمیت تھی ۔ اور اونچے درجہ کے صاحبِ علم وفضل کا محبوب ترین موضوع اور اس فن کی خدمت واشاعت پسندیدہ مشغلہ تھا ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ جس طرح قرآن مجید کو قواعد تجوید کی رعایت کے ساتھ صحیح پڑھنا واجب اور ضروری ہے۔ اسی طرح دوران تلاوت حسب معنیٰ حسن وقف و ابتداء کی رعایت کا اہتمام کرنا بھی واجب اور ضروری ہے۔

وجوب شرعی اور وجوب عرفی کا مطلب شرعی احکام دو طرح کے ہیں۔

۱۔ وہ جس سے کوئی فرد بھی مستثنیٰ نہیں۔ جیسے نماز کہ کسی حالت میں بھی معاف نہیں۔

۲۔ وہ جو کسی مجبوری کی وجہ سے معاف اور مستثنیٰ ہو جائے۔ جیسے جہاد۔ مشہور حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو شریک جہاد ہونے سے اس بنا پر منع اور مستثنیٰ فرمایا کہ اس کی والدہ کی دیکھ بھال کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔ حالانکہ صحابی نے جہاد میں شرکت کی خواہش خود ظاہر کی تھی۔

پس اسی طرح وہ لوگ جو غیر شعوری کے زمانہ میں تو کسی اچھے قاری سے قرآن مجید صحیح نہ پڑھ سکے۔ اور علم وقف و ابتداء حاصل نہ کر سکے۔ اور بڑے ہو کر دنیاوی اشغال اور اہل و عیال میں پھنس گئے۔ ایسے لوگوں کے لیے شریعت کا حکم ہے کہ وہ رہبانیت اختیار نہ کریں کیونکہ یہ شریعت میں جائز نہیں۔ ہاں اس کا حل یہ ہے کہ بقدر امکان قواعد تجوید کے مطابق قرآن مجید صحیح پڑھنا سیکھیں۔ اور دوران تلاوت اس آیت، م، ط، ج، ز پر ہی وقف کریں۔ اور ایسے ہی عام لوگوں کی سہولت کی خاطر معنوی مناسبت سے یہ علامتیں جگہ جگہ لگا دی گئی ہیں۔ تاکہ عام لوگ بھی بے موقع وقف کرنے سے بچ سکیں۔ اور اہل علم حضرات کے لیے ضروری ہے کہ وہ باقاعدہ اس علم کو اہتمام و التزام کے ساتھ سیکھیں۔ پس اہل علم حضرات کے لیے تو اس علم کا سیکھنا واجب ہے اور عام لوگ مجبوری اور عموم بلوٰی کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی کو قراء اور علماء اوقاف کی اصطلاح میں وجوب عرفی کہتے ہیں۔ اور اگر حسن وقف و ابتداء کی رعایت شرعاً واجب ہوتی تو کوئی بھی مستثنیٰ نہ ہوتا۔ پس وجوب عرفی کا مطلب یہ سمجھ لینا کہ اس کی شرعی حیثیت کچھ نہیں۔ یہ غلط فہمی ہے اسی کے ازالہ کے لیے یہ مقدمہ لکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فقہاء کرام کی قبروں کو جنت کے باغات بنائے اور ان کو غفران و رضوان کی چادر میں ڈھانپ لے کہ عام لوگوں کی مجبوریوں کا لحاظ کرتے ہوئے آسانی پیدا کر گئے۔ فجزاہم اللہ خیراً۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

وقف کے لغوی و اصطلاحی معنیٰ اور کیفیت کے اعتبار سے اس کی اقسام

وقف کے لغوی معنیٰ

ائمہ لغت و ائمہ قراۃ اور ائمہ وقوف نے وقف کے معنیٰ "حَبْس وکَفّ" لکھے ہیں جس کے معنیٰ ٹھہرنے اور رُکنے کے ہیں۔ وقف باب وَعَدَ یَعِدُ (ض) سے مصدر ہے۔ جو کہ لازمی اور متعدی دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لازمی معنیٰ کی مثالیں: وَقَفَتِ الدَّابَّۃُ سواری ٹھہر گئی یا رُک گئی۔ وَقَفَ عَلَی الْاَمْرِ سمجھا یا مطلع ہوا۔ اور متعدی معنیٰ کی مثالیں: وَقَفَھَا غَیْرُھَا اَیْ وَقَفَ الدَّابَّۃَ یعنی اس نے سواری کو روکا، ٹھہرایا۔ وَقَفَ الدَّارَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ کے لیے گھر کو وقف کر دیا[1]۔ وَقْفٌ کی جمع اَوْقَاف اور وُقُوْف دونوں طرح آتی ہے۔ اس کے علاوہ وَقْفٌ کی طرح وُقُوْفٌ بھی مصدر ہے۔ یہاں وقف سے مراد قاری کا دورانِ تلاوت وقف کرنا اور ٹھہرنا ہے۔

وقف اگر لازمی معنیٰ میں لیا جائے تب تو کسی توجیہہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر وقف متعدی معنیٰ میں لیا جائے تو توجیہہ یہ ہوگی کہ قاری کا دورانِ تلاوت معنوی یا بشری ضرورت سے تلاوت کو

---

[1] مختار الصحاح: للامام محمد بن ابی بکر الرازی متوفی ۶۶۰ھ ومصباح اللغات: ابوالفضل مولانا عبد الحفیظ بلیاوی۔ وبیان اللسان: قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

روکنا۔ پس مفعول بہ تلاوت ہو گی۔

مادہ "وقف" کے قرآن مجید میں تین ہی کلمے چار جگہ آئے ہیں۔

۱۔ وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ۔ (انعام: آیت ۲۷۔ ع ۳)
ترجمہ:۔ اور کاش تم (ان کو اس وقت) دیکھو جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کئے جائیں گے۔

۲۔ وَلَوْ تَرٰى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ۔ (انعام: آیت ۳۰۔ ع ۳)
ترجمہ:۔ اور کاش تم (ان کو اس وقت) دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے۔

۳۔ وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ (سبا: آیت ۳۱۔ ع ۴)
ترجمہ:۔ اور کاش ان ظالموں کو تم اس وقت دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

۴۔ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ (صافات: آیت ۲۴۔ ع ۲)
ترجمہ:۔ اور ان کو ٹھہرائے رکھو ان سے کچھ پوچھنا ہے۔

مختلف اہل علم کے نزدیک وقف کے اصطلاحی معنیٰ

۱۔ اَلْوَقْفُ عِنْدَ الْفُقَهَاءِ: فقہاء کے نزدیک وقف سے یہ مراد ہے کہ کسی چیز کی منفعت کو اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دینا۔ اور اصل چیز کو اپنی ملک میں رکھنا۔ جیسے کسی نے زمین وغیرہ رکھی ہو تو اپنی ملک میں صرف اس سے حاصل شدہ آمدنی کو اللہ کے راستہ میں وقف یعنی مستقل طور پر صدقہ کر دیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اصل چیز کو مع اس کی منفعت کے اللہ کے راستہ میں وقف کر دینا۔ جیسے کوئی شخص اپنا باغ پھلوں سمیت اللہ کے راستے میں صدقہ کر دے اور یہ دونوں صورتیں حدیث سے ثابت ہیں۔

۲۔ اَلْوَقْفُ عِنْدَ اَهْلِ الْعُرُوْضِ: اہل عروض کے نزدیک وقف سے یہ مراد ہے کہ ساتویں حرف متحرک کو ساکن کرنا۔ جیسے مَفْعُوْلَاتُ کی تاء جو کہ ساتواں حرف ہے۔ اس کو ساکن کرنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٣۔ اَلْوَقْفُ عِنْدَ النَّحْوِيِّيْنَ : نحاۃ کے نزدیک اس سے مطلقاً وقف کرنا اور ٹھہرنا مراد ہے ۔ جس میں حرکت اور صلہ کا باقی رکھنا بھی جائز ہے ۔

جس کی تفصیل یہ ہے ۔

ا۔ نحاۃ کے نزدیک بطور تعلیم حرکت پر وقف کرنا جائز ہے ۔ (مقدمۃ المحقق علی المکتفیٰ للدانی) چنانچہ اساتذہ کرام کا یہ معمول رہا ہے کہ شاگردوں کو دوران تعلیم عبارت پڑھتے وقت کسی بھی متحرک حرف پر سکون کے ساتھ ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتے ۔

مثلاً : جَاءَ زَيْدُ ۔ رَاَيْتُ زَيْدًا ۔ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ ۔ اور جَاءَ اَحْمَدُ ۔ رَاَيْتُ اَحْمَدَ ۔ مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ وغیرہ کلمات میں آخری حرف کی اعرابی حالت یعنی اس کی حرکت کو ظاہر کراتے ہیں ۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ شاگردوں نے موقوف علیہ کا اعراب صحیح پڑھا یا غلطی کی ۔ اور بعض اساتذہ کرام کی تو یہ اصطلاح ہے ۔ کہ اگر کوئی شاگرد وقف بالاسکان کر دے تو اس کو فرماتے "حرف کا گلا نہ گھونٹ" یعنی حرف موقوف علیہ کو ساکن نہ کرو ۔

ب ۔ قراء تو صرف زبر کی تنوین کو ہی حالت وقف میں الف سے بدلتے ہیں ۔ مگر نحاۃ شعری ضرورت کے لیے تینوں قسم کی تنوین کو حرف مدہ سے بدل دیتے ہیں ۔

ج ۔ قراء تو صرف ہاء ضمیر کی حرکت کو وصلاً صلہ سے پڑھتے ہیں ۔ اور نحاۃ کے ہاں بوقت ضرورت حالت وقف میں موقوف علیہ کی حرکت کو اشباع سے (یعنی مدطبعی کی طرح کھینچ کر) پڑھنا جائز ہے ۔

د ۔ قراء کے ہاں تو کلمہ کے درمیان وقف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ۔ لیکن نحاۃ کے ہاں جائز ہے ۔ بلکہ تقطیع تک جائز ہے ۔ تقطیع سے مراد ہے وقفاً اور رسماً کلمہ کے دو ٹکڑے کر دینا ۔ چنانچہ شعراء کلمہ کے کچھ حصہ کو پہلے مصرع کا جزو بنا لیتے ہیں اور کچھ حصہ کو دوسرے مصرع کا ۔ اور ایسے کلمات کی کتابت میں بھی تقطیع کرتے ہیں ۔ اسی طرح کے کچھ اور بھی قواعد ہیں ۔ جو گو عربیت کی رو سے تو درست ہیں ۔ مگر چونکہ قرآن مجید افصح اللغات میں نازل ہوا ہے ۔ اس لیے قرآن مجید میں اس قسم کے قواعد کی گنجائش نہیں ۔

٤ ۔ اَلْوَقْفُ عِنْدَ الْقُرَّاءِ : قراء کرام اور علماء اوقاف نے وقف کے اصطلاحی معنیٰ اپنے اپنے ذوق کے مطابق مختلف انداز میں کئے ہیں ۔ مثلاً :

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- اَلْوَقْفُ: عِبَارَۃٌ عَنْ قَطْعِ الصَّوْتِ عَلَی الْکَلِمَۃِ زَمَنًا یَتَنَفَّسُ فِیْہِ عَادَۃً بِنِیَّۃِ اسْتِئْنَافِ الْقِرَاءَۃِ اِمَّا بِمَا یَلِی الْحَرْفَ الْمَوْقُوْفَ عَلَیْہِ اَوْبِمَا قَبْلَہٗ۔ (النشر: ۱/۲۴۰ للعلامۃ الجزری)

وقف کے معنیٰ ہیں کہ کلمہ کے آخر پر اتنی دیر کے لیے آواز کو منقطع کرنا جس میں بطور عادت سانس لیا جا سکے۔ اور قرأۃ جاری رکھنے کا ارادہ بھی ہو۔ عام ہے کہ وقف کرنے کے بعد مابعد سے ابتداء کریں یا ماقبل سے اعادہ۔

نشر کی رو سے یہی تعریف ممتاز اور زیادہ واضح ہے۔

۲- اَلْوَقْفُ: قَطْعُ الصَّوْتِ اٰخِرِ الْکَلِمَۃِ الْوَضْعِیَّۃِ زَمَانًا۔ (سراج القاری شرح الشاطبیۃ۔ للقاصح العذری البغدادی)

وقف کہتے ہیں کلمہ کے آخری وضعی حرف پر کچھ دیر کے لیے آواز کو توڑنا۔ یعنی رسم عثمانی کے مطابق وقف کرنا۔

۳- اَلْوَقْفُ قَطْعُ الصَّوْتِ اٰخِرِ الْکَلِمَۃِ زَمَنًا۔ اَوْ۔ ھُوَ قَطْعُ الْکَلِمَۃِ عَمَّا بَعْدَھَا۔ (منار الہدیٰ ص۸)

وقف کہتے ہیں کلمہ کے آخر پر کچھ دیر کے لیے آواز کو توڑنا۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ وقف کے ذریعہ کلمہ کو بعد والے کلمہ سے جدا کرنا۔

۴- قَطْعُ الْکَلِمَۃِ عَمَّا بَعْدَھَا سَکْتَۃً طَوِیْلَۃً۔ (شیخ الاسلام زکریا الانصاری۔ شرح المقدمۃ الجزریۃ)

وقف کہتے ہیں کلمہ بعد والے کلمہ سے منقطع کرنا۔ معلوم ہونا چاہیے کہ وقف کو سکتۂ طویلہ بھی کہتے ہیں۔

۵- وَلِھٰذَا سُمِّیَ فِی الْاِصْطِلَاحِ وَقْفًا لِاَنَّہٗ وَقْفٌ عَنِ الْحَرَکَۃِ اَیْ تَرَکَھَا۔ اَوْ۔ وَقْفٌ عَلَی الْکَلِمَۃِ وَلَمْ یَتَعَدَّھَا۔ (ملا علی قاری۔ المنح الفکریۃ)

لفظ وقف کو بطور اصطلاح اس لیے اختیار کیا ہے کہ اس کے معنیٰ حرکت سے رکنے اور چھوڑنے کے ہیں۔ وقف کی یوں بھی تعریف کی جا سکتی ہے کہ کلمہ پر رکنا اور اس سے تجاوز کرنا۔

۶- اَلْوَقْفُ ھُوَ قَطْعُ الصَّوْتِ مَعَ

وقف کے معنیٰ ہیں آواز اور سانس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلنَّفَسِ وَ اِسْكَانُ الْمُتَحَرِّكِ اِنْ كَانَ مُتَحَرِّكًا ۔ (امام القراء والمجودین بمکۃ المکرمۃ، حضرت شیخ المقاری عبد اللہ بن بشیر خان المکی رحمہ اللہ رسالہ تعلیم الوقف)

کو بند کرنا ۔ اور اگر حرف موقوف علیہ متحرک ہو تو اس کو ساکن کرنا ۔

۷ ۔ امام الفن شیخ العرب والعجم حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن بن بشیر خان صاحب مہاجر مکی ثم الہ آبادی رحمہ اللہ نے فوائد مکیہ میں وقف کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے ” وقف کے معنیٰ ہیں اخیر کلمۂ غیر موصولہ پر سانس کا توڑنا “

۸ ۔ شیخ القراءۃ حضرت استاذنا مولانا قاری فتح محمد صاحب مہاجر مدنیؒ نے لکھا ہے کہ قراءؒ کے یہاں وقف کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو کلمہ رسمًا مابعد سے جدا ہو اس کے آخر پر اتنی دیر ٹھہرنا جس میں عادتًا سانس لے سکیں ۔ عام ہے کہ سانس لیں خواہ نہ لیں ۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قراءۃ کو جاری رکھنے کا ارادہ ہو ۔ وقف کے بعد سے پڑھیں خواہ کچھ پہلے سے ۔

(عنایات رحمانی : ۱/۴۴ باب الوقف علی اواخر الکلم)

خلاصۂ کلام | صحت وقف کے لیے ضروری ہے کہ کلمہ غیر موصولہ کے آخر پر سانس اور آواز کا توڑنا ۔ اور روایات کے مطابق رسم عثمانی کی موافقت کرنا ۔ ان میں سے پہلی تین باتیں وقف کے لیے بطور شرط کے ہیں اور چوتھی بات ہے تو ضروری لیکن بعض کلمات اس سے مستثنیٰ ہیں ۔ ان پر رسم کے خلاف وقف ہوتا ہے تفصیل آگے آ رہی ہے ۔

تشریح | کلمہ غیر موصولہ کے آخر کا آخر کا مطلب یہ ہے کہ جو کلمہ بعد والے کلمہ کے ساتھ مل کر لکھا ہوا ہے ۔ جیسے بِئْسَمَا ۔ نِعِمَّا ۔ عَمَّا ۔ كَيْلَا وغیرہ کہ اصل میں بِئْسَ مَا ۔ نِعْمَ مَا ۔ عَنْ مَا ۔ كَيْ لَا ہر ایک دو دو کلمے ہیں ۔ پس ایسی مثالوں میں پہلے کلمہ پر وقف اختیاری تو کجا وقف اضطراری بھی جائز نہیں ۔

ضروری تنبیہ | بعض لوگ سانس اور آواز توڑے بغیر صرف حرف موقوف علیہ کو ساکن کر دینا اور اگر آخری حرف پر زبر کی تنوین ہو تو اس کو الف سے اور اگر گول تاء ہو تو اس کو ھاء سے بدل دینا ہی وقف کے لیے کافی سمجھتے ہیں ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اگر ان کو کسی جگہ سانس لینے کی ضرورت پیش آجائے تو حرف موقوف علیہ کو ساکن کئے بغیر حرکت پرہی آواز توڑ کر سانس لے لیتے ہیں۔ اور زبر کی تنوین اور گول تاء کا ابدال بھی نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی اسی طرح کی اور بھی اختراعات ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں۔ لہٰذا اس طرح نہ وقف کرنا چاہیئے اور نہ وصل۔ ان کے نزدیک پہلی صورت تو وقف کی ہے۔ اور دوسری صورت گو وقف کی تو نہیں مگر اس طرح سانس لے لینا ان کے نزدیک بلا کراہیت جائز ہے۔

اس غلط عمل کی بنیاد یہ ہے کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ آیت جس پر (لا) نہ ہو اور ایسے ہی (م۔ط۔ج۔ز) پر وقف کرنا ضروری ہے۔ اور ان مواقع کے علاوہ کسی اور جگہ ٹھہرنا اور اسی طرح (لا) والی آیت پر وقف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اسی بنا پر وہ ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔

یاد رکھئے ان کا یہ عمل اور یہ دلیل دونوں ہی غلط اور بے بنیاد ہیں۔ فن کی کسی بھی کتاب میں اس کا ثبوت نہیں۔ لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

علم وقف کے دو موضوع ـــ کیفیت وقف و محل وقف

۱۔ **کیفیت وقف**: وقف جس طرح ہوتا ہے اس کو کیفیت وقف کہتے ہیں۔ اور قاری کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ روایت کے مطابق وقف کہاں اور کس طرح ہوگا ـــ اس بحث کے مسائل دو قسم کے ہیں۔ ایک اتفاقی اور دوسرے اختلافی۔ اتفاقی مسائل تو کتب تجوید میں شرح وبسط کے ساتھ بیان ہوتے ہیں۔

اور باقی رہے اختلافی مسائل سو ان کا تعلق قرأت کے ساتھ ہے۔ اور ان کے ذکر کا موقع قرأۃ کی کتابیں ہیں۔

قاری کے ارادے کے اعتبار سے ٹھہرنے کی چار صورتیں

۱۔ وقف ۲۔ سکتہ ۳۔ سکوت ۴۔ قطع

ان کی تعریفیں اور ان کے احکام اپنے اپنے موقع پر آئیں گے۔

۱۔ **وقف کی تعریف اور اس کا حکم**: اگر دوران تلاوت وقف کرنے کے بعد قرأۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری رکھنے کا ارادہ ہے تو اس کو وقف کہتے ہیں اس میں وقف کے بعد نہ تَعَوُّذ کی ضرورت ہے اور نہ بَسْمَلَة کی۔ اور وقف کرنے کے بعد قطع قراءۃ کے بغیر کسی اور مقام سے پڑھنے کے لیے بھی نہ تعوذ کی ضرورت ہے اور نہ بسملہ کی اگرچہ ترتیب کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ اگر ابتداء سورۃ سے پڑھنے کا ارادہ ہے تو فقط بسملہ ضروری ہے۔

کیفیت وقف کی مرکزی چار صورتیں

۱۔ کیفیت وقف بلحاظ ادا ۲۔ کیفیت وقف بلحاظ اصل ۳۔ کیفیت وقف بلحاظ رسم
۴۔ کیفیت وقف بلحاظ وصل

پہلی صورت: کیفیت وقف بلحاظ ادا کی چار صورتیں

۱۔ وقف بالاسکان اسکان باب افعال کا مصدر ہے جس کے لغوی معنیٰ ہیں۔ آرام دینا۔ حرف کو بے حرکت کرنا۔ اور اصطلاحی معنیٰ: وقف کرتے ہوئے آخری حرف کو اس طرح کامل طور پر ساکن کرنا کہ حرکت کی بو تک نہ رہے۔ اور اشمام وغیرہ کسی قسم کا بھی اشارہ نہ ہو۔ وقف بالاسکان تینوں قسم کی حرکتوں میں ہوتا ہے۔ حرکت اصلی ہو خواہ عارضی۔

وقف میں سکون اصل ہے کیونکہ وقف راحت کے لیے ہوتا ہے۔ اور وہ کامل سکون ہی میں ہے۔ اس لیے کہ اس میں حرکت کی طرف ذرا بھی اشارہ نہیں کرنا پڑتا۔ نیز یہ تینوں حرکتوں میں جاری ہے۔ اور نقلاً بھی سب سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ وقف ابتداء کی ضد ہے۔ اور ابتداء میں حرکت ہوتی ہے تو اس کی ضد یعنی وقف میں سکون ہونا چاہیئے۔ اور یہ چاروں باتیں روم و اشمام میں نہیں ہیں۔ اور یہ ایسا اتفاقی مسئلہ ہے کہ جس میں کسی کا اختلاف نہیں

۲۔ وقف بالروم رَوم، قول کی طرح مصدر ہے جس کے لغوی معنیٰ ہیں: ارادہ کرنا۔ چاہنا۔ وغیرہ اور چونکہ روم والی کیفیت سکون کی طرح آسانی سے خود بخود ادا نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے ارادہ اور اہتمام کرنا پڑتا ہے اس لیے اہل فن نے یہ نام اختیار کیا ہے۔ اور اسی طرح تمام اصطلاحات میں غور کرنے سے لغوی مناسبت معلوم ہو جائے گی۔ اور اصطلاحی معنیٰ دو طرح بیان کیے گئے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ وقف میں آخری حرف کے ضمہ اور کسرہ کو ایسی ہلکی اور کمزور آواز سے ادا کرنا جس سے ضمہ اور کسرہ کا اکثر حصہ ختم ہو کر کمتر حصہ باقی رہ جائے۔ ۲۔ کسرہ اور ضمہ کے تین حصوں میں سے صرف ایک حصہ ادا کرنا۔ دونوں تعریفوں کا حاصل ایک ہی ہے۔

اور روم کو صرف وہی شخص سن سکتا ہے جو پڑھنے والے قریب ہو اور توجہ سے سن رہا ہو۔ پس بہرا اور دور والا اور وہ جو تلاوت کی طرف متوجہ نہ ہو گو نزدیک ہی ہو یہ تینوں روم کو معلوم نہیں کر سکتے۔ روم کا فائدہ یہ ہے کہ سننے والے کو آخری حرف کی حرکت معلوم ہو سکے۔

روم کی قیود روم فقط کسرہ اصلی اور ضمہ اصلی میں ہوتا ہے۔ اور فتحہ وسکون اصلی میں جائز نہیں۔ اور ایسے ہی کسرہ وضمہ عارضی میں جو دو ساکن جمع ہونے کی بنا پر پہلے ساکن پر آجاتے ہیں۔ جیسے قُمِ الَّیْلَ۔ وَ اَنْذِرِ النَّاسَ۔ اور اِشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ۔ دَعَوُا اللّٰہَ۔ وغیرہ۔

اور یَوْمَئِذٍ اور حِیْنَئِذٍ بھی اسی قسم میں سے ہیں۔ کیونکہ ان میں ذال اصل کے اعتبار سے ساکن تھی۔ پھر جب ان کے آخر میں مضاف الیہ کے عوض میں تنوین آئی تو دو ساکن جمع ہو جانے کی بنا پر ذال کو کسرہ دے دیا گیا۔

اور جب ان پر وقف کرتے ہیں تو تنوین حذف ہو جاتی ہے اور ذال اپنی اصل یعنی سکون کی طرف لوٹ آتی ہے۔ اس لیے اصل ساکن کی طرح ان میں بھی روم منع ہے۔ اور اس کی قدرے تفصیل یوں ہے کہ اِذْ زمانہ ماضی کے لیے ظرف ہے۔ اور اس کے بعد ہمیشہ جملہ واقع ہوتا ہے۔ اور کبھی جملہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ اور اس کے عوض تنوین لاتے ہیں۔ جیسے مَتٰی جَآءَ کُمُ الْمَوْتُ فَحِیْنَئِذٍ تَعْلَمُوْنَ۔ یہ اصل میں یوں ہے فَحِیْنَ اِذْ یَجِیْءُ تَعْلَمُوْنَ۔ اس لیے ان کی ذال میں روم جائز نہیں۔ اور غَوَاشٍ اور کُلٌّ میں بھی تنوین عوض کی ہے۔ مگر ان میں اصل کے اعتبار سے آخری حرف پر حرکت تھی۔ پس ان میں تنوین حرکت پر داخل ہوتی ہے نہ کہ سکون پر۔ اس لیے ان میں وقفاً آخری حرکت کے اعتبار سے روم و اشمام بھی درست ہے۔

فوائد ۱۔ اصل کے اعتبار سے فتح، کسرہ، ضمہ، سکون اصلی یہ کل چار ہی چیزیں ہیں۔ اور عارضی حرکت کا اس لیے اعتبار نہیں کہ وہ ہے ہی عارضی۔ اور حرف مشدد کوئی مستقل علیحدہ چیز نہیں وہ دو حرفوں سے مرکب ہوتا ہے۔ پہلا ساکن اور دوسرا متحرک۔ پس اسکان کے علاوہ کسرہ میں روم و اشمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں اور ضمہ میں فقط اشمام ہی درست ہے اور فتحہ اور سکون اصل میں قراءۃ کی رو سے نہ روم جائز ہے اور نہ اشمام۔ البتہ نحاۃ کے نزدیک فتحہ میں بھی روم جائز ہے۔

اس اصول اور ضابطہ کو ذہن نشین کر لینے سے روم و اشمام کا مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ اور جہاں جہاں روم و اشمام منع ہیں اس کی وجہ بھی معلوم ہو جائے گی۔

۲۔ علامہ شاطبی نے لکھا ہے کہ وقف بالاسکان اصل ہے۔ اور تمام قراء سے نص کے طور پر ثابت بھی ہے۔

اور روم و اشمام چار قراء ابوعمرو بصری، عاصم کوفی، حمزہ کوفی، کسائی کوفی سے نص کے طور پر ثابت ہے۔ اور باقی قراء نافع مدنی، ابن کثیر مکی، ابن عامر شامی کے لیے روم و اشمام بطور نص ثابت نہیں۔ لیکن علماً اہل ادا نے ان تینوں کے لیے بھی پسند کیا ہے۔ نتیجہ یہ کہ تمام قراء کے لیے اسکان اور روم و اشمام تینوں سے وقف کرنا جائز ہے۔

۳۔ نحاۃ کے نزدیک حرکات دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک حرکت تو لازمی اور بنائی ہے۔ جو مبنی پر آتی ہے۔ اور عاملوں کے آنے سے بدلتی نہیں۔ جیسے: عَادَ هٰٓؤُلَآءِ۔ مِن قَبۡلُ وغیرہ۔

دوسری حرکت اعرابی ہے۔ جو عاملوں کے آنے سے بدلتی رہتی ہے۔ جیسے: اِنَّ الۡمَلَاَ۔ اِلَى الۡمَلَاِ۔ قَالَ الۡمَلَاُ۔ پس نحاۃ کی اصطلاح میں بنائی حرکات کو فتحہ، کسرہ، ضمہ، اور اعرابی حرکات کو نصب، جر (خفض) رفع کہتے ہیں۔ لیکن قراءۃ کی رو سے ادائیگی میں اور روم اور اشمام کے احکام میں دونوں قسم کی حرکتوں کا ایک ہی حکم ہے۔

۴۔ وقف بالاشمام | اشمام باب افعال کا مصدر ہے۔ جس کے لغوی معنیٰ ہیں سونگھنا سونگھانا۔ جس طرح سونگھنے سونگھانے میں آواز نہیں ہوتی اسی طرح اشمام میں بھی آواز نہیں ہوتی۔ اور اصطلاحی معنیٰ ہیں ضمہ اور رفع والے حرف کو ساکن کرنے کے فوراً ہی بعد ہونٹوں کو غنچہ اور کلی کی طرح اس انداز سے بند کرنا کہ سانس نکلنے کے لیے کچھ خلا باقی رہے۔ یعنی جس طرح ضمہ کی ادائیگی میں ہونٹ گول ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اشمام کرتے ہوئے دونوں ہونٹ کامل طور پر گول ہو جائیں گے۔ اور چونکہ اشمام میں آواز بالکل نہیں ہوتی۔ اس لیے اس کو نابینا معلوم نہیں کر سکتا۔

علامہ سخاوی نے اشمام کی تعریف مختصر انداز میں دو طرح کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ آواز کے بغیر حرکت یعنی ضمہ کی طرف اشارہ کرنا۔

۲۔ دونوں ہونٹوں کا اس شکل سے بند کرنا جو ضمہ ادا کرتے کے وقت بن جاتی ہے۔

اشمام کا فائدہ یہ ہے کہ سننے والا جو دیکھ رہا ہو اس کو آخری حرف کے ضمہ اور رفع کا علم ہو جائے۔

اشمام کی قیود | اشمام فقط ضمہ اصل میں ہوتا ہے۔ اور یہ بھی روم کی طرح نہ فتحہ میں ہوتا ہے اور نہ سکون اصلی میں۔ بلکہ کسرہ اور ضمہ عارضی میں بھی نہیں ہوتا۔ اور باقی اس کے لیے بھی وہی تمام قیود ہیں جو روم کے لیے ہیں۔

فائدہ | روم و اشمام کی جو تعریفیں لکھی ہیں یہ قراء اور بصریین کے مذہب کی رو سے ہیں۔ ابن کیسان اور کوفیین کے مذہب پر جو سننے میں آئے وہ اشمام ہے۔ اور جو سننے میں نہ آئے وہ روم ہے۔ یعنی ان کے یہاں امر بالعکس ہے۔ اور جب حقائق ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہوں تو اصطلاح میں کوئی مضائقہ نہیں، اور لغت سے دونوں جماعتوں کی تائید ہوتی ہے۔

ذیل کی پانچ صورتوں میں مطلقاً روم و اشمام جائز نہیں

۱۔ **فتحہ اور نصب:** یہ چونکہ اخف الحرکات ہیں۔ اور حصوں پر تقسیم نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ان میں روم و اشمام جائز نہیں۔

۲۔ **تاء تانیث:** جو مفرد اسموں میں ہاء کی شکل میں لکھی ہو۔ اور وصل میں تاء ہی رہتی ہو۔ اور وقف میں ہاء سے بدل جاتی ہے۔ جیسے رَحْمَةٌ۔ نِعْمَةٌ۔ اَلْجَنَّةُ۔ قِبْلَةٌ وغیرہ۔ مذکور چاروں قیود ان کلمات میں پائی جا رہی ہیں۔

پس ایسی تاء تانیث میں بھی روم و اشمام دونوں منع ہیں۔ البتہ جن مفرد اسموں میں تاء تانیث دراز لکھی ہو جیسے بَقِيَّتُ اللّٰهِ۔ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وغیرہ اور ایسے ہی جمع مؤنث سالم کی تاء جیسے مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ وغیرہ۔ ان میں آخری حرف کی حرکت کے اعتبار سے روم و اشمام دونوں جائز ہیں۔

توضیح | علامہ جعبری جیسے بعض محققین نے تاء تانیث کو ہاء تانیث لکھا ہے۔ اور حق بھی یہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ لیکن راقم نے عام محققین کی عادت کے مطابق تاء تانیث لکھا ہے۔ اس صورت میں مَانُفِقُهُ فَوَاكِهُ۔ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ۔ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ اور هٰذِهٖ میں کوئی اشکال نہیں۔ کہ ان میں آخری حرف تاء نہیں بلکہ ھاء ہے۔ اور اگر گول تاء کو ھاء تانیث لکھیں تو پھر ان کلمات کی ھاء کو تاء تانیث کی مذکورہ قیود کی روشنی میں سمجھنا ہوگا کہ ان میں کوئی کلمہ بھی ایسا نہیں جس کی ھاء وصلاً تاء پڑھی جاتی ہو۔ اور کلمہ هٰذِهٖ میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں فقط ھاء ہی تانیث کے لیے نہیں بلکہ پورا کلمہ ہی تانیث کے لیے ہے۔ پس ان کلمات میں آخری حرف کی حرکت کے اعتبار سے روم و اشمام دونوں درست ہیں۔

فائدہ تاء تانیث جو ھاء کی شکل میں ہو اس میں روم و اشمام اس لیے نہیں ہوتے کہ حرکت تو تاء پر تھی۔ اور وہ بھی وصل میں تھی۔ رہی ھاء جو تاء سے بدلی ہے سو وہ ساکن محض ہے۔ کیونکہ یہ اس وقفی حالت میں تاء کا عوض بنتی ہے جس میں حرکات معدوم ہو جایا کرتی ہیں۔ پس جب خود تاء پر ہی حرکت نہیں رہی تھی تو ھاء پر کہاں سے آتی۔ رہی دراز تاء تو اس پر رسم کے سبب تاء سے وقف ہوتا ہے۔ یعنی حالت وقف میں بھی تاء ہی رہتی ہے۔ اس لیے اس میں روم و اشمام دونوں میں درست ہیں۔ کیونکہ اس میں حرکت خود تاء پر آتی ہے نہ کہ ھاء پر۔ اور مکیؒ نے ان دونوں صورتوں کی اسی طرح تصریح کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ھاء حرکت والے حرف سے بدلی ہوئی تو ہوتی ہے۔ لیکن خود اس پر حرکت نہیں ہوتی۔ رہی دراز تاء سو وقف خود اسی حرف پر ہوا ہے۔ جس کے لیے حرکت لازم تھی۔ اس لیے اس میں روم و اشمام جاری ہوں گے۔

۳۔ جمع کا میم: جو ساکن ہو جیسے عَلَيْهِمْ۔ لَهُمْ۔ بِهِمْ وغیرہ۔ اور خواہ مضموم ہو جیسے هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ۔ بِكُمُ الْيُسْرَ وغیرہ۔ ان دونوں صورتوں میں گو جمع کا میم اصل کے اعتبار سے ساکن نہیں بلکہ مضموم ہے۔ لیکن اہلِ ادا وقفاً اس کے سکون کو لازمی سمجھتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ بھی سکون اصلی کے حکم میں ہے۔

ابراز المعانی میں ہے کہ میم جمع میں صلہ والوں کے لیے بھی روم و اشمام درست نہیں۔ کیونکہ یہ میم ساکن ہی ہے۔ اور اس پر حرکت صلہ کی وجہ سے آجاتی ہے۔ اسی لیے جب اس پر وقف کرتے ہیں تو صلہ حذف ہو کر میم اصل کی طرف لوٹ آتی ہے یعنی ساکن ہو جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ عارضی حرکت: جو دو ساکن جمع ہونے کی بنا پر آتی ہے جس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ وہ جس میں ساکن کو حرکت دینے کا سبب وقفاً بھی باقی رہے۔ اور یہ وہ ساکن ہے جس کو اس سے پہلے ساکن کے سبب حرکت دی گئی ہو۔ جیسے حَیْثُ۔ اُمْسِ وغیرہ۔ یہ لازمی حرکت کے حکم میں ہے۔ اور اسی لیے اس میں روم و اشمام درست ہیں۔

۲۔ وہ ساکن جس کو حرکت دینے کا سبب وقفاً باقی نہ رہے۔ اور یہ وہ ہے جب پر بعد کے ساکن کے سبب حرکت آئی ہو۔ عام ہے کہ وہ دوسرا ساکن متصل یعنی ایک ہی کلمہ میں ہو جیسے یَوْمَئِذٍ خواہ منفصل جیسے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ۔ وَاَنْذِرِ النَّاسَ۔ اس قسم میں روم و اشمام درست نہیں۔ اور عارضی حرکت میں روم و اشمام اس لیے نہیں ہوتے کہ عارضی حرکت والا حرف اصل میں ساکن ہوتا ہے۔ اور حرکت محض عارضی ہوتی ہے۔

۵۔ اصلی سکون: یہ تو حرکت کی ضد ہے۔ اس لیے اس میں روم و اشمام ممکن نہیں۔ جیسے وَلَقَدْ۔ اٰمَنْ۔ فَلَا تَكْفُرْ وغیرہ۔ پس ان پانچ صورتوں میں روم و اشمام بالاتفاق کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔

وضاحت سکتہ کی ھاء میں صرف وقف بالسکون ہوگا۔ کیونکہ اس کا سکون اصلی ہے۔ اسی بنا پر یہ وقف و وصل دونوں حالتوں میں ساکن ہی پڑھی جاتی ہے۔ اور ھاء سکتہ صرف سات کلمات میں ہے جو نو جگہ آئے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ لَمْ يَتَسَنَّهْ (بقرۃ۔ ع ۳۵) ۲۔ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (انعام۔ ع ۱۰) ۳۔ كِتٰبِيَهْ دو جگہ۔ ۴۔ حِسَابِيَهْ دو جگہ ۵۔ مَالِيَهْ ۶۔ سُلْطٰنِيَهْ چاروں کلمے (الحاقۃ۔ ع ۱) ۷۔ مَاهِيَهْ (القارعہ) ھاء سکتہ ماقبل کی حرکت کو باقی رکھنے کے لیے لائی جاتی ہے تاکہ وہ وقف کی حالت میں ساکن نہ ہو سکے۔

ھاء ضمیر میں روم و اشمام کے بارے میں مذاہب

ھاء ضمیر کی ماقبل کے اعتبار سے کل سات صورتیں ہیں:

۱۔ ھاء ضمیر ضمہ کے بعد ہو جیسے اَمْرُهٗ۔ رَبُّهٗ

۲۔ کسرہ کے بعد ہو جیسے بِهٖ۔ بِاَمْرِهٖ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ واؤ ساکنہ مدہ یا لین کے بعد ہو جیسے رَاوُدُوْهُ۔ رَاَوْهُ۔

۴۔ یاء ساکنہ مدہ یا لین کے بعد ہو جیسے فِيْهِ۔ اِلَيْهِ۔

۵۔ فتحہ کے بعد ہو جیسے لَهٗ۔

۶۔ الف کے بعد ہو جیسے فَاهُ۔ اِنَّاهُ۔

۷۔ ساکن صحیح کے بعد ہو جیسے عَنْهُ۔ مِنْهُ۔ وَيَتَّقْهِ۔ اور اس میں روم و اشمام کے بارے میں تین مذاہب ہیں۔

۱۔ پہلی چار صورتوں میں روم و اشمام دونوں منع ہیں۔ کیونکہ ان صورتوں میں واؤ کے بعد ضمہ کا بصورۃ روم ادا کرنا یا اشمام یعنی اشارہ کرنا۔ اور اسی طرح یاء کے بعد کسرہ کو بصورۃ روم ادا کرنا پڑتا ہے جو تین ضموں اور تین کسروں کے جمع ہو جانے کی بنا پر قدرے دشوار ہے اور باقی تین صورتوں میں جائز ہیں۔ اور نشر میں ہے کہ میرے نزدیک یہ درست ترین مذہب ہے۔

۲۔ ساتوں صورتوں میں روم و اشمام دونوں جائز ہیں۔ اور یہ اکثر کا مذہب ہے۔ اور تیسیر کے بھی مطابق ہے۔ کیونکہ اس میں کسی صورت کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

۳۔ ساتوں صورتوں میں روم و اشمام ناجائز ہیں۔ اس کو علامہ دانی نے تیسیر کے علاوہ دوسری کتابوں میں بیان کیا ہے۔

خلاصہ ۱۔ هاء ضمیر کی پہلی چار صورتوں میں پہلے اور تیسرے قول کی رو سے روم و اشمام ناجائز اور دوسرے قول کی رو سے دونوں جائز ہیں۔

۲۔ بعد والی تین صورتوں میں پہلے اور دوسرے قول کی رو سے روم و اشمام جائز اور تیسرے قول کی رو سے ناجائز ہیں۔

تنبیہات ۱۔ اَرْجِهْ (اعراف، ع ۱۴۔ وشعراء، ع ۳) اور فَاَلْقِهْ (نمل، ع ۲) ان دونوں کلموں میں روایت حفص کے مطابق هاء ضمیر ساکن ہے۔ اس لیے اس میں صرف وقف بالسکون ہی ہوگا۔

۲۔ مَا نَفْقَهُ (ہود، ع ۸) فَوَاكِهُ (مؤمنون، ع ۱۔ والصّٰفّٰت ع ۲) میں نفس کلمہ کے لام کلمہ میں هاء ہے۔ اور لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ (شعراء، ع ۶ و ع ۹ و مریم، ع ۳) میں اور ایسے ہی لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ (علق) میں نفس کلمہ کے عین کلمہ میں هاء ہے۔ ان چاروں کلموں میں حسب قاعدہ روم و اشمام ہوں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ علامہ زرکشی نے لکھا ہے کہ ھاءِ سکتہ کا مصاحف عثمانیہ میں مرسوم ہونے کی بنا پر وقفاً باقی رکھنا ہی ضروری ہے۔ ورنہ رسم کی مخالفت لازم آئے گی جو کہ جائز نہیں۔ اور چونکہ عربیت کی رو سے اس کا وصلاً باقی رکھنا جائز نہیں۔ اس لیے ھاءِ سکتہ پر وقف کرنا ضروری ہے۔ تا کہ عربیت کی مخالفت لازم نہ آئے۔ لیکن تمام قراء وصلاً بھی اس کے اثبات پر متفق ہیں۔ کیونکہ روایۃً اس کا اثبات ہے۔ جیسا کہ شامی کی قراءۃ میں لٰکِنَّا (کہف ۳۸) کا الف باقی رہتا ہے۔ اور اس کو "وصل بہ نیت وقف" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس طرح کی مثالیں اور بھی ہیں۔ پس اس صورت میں عربیت کی مخالفت بھی نہیں رہے گی[1]

۴۔ **وقف بالابدال** | ابدال بھی باب افعال کا مصدر ہے۔ لغت میں کسی چیز کے بدلنے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں بحالت وقف نصب کی تنوین کو الف سے اور تاءِ تانیث کو ھاء سے بدلنا۔

تنوین کا بیان | تنوین باب تفعیل کا مصدر ہے۔ جس کے لغوی معنیٰ نون بنانا، نون پڑھنا ہیں۔ اور اصطلاحاً اُس صوت خیشومی کو کہتے ہیں جو کلمہ کے آخری حرف کی حرکت کے بعد مثل نون ساکن کے ہو۔ اور تنوین ہمیشہ آخری حرف کی حرکت کے تابع ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر آخری حرف مرفوع ہو تو رفع کے بعد۔ منصوب ہو تو نصب کے بعد۔ مجرور ہو تو جر کے بعد ہوتی ہے۔ جیسے زَیْدٌ۔ زَیْدًا۔ زَیْدٍ۔

تنوین کی حیثیت | تنوین کلمہ کے اصلی یعنی وضعی حروف میں سے نہیں ہوتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ نہ کلمہ کے شروع میں آتی ہے اور نہ درمیان میں۔ لیکن اس پر حروف اصلی والے تمام احکام جاری ہوتے ہیں۔

مثلاً: (الف) جس طرح نون ساکن کا (جو کہ کلمہ کا اصلی حرف ہوتا ہے) ادغام ہوتا ہے اسی طرح تنوین کا بھی ادغام ہوتا ہے۔

ب۔ جس طرح اجتماع ساکنین کی صورت میں پہلے ساکن کو حرکت دی جاتی ہے اسی طرح تنوین کو بھی حرکت دی جاتی ہے۔ حالانکہ اگر پہلا ساکن مدہ ہو تو وہ گر جاتا ہے مگر تنوین نہیں گرتی۔

---

[1] البرہان: ۱/۴۴۳۔ للزرکشی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج - ورش وغیرہ کی قراءۃ میں جس طرح ہمزہ قطعی سے پہلے اگر حرف صحیح ساکن ہو تو ہمزہ کی حرکت نقل کرکے ماقبل کو دیتے ہیں اور ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں ۔ اسی طرح ہمزہ قطعی سے پہلے اگر تنوین ہو تو ہمزہ کی حرکت نقل کرکے تنوین کو دیتے ہیں ۔ اور ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں ۔ حالانکہ ہمزہ قطعی اصلی اور مستقل حرف ہوتا ہے ۔ اس کے مقابلہ میں تنوین ایک زائد چیز ہے ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ تنوین کلمہ کا اصلی حرف نہیں ہوتا کہ جس کے حذف ہونے سے کلمہ کی ہیئت اور سالمیت میں فرق آئے ۔ مگر اس کے باوجود بعض حالات میں اس کی حیثیت حرف اصلی سے بھی بڑھ جاتی ہے ۔ خلاصہ یہ کہ تنوین کا اپنا ایک مستقل مقام ہے ۔ گو یہ کلمہ کے اصلی اور وضعی حروف میں سے نہیں ہے ۔

تنوین کی رسم | یوں تو مصاحف عثمانی میں قاعدہ کے مطابق تنوین محذوف الرسم ہوتی ہے ۔ البتہ بطور علامت نصبی تنوین کے بعد عموماً ایک زائد الف ہوتا ہے جو پڑھنے میں نہیں آتا ۔ جیسے : خَبِيْرًا ۔ قَدِيْرًا ۔ بَشِيْرًا ۔ نَذِيْرًا وغیرہ ۔ پس ان مثالوں میں وقفاً جو الف کی آواز ہے وہ اس الف کی نہیں بلکہ نصبی تنوین الف سے بدلی ہوتی ہے ۔ اور الف کا مرسوم ہونا قاعدہ کلیہ نہیں ۔ کیونکہ کہیں تنوین کے بعد بجائے الف کے یاء بطور علامت مرسوم ہوتی ہے ۔ جو مثل الف کے زائد ہوتی ہے ۔ اور الف کی طرح پڑھنے میں نہیں آتی جیسے : هُدًى ۔ طُوًى ۔ سُوًى ۔ ضُحًى ۔ سُدًى ۔ مُسَمًّى وغیرہ ۔ اور کبھی تنوین بغیر کسی علامت کے ہوتی ہے ۔ جیسے : رَحْمَةٌ ۔ نِعْمَةٌ ۔ حُجَّةٌ وغیرہ ۔ ان مثالوں میں تنوین کے بعد نہ الف ہے اور نہ یاء ۔ اور کبھی نہ تنوین کی کوئی علامت ہوتی ہے اور نہ ہی ماقبل والا حرف مرسوم ہوتا ہے ۔ اور یہ صورت صرف ہمزہ کے ساتھ مختص ہے ۔ جیسے : مَآءً ۔ نِسَآءً ۔ جُفَآءً ۔ بِنَآءً ۔ مِنْ مَّآءٍ ۔ سُوْٓءٌ وغیرہ ۔ ان مثالوں میں نہ ہمزہ ہی مرسوم ہے اور نہ تنوین کی کوئی علامت ۔ اور ان کلمات میں جو عین کا سرا ہے وہ ہمزہ نہیں جیسا کہ مشہور ہے ۔ بلکہ محذوف الرسم ہمزہ کی علامت ہے ۔ یہ تعلیمی سہولت کی خاطر حرکات و سکنات اور نقاط وغیرہ کی طرح وضع کی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمزہ کی اپنی کوئی مستقل شکل نہیں ۔ یہ کبھی تو الف کی صورت میں اور کبھی یاء کی صورت میں اور کبھی واؤ کی صورت میں مرسوم ہوتا ہے ۔ اور کبھی محذوف فی الرسم ہوتا ہے ۔ مثالیں ـــــ اَلْحَمْدُ ۔ اِيَّاكَ ۔ اُنْزِلَ ۔ مَاْكُوْلٍ ۔ اِقْرَاْ وغیرہ ۔ ان تمام کلمات میں ہمزہ بصورت الف ہے ۔ اور يَوْمَئِذٍ ۔ حِيْنَئِذٍ ۔ بِئْسَمَا ۔ شِئْتُمْ وغیرہ ۔ کلمات میں ہمزہ بصورت یاء ہے ۔ اور ان میں عین کا سرا بطور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامت ہے کہ یہاں ہمزہ یاء کی صورت میں مرسوم ہے۔ ایسے ہی یُؤْمِنُوْنَ۔ مُؤْمِنٌ۔ یُؤْتُوْنَ وغیرہ کلمات میں ہمزہ بصورت واو مرسوم ہے۔ یہاں بھی عین کا سر اعلامت کے طور پر ہے۔ پس مَآءً۔ نِسَآءً۔ جُفَآءً وغیرہ مثالوں میں ہمزہ عام قاعدہ کی رو سے محذوف الرسم ہے۔ اور تنوین بھی حسب قاعدہ محذوف الرسم ہے۔ اور اس کے بعد تنوین کی بھی کوئی علامت نہیں ہے۔

رسم میں تنوین کی استثنائی صورت | ۱۔ مصاحف عثمانی میں صرف ایک ہی کلمہ ہے جس میں خلاف قاعدہ تنوین تلفظ کے مطابق نون کی شکل میں مرسوم ہے۔ اور وہ کلمہ "کَاَیِّنْ" ہے۔ یہ اصل میں اَیٌّ ہے۔ جس پر حرف جر کاف تشبیہ کا داخل ہو گیا۔ اور حرف جر کی وجہ سے رفع جر سے بدل گیا۔ اور یہ کلمہ قرآن میں سات جگہ آیا ہے۔

۱۔ آل عمران ع ۱۵۔ ۲۔ یوسف ع ۱۲۔ ۳ و ۴۔ حج ع ۶ دو جگہ۔ ۵ عنکبوت ع ۶۔ سورۃ محمد ع ۲۔ ۷ طلاق ع ۲۔ پس اس کلمہ میں ساتوں جگہ صرف وقف بالسکون ہوگا۔ کیونکہ نون پہلے ہی سے ساکن ہے۔

۲۔ قرآن مجید میں لَیَکُوْنًا (یوسف ع ۴) اور لَنَسْفَعًا (علق) میں نون اور عین کے بعد اصل کے اعتبار سے نون خفیفہ ہے۔ جو کہ نون ثقیلہ کی طرح تاکیدی معنیٰ کے لیے فعل پر داخل ہوتا ہے۔ اور تیسرا کلمہ اِذًا ہے جو کہ حرف جواب وجزاء ہے۔ یہ اصل کے اعتبار سے اِذَنْ ہے۔ ان تینوں کلموں میں نون عام قاعدہ کے خلاف نصبی تنوین کی شکل میں لکھا ہوا ہے۔ پس ان تینوں میں اصل کے خلاف اور رسم کے موافق صرف وقف بالابدال ہوگا۔ یعنی تنوین کا الف سے ابدال ہوگا۔ اور اصل کے موافق یعنی نون پر وقف روایت و درایت دونوں کے خلاف ہوگا۔ جو کہ بالکل غلط ہے۔

وقف میں تنوین کا حکم | نصبی تنوین تو وقفاً الف سے بدل جائے گی۔ اور اس میں روم و اشمام ادا ہونے کی صلاحیت ہی نہیں جو کئے جائیں۔ جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔ باقی رفع و جر کی تنوین حذف ہو جائے گی۔ نیز جر میں وقف بالاسکان کے علاوہ روم بھی جائز ہے۔ اور رفع میں وقف بالاسکان کے علاوہ روم و اشمام دونوں جائز ہیں۔

تنبیہات | ۱۔ اسکان و اشمام میں تو تنوین اور حرف موقوف علیہ کی حرکات سرے ہی سے ختم ہو جائیں گی۔ اور روم میں اس بات کا خیال رہے کہ تنوین کامل طور پر ختم ہو۔ علاوہ ازیں روم کی حالت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ضمہ اور کسرہ کا تیسرا حصہ خفیف صورت سے ادا ہوگا۔

۲۔ وقف بالاسکان کی طرح روم و اشمام کی حالت میں بھی حرف موقوف علیہ کی تشدید کامل طور پر ادا ہونی چاہیئے ورنہ حرف مشدد مخفف ہو کر لحن جلی پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ اس سے ایک حرف کی کمی لازم آئے گی جو کہ حرام ہے۔

۳۔ اگر حرف موقوف علیہ مشدّد مُنوّن ہو تو بلا کراہیت روم و اشمام جائز ہیں۔

تاءِ تانیث کا بیان رسم کی رو سے تاءِ تانیث کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ تاء مدورہ جو ھا کی شکل میں ہو۔ عام ہے کہ اس پر تنوین ہو جیسے رَحْمَةٌ۔ یا نہ ہو جیسے الرَّحْمَةُ۔ ایسی تاء پر تو سب کے سب ھا ہی سے وقف کرتے ہیں۔ اور اس میں کسی کے لیے بھی روم و اشمام جائز نہیں۔

۲۔ تاء مجرورۃ یا مربوطہ یعنی جو دراز تاء کی شکل میں ہو اور ایسی تاء والے کلمات کی چار صورتیں ہیں۔

اوّل ۱۔ وہ جو سب کے لیے واحد کے لیے واحد کے صیغہ سے ہوں۔ اور اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں۔ جیسے رَحْمَتُ اللّٰہِ اور ایسے کلمات تیرہ[13] ہیں۔ جو اکتالیس[41] جگہ آئے ہیں۔

۱۔ رَحْمَتُ: سات جگہ (بقرۃ ع ۲۷۔ اعراف ع ۷۔ ہود ع ۷۔ مریم ع ۱۔ روم ع ۵۔ زخرف ع ۳ میں دو جگہ)

۲۔ نِعْمَتُ: گیارہ جگہ (بقرہ ع ۲۹۔ آل عمران ع ۱۱۔ مائدہ ع ۲ میں دوسرا۔ نہ کہ پہلا۔ کیونکہ وہ گول تاء سے ہے) ابراہیم ع ۵ میں دو جگہ۔ نحل ع ۱۰ میں دوسرا یعنی وَبِنِعْمَتِ اللّٰہِ۔ (نہ کہ پہلا جو اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰہِ ہے) نحل ع ۱۱ وع ۱۵۔ لقمان ع ۴۔ فاطر ع ۱۔ طور ع ۲)۔

۳۔ اِمْرَاَتُ: سات جگہ (آل عمران ع ۴۔ یوسف ع ۴ وع ۷۔ قصص ع ۱۔ تحریم ع ۲ میں تین جگہ)

۴۔ لَعْنَتَ: دو جگہ (آل عمران ۲۔ نور ع ۱)

۵۔ كَلِمَتُ: ایک جگہ (اعراف ع ۱۶)

۶۔ سُنَّتُ: پانچ جگہ (انفال ع ۵۔ فاطر ع ۵ میں تین جگہ۔ غافر ع ۱)

۷۔ بَقِيَّتُ: ایک جگہ (ہود ع ۸)

۸۔ قُرَّتُ: (قصص ع ۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ فِطْرَتَ: (روم ع ۴)

۱۰۔ شَجَرَتَ: (دخان ع ۴)

۱۱۔ وَجَنَّتُ: (واقعۃ ع ۳)

۱۲۔ وَمَعْصِيَتِ: (مجادلۃ ع ۲ دو جگہ)

۱۳۔ اِبْنَتَ: (تحریم ع ۲)

ان سب کلمات میں ابن کثیر، بصری، کسائی ھاء سے اور باقی مدنی، شامی، عاصم، حمزۃ تاء سے وقف کرتے ہیں۔ پس ھاء والوں کے لیے تو روم و اشمام منع ہیں۔ اور تاء والوں کے لیے روم و اشمام درست ہیں ان کلمات میں حفص بھی تاء سے وقف کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے لیے روم و اشمام درست ہیں۔

دوم: وہ کلمات جن کو بعض واحد کے اور بعض جمع کے صیغہ سے پڑھتے ہیں۔ اور ایسے سات کلمات ہیں۔ جو بارہ ۱۲ جگہ آئے ہیں۔

۱۔ کَلِمَتُ: چار جگہ (انعام ع ۱۴۔ یونس ع ۴ و ۱۰۔ غافر ع ۱) چاروں جگہ کوفیین کے لیے واحد اور باقیین کے لیے جمع کے صیغہ سے ہے۔

۲۔ اٰیٰتٌ: دو جگہ (یوسف ع ۲۔ عنکبوت ع ۵) یوسف والے میں مکی کے لیے واحد اور باقیین کے لیے جمع کے صیغہ سے ہے۔ اور عنکبوت ع ۵ والے اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّہٖ میں مکی، حمزۃ، کسائی شعبہ کے لیے واحد کے اور باقیین نافع، بصری، شامی، حفص کے لیے جمع کے صیغہ سے ہے۔

تنبیہ: ۔ اٰیٰتٌ کے ساتھ مِنْ رَّبِّہٖ قید کے لیے ہے۔ جس سے اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ اور اِنَّمَا الْاٰیٰتُ دونوں کلمے نکل گئے۔ جو اسی رکوع میں ہیں۔ ان دونوں میں سب کے لیے جمع کا صیغہ ہے۔

۳۔ غَیٰبَتِ: (یوسف ع ۲ میں دو جگہ) دونوں جگہ نافع کے لیے جمع اور باقی سب کے لیے واحد کے صیغہ سے ہے۔

۴۔ اَلْغُرُفٰتِ: (سبا ع ۵) حمزۃ کے لیے واحد اور باقیین کے لیے جمع کے صیغہ سے ہے۔

۵۔ بَیِّنٰتٍ: (فاطر ع ۵) مکی، بصری، حمزۃ، حفص کے لیے واحد اور باقی مدنی، شامی، کسائی، شعبہ کے لیے جمع کے صیغہ سے ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ ثَمَرٰتٍ (فصلت ع ۶) مکی، بصری، حمزۃ، کسائی، شعبہ کیلئے واحد اور باقی مدنی، شامی حفص کے لیے جمع کے صیغہ سے ہے۔

۷۔ جِمٰلَتٌ (مرسلات) حمزۃ، کسائی حفص کے لیے واحد اور باقی مدنی، مکی، بصری، شامی، شعبہ کے لیے جمع کے صیغہ سے ہے۔

ان سب کلمات میں دراز تاء ہے۔ ان میں جمع کی قراءۃ پر تو تاء سے پہلے الف ہے۔ اور یہ کلمات جن کی قراءۃ میں جمع کے صیغہ سے ہیں ان کے لیے وقف تاء ہی سے ہے۔ اور واحد کے صیغہ سے پڑھنے والوں کے لیے تاء سے پہلے الف نہیں ہے۔ اور یہ حضرات اگر مکی، بصری، کسائی میں سے ہوں تو ھاء سے اور باقی قراء تاء سے وقف کرتے ہیں۔ اور چونکہ ان سات کلمات میں تاء مربوطہ ہے۔ اس لیے حفص اتباع رسم کی بنا پر ان سب کو وقف میں ھاء سے پڑھتے ہیں۔ عام ہے کہ واحد کے صیغہ سے ہوں۔ جیسے ۳، ۵، ۷ تین کلمات ہیں۔ یا جمع کے صیغہ سے ہوں جیسے باقی چار کلمات ہیں۔

سوم:۔ وہ کلمات جو سب قراءتوں پر جمع کے صیغہ سے ہیں جیسے حَسَنٰتٍ۔ لَاٰیٰتٍ۔ اَلْمَثُلٰتُ وغیرہ۔ ان پر سب حضرات تاء ہی سے وقف کرتے ہیں۔ اور ان میں ھاء سے وقف کرنا لحن اور قراءۃ و عربیت دونوں کی رو سے غلط ہے۔

چہارم:۔ وہ کلمات جو ضمیر کی طرف مضاف ہوں۔ واحد کے صیغہ سے ہوں۔ جیسے نِعْمَتَهٗ۔ نِعْمَتِیْ۔ خواہ جمع کے صیغہ سے ہوں جیسے وَكَلِمٰتِهٖ۔ اٰیٰتِیْ وغیرہ۔ ان میں تاء کلمہ کے درمیان میں ہے۔ اس لیے وقف تاء کے بعد والے حرف پر ہوتا ہے۔ پس تاء تاء ہی رہتی ہے۔

__خلاصہ__: جن واحد کے صیغہ والے کلمات میں تاء مدورہ ہے۔ ان میں تو سب کے لیے وقف ھاء سے ہوگا۔ اور ان میں بالاتفاق کسی کے لیے بھی روم و اشمام جائز نہیں۔ اور جن کلمات میں تاء مربوط ہے۔ خواہ واحد کے صیغہ والے ہوں یا جمع کے صیغہ والے۔ ان سب میں حفص تاء ہی سے وقف کرتے ہیں۔ اس لیے ان میں روم و اشمام بھی جائز ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری صورت: کیفیت وقف بلحاظ اصل کی چار صورتیں

۱۔ وقف بالسکون | سکون باب نصر ینصر سے دخول، خروج کی طرح مصدر ہے۔ جس کے لغوی معنیٰ ہیں: ٹھہرنا، آرام لینا اور اصطلاحاً یہ معنیٰ ہیں کہ حرف کا بغیر حرکت کے ہونا، حرف کا جزم والا ہونا۔ یہاں یہ مراد ہے کہ ایسی جگہ وقف کرنا جہاں حرف موقوف علیہ اصل کی رو سے یعنی پہلے ہی سے ساکن ہو۔ اس پر وقف کرنے کے لیے صرف سانس اور آواز توڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں بوجہ حرکت نہ ہونے کے روم و اشمام نہیں ہوں گے۔

۲۔ وقف بالتشدید | تشدید باب تفعیل کا مصدر ہے۔ جس کے لغوی معنیٰ ہیں قوی کرنا، مضبوط کرنا، تقویت پہنچانا، باندھنا، کسنا، اور اسی سے ہے "شَدُّ الرِّحَال" اور یہ کنایہ ہے سفر سے۔ اور اصطلاح میں کہتے ہیں: تشدید لگانا یعنی حرف کو مشدد پڑھنا ــــ حرف مشدد دو حرفوں سے مرکب ہوتا ہے۔ پہلا ساکن اور دوسرا متحرک۔ اور اسی بنا پر اس میں دو حرفوں جتنی دیر لگانا ضروری ہے۔ ورنہ مخفف ہو کر لحن جلی لازم آئے گی۔ جو صریح تحریف ہے۔

تشدید دو طرح کی ہوتی ہے | ۱۔ تشدید اصلی: جو کہ کلمہ کی ساخت اور اس کی بناوٹ میں شروع سے ہوتی ہے جیسے اِنَّ۔ ثُمَّ۔ عَدُوٌّ۔ عَفُوٌّ۔ نَبِیٌّ۔ اَلْحَقُّ۔ اَلْحَجُّ وغیرہ کلمات میں ہے۔

۲۔ تشدید ادغامی: جیسے مِنْ لَّدُنْہُ۔ یَلْهَثْ ذٰلِكَ وغیرہ کلمات میں ادغام کی وجہ سے ہے۔ اگر ان مثالوں میں پہلے کلمہ پر وقف کیا جائے تو تشدید ختم ہو جائے گی۔ اور مشدد اصلی کی تشدید وقف میں بھی باقی رہتی ہے۔ اور اسی لیے اس کو وقف بالتشدید کہتے ہیں۔ اور وقف بالسکون کی طرح یہ بھی اصل ہے۔ اور وقف بالروم میں تنوین تو ختم ہو جائے گی لیکن تشدید باقی رہے گی۔

ایک اشکال | یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ وقف بالاسکان اور بالاشمام میں آخری حرف کو ساکن کرنا ضروری ہے۔ ورنہ وقف کی تعریف صادق نہیں آئے گی۔ اور جب اس ضابطہ کی رو سے آخری حرف ساکن ہوگا تو تشدید ختم ہو کر اجتماع ساکنین پیدا ہو جائیں گے۔ پھر وقف بالتشدید کہنا کیونکر درست ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب علامہ جزری نے لکھا ہے کہ اگرچہ علامہ دانی نے جامع البیان میں فَبِمَ تُبَشِّرُونَ (الحجر ع) کے بیان میں لکھا ہے کہ چونکہ مکی کی قراءۃ میں نون مشدد ہے اور تشدید پر وقف مشکل ہے۔ اس لیے وقف نون کی تخفیف کے ساتھ ہوگا۔ اس کے بعد علامہ جزری لکھتے ہیں کہ یہ علامہ دانی کی ذاتی رائے ہے جس میں وہ منفرد ہیں۔ نیز انہوں نے یہ بات کسی اور کتاب میں نہیں لکھی۔ (ممکن ہے علامہ دانی نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا ہو (راقم نقی) پھر علامہ جزری آگے چل کر لکھتے ہیں کہ وقف حرف مشدد پر کامل تشدید کے ساتھ ہوگا۔ اگرچہ مشدد حرف ساکن ہونے کے بعد اجتماع ساکنین پیدا ہو جائیں گے۔ جس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ عَلٰی حَدِّہٖ: جیسے صَوَآفَّ وغیرہ۔ اور یہ حالین میں بالاتفاق جائز ہیں۔

۲۔ عَلٰی غیرِ حَدِّہٖ: جیسے فَطَلٌّ۔ مُسْتَمِرٌّ وغیرہ۔ اور یہ بھی حالتِ وقف میں سب کے نزدیک جائز ہیں۔ گو یہ مشکل ضرور ہیں مگر ان کا انکار کسی نے نہیں کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ عام طور پر دو ساکنوں کو ادا کرنے کے لیے عضو کو دو مرتبہ کام میں لانا پڑتا ہے لیکن حرف مشدد کی ادائیگی میں عضو ایک ہی مرتبہ کام کرتا ہے ——— حرف مشدد میں سکون، روم، اشمام تینوں درست اور جائز ہیں۔ (نشر: ۲/۱۲۷۔ للجزری۔ بمفہومہ)

علامہ جزری التمہید فی علم التجوید (ص۲۰) میں لکھتے ہیں کہ حرف مشدد اداکے اعتبار سے وقف میں مشکل ترین ہے۔ اس لیے اس کی تشدید کو وقف میں واضح طور پر ظاہر کرنا ضروری ہے۔ تاکہ تشدید فوت نہ ہو جائے۔

علامہ ابو الحسن علی بن محمد النوری الصفاقسی صاحب غیث النفع نے تجوید کی کتاب "تنبیہ الغافلین وارشاد الجاہلین" (ص۵۰) میں لکھا ہے کہ اگرچہ علماء ادا نے دو ساکنوں کی وجہ سے حرف مشدد پر وقف کو مشکل ترین لکھا ہے۔ اسی بنا پر بعض لوگوں نے اس سے بچنے کے لیے تدبیریں اختیار کی ہیں۔ جو کہ بالکل غلط ہیں۔ اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ وقف تشدید پر ہوگا۔ اور حرف مشدد کو اس طرح کامل تشدید کے ساتھ ادا کیا جائے کہ سننے والوں کو تشدید ادا ہوتی معلوم ہو۔

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ وقف میں حرکت تو ختم ہو جاتی ہے۔ اور تشدید کی کیفیت اداء اپنی اصلی حالت میں باقی رہتی ہے۔ اور یہی قول مختار ہے۔ اور اس کے حسی شواہد یہ ہیں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت وقف میں وَلَا جَآنٌّ جیسی مثالوں میں تشدید کی وجہ سے غنہ زمانی ہوتا ہے اور صَوَآفَّ جیسے کلمات میں تشدید کی وجہ سے وصلاً مد لازم کلمی مثقل ہوتا ہے جس کی مقدار طول ہے۔ ان میں وقفاً بھی طول ہی ہوگا۔ توسط اور قصر جائز نہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وصل کی طرح وقف میں تشدید بدستور باقی رہتی ہے۔ نیز حرف مشدد میں وصلاً دو حرفوں جتنی جو دیر لگتی ہے۔ وقف میں بھی تشدید کی وجہ سے اسی طرح دیر لگے گی۔ چنانچہ اگر فَطَلٌّ۔ مُسْتَمِرٌّ۔ مُسْتَقِرٌّ جیسے کلمات میں وقفاً دیر نہیں لگے گی تو یہ حروف مخفف ہو جائیں گے اور یہ حرام ہے۔

خلاصہ | گو وقف میں حرف مشدد کی حرکت ختم ہو جاتی ہے۔ مگر تشدید کی اپنی کیفیت اداء میں کوئی فرق نہیں آتا۔ وہ اسی طرح باقی رہتی ہے۔ اسی بنا پر تشدید کی وجہ سے جو احکام وصلاً جاری ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ احکام وقف میں بھی جاری ہوں گے۔ اور ان احکام کے جاری ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ پس ان حقائق کی بنا پر وقف بالسکون کی طرح وقف بالتشدید بھی اصل ہے۔

۳۔ وقف بالاظہار | اظہار باب افعال کا مصدر ہے۔ جس کے لغوی معنیٰ ہیں ظاہر کرنا اور اصطلاحاً یہ معنیٰ ہیں کہ وقف بالاظہار کے ذریعہ آخری حرف کی اصلی حالت ظاہر ہو جاتی ہے۔ مثلاً: وصل کے ذریعہ دو کلموں کے ملنے سے کوئی ایسا حکم مرتب ہو رہا ہو جس سے پہلے کلمہ کے آخری حرف کی ذات یا صفات میں کوئی تغیر و تبدل واقع ہو رہا ہو رہا ہو جیسے ادغام کی تینوں قسموں یعنی اجتماع مثلین، اجتماع متجانسین، اجتماع متقاربین کی وجہ سے پہلا حرف مدغم ہوتا ہے۔ عام ہے کہ ادغام تام ہو یا ناقص۔ اور نون ساکن و تنوین کے بعد باء کے آنے سے نون ساکن و تنوین کا میم سے اقلاب ہوتا ہے۔ ایسے ہی ان دونوں کے بعد حروف اخفاء میں سے کوئی حرف آجائے تو اخفاء ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر پہلے کلمہ پر وقف کرنے سے نہ ادغام ہوگا اور نہ اقلاب اور نہ اخفاء۔ اس طرح وقف کی وجہ سے پہلے حرف کی اصلی حالت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ اظہار حرف کی اصلی حالت کو کہتے ہیں۔ جس کے لیے کسی سبب کی ضرورت نہیں۔ اس لیے وقف بالاظہار بھی اصل ہے۔

۴۔ وقف بالاثبات | اثبات بھی باب افعال کا مصدر ہے۔ جس کے لغوی معنیٰ ہیں ثابت کرنا، قائم رکھنا، اچھی طرح پہچاننا، اور اصطلاحاً یہ مراد ہے کہ کلمہ کا آخری حرف مد جو وصلاً کسی وجہ سے نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھا جاتا وہ وقف میں پڑھا جائے گا۔ ایسے ہی وہ حرف مدہ اور الف کی صورت والا ہمزہ جو تماثل فی الرسم کی وجہ سے محذوف الرسم ہوں یہ دونوں بھی وقف میں ثابت رہیں گے جس کی دو صورتیں ہیں ۔

۱۔ وہ حرف مدہ جو وصلاً اجتماع ساکنین کی وجہ سے نہیں پڑھا جاتا جیسے وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ میں لام کے بعد الف ۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ میں لام کے بعد واو ۔ وَلَا تَسْتَقِي الْحَرْثَ میں قاف کے بعد یاء ، یہ وصل میں تو نہیں پڑھے جاتے لیکن وقف میں یہ سب ثابت رہیں گے ۔ اور پڑھے جائیں گے ۔

۲۔ جو الف ، واو ، یاء مدہ ہوں خواہ لین یا متحرک ۔ اور تماثل فی الرسم کی وجہ سے غیر مرسوم ہوں ۔ تو جس طرح وہ غیر مرسوم ہونے کے باوجود وصل میں پڑھے جاتے ہیں اسی طرح وقف میں بھی ثابت رہیں گے ۔ اور پڑھے جائیں گے ۔ اور غیر مرسوم ہونے کی وجہ سے محذوف نہیں ہوں گے ۔ اور ہمزہ کا بھی یہی حکم ہے ۔ پس فَيَسْتَحْيِي اور لَا يَسْتَحْيِي وغیرہ کے آخر میں دو یاء ہیں ۔ ایک مرسوم اور دوسری غیر مرسوم ———— إِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ (اعراف ع ۲۴) میں تین یاء ہیں ۔ پہلی ساکن دوسری مکسور تیسری مفتوح ۔ ان میں سے مرسوم صرف ایک ہے اور باقی دو غیر مرسوم ۔ اور اس موقع میں قرآن میں جو ایک چھوٹی سی یاء علیحدہ لکھی ہوتی ہے ۔ عام لوگ اس کو یاء مرسوم سمجھتے ہیں جو صحیح نہیں ۔ اور درست یہ ہے کہ جس طرح حرکات وسکنات اور نُقَط رسم سے خارج ہیں ۔ اور بعد میں وضع کئے گئے ہیں ۔ اسی طرح یہ یاء بھی رسم سے خارج ہے ۔ صرف آسانی کی غرض سے علیحدہ لکھ دی جاتی ہے ۔ وَإِنْ تَلْوُوا (نساء ع ۲۰) اور فَأْوُوا (کہف ع ۲) میں بھی تو دو واو مگر مرسوم صرف ایک ہے ———— لِيَسُوءُوا (اسراء ع ۱) میں سین کے بعد واو مدہ ہے ۔ پھر ہمزہ متوسط مضمومہ ہے ۔ جو واو کی شکل میں مرسوم ہونا چاہئے ۔ اس کے بعد پھر واو مدہ ہے ۔ اس طرح واو کی شکل میں تین حرف پے در پے جمع ہو گئے ۔ ان میں سے تماثل فی الرسم کی بنا پر صرف ایک واو مرسوم ہے باقی دو غیر مرسوم ———— فَلَمَّا تَرَاءَا الْجَمْعٰنِ (شعراء ع ۴) میں تَرَاءَا اصل میں تَرَاءَيَ بروزن تَفَاعَلَ ہے ۔ یاء متحرک ماقبل مفتوح الف سے بدل گئی ۔ پھر التقاء ساکنین کی وجہ سے ہمزہ کے بعد والا الف گر گیا ———— اَلسَّمَآءُ ۔ مِنْ مَآءٍ ۔ مَاءً مُّبٰرَکًا جیسے کلمات میں ہمزہ متطرفہ متحرکہ الف کے بعد واقع ہوا ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی ۲ دو مثالوں میں قاعدہ کے رو سے الف کے بعد والا ہمزہ الف کی شکل میں مرسوم ہونا چاہیے۔ اس طرح دو الف جمع ہوں گے۔ اور تیسری مثال میں الف کے بعد ہمزہ والا الف پھر نصبی تنوین والا ایک اور الف۔ اس طرح تین ۳ الف جمع ہو گئے لیکن تماثل فی الرسم کی وجہ سے صرف ایک الف۔ ایک یاء۔ اور ایک واو مرسوم ہوں گے۔ اور باقی سب محذوف الرسم ہوں گے۔ اور عین کا سرا جو ہمزہ کے نام سے مشہور ہے وہ محض محذوف الرسم ہمزہ کی علامت ہے۔ جو تلاوت اور تعلیمی سہولت کی خاطر وضع کیا گیا ہے۔

خلاصہ ان تمام کلمات اور ان جیسے دوسرے کلمات میں غیر مرسوم حروف جس طرح وصلاً پڑھے جاتے ہیں۔ اسی طرح وقف میں بھی پڑھے جائیں گے۔ ان کو وقف بالاثبات کہتے ہیں۔ اور یہ وقف رسم کے خلاف ہوتا ہے۔

۵۔ وقف بالحذف حذف مصدر ہے بمعنی گرانا۔ یہاں اس سے یہ مراد ہے کہ جو چیز صرف وصل کے ساتھ مشروط ہو اور وقف میں حذف ہو جائے۔ جیسے رفع اور جر کی تنوین۔ واحد مذکر غائب کی ضمیر کا صلہ خواہ واو سے ہو یا یاء سے۔ اور ایسے ہی مد منفصل یہ چیزیں وقف کی وجہ سے گر جاتی ہیں اور ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لیے ایسے مواقع میں وقف بالحذف کہلائے گا۔ اور فَمَا اٰتٰنِ یَ اللّٰہُ میں یاء کے بغیر والا وقف بھی اسی قبیل سے ہے۔

تیسری و چوتھی صورت: وقف بلحاظ رسم اور بلحاظ وصل کی چار صورتیں

۱۔ وقف: وصل و رسم دونوں کے موافق وقف کی یہی صورت اکثر ہے۔ اور مثالیں ظاہر ہیں۔ جیسے تَجْرِیَاتِ۔ تَعْلَمُوْنَ۔ نَسْتَعِیْنُ۔ یہ مسئلہ اتنا واضح ہے کہ کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔

۲۔ وقف: وصل و رسم دونوں کے خلاف یہ صورت روایت حفص میں نہیں ہے۔ البتہ دوسری بعض روایتوں میں نہیں ہے۔ جیسے دراز تاء پر ہاء سے وقف کرنا۔ اور تاء تانیث کا تفصیلی بیان اسی باب میں گذرا ہے۔

۳۔ وقف: وصل کے خلاف اور رسم کے موافق ایسے کلمات سات ہیں۔ جن میں وقف وصل کے خلاف اور رسم کے موافق ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملہ اَنَا واحد متکلم کی ضمیر قرآن میں جہاں بھی آئے ۲ے لٰکِنَّا (کہف ع ۵) ۳ے اَلظُّنُوْنَا (احزاب ع ۲) ۴ے اَلرَّسُوْلَا (احزاب ع ۸) ۵ے اَلسَّبِیْلَا (احزاب ع ۸) ۶ے سَلٰسِلَا (دہر ع ۱) ۷ے پہلا قَوَارِیْرَا (دہر ع ۱) ان کے آخر میں جو الف مرسوم ہے یہ صرف وقف میں پڑھا جائے گا۔ البتہ صرف سَلٰسِلَا میں الف کے بغیر بھی وقف جائز ہے۔

لفظ "اَنَا" کی لفظی تحقیق | ۱۔ بصریین کے نزدیک اَنَا اصل میں اَنْ یعنی الف کے بغیر ہمزہ اور نون سے ہے۔ اور الف اس کو قوی کرنے کے لیے زیادہ کیا گیا ہے۔ یا وقفاً نون کی حرکت ظاہر کرنے اور باقی رکھنے کے لیے ہے۔ اور وصلاً الف کا حذف اصل کی بنا پر ہے۔

۲۔ کوفیین کی رائے پر اَنَا ضمیر تینوں حروف کا مجموعہ ہے۔ یعنی ان کے نزدیک کلمہ کی بنا اسی طرح ہے۔ پس ان کے نزدیک وقفاً الف کا اثبات اصل کی بنا پر ہے۔ اور وصل کی صورت میں الف کا حذف تخفیف کی غرض سے ہے۔ اور بعض الف کے عوض ھاء سکتہ زیادہ کرکے اَنَهْ پڑھتے ہیں لیکن قرآن میں جائز نہیں۔ (عنایات رحمانی ۲/۱۰۱)

لٰکِنَّا کی اصل | لٰکِنَّا (کہف ع ۵) اصل میں لٰکِنْ عاطفہ اور اَنَا واحد متکلم کی ضمیر سے مرکب ہے۔ ہمزہ کی حرکت نقل کرکے پہلے نون کو دے دی گئی۔ اور ہمزہ کو حذف کر دیا۔ اب لٰکِنَ نَا میں مثلین جمع ہو گئے۔ اس لیے اول کو ساکن کرکے ثانی میں ادغام کر دیا۔ لٰکِنَّا ہو گیا۔ پس وصل میں الف کا حذف اصل کی بنا پر ہے جیسا کہ ابھی اَنَا کی لفظی تحقیق کے بارے میں گذرا۔ کہ بصریین کے نزدیک تو اَنَا میں الف ہے ہی نہیں۔ اور گو کوفیین کے نزدیک ہے تو سہی مگر وہ بھی وصل میں حذف ہی کرتے ہیں۔ اور قراء عشرہ میں سے شامی، ابو جعفر مدنی، اور یعقوب کے راوی رُوَیس کی قرأت الف کے اثبات کے ساتھ ہے۔ اور وقف میں اثبات الف پر اجماع ہے۔ اور سب ہی الف پڑھتے ہیں۔

اَلظُّنُوْنَا۔ اَلرَّسُوْلَا۔ اَلسَّبِیْلَا کی اصل | ان تینوں کلمات کے شروع میں اَلْ تعریف کا ہے۔ اس لیے ان کے آخر میں تنوین نہیں آسکتی۔ اور ان کے آخر میں جو الف ہے وہ سابق مجاور اور لاحق مجاور یعنی پہلے اور بعد والے فواصل کی رعایت کی بنا پر عماد کا الف ہے ـــــ سابق سے پہلے والے اور لاحق سے بعد والے اور مجاور سے قریب والے فواصل مراد ہیں۔ اور عماد کا الف اس غرض سے زیادہ ہے کہ تمام فواصل یعنی آیتوں کے آخری سرے ایک جیسے ہو جائیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عماد کا الف | قرآن مجید میں جو الف فواصل کی رعایت کی بنا پر آیت کے آخر میں ہو اس کو عماد کا الف کہتے ہیں۔ اور اشعار میں شعر کے وزن کو پورا کرنے کے لیے جو وزن قافیہ میں زیادہ کیا جاتا ہے اس کو اطلاق کا الف کہتے ہیں۔ اور دونوں قسم کے الفوں کی معنوی حیثیت کچھ نہیں ہوتی یعنی دونوں معنیٰ سے خالی ہوتے ہیں۔ اور چونکہ ان کے استعمال کا محل جدا جدا ہے اس لیے قراء اور شعراء کی اصطلاحات مختلف ہیں۔ ضرورت کے وقت اطلاق کے الف کا لانا ضروری ہوتا ہے کہ اس کے بغیر شعر کا وزن پورا نہیں ہوتا۔ اور عماد کا الف فواصل کی رعایت کے لیے ضروری نہیں۔ چنانچہ ان تینوں کلمات میں نافع، شامی، شعبہ، ابوجعفر کے لیے حالین میں الف کا اثبات ہے۔ اور بصری، حمزہ کے لیے حالین میں الف کا حذف ہے۔ باقی مکی، کسائیؒ، حفص اور دسویں قاری امام خلف کے لیے وصلاً الف کا حذف اور وقفاً الف کا اثبات ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر فواصل کی رعایت ضروری ہوتی تو سب قراءتوں میں یہ الف ہوتا۔ ابوعلی کے ارشاد کے موافق ان کلمات میں حالت وقف میں الف کا پڑھنا یہ بتانے کے لیے ہے کہ یہ فاصلہ اور آیت کا آخر ہونے کے سبب قطع اور جدائی کا موقع ہے۔ پس فواصل کلام کے حصہ ہونے میں قوافی کی طرح ہیں۔

(عنایات رحمانی : ۲/۱۰۷)

فن میں توجیہات کی حیثیت | جو قراءات متواترہ ہیں۔ اور صحیح نقل اور تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ قرآن کی طرح یہ بھی مُنزّل من اللہ ہیں۔ ان کا انکار کفر ہے۔ بلکہ ان کی صحت کے بارے میں تردد کرنا بھی کفر ہے۔ اس کے بعد کسی توجیہہ کی حاجت نہیں رہتی۔ لیکن ارباب علم وفضل نے قراءات کی توجیہات بھی اہتماماً بیان کی ہیں۔ اس کا مقصد استاذنا المعظم حضرت قاری فتح محمد صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ "اور اس فن میں اصل اعتماد روایت ہی پر ہے۔ رہیں توجیہات سو وہ یہ بتانے کے لیے کی جاتی ہیں کہ یہ درایت کی رو سے بھی صحیح ہے۔" (عنایات رحمانی شرح حرز الامانی ۱/۴۲۸)

معلوم ہونا چاہیے کہ توجیہات کو "نکات بعد الوقوع" بھی کہتے ہیں۔ اور یہ بہترین تعبیر ہے ——— مختصر یہ کہ روایت اصل ہے اور درایت اس کے تابع ہے۔ اس لیے کہ قراءات کا مدار توجیہات پر نہیں ہے۔ اور اگر مفہوم اس کے برعکس سمجھا جائے تو بہت سی قراءتوں کا انکار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا پڑے گا۔ اور یہ کھلا کفر ہے۔ اَعَاذَنَا اللهُ مِنْهَا

سَلٰسِلَا۔ قَوَارِیْرَا کی اصل یہ سِلْسِلَۃٌ اور قَارُوْرَۃٌ کی جمع ہیں اور اس وزن پر ہیں جو منع صرف میں معتبر ہے۔ یعنی منتہی الجموع پر۔ اور منتہی الجموع اس جمع تکسیر کا نام ہے جس کے الف کے بعد یا تو تین حرف ہوں جیسے مَحَارِیْبَ۔ مَصَابِیْحَ۔ یا دو حرف خفیفتہ ہوں جیسے مَسَاجِدَ یا تَفْدِیْرًا جیسے دَوَآبّ ـــــــ ابوشامہ نے ابراز المعانی میں لکھا ہے کہ سَلٰسِلَا۔ دَرَاھِمَ کے وزن پر ہے۔ اور مشہور لغت کی رو سے غیر منصرف ہے۔ لیکن قرآن کے نسخوں میں اَلظُّنُوْنَا۔ اَلرَّسُوْلَا۔ اَلسَّبِیْلَا (احزاب ع ۲ و ع ۸) کی طرح سَلٰسِلَا بھی لام کے بعد الف سے لکھا ہوا ہے۔

سَلٰسِلَا: روایت حفص میں یہ وصلاً بلا تنوین اور بلا الف ہے۔ یعنی سَلٰسِلَ۔ اور وقف دو طرح ہے۔

۱۔ سَلٰسِلْ الف کے حذف سے ۲۔ سَلٰسِلَا الف سے لیکن وقفاً ثانی اولیٰ ہے یعنی سَلٰسِلَا الف کے اثبات سے۔ کیونکہ یہ ابوالحسن سے ہے۔ اور طریق بھی انہی سے ہے۔ رہا حذف سو وہ بھی جائز ہے مگر ابوالفتح سے ہے۔ اس لیے طریق کے موافق نہیں۔ پس مناسب یہ ہے کہ الف کے اثبات سے پڑھیں۔ اور یہ اولیٰ ہے۔ کیونکہ فصیح بھی ہے اور قیاس کے موافق بھی۔

توجیہہ سَلٰسِلَا الف کے حذف سے وقف کرنے کی توجیہہ یہ ہے کہ جس منصرف اسم پر تنوین نہ ہو قیاس کی رو سے اس پر وقف الف کے بغیر سکون ہی سے ہوتا ہے۔ اس قاعدہ کی رو سے سَلٰسِلَا پر وقف الف کے بغیر ہوگا ـــــــ اور تنوین کا ترک اور وقفاً الف کا اثبات لاحق مجاور کی رعایت یعنی بعد والے کلمات اَغْلٰلًا اور وَسَعِیْرًا کی رعایت اور مناسبت سے ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ الف کے حذف و اثبات کی دونوں نوعوں کے جمع کرنے کے لیے ہے۔ اور یہ سب توجیہات نکات بعد الوقوع کے طور پر ہیں۔ اور ہر جگہ توجیہہ میں اس مفہوم کو ذہن میں رکھنے سے کوئی اشکال نہیں پیدا ہوگا۔

پہلا قَوَارِیْرَا کے الف کا اثبات اور اس کی توجیہہ ا۔ پہلا قَوَارِیْرَا فواصل میں سے ہے اور اس سورۃ کے تمام فواصل کے آخر میں الف ہے۔ اور روایت حفص میں غیر منصرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جیسا کہ ابھی گذرا۔ اس لیے اس پر حفص کے لیے تنوین کے ترک اور الف کے اثبات سے وقف ہوگا۔ اور یہ عمدہ بھی ہے۔ اسی لیے اس پر صرف حمزۃ ترک الف سے وقف کرتے ہیں۔

۲۔ قَوَارِیْرَا میں الف کا اثبات سابق ولاحق مجاور یعنی پہلے اور بعد والے فواصل کی رعایت کی بنا پر عماد کا الف ہے۔ جو اطلاقی الف کا مقابل ہے۔ جو قوافی میں شعر کے وزن کو پورا کرنے کے لیے آتا ہے۔ اور عماد کا الف صرف فواصل یعنی آیتوں کے آخری سروں میں آتا ہے اسی لیے احزاب کے تینوں کلمات اور پہلا قَوَارِیْرَا میں عماد کا الف ہے۔ اور باقی اَنَا۔ لٰکِنَّا۔ سَلٰسِلَا ان تینوں کلمات میں عماد کا الف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ فواصل نہیں ہیں۔

تنبیہہ ۱۔ واحد مذکر غائب کی ھاءِ ضمیر جس میں وصلاً صلہ ہو رہا ہو تو ایسی ھاء کا صلہ وقف میں حذف ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ بھی اسی قبیل سے ہے یعنی وصل کے خلاف اور رسم کے موافق۔

۲۔ فَمَآ اٰتٰنِ َۦ اللّٰہُ (نمل ع ۳) میں یاء غیر مرسوم ہے۔ اور حفص کے لیے اس میں وصلاً تو یاء کا اثبات ہی ہے۔ اور وقفاً یاء کا اثبات اور حذف دونوں ہیں۔ پس وقف بالاثبات کی صورت میں یہ وقف وصل کے موافق اور رسم کے خلاف ہوگا۔ اور وقف بالحذف کی صورت میں یہ وقف وصل کے خلاف اور رسم کے موافق ہوگا۔

۴۔ وقف: وصل کے موافق اور رسم کے خلاف ایسے کل ۹ کلمات ہیں جن میں روایت حفص کے موافق وقف وصل کے موافق اور رسم کے خلاف ہوگا۔

۱۔ اَوْ یَعْفُوَا (بقرۃ ع ۳۱) ۲۔ اَنْ تَبُوْٓءَا (مائدہ ۵) ۳۔ لِتَتْلُوَا (رعد ع ۴) ۴۔ لَنْ نَّدْعُوَا (رعد ع ۲) ۵۔ لِیَرْبُوَا (روم ع ۴) ۶۔ لِیَبْلُوَا (محمد ع ۴) ۷۔ وَنَبْلُوَا (محمد ع ۴) ۸۔ دوسرا قَوَارِیْرَا (دھر ع ۱) ثَمُوْدَا جو الف کے ساتھ مرسوم ہے۔ اور یہ صرف چار جگہ ہے (ہود ع ۶۔ فرقان ع ۴۔ عنکبوت ع ۴۔ نجم ع ۳)

ان میں سے پہلے سات کلمات کو سب ہی نے بغیر الف کے پڑھا ہے۔ اس لیے ان میں سب ہی کے لیے وقف وصل کے موافق اور رسم کے خلاف ہوگا ——— ثَمُوْدَا میں چاروں جگہ دو لغت ہیں۔ (الف) غیر منصرف یعنی غیر منوّن (ب) منصرف یعنی منون۔ پہلی تین جگہ حفص۔ حمزۃ۔ یعقوب کے لیے غیر منصرف اور باقیوں کے لیے منصرف۔ اور نجم والا عاصم۔ حمزۃ۔ یعقوب تین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے غیر منصرف اور باقی سات کے لیے منصرف ہے۔ پس غیر منصرف یعنی تنوین کے بغیر پڑھنے والے الف کے بغیر وقف کریں گے۔ اور منصرف یعنی تنوین سے پڑھنے والوں کے لیے وقف الف پر ہوگا۔

توجیہہ | ثَمُوْدَا غیر منصرف خفیف تر لغت کے موافق ہے۔ اور جعبری اور ابو عبید کی رائے پر تنوین اولیٰ ہے۔ کیونکہ یہ اصل بھی ہے اور صَالِحًا کے مناسب بھی۔ اور چونکہ یہ الف سے لکھا ہوا ہے۔ اس لیے بھی ترک کے مقابلہ میں تنوین واضح ہے۔

دوسرا قَوَارِيْرَا | پہلا قَوَارِيْرَا تو مصاحف عثمانیہ میں بالاتفاق الف سے لکھا ہوا ہے۔ اور دوسرا قَوَارِيْرَا کے بارے میں دو طرح کی روایات ہیں۔

(الف) یہ بھی تمام مصاحف میں الف ہی سے مرسوم ہے۔ (ب) بعض میں الف سے ہے اور بعض میں الف کے بغیر۔ تفصیل المقنع میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اور حفص کے لیے تو یہ دونوں حالتوں میں الف کے بغیر ہی ہے۔ نیز مکی، بصری، ابن ذکوان، حمزہ، یعقوب امام خلف کے لیے بھی وقفاً الف کے بغیر ہے۔ ان دونوں کلموں میں اور بھی قراء نہیں ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

۲۔ سکتہ کی تعریف اور اس کا حکم | سکتہ کے لغوی معنیٰ خاموشی اور خاموش ہونے کے ہیں۔ اور اصطلاحاً اس سے یہ مراد ہے کہ دوران تلاوت تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرنا جس میں آواز تو منقطع ہو مگر سانس منقطع ہونے نہ پائے۔ بلکہ جاری رہے۔ پس وقف میں آواز اور سانس دونوں منقطع ہوں گے۔ اور سکتہ میں صرف آواز منقطع ہوگی اور سانس جاری رہے گا۔ نیز وقف میں بہ نسبت سکتہ کے دیر زیادہ لگتی ہے تاکہ طبعی طور پر سانس لیا جا سکے۔ اسی لیے وقف میں زماناً کی قید لگائی گئی ہے۔ اور سکتہ میں آواز اتنی دیر نہیں رکتی۔ اس کے علاوہ ان دونوں میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ وقف تو اضطراری حالت میں ہر کلمہ غیر موصولہ کے آخر میں ممکن ہے اور جائز ہے لیکن سکتہ کے مواقع روایت حفص میں متعین اور گنے چنے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ عِوَجًا (کہف ع ۱) کے الف پر۔ کیونکہ وقف کی طرح سکتہ میں بھی نصبی تنوین الف سے بدل جاتی ہے۔

۲۔ مَنْ مَّرْقَدِنَا (یٰسین ع ۴) کے الف پر۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ وَقِيۡلَ مَنۡ رَاقٍ (قیامہ ع ۱) کے نون پر۔
۴۔ كَلَّا بَلۡ رَانَ (مطففین) کے لام پر۔ کیونکہ سکتہ وقف کے حکم میں ہے۔ جس کی وجہ سے نون وراء اور لام وراء میں انفصال ہو گیا۔ اس لیے ان میں ادغام نہیں ہوگا ـــــ یہ چار سکتات تو صاحب روایت یعنی حفص رح سے بطور نص ثابت ہیں۔ اور روایت کی تکمیل کے لیے ان موقعوں پر سکتہ کرنا ضروری ہے۔ اسی لیے اہل فن ان کو واجب کہتے ہیں۔ اور پہلے دو موقعوں میں محل وقف ہونے کی وجہ سے سکتہ کے بجائے وقف کرنا بھی بلاشبہ درست ہے۔ اور اس سے روایت کی تکمیل پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ سکتہ وقف میں داخل ہے۔ باقی دو موقعوں میں محل وقف نہ ہونے کی وجہ وقف اختیاری جائز نہیں۔

ان چار سکتوں کے علاوہ چار سکتات اور بھی ہیں۔ جو حفص رح سے تو ثابت نہیں۔ لیکن معنوی ضرورت کی بنا پر علماء اوقاف نے متعین کیے ہیں۔ اس لیے اہل فن ان کو جائز کہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ اَنۡفُسَنَا (اعراف ع ۲) کے الف پر۔
۲۔ اَوَلَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا (اعراف ع ۲۳) کے واو پر۔
۳۔ يُوۡسُفُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا (یوسف ع ۳) کے الف پر۔
۴۔ حَتّٰى يُصۡدِرَ الرِّعَآءُ (قصص ع ۳) کے ہمزہ پر۔

وقف کی طرح سکتہ میں بھی ہمزہ ساکن ہوگا۔ یہ آٹھوں سکتات معنوی کہلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ ـــــ

سکتہ کی ایک اور بھی قسم ہے۔ جس کو "سکتہ لفظی" کہتے ہیں۔ اس نوعیت کے سکتات روایت حفص میں تو نہیں۔ البتہ حمزہ وغیرہ کی قراءۃ میں بکثرت ہیں۔ سکتہ لفظی کا مقصد بعد والے حرف کو سکتہ کے ذریعہ تقویت پہنچانا ہوتا ہے۔

سکتہ کے بعد محل نہ ہونے کی وجہ سے نہ تعوذ ہوگا اور نہ بسملہ۔

سوال سکتہ اور وقف میں مفہوم کی رو سے ضدیت ہے۔ اس لیے دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ عوجاً پر آیت ہونے کے سبب وقف حسن ہے۔ اور مَرۡقَدِنَا پر علماء اوقاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے وقف لازم لکھا ہے۔ پس ان دونوں پر وقف بھی ہے اور سکتہ بھی۔ تو بظاہر دو ضدیں جمع ہو گئیں۔ اس کا حل کیا ہے؟

جواب ان موقعوں پر سکتہ صرف وصل میں یعنی اس وقت ہوتا ہے جب ان کلمات کو بعد والے کلمات سے ملا کر پڑھیں۔ اور وقف کا وجود اس صورت میں ہے کہ ان کو بعد والے کلمات سے جدا رکھیں۔ پس سکتہ اور وقف دونوں دو وقتوں میں ہوتے ہیں۔ اور ضدوں کا جمع ہونا ایک وقت اور ایک حالت میں منع ہے۔ نہ کہ ہر حال میں۔

خلاصہ یہ کہ عِوَجًا اور مَرْقَدِنَا پر سکتہ اور وقف دونوں صحیح ہیں۔ کیونکہ دونوں ایک حالت میں جمع نہیں ہوتے۔

امام الفن علامہ مہدوی کا ارشاد امام ابو العباس احمد بن عمار مہدوی ت ۴۳۰ھ صاحب الهداية في القراءات السبع مشہور امام الفن بہت سی کتابوں کے مؤلف اور مفسر ہیں۔ اور یہ وہی ہیں جن کا ذکر علامہ شاطبی نے باب الاستعاذۃ میں کیا ہے۔ آپ کی نسبت آپ کے آبائی وطن مہدیۃ کی طرف ہے۔ جو ملک مغرب میں ہے۔ (طبقات القراء: ۹۲/۱۔ للجزری) علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ حفص کے لیے ضروری تھا کہ جتنے مواقع ان چاروں کے مشابہ ہیں جن میں وصل کرنے سے مراد کے خلاف معنیٰ کا وہم ہوتا ہے۔ مثلاً قَوْلُهُمْ (یونس ع، ویٰسین ع ۵) اور اَصْحٰبُ النَّارِ (مؤمن ع ۱) کہ ان میں سے پہلے دو موقعوں میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید اِنَّ الْعِزَّةَ اور اِنَّا نَعْلَمُ کفار کا مقولہ ہے۔ حالانکہ یہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جس سے جدا جملہ شروع ہوتا ہے۔ اور تیسرے میں یہ وہم ہوتا ہے کہ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ۔ اَصْحٰبُ النَّارِ کی صفت ہو۔ حالانکہ یہ مبتداء ہے۔ اور اس طرح کی مثالیں اور بھی بہت سی ہیں۔ ان سب میں اسی طرح سکتہ کرتے۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ پس اس قراءۃ کے لیے نقل کی پیروی کے سوا کوئی وجہ بھی ایسی نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے۔ انتہیٰ (عنایات رحمانی: ۵۳۳/۲۔ لشیخنا حضرت قاری فتح محمد صاحبؒ) پس علم قراءۃ میں اصل اعتماد نقل پر ہے۔ قیاس کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

۳۔ سکوت کی تعریف اور اس کا حکم سکوت (ن۔ سے) مصدر ہے۔ جس کے لغوی معنیٰ ہیں چپ رہنا۔ اور اصطلاحاً یہ معنیٰ ہیں کہ دوران تلاوت قرآن سے متعلق کسی ضرورت سے ٹھہرنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگرچہ توقف کچھ زیادہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ خواہ اختیاری ہو یا غیر اختیاری۔ شرط یہ ہے کہ قراءۃ جاری رکھنے کا ارادہ ہو ___ سکوت وقف قبیح کے موقع پر جائز نہیں۔ البتہ تعلیم و تعلم کی غرض سے جائز ہے ___ سکوت ہر حیثیت سے وقف کے حکم میں ہے یہی وجہ ہے کہ سکوت کے بعد تعوذ کی ضرورت نہیں۔

سکوت کی شکلیں ۱۔ کھانسی وغیرہ کی وجہ سے توقف کا زیادہ ہونا۔

۲۔ اس انداز میں معانی یا تفسیر بیان کرنا کہ جس میں وعظ کی صورت نہ ہو۔

۳۔ قراءۃ سے متعلق مسئلہ بیان کرنا یا پوچھنا۔

۴۔ مشق کرنے میں توقف کا ہونا۔

۵۔ تعلیمی غرض سے حلقہ کی شکل میں پڑھنے کے لیے باری کا انتظار کرنا۔

۶۔ دوران تلاوت بھولنے کی صورت میں کسی سے پوچھنا یا قرآن دیکھنے کی غرض سے اٹھ کر قرآن لانا ___

غرضیکہ وہ شکلیں جو قرآن ہی سے متعلق ہوں۔ اور جن سے سلسلہ قراءۃ منقطع نہ ہو۔ یہ سب باتیں سکوت میں جائز ہیں۔ بشرطیکہ ذہن قرآن سے ہٹ کر کسی اور طرف نہ لگے۔ اور جو کلام یا عمل غیر متعلق ہو مثلاً کسی کو سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا۔ ایسے ہی چھینکنے والے نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا تو اس کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہنا وغیرہ یہ سب باتیں غیر متعلق ہیں۔ ان سے سلسلہ قراءۃ منقطع ہو جاتا ہے۔ اور سکوت نہیں رہتا۔ اس لیے آگے پڑھنے کے لیے تعوذ ضروری ہے۔ (النشر للجزری)

۴۔ قطع کی تعریف اور اس کا حکم قطع (ف۔س) مصدر ہے جس کے لغوی معنیٰ ہیں۔ کاٹنا، توڑنا، جدا کرنا۔ اور اصطلاحاً یہ معنیٰ ہیں کہ قراءۃ کو ختم کرنے کے ارادہ سے ٹھہرنا۔ پس اگر ٹھہرنے کے بعد تلاوت کو جاری رکھنے کا ارادہ ہو تب تو یہ ٹھہرنا وقف کہلاتا ہے۔ اور اگر ٹھہرنے کے بعد آگے پڑھنے کا ارادہ نہیں تو اس کو قطع کہیں گے ___ مثلاً قراءۃ شروع کی۔ چلتے چلتے جہاں قراءۃ ختم ہوئی وہ تو ہے قطع۔ اور اس سے پہلے جہاں جہاں ٹھہرنا ہوا وہ ہے وقف۔

اور چونکہ قطع بھی وقف کی ایک قسم ہے۔ اس لیے یہ بھی جملہ احکام میں وقف کی مانند ہے۔

محل قطع وقف تو ہر آیت اور ہر بڑی علامت پر ہو سکتا ہے۔ بلکہ ضرورت کے وقت ہر کلمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر موصولہ کے آخر پر ہو سکتا ہے۔ مگر قطع صرف آیت ہی پر ہو سکتا ہے۔ جبکہ آیت پر وقف تام یا وقف کافی ہو۔ اور وقف حسن والی آیت پر جائز نہیں۔ کیونکہ اس کا بعد والے کلام کے ساتھ گہرا ربط ہوتا ہے۔ اور بطور علامت ایسی آیت پر لا ہوتا ہے جس کو عوام کچی آیت کہتے ہیں۔

قطع کی قسمیں قطع کی دو قسمیں ہیں۔ قطع حقیقی۔ قطع اتفاقی۔

۱۔ قطع حقیقی: وہ ہے کہ جہاں قراءۃ کا ختم کرنا مقصود ہو۔ اور جس کی تعیین بھی عموماً پہلے سے ہوتی ہے۔

۲۔ قطع اتفاقی: وہ ہے کہ اثناء قراءۃ میں غیر ارادی طور پر کوئی ایسی ضرورت اور مجبوری پیش آگئی کہ جس کی وجہ سے قراءۃ منقطع ہوگئی یا منقطع کرنی پڑی۔ پس دونوں صورتوں میں ابتداء یعنی آگے پڑھنے کے لیے تعوذ ضروری ہے۔

قطع کی شکلیں ۱۔ سکوت میں اگرچہ پڑھنے کا ارادہ منقطع نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کوئی وجہ قراءۃ کے منافی پیدا ہوگئی تو سکوت قطع سے بدل جائے گا۔

۲۔ بلا وجہ سکوت کے ارادہ سے ٹھہرا۔ پھر پڑھنا بھی شروع کر دیا۔ اور اس اثناء میں قراءۃ کا ارادہ بھی منقطع نہیں ہوا۔ لیکن چونکہ سکوت صرف قرآن ہی سے متعلق ضرورت سے ہوتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ مشروط ہے۔ اس لیے بلا وجہ سکوت کرنا قطع اتفاقی ہوگا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب قطع اتفاقی واقع ہو تو اس کے بعد عدم ابتداء یعنی آگے نہ پڑھنا ضروری نہیں۔ اور نہ ہی توقف اور تاخیر شرط ہے۔ البتہ قطع حقیقی کے لیے عدم ابتداء لازم اور ضروری ہے۔

(جامع الوقف للشیخ محب الدین احمد مدظلہ)

۳۔ سکوت کی حالت میں آگے پڑھنے کا خیال جاتا رہا تو اس سے بھی قطع واقع ہو جائے گا۔

۴۔ قرآن مجید ختم کرنے کو قطع لازم نہیں۔ تاوقتیکہ پڑھنے کا ارادہ بھی منقطع نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

محل وقف کا بیان

قاری کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ پوری سورۃ یا پورا مضمون ایک سانس میں پڑھ جائے۔ اور یہ بھی جائز نہیں کہ کسی بھی وقت بے قاعدہ اور بے موقع ہو۔ ایسی صورت میں سانس لینے کے لیے وقف ایسے مناسب موقع پر کرنا ضروری ہے کہ نہ تو معنی میں خلل پیدا ہو۔ اور نہ کلام کا ربط اور اس کا حسن فوت ہو۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وقف کرنے کے بعد ابتداء یا اعادہ کرنے میں بھی بے قاعدگی نہ ہو۔ کیونکہ اس سے بھی وہی خرابی پیدا ہوگی جو بے موقع وقف کرنے سے ہوتی ہے۔ اور شروع میں "اہمیت وقف" کے عنوان سے قرآن وحدیث اور اجماع امت اور ائمہ فن کے ارشادات سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ تجوید کی طرح حسن وقف و ابتداء کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اور اس کا حکم بھی وہی ہے جو تجوید کا ہے۔ اور اس میں کسی طرح کی گنجائش نہیں۔ اسی اہمیت وضرورت کی بنا پر ائمہ فن نے اس موضوع پر ان گنت بڑی چھوٹی کتابیں لکھیں۔ اور معنوی مناسبت سے وقف کی قسمیں کیں۔ اور ان کے مواقع بتائے۔

وقف کی معرفت کے لیے پانچ علوم کا جاننا ضروری ہے

علامہ زرکشی نے برہان ۱/۳۴۳ میں، علامہ سیوطی نے اتقان ۱/۸۸ و ۸۹، علامہ اشمونی نے منار الہدیٰ ص۲ میں ابوبکر احمد بن موسیٰ بن العباس بن المجاہد متوفی ۳۲۴ھ سے روایت کیا ہے کہ وقف و ابتداء کی معرفت حاصل کرنے کے لیے چار علوم کا جاننا ضروری ہے۔ ابن مجاہد کے علاوہ دوسرے حضرات نے پانچ علوم کا جاننا ضروری لکھا ہے۔ وہ علوم یہ ہیں:۔

۱۔ علم نحو اور نحوی ترکیب میں پختہ ہونا | کیونکہ اعراب اور ایسے ہی ترکیب کے بدلنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے وقف کا رتبہ اور اس کا حکم بدل جاتا ہے۔ مثلاً:

الف۔ الٓمٓ اور اسی طرح تمام فواتح سُوَر یعنی حروف مقطعات کو مبتداء محذوف کی خبر بنائیں۔ یا ان کو مبتداء بنائیں اور ان کی خبر محذوف سمجھیں۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ ھٰذا الٓمٓ یعنی ھٰذا مبتداء محذوف اور الٓمٓ اس کی خبر۔ یا الٓمٓ ھٰذا یعنی الٓمٓ مبتداء اور ھٰذا اس کی خبر محذوف۔ دونوں ترکیبوں میں فواتح سُوَر پر وقف تام ہوگا۔ اور تیسری ترکیب یہ ہے کہ فواتح سُوَر کو مبتداء بنائیں اور بعد والا مضمون خبر ہو۔ اس ترکیب میں فواتح سُوَر پر وقف قبیح ہوگا۔ کیونکہ کلام صرف مبتداء پر خبر کے بغیر پورا نہیں ہوتا۔

ب۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝ پر وقف حسن ہے۔ جبکہ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ کو اس کی صفت بنائیں۔ اور اگر اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ مرفوع محلاً مبتداء محذوف کی خبر ہو۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی ھُمُ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ یا اَلَّذِیْنَ فعل مقدر کا مفعول ہونے کی بنا پر منصوب محلاً ہو۔ تقدیر عبارت ہوگی اَعْنِیْ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ ان دونوں صورتوں میں لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ پر وقف کافی ہوگا۔ یا اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ استئناف کی بنا پر مبتدا ہو اور اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ اس کی خبر ہو۔ اس صورت میں لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ پر وقف تام ہوگا۔ (نشر)[1]

خلاصہ محل وقف تو ایک ہے مگر ترکیب کے بدلنے سے وقف کی صورت بدل گئی۔ کہ ایک ترکیب میں وقف حسن ہے دوسری ترکیب میں وقف کافی اور تیسری ترکیب میں وقف تام ہے۔ اور تینوں صحیح ہیں۔

۲۔ علم معانی اور ترجمہ میں پختہ ہونا کیونکہ معانی اور ترجمہ جانے بغیر وقف کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔ مثلاً:

الف۔ وَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ ۘ ترجمہ ہی سے معلوم ہوگا کہ قَوْلُھُمْ پر کلام پورا ہوگیا۔ اور بعد والا جملہ اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا مستانفہ ہے۔ اگر اس کو ماقبل کے ساتھ ملا کر پڑھیں گے تو معنوی خرابی پیدا ہوگی۔ اسی لیے قَوْلُھُمْ پر وقف لازم ہے۔

ب۔ وَلَقَدْ ھَمَّتْ بِہٖ : ترجمہ ہی سے معلوم ہوگا کہ یہاں بات پوری ہوگی۔ اس لیے

---

[1] نشر ۱/۲۲۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں وقف کافی ہے۔ (المکتفیٰ للدانی۔ ومنار الھدیٰ۔ للاشمونی) اور بعض نے یہاں وقف تام لکھا ہے۔ (البرہان۔ للزرکشی) اور وَهَمَّ بِهَا جملہ مستانفہ ہے۔ کیونکہ بدی کا ارادہ صرف زلیخا ہی نے کیا تھا۔ اور یوسف علیہ السلام جو کہ نبی معصوم تھے وہ تو برائی سے بچنے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ پس یہاں مضاف محذوف ہے أَيْ وَهَمَّ بِدَفْعِهَا یعنی یوسف علیہ السلام نے اسے دفع کرنے کا ارادہ کیا۔ (البرہان: ۳۴۷/۱۔ للزرکشی) اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں رہتا۔ اور قرآن خود ان کی پاکی کی شہادت دے رہا ہے جیسا کہ آگے اس کا بیان آرہا ہے۔ اور اگر وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ کے بجائے وَهَمَّ بِهَا پر وقف کیا جائے۔ تو دونوں جملے معطوف علیہ ومعطوف بن کر معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ زلیخا نے ان کا ارادہ کیا اور انہوں نے زلیخا کا۔ یعنی برائی کے ارادہ میں دونوں ہی شریک تھے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ یہ عقیدہ یقیناً کفر ہے۔ بلکہ نبی کی شان میں اس طرح کے خیال کا آنا بھی کفر کی سرحد میں داخل کر دے گا۔

انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اہل سنت وجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی خلقت ہی کو معصیت کے مادہ سے پاک رکھا ہے۔ ان سے کسی طرح کا گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ظاہری طور پر کلام سے یوسف علیہ السلام کی نبوت و عصمت پر جو حرف آرہا تھا وقف نے اس کو ختم کر دیا۔ (منار الھدیٰ: ۱۹۲ و ۱۹۳)

ج۔ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا پر وقف تام ہے (المقصد ۱۹۳)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یوسف (علیہ السلام) آپ اس بات کا خیال نہ کریں۔ اور اس سے درگذر کریں (ہم آپ کی پاکدامنی کو خوب جانتے ہیں زلیخا نے آپ کی معصوم شخصیت کی قدر نہیں کی) اس کے بعد زلیخا کے لیے حکم ہے وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ اور (زلیخا) تو اپنے گناہ کی بخشش مانگ۔ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ۝ بے شک خطا تیری ہی ہے۔ تیرا ہی قصور ہے۔ پس وَاسْتَغْفِرِي جملہ مستانفہ ہے۔ یہاں وصل سے جو ہلکا سا شبہ ہو رہا تھا وہ عَنْ هٰذَا پر وقف کرنے سے رفع ہو گیا۔ (البرہان: ۳۴۶/۱ للزرکشی)

د۔ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا پر وقف تام ہے (منار الھدیٰ: ۱۵۴) اور مَا بِصَاحِبِهِمْ کے ساتھ ہے نافیہ ہے اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ کیا ان کفار مکہ نے غور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیا (نبی کریم صلی اللہ علیہ کی ذات گرامی کے بارے میں) دراصل کفار مکہ نے کہا تھا یٰاَیُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ کہ اے شخص جس پر نصیحت (کی کتاب) نازل ہوئی ہے تو تو دیوانہ ہے۔ اس کے رد میں اللہ تعالٰی نے فرمایا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ یعنی ان کے رفیق (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو (کسی طرح کا بھی) جنون نہیں ہے۔

خلاصہ | ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ صحیح موقع پر وقف کرنے کے لیے معانی اور ترجمہ کا کتنا زیادہ دخل ہے کہ اس کے بغیر وقف کے لیے مناسب موقع محل کی تعیین ممکن نہیں۔

۳۔ علم قراءۃ میں ماہر ہونا | اختلاف قراءۃ سے بھی وقف کا مرتبہ اور حکم بدل جاتا ہے۔ مثلاً:

الف۔ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا پر وقف تام ہے۔[1] جبکہ وَاتَّخِذُوْا کو بکسر الخاء پڑھیں۔ اس صورت میں وَاتَّخِذُوْا جملہ مستانفہ ہوگا۔ اور اگر اس کو بفتح الخاء پڑھیں جیسا کہ نافع وشامی کی قراءۃ ہے تو پھر وَاَمْنًا پر وقف کافی ہوگا اور وَاتَّخَذُوْا جملہ مستانفہ ہونے کے بجائے اپنے ماقبل پر معطوف ہوگا۔

ب۔ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ ۝ (ابراہیم ع ۱) پر وقف تام ہے۔ جبکہ مدنی وشامی کی قراءۃ میں اسم جلالہ یعنی اَللّٰهُ الَّذِیْ کو مرفوع پڑھیں۔ اور باقیین کی قراءۃ میں اسم جلالہ مجرور ہے یعنی اَللّٰهِ الَّذِیْ۔ اور اَلْحَمِیْدِ پر وقف حسن ہے۔ پہلی صورت میں اسم جلالہ جملہ مستانفہ ہے اور دوسری صورت میں اَلْحَمِیْدِ سے بدل یا عطف بیان ہوگا۔

تنبیہ | روایت حفص میں چونکہ اسم جلالہ مجرور ہے اس لیے اَلْحَمِیْدِ پر وقف حسن ہے۔ مگر بعض لوگ اَلْحَمِیْدِ پر وقف کرنے کے بعد اسم جلالہ کو مرفوع یعنی اَللّٰهُ الَّذِیْ پڑھتے ہیں۔ یہ صریح غلطی اور خلط فی القراءۃ ہے۔ اور یہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ لہٰذا روایت حفص میں اسم جلالہ کو مجرور ہی پڑھنا چاہیے۔ خواہ اَلْحَمِیْدِ پر وقف کریں یا نہ کریں۔ ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ معرفت وقف کے لیے علم قراءۃ کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اس کے بغیر وقف وابتداء کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔

۴۔ علم تفسیر اور اس کے متعلقات میں ماہر ہونا | اس علم کا جاننا اس لیے ضروری ہے کہ

---

[1] نشر: ۱/ ۲۲۷ واتقان: ۱/ ۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک تفسیر کی رو سے محل وقف اور اس کا حکم کچھ اور ہوتا ہے۔ اور دوسری تفسیر میں کچھ اور۔ مثلاً،
ا۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ پر جمہور کے نزدیک وقف تام ہے۔ اور اس کے بعد والا جملہ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ جملہ مستانفہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ، ابن عباس، ابن مسعود وغیرہم رضی اللہ عنہم اور جمہور مفسرین و محدثین اور قراء و ائمہ وقوف و اہل لغت اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔ اور امام ابوجعفر النحاس نے القطع میں، امام دانی نے المکتفیٰ میں، علامہ جزری نے نشر ۱/۲۲۷ میں، علامہ سیوطی نے اتقان ۱/۸۷ میں، علامہ زرکشی نے برہان ۱/۳۴۷ میں، علامہ اشمونی نے منار الہدیٰ میں، شیخ الاسلام زکریا انصاری نے المقصد میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔
اور عروۃ کا مذہب ہے کہ وَالرَّاسِخُونَ پہلے والے کلام پر معطوف ہے۔ اور ابن حاجب نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس صورت میں وقف تام إِلَّا اللَّهُ کے بجائے بعد والے جملہ فِي الْعِلْمِ پر ہوگا۔ اور اس کی معنوی تشریح وقف لازم کی بحث میں آرہی ہے۔

فائدہ آیات کی دو قسمیں ہیں۔ محکمات اور متشابہات۔
محکمات وہ آیات ہیں جن کے معنیٰ واضح اور صاف ہیں۔ جن میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں۔ اور متشابہات وہ آیات ہیں جن میں کئی کئی معنوں کا احتمال ہو اور مطلب کے لیے پہلو ہوں۔ مگر ان میں سے حقیقی معنیٰ ایک ہی ہوتا ہے جس کا علم جمہور کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور بس۔ جیسے حروف مقطعات کہ ان کے حقیقی معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔ ایسی آیتوں کے معنیٰ اپنی رائے سے کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔ ایک حدیث ہے کہ محکمات پر عمل کرو۔ اور متشابہات پر ایمان رکھو۔
ب۔ قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً (مائدہ ع ۴) اس کی تفسیر میں دو قول ہیں۔
ا۔ أَرْبَعِينَ سَنَةً، يَتِيهُونَ کا ظرف زمان مقدم ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ۔ يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ سَنَةً طبری[1] و قرطبی[2] نے حسن، عکرمہ، قتادہ، ابن عباس رضی اللہ عنہم۔ اور سدی و ربیع رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ بیت المقدس یعنی ملک شام بنی اسرائیل پر ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا ہے۔ اس صورت میں امام نافع، امام یعقوب حضرمی، ابوحاتم سجستانی، سعید بن مسعدۃ اخفش امام النحو کے نزدیک مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ پر وقف

[1] طبری ۶/۱۸۱ الی ۱۸۵ میں [2] قرطبی ۶/۱۲۹ الی ۱۳۳ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تام ہے اور اَرْبَعِيْنَ سَنَةً جملہ مستانفہ ہے اور ابو جعفر النحاس نے (القطع میں) علامہ دانی نے (المکتفیٰ میں) علامہ اشمونی نے (منار الہدیٰ میں) اسی قول کو اختیار اور پسند کیا ہے۔ اور شیخ الاسلام زکریا انصاری نے (المقصد میں) عَلَيْهِمْ پر وقف کافی لکھا ہے اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملک شام بنی اسرائیل پر ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا ہے۔ وہ چالیس سال ویران صحرا میں حیران و پریشان مارے مارے پھرتے رہیں گے۔ محمد بن سائب کلبی نے کہا کہ جن لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا کہ ہم کبھی بھی ملک شام میں داخل نہیں ہوں گے۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ کہ ان پر وہ علاقہ ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا۔ کلبی نے کہا وہ سب لوگ اسی ویران صحرا میں بھٹک بھٹک کر مر گئے۔ صرف یوشع بن نون علیہ السلام اور کالوب بن نوفیا دو آدمی بچے تھے[1]۔ امام ابو جعفر النحاس نے مفسرین کا قول نقل کیا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں دو مختلف معنیٰ ہیں۔ جن کی تصریح اور وضاحت وقف کرنے کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس لیے علم وقف و ابتداء کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے[2]۔

۲۔ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً، مُحَرَّمَةٌ کا ظرف زمان ہے۔ اس صورت میں سَنَةً پر وقف تام ہوگا۔ (القطع۔ للنحاس) اور زکریا انصاری نے المقصد میں وقف کافی لکھا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملک شام بنی اسرائیل پر چالیس سال تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔ وہ ویران صحرا میں حیران و پریشان مارے مارے پھرتے رہیں گے۔

تشریح موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار کے حکم سے اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرمایا کہ جہاد کی غرض سے ارض مقدس یعنی بیت المقدس اور ملک شام میں داخل ہو جاؤ۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے۔ اور دیکھنا مقابلہ کے وقت پیٹھ نہ پھیرنا۔ ورنہ نقصان میں پڑ جاؤ گے ــــــ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے بارہ سرداروں کو حالات کا جائزہ لینے کے لیے بطور جاسوس بھیجا۔ اور ان کو سمجھایا کہ دیکھنا وہاں کی خوبیوں، باغات اور نہروں کا تو ذکر کرنا مگر ان کی جنگی قوتوں کا ذکر نہ کرنا۔ ان بارہ سرداروں میں سے یوشع بن نون اور کالوب بن نوفیا جو کہ بہت ہی متقی اور بزرگ تھے۔ یوشع بن نون تو موسیٰ علیہ السلام کے خادم خاص تھے۔ جن کا ذکر وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی

---

[1] المکتفیٰ ۲۳۸/ للدانی۔ و تفسیر طبری ۶/ ۱۱۷ عن قتادۃ۔ و تفسیر ابن کثیر ۲/ ۲۳۹ عن ابن عباس
[2] القطع والائتناف: ۲۸۴/ للنحاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفقتہٗ ۔ (کہف ع ۹) میں ہے ۔ جن کو باری تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد منصب نبوت سے نوازا ۔ اور کالوب بن نوفیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ مریم کے شوہر تھے ۔ ان دونوں نے موسیٰ علیہ السلام کی ہدایات کے مطابق ملک شام کی صرف خوبیاں بیان کیں ۔ اور ان کی جسمانی اور جنگی قوتوں کا ذکر نہیں کیا ۔ لیکن باقی دس سرداروں نے ہر چیز تفصیلاً بیان کر دی جس سے بنی اسرائیل خوف زدہ ہو گئے ۔ اور واپسی کا ارادہ کر لیا ۔ حالانکہ ان دونوں بزرگوں نے بھی قوم کو سمجھایا ۔ مگر ان دونوں پر تو وہ اتنے غضبناک ہوئے کہ ان کو جان ہی سے مارنے کی ٹھان لی ۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی نہایت غصہ کے ساتھ جواب دیا ۔ کہ جب تک وہ لوگ اس ملک میں ہیں ہم ہرگز کبھی بھی وہاں نہیں جائیں گے ۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں ۔ آپ اور آپ کا رب ہی جا کر لڑیں ۔ یعنی اللہ آپ کی مدد کرے ۔ (مظہری)

باری تعالیٰ نے ان کی اس گستاخی اور نافرمانی کے جرم میں ان سب کو اسی تیہہ یعنی صحرا میں ایسا محصور اور قید کیا کہ جس جس نے بھی اِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَهَآ اَبَدًا کہا تھا ان سب کو نہ تو ملک شام میں داخل ہونا نصیب ہوا ۔ اور نہ اپنے ملک مصر واپس جا سکے ۔ اسی حالت میں تیہہ میں چالیس سال تک رہنا پڑا ۔ اس جگہ سے نکلنے کے لیے وہ ہر روز صبح واضح راستوں پر چلتے ۔ اور سارا دن چل چل کر جب شام کو کسی ٹھکانہ پر پہنچتے تو وہی پہلا والا مقام ہوتا ۔ جہاں سے صبح چلنا شروع کیا تھا ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے یہ ایک سزا تھی ۔ سب کے سب اپنے جرم کی پاداش میں اسی تیہہ میں اپنی موت مرکھپ گئے ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان نافرمانوں میں سے ایک بھی نہیں بچا ۔ اور نہ کوئی ان تیہہ سے کہیں جا سکا ۔ موسیٰ و ہارون علیہما السلام بھی بنی اسرائیل کے ساتھ اسی تیہہ میں رہے ۔ اور یہی راجح قول ہے ۔ (مظہری)

یہ دونوں پیغمبر سزا کے طور پر نہیں رہے ۔ بلکہ ان کی رشد و ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھہرے رہے جس طرح کہ جیل خانوں میں داخلی نظام چلانے کے لیے افسران وغیرہ ہوتے ہیں ۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو گلزار بنا دیا تھا ۔ اسی طرح حضرت موسیٰ و ہارون و یوشع و کالوب علیہم السلام کے لیے تیہہ کو گلزار بنا دیا تھا ۔ ہارون علیہ السلام کا تیہہ سے باہر کسی پہاڑی پر انتقال ہوا ۔ موسیٰ علیہ السلام کا انتقال اسی تیہہ میں ہوا ۔ ان کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لیے حضرت یوشع بن نون کو منصب نبوت عطا فرمایا۔ انہوں نے نظام چلایا۔

اس نافرمانی کے بعد بنی اسرائیل کی نئی نسل جو اسی تیہہ میں پیدا ہوئی اور جوان ہوئی۔ اس نے یوشع علیہ السلام کی تبلیغ پر ملک شام میں جہاد کی نیت سے داخل ہونے کے لیے حق تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے یوشعؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور جوانمردی سے جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملک شام سارا کا سارا عطا فرما دیا۔

دونوں آیتوں میں تطبیق آیت کَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ میں تو یہ خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک شام تمہارے یعنی بنی اسرائیل کے لیے لکھ دیا ہے اور مقدر کر دیا ہے۔ اور آیت اِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ میں یہ خبر ہے کہ ملک شام بنی اسرائیل پر ہمیشہ کے لیے یا چالیس سال کیلئے حرام کر دیا گیا ہے۔ ان آیتوں میں بظاہر جو تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ لَكُمْ میں خطاب بنی اسرائیل میں سے ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ اور عَلَيْهِمْ میں ضمیر نافرمانوں کی طرف راجع ہے۔ یعنی فرمانبرداروں کے لیے تو اس زمین کا مسکن ہونا مقدر ہو چکا ہے۔ اور نافرمانوں کے لیے اس کو حرام کر دیا گیا ہے۔ یا داخلہ کی حرمت چالیس سال تک کے لیے تھی۔ اور جب نئی نسل نے ایمانی قوت کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اور اپنے نبی کی اطاعت کرتے ہوئے جہاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ملک شام کو ان کا مسکن بنا دیا۔ اس صورت میں کوئی تعارض نہیں رہا۔

حاصل کلام ۱۔ اگر وقف عَلَيْهِمْ پر کیا جائے تو داخلہ کی دائمی حرمت بنی اسرائیل میں سے ان لوگوں کے لیے ہوگی جنہوں نے اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا کہا تھا۔ چنانچہ ان کو اپنی نافرمانی اور بداعمالی کے سبب ملک شام میں داخل ہونا نصیب نہیں ہوا۔ وہ سب کے سب تیہہ ہی میں اپنی موت ہلاک ہو گئے۔ پس عَلَيْهِمْ پر وقف کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قیامت تک بنی اسرائیل میں سے کسی فرد مومن کا ملک شام میں مسکن نہیں ہو گا۔

۲۔ اسی طرح اَرْبَعِيْنَ سَنَةً پر وقف کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ چالیس سال کے بعد ملک شام میں بنی اسرائیل میں کے فرمانبردار اور نافرمان سب ہی سکونت اختیار کر لیں گے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سے نافرمانوں کی نئی نسل جو ایمان دار اور اپنے نبی کی مطیع ہوگی وہ جوان ہو کر جہاد کرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گی اور داخل ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوُا کہ نئی نسل نے چالیس سال کے بعد جہاد کے ذریعہ ملک شام کو فتح کیا۔ پس عَلَیۡہِمۡ پر وقف کرنے کی صورت میں داخلہ کی دائمی حرمت بنی اسرائیل میں کے نافرمانوں کے لیے ہے۔ اور چالیس سال کے بعد ملک شام میں داخل ہونے کی بشارت بنی اسرائیل میں کے ایماندار اور اپنے نبی کے مطیع لوگوں کے لیے ہے۔

تیہہ کا مطلب: اِتیہٌ مصدر ہے۔ تَاہَ یَتِیۡہُ (ض) تَیۡہًا وَتَیۡہًا اور اجوف واوی بھی آتا ہے مگر کم۔ اس کے معنی حیرت و حیران ہیں۔ یعنی غرور و تکبر کرنا۔ حیران و پریشان مارے مارے پھرنا۔ اور اس چٹیل میدان کو بھی کہتے ہیں جس میں انسان بھٹک جائے۔ اور اَرۡضٌ تِیۡہَاءُ اسی سے ہے۔ یعنی راستہ بھٹکانے والی زمین۔ پھر مجازاً اس جگہ کا نام پڑ گیا جہاں بنی اسرائیل بھٹک گئے تھے۔ اور ان کو نکلنے کا راستہ نہ مل سکا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے سزا تھی۔ علامہ مکزاوی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے چالیس سال رکھے ہیں۔ اس عدد میں یہ حکمت ہے کہ انہوں نے بچھڑے کی پوجا چالیس دن کی تھی۔ پس ہر دن کے بدلہ ایک سال کی سزا تھی۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ وقف کی بحث میں اس قسم کے واقعات لکھنا کوئی عیب نہیں۔ کیونکہ یہ بھی وقف کے متعلقات میں سے ہیں۔[1]

تیہہ کا رقبہ: کم و بیش چھ فرسخ ہے۔ ایک فرسخ تین میل ہاشمی اور بقول بعض بارہ ہزار گز یا بارہ ہزار قدم کی مسافت۔ اور یہ تقریباً آٹھ کیلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔ اس حساب سے کل رقبہ ۲۴ میل ہاشمی یا ۴۸ کیلومیٹر ہوُا۔[2]

تیہہ میں اسباب زندگی: موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے کھانے کو آسمان سے مَنّ و سلویٰ اترتا تھا۔ اور ایک پتھر جسے بنی اسرائیل اُٹھائے اُٹھائے پھرتے تھے۔ اور اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مارا تو بارہ قبیلوں کے لیے بارہ چشمے جاری ہو گئے تھے۔ دن میں دھوپ سے بچاؤ کے لیے بادلوں کا سایہ ہوتا اور رات کو روشنی کے لیے آسمان سے نور کا ایک مینار ظاہر ہو جاتا۔ اور اسی خطہ میں ان کی نئی نسل پیدا ہوئی۔ اور جوان ہوئی۔ جس نے چالیس سال بعد یوشع علیہ السلام نبی اللہ کی قیادت میں جہاد کے ذریعہ ملک شام فتح کیا۔

---

[1] منار الہدیٰ - ۱۱۸ للاشمونی [2] مصباح اللغات ۲۲۶ - وبیان اللغات ۵۷۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفسرین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں کے وہ نافرمان جنہوں نے اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا کہا تھا اُن میں صرف فوجی سپاہی ۱۲ لاکھ تھے۔

۵۔ فقہی ائمہ اربع کے مذاہب کا جاننا: علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ علامہ نکزاوی[1] نے کتاب الوقف میں تصریح کی ہے کہ معرفت وقف کے لیے مشہور آئمہ فقہ کے مذاہب کا جاننا بھی ضروری[2] ہے۔ کیونکہ فقہی اختلاف کی بنا پر وقف کا عمل بدل جاتا ہے۔

مثلاً: زنا کی تہمت لگانے والوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًاۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النور ع ۱)	ترجمہ: اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو بدکاری کا الزام لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسّی کوڑے مارو۔ اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔ اور یہی بدکار ہیں۔ ہاں جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور (اپنی حالت) سنوار لیں تو خدا (بھی) بخشنے والا مہربان ہے۔

شرح: جس شخص پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانے کا جرم ثابت ہو جائے اور مقذوف یعنی جس پر تہمت لگی ہو اس کے مطالبہ پر قاذف یعنی تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری ہو جائے تو اس کے لیے ان دو آیتوں میں تین سزائیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک سزا

---

[1] نام: عبداللہ بن محمد بن عبداللہ۔ لقب: قاضی معین الدین نکزاوی (نون و زای کے ساتھ) اسکندری مغربی، کامل مصدر، عارف باللہ، مؤلف الکتب۔ اسکندریہ میں ۶۱۴ھ میں پیدائش اور ۶۸۳ھ میں انتقال ہوا۔ قابلِ ذکر اساتذہ: ابوالعباس مرجانی۔ ابوعلی فاسی ہیں اور علی کامل ضریر سے مصر میں اور علامہ سخاوی سے دمشق میں پڑھا۔ اور ابن حاجب صاحب کافیہ و شافیہ بھی آپ کے استاذ ہیں ابن حاجب علامہ شاطبی کے شاگرد ہیں۔ طبقات القراء ۱/۴۵۲۔ للجزری۔

[2] اتقان ۱/۸۹۔ للسیوطی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو فوری ہوگی کہ اسی کوڑے لگائے جائیں۔ اور دوسری سزا ہمیشہ کے لیے جاری ہوگی کہ اس کی شہادت کسی بھی معاملہ میں قبول نہ کی جائے گی۔ جب تک اللہ تعالیٰ کے سامنے ندامت کے ساتھ توبہ نہ کر لے۔ اور مقذوف سے معافی حاصل کرکے توبہ کی تکمیل نہ کرلے۔ اس وقت تک تو باجماع امت اس کی شہادت کسی بھی معاملہ میں قبول نہ ہوگی۔ اور اگر توبہ کرلے تب بھی احناف کے نزدیک اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ بھی تہمت لگانے کی سزا ہی کا جزو ہے۔ اور یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ توبہ سے حد شرعی معاف نہیں ہوتی۔ (معارف القرآن)

فقہی استدلال | اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا کا استثناء امام ابوحنیفہ۔ قاضی شریح۔ ابراہیم نخعی۔ حسن بصری۔ سعید بن جبیر۔ مکحول۔ عبدالرحمٰن بن زید۔ سفیان ثوری کے نزدیک وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ کی طرف راجع ہے۔ اس استثناء کا مطلب یہ ہے کہ جس پر حد قذف جاری ہوئی ہے وہ فاسق ہے۔ لیکن اگر وہ صدق دل سے توبہ کرلے اور مقذوف سے معافی حاصل کر اپنی حالت کی اصلاح بھی کرلے تو پھر وہ فاسق نہیں رہے گا۔ اور آخرت کا عذاب اس سے معاف ہو جائے گا۔ اور دنیوی دو سزائیں یعنی اسی کوڑے لگانا اور مردود الشہادۃ کر دینا توبہ کے باوجود باقی رہیں گی۔ پس جس طرح اسی کوڑے لگے ہیں اسی طرح مردود الشہادۃ کر دینا بھی پہلی سزا کا جزو ہونے کی وجہ سے باقی رہے گی۔ استثناء کی مذکورہ صورت میں احنموں کے نزدیک اَبَدًا پر وقف تام ہے اور باقیوں کے نزدیک وقف کافی ہے۔ اور وَاُولٰٓئِكَ جملہ مستانفہ ہے۔

اور امام مالک امام شافعی امام مالک بن حنبل کے نزدیک یہ استثناء آخری دو جملوں یعنی وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا اور وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ کی طرف راجع ہے۔ اس استثناء کا مطلب یہ ہوگا کہ توبہ اور اصلاح نفس سے آخری دو سزائیں معاف ہو جائیں گی۔ یعنی اس کی شہادہ بھی قبول ہوگی۔ اور وہ فاسق بھی نہیں رہے گا۔ جس کے نتیجہ میں اخروی

۱؎ تفسیر مظہری و معارف القرآن حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ۲؎ فتح القدیر للشوکانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عذاب معاف ہو جائے گا۔ اس صورت میں اَبَدًا پر کوئی وقف نہیں ہوگا۔ اور بعد والا جملہ مستانفہ کے بجائے ماقبل پر معطوف ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ثبوت جرم کے بعد مقذوف کے مطالبہ پر حد قذف جاری ہوگی۔ اور باجماع امت کوڑوں والی سزا معاف نہ ہوگی۔ خواہ قاذف توبہ کرے اور مقذوف سے معافی حاصل کرے۔ ہاں توبہ اور اصلاح نفس سے فسق والا جرم اور آخرت کا عذاب باجماع امت معاف ہو جائے گا۔ رہا مردود الشہادت کر دینا یہ سزا احناف کے نزدیک توبہ اور اصلاح نفس سے بھی معاف نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ کوڑوں والی سزا کا جزو ہے[1]۔ اس صورت میں اَبَدًا پر وقف تام ہے۔ اور وَاُولٰٓئِكَ جملہ مستانفہ ہے۔ باقی ائمہ کے نزدیک توبہ اور اصلاح نفس سے دوسری سزا بھی معاف ہو جائے گی۔ یعنی اس شہادت قبول ہوگی۔ اور ان کی دلیل اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ (حدیث شریف) یعنی سچی توبہ کرنے سے ایسے گناہ معاف ہو جاتا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ اس صورت میں اَبَدًا پر وقف نہ ہوگا۔ بلکہ بعد والا جملہ اس پر معطوف ہوگا۔

حاصل کلام اگرچہ تفسیر سے متعلق قصص اور فقہی بحثیں اس کتاب کے موضوع سے خارج ہیں۔ لیکن متقدمین و متاخرین کسی خاص ضرورت و مقصد سے غیر متعلق چیزیں بھی لاتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس موقع پر ائمہ وقوف نے فقہی بحث چھیڑی۔ اور امام ابوجعفر النحاس نے تو مفصل کلام کیا۔ بہرحال جب تک فقہ کے مشہور اماموں کے مذاہب کا علم نہ ہو اس وقت تک نہ تو مسئلہ کی نوعیت ہی واضح ہوگی۔ اور نہ ہی وقف کی ضرورت اور اس کی اہمیت کا احساس ہوگا۔ اور دوسرا فائدہ ان بحثوں کا یہ ہے کہ علم وقف کی وسعتوں اور اس کی گہرائیوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ ارباب علم و فضل کے ہاں اس علم کا کیا مقام تھا اور ہے۔ اور اس کے ساتھ ان کا کس درجہ شغف اور لگاؤ رہا ہے۔

بعض حضرات نے معرفت وقوف کے لیے مذکورہ علوم کے ساتھ ذیل کے علوم کو

---

[1] مظہری و معارف القرآن وغیرہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ضروری بتایا ہے۔

(ب) علم التجوید: اس فن میں یہ علم سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

(ج) علم الصرف: اس کے بارے میں مشہور ہے علم الصرف اُمّ العلوم ہے۔ اس کے بغیر مبتدی چل ہی نہیں سکتا۔

(د) علم البیان: کلام کے اسلوب کا اسی کے ذریعے پتہ چلتا ہے۔

(ہ) علم رسم العثمانی: اس علم کا جاننا اس لیے ضروری ہے کہ بعض کلمات وقفاً خلاف رسم پڑھے جاتے ہیں۔ جب تک رسم نہ معلوم ہو تو وقف کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ بھی بنیادی ضرورت[1] ہے۔

وقف کی اصطلاحات اور اس کی اقسام

ائمہ وقف نے کلام کے پورا ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے وقف کی قسمیں بیان فرمائیں۔ اور ان کے لیے اصطلاحات وضع کیں۔

علامہ دانی نے لکھا ہے کہ وقف کی قسموں کے بارے میں علماء اوقاف کا اختلاف ہے۔

الاوّل: بعض کے نزدیک وقف کی چار قسمیں ہیں۔

الف۔ تام مختار: مختار کا مطلب ہے پسندیدہ اور عمدہ ترین۔ اور یہ وقف کی اعلیٰ قسم ہے۔

ب۔ کافی جائز: جائز کا مطلب ہے کہ یہ بھی بلاشبہ جائز ہے۔

ج۔ صالح مفہوم: مفہوم کا مطلب ہے کلام باعتبار مفہوم کے تو پورا ہو گیا۔ لیکن اس کے بعد اعادہ ہو گا۔ اور یہ وقف کی ادنیٰ قسم ہے۔

د۔ قبیح متروک: متروک کا مطلب ہے اس سے بچنا چاہیئے۔ یہ ابوجعفر النحاس کا قول ہے۔ اور القطع میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ علامہ دانی نے المکتفیٰ[2] میں، علامہ جزری

---

[1] تفہیم الوقوف، ۷/ استاذ القراء حضرت قاری محمد اسماعیل صاحبؒ [2] المکتفیٰ ۱۳۸/ للعلامۃ الدانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے نشر، تمہید، اور مقدمہ جزریہ میں اور صاحب غیث النفع نے تنبیہ الغافلین میں، علامہ زرکشی نے برہان میں، علامہ اشمونی نے منار الہدیٰ میں، علامہ سیوطی نے اتقان میں، غرض اکثر محققین نے اسی قول کو پسند اور اختیار فرمایا ہے۔ علامہ جزری وغیرہ حضرات نے ان کو مختصر کرکے تام، کافی، صالح یا حسن قبیح لکھا ہے۔ علامہ جزری نے یہ ترمیم بھی کی ہے کہ حسن کو بمعنیٰ صالح اختیار کیا ہے۔ دونوں کا مفہوم اور مطلب ایک ہی ہے۔ اس کے بعد وقف صالح کی جگہ وقف حسن ہی مشہور ہو گیا۔ استاذ الاساتذہ حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب مکیؒ نے بھی فوائد مکیہ میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ مگر تام، کافی، حسن، قبیح ان اصطلاحات کو حسن، احسن، قبیح، اقبح سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ احسن: تام کے۔ حسن: کافی کے۔ قبیح: حسن کے۔ اقبح: قبیح مصطلحہ کے قائم مقام ہے۔ وقف حسن کو قبیح کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح وقف قبیح مصطلحہ میں کلام نامکمل ہونے کی وجہ سے اعادہ ضروری ہے۔ اسی طرح وقف حسن کو اس معنیٰ میں قبیح کہا ہے کہ اس میں اگرچہ کلام تو پورا ہو جاتا ہے مگر مابعد سے تعلق لفظی و معنوی اتنا گہرا باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے اعادہ ہی ضروری ہے۔ اور اسے حسن اس بنا پر کہا ہے کہ مابعد والے کلام سے منقطع ہونے کے باوجود نحاۃ کی اصطلاح میں جملہ مفید رہتا ہے۔ اور معنیٰ میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ اور جو وقف حسن آیت پر ہو گا اس میں اعادہ کی ضرورت نہیں وہاں ابتداء ہی ہوگی۔

الثانی: علامہ دانی نے لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک وقف کی تین قسمیں[۱] ہیں۔

(الف) مختار (بمعنیٰ تام)۔ (ب) جائز (بمعنیٰ کافی)۔ (ج) قبیح۔ اور یہ قول محمد بن القاسم الانباری[۲] کا ہے۔ اور علامہ سخاوی نے اسی قول کو اختیار کیا۔ جیسا کہ علامہ اشمونی نے لکھا[۳] ہے۔

الثالث: علامہ دانی نے لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک وقف کی صرف دو ہی قسمیں ہیں: تام و قبیح۔

---

[۱] المکتفیٰ ۱۳۸۔ للدانی [۲] ایضاح الوقف والابتداء ۱/۱۰۸۔ للانباری ومنار الہدیٰ ۹۔ الاتقان: ۸۵/۱ للسیوطی [۳] منار الہدیٰ ۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ: یہاں تام لغوی معنیٰ میں ہے۔ جس سے وقف اختیاری مراد ہے۔ جو کہ تام اصطلاحی اور کافی وحسن تینوں قسموں کو شامل ہے۔ اور قبیح اضطراری کے معنیٰ میں ہے۔ جیسا کہ علامہ جزری[1] نے وقف کی دو قسمیں بیان کیں۔ (۱) اختیاری (۲) اضطراری۔ پھر اختیاری کی تین قسمیں کیں۔ تام، کافی، حسن۔

الرابع: علامہ سجاوندی متوفی ۵۶۰ھ نے وقف کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔

(الف) لازم (ب) مطلق (بمعنیٰ تام)۔ (ج) جائز (بمعنیٰ کافی)۔ (د) مجوز لوجہ (بمعنیٰ حسن) (ہ) مرخص ضرورۃ۔[2]

الخامس: بعض نے وقف کی چھ قسمیں بیان کی ہیں۔ تام[1]، کافی[2]، صحیح[3]، حسن[4]، قبیح[5]، اقبح[6]۔

السادس: ۱۔ بعض نے وقف کی آٹھ قسمیں بیان کی ہیں۔ تام[1]، شبیہہ تام[2]، ناقص[3] (بمعنیٰ کافی)، شبیہہ ناقص[4]، حسن[5]، شبیہہ حسن[6]، قبیح[7]، شبیہہ قبیح[8]۔[3]

۲۔ صاحب غیث النفع[4] نے لکھا ہے کہ بعض نے وقف کی آٹھ قسمیں اس طرح لکھی ہیں۔ کامل[1]، تام[2]، کافی[3]، صالح[4]، مفہوم[5]، جائز[6]، ناقص[7]، متجاذب[8]۔

اور بعض نے اس درجہ اختصار سے کام لیا کہ وقف کی صرف دو ہی قسمیں تام و قبیح بیان کی ہیں۔ اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں کہ ہم نے علامہ دانی اور علامہ جزری وغیرہما اور اکثر محققین کی اتباع میں وقف کی چار ہی قسمیں۔ تام، کافی، حسن، قبیح اختیار کی ہیں۔ لیکن تحقیق اور حق بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔ یعنی تام[1]، اتم[2]، کافی[3]، اکفیٰ[4]، حسن[5]، احسن[6]، قبیح[7]، اقبح[8]۔[5]

---

[1] نشر ۱/۲۲۵ و ۲۲۶ للجزری [2] کتاب الوقف والابتداء مدلل (قلمی) للسجاوندی ومنار الہدیٰ للاشمونی والاتقان ۱/۸۶ للسیوطی [3] کمال الفرقان [4] منار الہدیٰ ۹۔ للاشمونی

[5] تنبیہ الغافلین وارشاد الجاہلین ۱۳۰ و ۱۳۱/ لابی الحسن علی بن محمد الصفاقسی پیدائش ۱۰۵۳ھ وفات ۱۱۱۸ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۳۔ شیخ الاسلام زکریا انصاری نے وقف کی آٹھ قسمیں بیان کی ہیں۔
تام، حسن، کافی، صالح، مفهوم، جائز، بیان، قبیح [۱] اس کے علاوہ دوسرے اقوال بھی ذکر کیے ہیں۔ جو اوپر لکھے جا چکے ہیں۔

السابع شیخ اشمونی صاحب نے منار الہدیٰ تے پہلے تو وقف کی پانچ قسمیں لکھیں۔ یعنی تام، کافی، حسن، قبیح، متردد۔ اس سے مراد وہ وقف ہے جس میں اختلاف اعراب یا تفسیر یا قراۃ کی وجہ سے تردد پیدا ہو جائے۔ یعنی اس کے محل یا رتبہ میں کئی صورتیں ہوں جس کی تفصیل ابھی گذری۔ اس کے بعد شیخ اشمونی نے مراتب الوقف کے عنوان سے ہر ایک کی دو دو قسمیں کیں۔ یعنی تام، اتم، کافی، اکفی، حسن، احسن، صالح، اصلح، قبیح، اقبح۔ [۲]

اقسام وقف اور اصطلاحات میں اختلاف باعث تردد نہیں

اقسام وقف کی تعداد میں اختلاف اجمال وتفصیل کے قبیل سے ہے۔ اور اصطلاحات کا اختلاف بھی باعث تشویش نہیں۔ کیونکہ ہر ایک کو اپنی پسند کی اصطلاحات تجویز کرنے کا اختیار اور حق حاصل ہے۔ جیسا کہ علامہ اشمونی نے لکھا ہے۔

وَالنَّاسُ فِي اصْطِلَاحِ مَرَاتِبِهِ مُخْتَلِفُونَ۔ كُلُّ وَاحِدٍ لَهُ اصْطِلَاحٌ وَذٰلِكَ شَائِعٌ لِمَا اشْتَهَرَ أَنَّهُ لَا مُشَاحَةَ فِي الْاِصْطِلَاحِ۔ بَلْ يَسُوغُ لِكُلِّ أَحَدٍ أَنْ يَصْطَلِحَ عَلَى مَا شَاءَ كَمَا صَرَّحَ بِذٰلِكَ صَدْرُ الشَّرِيعَةِ۔ [۳]	لوگ مراتب وقف کی اصطلاحات میں مختلف ہیں کہ ہر ایک نے جداگانہ اصطلاحات وضع کیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اصطلاحات وضع کرنے میں کوئی پابندی اور قباحت نہیں۔ بلکہ ہر ایک کے لیے گنجائش ہے کہ وہ حسب منشا اصطلاحات مقرر کرلے۔ جیسا کہ صدر الشریعۃ نے اس کی تصریح کی ہے۔

[۱] المقصد لتلخیص ما فی المرشد ۵، ۶/ للشیخ ابو یحییٰ زکریا الانصاری متوفی ۹۲۶ھ [۲] منار الہدیٰ فی بیان الوقف والابتداء ۹ و ۱۰/ للاشمونی [۳] منار الہدیٰ فی بیان الوقف والابتداء ۸ و ۹ للاشمونی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ جزری کا ارشاد وہ لکھتے ہیں کہ ائمہ فن نے وقف و ابتداء کی مختلف و متعدد قسمیں بیان کیں۔ اور ان کے لیے اصطلاحات وضع کیں۔ مگر ان میں سے اکثر بیانات بالکل غیر منضبط و غیر منحصر ہیں۔ جو ضابطۂ کلیہ اور شمار میں آنے والے نہیں۔

میں نے اقسام وقف کو عمدہ اسلوب میں مختصر اور قاعدہ کلیہ اور ایک ضابطہ کے طور پر بیان کیا ہے۔ جو سمجھنے میں بھی آسان ہیں۔ میں نے پہلے تو وقف کی دو قسمیں کیں۔ اختیاری و اضطراری۔ پھر اختیاری کی تین قسمیں بنائیں۔ تام، کافی، حسن۔ یہ کل چار قسمیں ہوئیں [1]

علامہ دانی کا ارشاد علامہ دانی نے اقسام وقف کے بارے میں تین قول روایت کئے ہیں۔ پہلے قول میں چار قسمیں تام، کافی، حسن، قبیح۔ دوسرے قول میں تین قسمیں تام، کافی، قبیح۔ تیسرے قول میں دو قسمیں تام، قبیح بیان ہوئی ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَعْدَلُ عِنْدِیْ وَبِهٖ اَقُوْلُ [2] یعنی میرے نزدیک پہلا قول اعدل اور زیادہ حق اور درست ہے۔ اور میں اسی کو اختیار کرتا ہوں۔

اور چونکہ علامہ جزری و صفاقسی وغیرہما محققین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور مشائخ کا عمل بھی اسی پر ہے۔ اس لیے اسی قول کو اختیار کیا جا رہا ہے۔ اور اگر غور و خوض کیا جائے تو پورے قرآن میں تمام وقوف ان ہی چار قسموں میں منحصر ملیں گے۔ حتیٰ کہ وقف لازم اور وقف متردد بھی۔

قاری کی ضرورت کے اعتبار سے وقف کی چار صورتیں

اگرچہ ان کا ذکر اقسام وقف کی اصطلاحات کی تشریح کے بعد مناسب تھا لیکن طبیعت کا میلان اسی طرف رہا کہ وقف کی تمام قسمیں ایک ہی جگہ جمع ہو جائیں۔

---

[1] نشر: ۱/۲۲۵ و ۲۲۶ للجزری۔ [2] المکتفی ۱۳۹/ للدانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ وقف اختیاری یہ وقف کسی عذر اور مجبوری کے بغیر ارادۃً ہر ایسے موقع پر ہو سکتا ہے جہاں کلام لفظاً و معناً پورا ہو۔ یعنی وقف تام کے موقع پر۔ اور حدیث کی رو سے وقف کافی پر بھی وقف اختیاری ہو سکتا ہے اور جائز ہے۔ کیونکہ اس کے بعد ابتداء کرنے میں معنوی کوئی قباحت نہیں۔ اور سنت کی نیت سے ہر رأس آیت پر بھی وقف اختیاری جائز ہے۔ خواہ معنیٰ پورے ہو رہے ہوں یا نہیں۔ جیسے سورۃ الجن کی اکثر آیتیں، ایسے ہی معوذتین کی درمیانی آیات۔ ہاں ایسی رؤس آیات بھی ہیں جن پر وقف قبیح ہے جیسے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ اور فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ وغیرہ۔ ایسی آیات کا وصل ہی اولیٰ ہے۔

۲۔ وقف اختباری وہ ہے جو وقف کا طریقہ سیکھنے سکھانے کی غرض سے کیا جاتا ہے اور چونکہ اس وقف کی غرض و غایت ہی تعلیم و تعلم ہے۔ اس لیے ہر کلمہ غیر موصولہ کے آخر پر یہ جائز ہے۔

۳۔ وقف انتظاری وہ ہے جو سب یا بعض قرأتیں جمع الجمع وقفی کی صورت میں پڑھنے کی غرض سے کیا جائے۔ یاد رہے کہ وقف انتظاری میں حُسن وقف و ابتداء کی رعایت ضروری[1] ہے۔

۴۔ وقف اضطراری وہ ہے جو کسی مجبوری کی وجہ سے کیا جائے۔ مثلاً: پڑھنے والا بھول جائے۔ یا کھانسی وغیرہ کا غلبہ ہو جائے۔ یا سانس ختم ہو رہا ہو وغیرہ وغیرہ۔ ان حالات میں حسن وقف کی رعایت ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ سارے عوارض غیر اختیاری اور اضطراری ہیں۔ ان مجبوریوں میں وقف ہر کلمہ غیر موصولہ کے آخر پر جائز تو ہے لیکن کیفیتِ وقف کے قواعد اور رسم عثمانی کی رعایت ان حالات میں بھی ضروری ہے۔ نیز جو کلمہ موصولہ ہے یعنی بعد والے کلمہ کے ساتھ مل کر لکھا ہوا ہے اس پر بھی وقف نہیں ہو سکتا۔

---

[1] مقدمہ عنایات رحمانی شرح حرز الامانی: ۱/۱۱۔ لشیخنا حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب مدظلہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقسام وقف پر قاضی ابویوسف[1] تلمیذ امام اعظم ابوحنیفہ[2] رحمہما اللہ کا اعتراض

وَذَهَبَ الْقَاضِيْ أَبُوْيُوْسُفَ صَاحِبُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُمَا اللهُ إِلَى أَنَّ تَقْدِيْرَ الْوُقُوْفِ عَلَيْهِ فِي الْقُرْآنِ بِالتَّامِ وَالْكَافِي وَالْحَسَنِ وَالْقَبِيْحِ، وَتَسْمِيْتَهُ بِذٰلِكَ۔ بِدْعَةٌ، وَمُسَمِّيْهِ وَمُتَعَمِّدُ الْوَقْفِ عِنْدَ نَحْوِهِ مُبْتَدِعٌ، قَالَ: لِأَنَّ الْقُرْآنَ مُعْجِزٌ، وَهُوَ كُلُّهُ كَالْقِطْعَةِ الْوَاحِدَةِ، وَبَعْضُهُ قُرْآنٌ مُعْجِزٌ، وَكُلُّهُ تَامٌّ حَسَنٌ، وَبَعْضُهُ تَامٌّ حَسَنٌ۔[3]

قاضی ابویوسف جو امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے تلمیذ خاص ہیں۔ اور امام صاحبؒ کے تلامذہ میں ان کو امتیازی مقام حاصل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں وقف کی قسمیں بنانا اور ان کے نام رکھنا بدعت ہے اور وقف کی قسمیں کرنے والے اور ان کے نام رکھنے والے بدعت کے مرتکب ہیں۔ کیونکہ قرآن تمام کا تمام معجزہ ہے (جس نے تمام فصحاء وبلغاء کو اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز کر دیا) اور (قرآن) ایک ایسے ٹکڑے کی مانند ہے جس کا بعض حصہ بھی قرآن معجزہ ہے۔ یعنی اس کی نظیر کسی طرح بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ نہ کل کی اور نہ بعض کی پس اس کا کل بھی "تام حسن" ہے اور اس کا بعض بھی "تام حسن" ہے۔ یعنی قرآن عمدہ ترین تام ومکمل کلام ہے۔

اس قول کو حکایت کیا: ابوالقاسم عبدالواحد بن علی بن برہان النحوی[4] متوفی ۴۵۶ھ نے۔

---

[1] اسم گرامی: قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم تلمیذ خاص امام ابوحنیفہ متوفی ۱۸۲ھ رحمہما اللہ (حوالہ: تاریخ بغداد ۱۴/۲۴۲) [2] اسم گرامی: نعمان بن ثابت۔ کنیت: ابوحنیفہ۔ اور حضرت کنیت ہی سے مشہور ہیں۔ لقب: امام اعظم رحمہ اللہ متوفی ۱۵۰ھ آپ کے مناقب بہت کثرت سے مشہور ہیں۔ (حوالہ: تاریخ بغداد: ۱۳/۳۲۳) [3] التمہید فی علم التجوید ۱۶۶۔ للجزری

[4] انباء الرواۃ: ۲/۲۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب انباء الرواۃ نے لکھا ہے کہ قاضی ابو یوسف کے اس قول کی متقدمین میں سے کسی نے تائید نہیں کی[1]

محققین کا جواب علامہ جزری نے اس کے رد میں محققین کا جواب نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

قَالَ الْمُحَقِّقُوْنَ: وَلَيْسَ الْأَمْرُ كَمَا زَعَمَ أَبُوْيُوْسُفَ، لِأَنَّ الْكَلِمَةَ الْوَاحِدَةَ لَيْسَتْ مِنَ الْإِعْجَازِ فِيْ شَيْءٍ، وَإِنَّمَا الْمُعْجِزُ الْوَصْفُ الْعَجِيْبُ وَالنَّظْمُ الْغَرِيْبُ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ فِيْ بَعْضِ الْكَلِمَاتِ، وَقَوْلُهُ: إِنَّ بَعْضَهُ تَامٌّ حَسَنٌ، كَمَا أَنَّ كُلَّهُ تَامٌّ حَسَنٌ، فَيُقَالُ لَهُ: إِذَا قَالَ قَارِئٌ (إِذَا جَاءَ) وَوَقَفَ أَهٰذَا تَامٌّ وَقُرْاٰنٌ؟ فَإِنْ قَالَ: نَعَمْ، قِيْلَ: إِنَّمَا يَحْتَمِلُ أَنْ يَّكُوْنَ أَرَادَ الْقَائِلُ: إِذَا جَاءَ الشِّتَاءُ، وَكَذٰلِكَ كُلَّمَا أُفْرِدَتْ مِنْ كَلِمَاتِ الْقُرْاٰنِ وَهُوَ مَوْجُوْدٌ فِيْ كَلَامِ الْبَشَرِ، فَإِذَا اجْتَمَعَ وَانْتَظَمَ وَانْحَازَ عَنْ غَيْرِهِ وَامْتَازَ ظَهَرَ مَا فِيْهِ مِنَ الْإِعْجَازِ[2]

محققین نے اس کا جواب دیا ہے کہ قاضی ابو یوسفؒ کا یہ گمان درست نہیں۔ کیونکہ ایک دو کلموں کے ربط میں اعجاز والی کوئی چیز نہیں۔ درحقیقت اعجاز تو وہ وصف اور خوبی ہے جو کلام باری تعالیٰ میں کلمات کی عجیب وغریب ترتیب کی وجہ سے ہے۔ اور ایسی ترتیب مخلوق کے کلام میں ناممکن ہے۔ اور قاضی ابو یوسفؒ کا یہ کہنا کہ قرآن کا بعض حصہ بھی ایسا ہی تام حسن ہے جیسا کہ پورا قرآن تام حسن ہے۔ اس پر ہمارا سوال یہ ہے کہ ایک قاری (اِذَا جَاءَ) کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے تو کیا اتنا فقرہ تام حسن اور قرآن ہے۔ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو اس بات کا بھی احتمال ہے کہ کہنے والا (اِذَا جَاءَ الشِّتَاءُ) کہنا چاہتا ہو۔ اس طرح قرآنی تمام کلمات بشری کلام میں موجود ہیں۔ تو کیا اس طرح کلمات جمع کرنے اور جوڑنے سے وہ خوبیاں ظاہر ہو سکتی ہیں جو قرآن میں ہیں۔

---

[1] ایضاً [2] التمہید فی علم التجوید ۱۶۶۔ للجزری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے علامہ جزری نئے اسلوب میں لکھتے ہیں کہ :

فَفِیْ مَعْرِفَۃِ الْوَقْفِ وَالْاِبْتِدَاءِ الَّذِیْ دَوَّنَہُ الْعُلَمَاءُ تَبْیِیْنُ مَعَانِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ، وَتَعْرِیْفُ مَقَاصِدِہٖ، وَاِظْہَارُ فَوَائِدِہٖ، وَبِہٖ یَتَہَیَّا الْغَوْصُ عَلٰی دُرَرِہٖ وَفَرَائِدِہٖ، فَاِنْ کَانَ ھٰذَا بِدْعَۃً فَنِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ[1]

پس معرفۃ الوقف والابتداء وہ علم ہے جس کو علماء اوقاف نے مدوّن کیا اور جمع کیا جس سے قرآن کے معانی واضح ہوتے ہیں۔ اور اس علم کی تدوین اور اس کے سیکھنے سکھانے کے مقاصد معروف ہیں۔ اور اس علم کے فوائد محتاج بیان نہیں، اور اس علم کے سمندر میں غوطہ مارنے والے کلام ربانی کے درر و فرائد اور ہر قسم کے موتی نکال نکال کر لاتے ہیں۔ اگر اس کا نام بدعت ہے تو پھر یہ عمدہ یعنی بدعت حسنہ ہے اور محمود ہے۔

علامہ سخاوی نے بھی الخبر والرد ص ۱۱۹ میں اس کا جواب لکھا ہے۔ تفصیل کے لیے اللطائف ص ۲۵۰ دیکھی جا سکتی ہے۔

دوسرا جواب یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف اور صرف قرآن کی کتابت ہوئی ہے وہ بھی متفرق چیزوں پر۔ باقی تمام علوم و فنون کی تدوین عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ہوئی۔ اور ہر علم و فن کے مفاہیم و مطالب کی تفہیم اور تعلیم و تعلم میں سہولت کی غرض سے اصطلاحات وضع کی گئیں۔ ایسے ہی جب علم وقف و ابتداء کی تدوین ہوئی تو ارباب علم و فضل اور ائمہ وقوف نے آسانی کے لیے اس کی بھی اصطلاحات وضع کیں۔ اور وقف کی قسمیں بیان کیں۔ اور جیسا کہ حضرت فقیہ النفس مولانا رشید احمد گنگوہی نے ردالطغیان میں لکھا ہے کہ علم وقف کی تدوین اور اوقاف کی تعیین قرون ثلاثہ میں ہو چکی تھی۔ اور قرون ثلاثہ کے عمل کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ یہ بہترین زمانہ ہے۔ جیسا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

---

[1] التمہید ۶۶/۱ للجزری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ۔

کہ سب سے بہتر زمانہ میرا یعنی میرے صحابہ کا ہے۔ اس کے بعد تابعین کا پھر تبع تابعین کا۔

پس قاضی ابویوسفؒ کا اقسام وقف اور اس کی اصطلاحات کو بدعت کہنا مجازی اور لغوی معنًا میں ہے۔ نہ کہ شرعی بدعت اور اس کی حیثیت ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور ان کے بعد زید بن ثابت کاتب الوحی رضی اللہ عنہ نے قرآن کو کتابی صورت میں جمع کرنے کو بدعت کہا تھا۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اصرار تھا کہ قرآن مجید کو حفاظت کی غرض سے کتابی صورت میں بھی جمع کیا جائے[1]

اصطلاحات یعنی اقسام وقف کی تعریفیں

چونکہ اصطلاحات کی تعریف میں اسلاف و اخلاف سب ہی متفق ہیں۔ اس لیے کسی حوالہ کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

پہلی قسم۔ وقف تام کی تعریف جس کلمہ پر وقف کیا ہے۔ اگر اس کو مابعد سے کسی قسم کا تعلق نہ ہو۔ نہ لفظی یعنی اعرابی و ترکیبی۔ اور نہ معنوی یعنی جملہ بھی ختم ہو گیا اور مضمون بھی۔ تو یہ وقف تام کہلاتا ہے۔ جیسے اَلْمُفْلِحُوْنَ ۝ کہ اس کو مابعد سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ نہ لفظی نہ معنوی۔ کیونکہ یہاں مومنین کا بیان ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد کفار کا ذکر شروع ہو کر عَذَابٌ عَظِیْمٌ پر ختم ہوا۔ اس کے بعد منافقین کا ذکر شروع ہوا اور شَیْءٍ قَدِیْرٌ پر ختم ہوا۔ پس اَلْمُفْلِحُوْنَ ۝۔ عَظِیْمٌ ۝ قَدِیْرٌ ۝ پر وقف تام ہے کہ ان کا مابعد سے کسی طرح کا تعلق نہیں۔

حدیث سے وقف تام کا ثبوت علامہ جزری وقف تام کے بیان میں بطور ثبوت یہ حدیث لائے ہیں۔

اَنَّ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:

---

[1] مناہل العرفان: ۱/۲۴۴۔ للشیخ محمد عبد العظیم الزرقانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِقْرَأِ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ۔ فَقَالَ مِيكَائِيلُ: اِسْتَزِدْهُ۔ فَقَالَ: اِقْرَأْ عَلٰى حَرْفَيْنِ۔ فَقَالَ مِيكَائِيلُ: اِسْتَزِدْهُ۔ حَتّٰى بَلَغَ سَبْعَةَ أَحْرُفٍ كُلُّهَا كَافٍ شَافٍ مَالَمْ تَخْتِمْ آيَةَ عَذَابٍ بِآيَةِ رَحْمَةٍ أَوْ آيَةَ رَحْمَةٍ بِآيَةِ عَذَابٍ[1]۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عذاب والی آیت کو رحمت والی آیت سے اور رحمت والی آیت کو عذاب والی آیت سے ملا کر نہیں پڑھنا چاہیئے۔ مقدمہ میں اس حدیث کی تفصیلی بحث گذر چکی ہے۔ اس کے بعد علامہ دانی نے لکھا ہے کہ:

قَالَ الْحَافِظُ أَبُوعَمْرٍو: فَهٰذَا تَعْلِيمُ التَّامِّ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذْ ظَاهِرُهُ دَالٌّ عَلٰى أَنَّهُ يَنْبَغِي أَنْ يُقْطَعَ عَلَى الْآيَةِ الَّتِي فِيهَا ذِكْرُ النَّارِ وَالْعِقَابِ۔ وَتُفْصَلَ مِمَّا بَعْدَهَا۔ إِذَا كَانَ بَعْدَهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالثَّوَابِ۔ وَكَذٰلِكَ يَلْزَمُ أَنْ تُقْطَعَ عَلَى الْآيَةِ الَّتِي فِيهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالثَّوَابِ وَتُفْصَلَ مِمَّا بَعْدَهَا أَيْضًا إِذَا كَانَ بَعْدَهَا ذِكْرُ النَّارِ وَالْعِقَابِ[2]۔

علامہ حافظ ابوعمرو دانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں وقف تام کی تعلیم ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام نے تعلیم دی۔ اس لیے حدیث واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ قاری کو چاہیئے کہ ایسی آیت پر وقف کرکے ما بعد سے فصل کر دے۔ جس میں جہنم و عذاب کا ذکر ہو۔ اور اس کے بعد جنت و ثواب کا ذکر ہو۔ اور ایسے ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اس آیت پر وقف کر ما بعد سے جدا کر دے جس میں جنت و ثواب کا ذکر ہو۔ اور اس کے بعد جہنم و عذاب کا ذکر ہو۔

خلاصہ کلام | یہ حدیث جو کہ تواتر کے درجہ کی ہے۔ اس میں سبعہ احرف اور وقف تام کا تواتر کے ساتھ ذکر اور ثبوت ہے۔ ائمہ وقوف نے اس سے وقف تام خاص اور

---

[1] المکتفی: ۱۳۱۔ للدانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف تام عام دونوں مراد لیے ہیں ۔ پس وقف تام خاص سے اصطلاحی وقف تام مراد ہے۔ جو وقف کافی اور وقف حسن کا مقابل ہے ۔ اور وقف تام عام سے لغوی وقف تام مراد ہے ۔ جو تام، کافی، حسن تینوں قسموں کو شامل ہے ۔ وقف کافی اور وقف حسن کی تعریفیں آگے آ رہی ہیں۔ اس موقع پر علامہ جزری نے وقف تام سے اصطلاحی یعنی وقف تام خاص مراد لیا ہے ۔ اور ساتھ ہی علامہ دانی کا قول بھی نقل کیا ہے جس سے اس بیان کی تائید ہوتی ہے ۔ وقف تام کے موقع پر وقف کرنا عمدہ ترین ہے ۔ پھر اس کے بعد ابتداء ہی کرنا ضروری ہے ۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔ اور قطع کے لیے بہترین موقع وقف تام ہی ہے ۔ اس کے بعد وقف کافی کا درجہ ہے ۔

وقف تام کے محل وقوع کی تین صورتیں

۱۔ وقف تام اکثر موقعوں میں تو رؤس آیات پر ہے ۔ جیسے یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ نَسْتَعِیْنُ ۝ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وغیرہ ۔ خاص طور سے سورتوں اور مضامین وقصص کے آخر پر۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ وقف تام کے لیے مضمون یا قصہ کا پورا ہونا مشروط نہیں ۔ جیسا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (سورۃ الفتح ع) پر مبتداء وخبر کے پورا ہونے کی بنا پر وقف تام[1] ہے ۔ حالانکہ یہاں قصہ پورا نہیں ہوا۔

۲۔ وقف تام کبھی رأس آیت سے پہلے بھی ہوتا ہے ۔ جیسے وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ط پر وقف تام ہے ۔ یہاں بلقیس کا کلام پورا ہوا ۔ جس کو باری تعالے نے بطور حکایت ذکر فرمایا[2]۔ یہاں رأس آیت نہیں ۔ اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ یہاں رأس آیت ہے ۔ اور وقف اتم ہے ۔ اور کبھی وسط آیت میں بھی وقف تام ہوتا ہے ۔ جیسے لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ط پر وقف تام ہے ۔ یہاں ظالم اُبی بن خلف کا قول ختم ہوا ۔ جس کو اللہ تعالے نے بطور حکایت ذکر فرمایا۔ اس کے بعد حق تعالی کا فرمان ہے ۔ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝ یہاں رأس آیت پر وقف اتم ہے ۔

[1] تمہید فی علم التجوید ۱۴۷ و ۱۴۸ ۔ جزری [2] منار الہدیٰ ص ۱۰ [3] نشر : ۱/ ۲۲۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ وقف تام کبھی راس آیت کے ایک کلمہ بعد ہوتا ہے۔ جیسے لَمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۝ پر راس آیت ہے۔ مگر وقف تام اس کے بعد والے کلمہ کَذٰلِكَ ط پر ہے۔ اسی طرح وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۝ پر راس آیت ہے۔ مگر وقف تام وَبِالَّيْلِ ط پر ہے۔ ایسے ہی وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝ پر راس آیت ہے۔ اور اس کے ایک کلمہ بعد وَزُخْرُفًا ط پر وقف تام ہے۔ اور یہ حقیقت مسلّم ہے کہ وسط آیت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وقف کرنا ثابت ہے۔ یہ بحث وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں آرہی ہے۔ علامہ سجاوندی کی اصطلاح میں وقف تام کو مطلق کہتے ہیں۔ جس کی علامت (ط) ہے۔

دوسری قسم ـــــ وقف کافی کی تعریف

اگر کلمہ موقوف علیہ کو مابعد سے لفظی یعنی اعرابی و ترکیبی تعلق تو نہ ہو البتہ معنوی ہو۔ یعنی جملہ تو ختم ہو لیکن مضمون ختم نہ ہوا ہو تو ایسے وقف کو وقف کافی کہتے ہیں۔ جیسے بقرۃ کے شروع ہی میں يُنْفِقُوْنَ ۝ اور لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ کہ ان دونوں کلموں کو مابعد سے تعلق لفظی تو نہیں البتہ معنوی ہے۔ اور وہ یہ کہ يُنْفِقُوْنَ ۝ کے بعد بھی ماقبل کی طرح مؤمنین ہی کا بیان ہے۔ اور ایسے ہی لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ کے بعد بھی ماقبل کی طرح کفار ہی کا بیان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وقف کافی کے موقع میں کلام کا اتنا حصہ آچکا ہوتا ہے کہ مابعد سے معنوی تعلق ہونے کے باوجود مستقل ہوتا ہے۔ اور بعد والا حصہ بھی مستقل کلام رہتا ہے۔ جو ماقبل سے مستغنی ہوتا ہے۔

حدیث سے وقف کافی کا ثبوت

علامہ دانی نے لکھا ہے کہ وقف کافی کا ثبوت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت سے ثابت ہے۔ پس اختیاری طور پر وقف کافی کے موقع پر وقف کرنا بلکہ قطع کرنا جائز اور حدیث سے ثابت ہے۔

اس کے بعد علامہ دانی نے اس کے ثبوت میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت پیش کی۔ ......

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اِقْرَأْ عَلَيَّ) فَقُلْتُ: أَأَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ: فَقَالَ: (إِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ) قَالَ فَافْتَتَحْتُ سُوْرَةَ النِّسَاءِ۔ فَلَمَّا بَلَغْتُ (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا ٥ (ع)) قَالَ فَرَأَيْتُهُ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ دُمُوْعًا۔ فَقَالَ لِيْ (حَسْبُكَ)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا (اِقْرَأْ عَلَيَّ) مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو قرآن سناؤں؟ حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔ فرمایا (إِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ) میری خواہش ہے کہ کسی اور سے سنوں۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے سورۃ النساء کے اوّل سے پڑھنا شروع کیا۔ جب میں شَهِيْدًا ٥ پر پہنچا تو فرمایا (حَسْبُكَ) کافی ہے۔ میں نے نظر اونچی کی تو دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہے۔

حدیث مذکور پر علامہ دانی کا حاشیہ

علامہ دانی نے لکھا ہے کہ:

أَلَا تَرٰى أَنَّ الْقَطْعَ عَلٰى قَوْلِهٖ (شَهِيْدًا) كَافٍ وَّلَيْسَ بِتَامٍّ۔ لِأَنَّ الْمَعْنٰى: فَكَيْفَ يَكُوْنُ حَالُهُمْ إِذَا كَانَ هٰذَا۔ (يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) فَمَا بَعْدَهٗ مُتَعَلِّقٌ بِمَا قَبْلَهٗ۔ وَالتَّمَامُ (وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ٥) لِأَنَّهُ انْقِضَاءُ الْقِصَّةِ وَهُوَ فِي الْآيَةِ الثَّانِيَةِ وَقَدْ أَمَرَ

آپ نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (شَهِيْدًا ٥) پر (حَسْبُكَ) فرمایا۔ حالانکہ (شَهِيْدًا) پر وقف کافی ہے۔ وقف تام نہیں۔ اس لیے کہ یہ احوال ان کو قیامت کے دن پیش آئیں گے۔ پس (يَوْمَئِذٍ) جو اگلی آیت میں ہے شَهِيْدًا کا ظرف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور مؤمنین

لہ المکتفی ۱۳۶ و ۱۴۷۔ للدانی۔ والتمہید ۱۷۱۔ للجزری۔ وتنبیہ الغافلین ۱۳۴۔ للصفاقسی۔ وغیرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰهِ اَنْ يَّقْطَعَ عَلَيْهِ دُوْنَهُ مَعَ تَقَارُبِ مَا بَيْنَهُمَا فَدَلَّ ذٰلِكَ دَلَالَةً وَّاضِحَةً عَلٰى جَوَازِ الْقَطْعِ عَلَى الْكَافِيْ وَوُجُوْبِ اسْتِعْمَالِهٖ۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔[1]

- جو گواہی دیں گے وہ قیامت کے دن دیں گے۔ اس لیے مضمون وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا پر ختم ہوگا۔ اور وقف تام بھی حَدِيْثًا پر ہے۔ اور یہ امر یقینی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو شَهِيْدًا پر قطع قراۃ کا حکم فرمایا۔ جبکہ اگلی آیت میں حَدِيْثًا پر وقف تام ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وقف کافی پر قطع قراۃ جائز ہے۔

حدیث ابن مسعودؓ کا مطلب

اس حدیث کا مطلب تمام ائمہ وقوف کے نزدیک وہی ہے جو علامہ دانی نے بیان فرمایا۔ کہ وقف کافی کے موقع پر وقف کرنا بلکہ قطع کرنا بھی بلا کراہیت جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے شَهِيْدًا پر وقف کرایا۔ حالانکہ اگلی آیت کے آخر میں حَدِيْثًا پر وقف ہے۔ نیز مابعد سے تعلق معنوی بھی ہے۔ علامہ جزری نے تمہید اور نشر میں۔ علامہ اشمونی نے منار الہدیٰ میں۔ محقق صفاقسی اندلسی نے تنبیہ الغافلین میں بھی تصریح کی ہے۔ اور یہی مفہوم لیا ہے۔

وقف کافی کے محل وقوع کی صورتیں

اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔

۱۔ رؤس آیات پر ہے۔ اور یہ بہت کثرت سے ہے۔ اس کی مثالیں ابھی گذریں۔

۲۔ آیتوں کے درمیان میں ہو اور یہ بھی بکثرت ہے۔ جیسے مِنْ قَبْلِكَ۔ اور عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ (بقرہ ع۱) دونوں جگہ وقف کافی ہے۔ کیونکہ اس کے بعد بھی مومنین ہی کا بیان ہے۔ ایسے ہی يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اور اِلَّا اَنْفُسَهُمْ (بقرہ ع۲) ان دونوں موقعوں پر بھی وقف کافی ہے۔ کیونکہ منافقین ہی کا بیان جاری ہے۔

[1] المکتفیٰ ۱۳۶ و ۱۳۷۔ للدانی۔ والتمہید: ۱۷۱ و ۱۷۲۔ للجزری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف کافی سے متعلق ایک ضابطہ وہ یہ ہے کہ اگر وسط آیت میں وقف کافی ہے، اور اس کے بعد رأس آیت پر بھی وقف کافی ہے۔ تو ایسی صورت میں ہر بعد والے وقف کافی کو اپنے سے پہلے والے وقف کافی پر فوقیت حاصل ہوگی۔ مثلاً: فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ پر وقف کافی ہے۔ اس کے بعد فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا پر بھی وقف کافی ہے۔ اس کے بعد رأس آیت بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ٥ (بقرہ ع ۲) پر بھی وقف کافی ہے۔ پس پہلے کی نسبت دوسرا وقف اکفیٰ ہے۔ اور دوسرے کی نسبت تیسرا وقف اکفیٰ ہے یعنی تیسرا اعلیٰ درجہ کا وقف کافی ہے۔

تیسری قسم ــــ وقف حسن کی تعریف اگر کلمہ موقوف علیہ پر جملہ پورا ہو چکا ہو۔ لیکن مابعد سے لفظی و معنوی تعلق باقی ہو تو یہ وقف، وقف حسن کہلاتا ہے۔ اور یہ وقف تام اور وقف کافی کی طرح رؤس آیات پر بھی ہوتا ہے۔ اور آیتوں کے درمیان میں بھی۔ جیسے بِسْمِ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ٥ وغیرہ۔ نحویین کی اصطلاح میں ان میں سے ہر ایک جملہ کلام مفید ہے۔ جو اپنا کلام ظاہر کرنے میں مابعد کا محتاج نہیں۔ ایسے موقعوں میں وقف کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اس لیے وقف کرنا جائز ہے۔ لیکن وقف کرنے سے بعد والا کلام بے ربط ہو جاتا ہے۔ جس کے معنی سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے۔ اس لیے اعادہ ضروری ہے اور یہ وقف بھی وقف تام عام کی ایک قسم ہے۔ (النشر ۱/۲۲۶)

وقف حسن کے بارے میں ائمہ وقوف کے ارشادات علامہ دانی و علامہ جزری و دیگر علماء اوقاف نے وقف حسن کے بعد اعادہ کے بارے میں لکھا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ کے بعد اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے بعد رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے یا اَلْعٰلَمِيْنَ کے بعد اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے۔ اور ایسے ہی اَلرَّحِيْمِ کے بعد مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے ابتداء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا اس لیے درست نہیں کہ یہ تمام جملے ماقبل کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہیں۔ اور مجرور سے ابتداء کرنا اس سے قبیح ہے کہ وہ ماقبل کے تابع ہوتا ہے۔ اسی طرح الْمُسْتَقِيْمَ کے بعد صِرَاطَ الَّذِيْنَ ماقبل کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور یہ عام قاعدہ ہے کہ صفت موصوف کے تابع ہوتی ہے۔ اس لیے ائمہ متقدمین نے وقف حسن کے بعد ابتداء کو قبیح سمجھا اور اس سے منع فرمایا۔ پس ایسے موقعوں میں اعادہ ہی ہوگا۔ لیکن حدیث کی رو سے رؤس آیات والے وقف حسن اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ اس کی وضاحت "حدیث سے وقف حسن کا ثبوت" کے عنوان سے آرہی ہے۔

حدیث سے وقف حسن کا ثبوت

علامہ دانی نے وقف حسن کے ثبوت میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا والی روایت دو سندوں سے پیش کی ہے۔

(الف) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝)[1]

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤس آیات پر وقف کر کے پڑھا کرتے تھے۔

علامہ جزری نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: (كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ يَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ثُمَّ يَقِفُ (اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝) ثُمَّ يَقِفُ[2]

علامہ جزری نے یہ حدیث اتنی ہی روایت کی ہے۔ حدیث کا مفہوم واضح ہے۔

---

[1] المکتفی ۱۴۷۔ للدانی۔ واخرجہ ابو داود فی سننہ: ۲۹۴/۴۔ حدیث نمبر ۴۰۰۱۔ والترمذی: ۱۸۲/۵۔ حدیث نمبر ۲۹۲۳ [2] التمہید ۱۷۴۔ للجزری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب۔ علامہ دانی نے اس حدیث کو دوسری سند سے اس طرح روایت کیا ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ اِذَا قَرَاَ قَطَّعَ قِرَاءَتَهٗ اٰیَةً اٰیَةً یَقُوْلُ (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) ثُمَّ یَقِفُ۔ ثُمَّ یَقُوْلُ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ) ثُمَّ یَقِفُ۔ ثُمَّ یَقُوْلُ (اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) ثُمَّ یَقِفُ۔ ثُمَّ یَقُوْلُ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔[1]

تعلیق علامہ دانی نے لکھا ہے کہ یزیدی اپنے شیخ امام ابو عمرو بصری سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ہر ہر آیت پر وقف کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میں ہر رأس آیت پر وقف کرنے کو سنت کی اتباع میں پسند کرتا ہوں۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہر آیت پر وقف فرماتے تھے۔[2]

علامہ جزری لکھتے ہیں کہ ائمہ وقوف نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ رؤس آیات پر وقف حسن کے موقعوں میں وقف کرنا جائز ہے۔ حالانکہ ما بعد سے لفظی ومعنوی تعلق ہوتا ہے۔ پس اگر وقف حسن رأس آیت پر ہے تب تو ابتداء ہوگی۔ ورنہ اعادہ ہوگا۔

ایک اشکال وقف کی تین قسمیں: تام، کافی، حسن وقف اختیاری کی قسمیں ہیں۔ (انتشر) وقف اختیاری کی تعریف کی رُو سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے۔ کہ وقف تام تو بلا کسی تردد کے وقف اختیاری ہے۔ اور وقف کافی کو بھی بایں معنیٰ اختیاری کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس میں اعادہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن وقف حسن کو کس بناء پر وقف اختیاری میں داخل کریں گے۔ جبکہ ما بعد سے لفظی ومعنوی دونوں طرح کا تعلق باقی ہوتا ہے۔ جو اعادہ کا مقتضی ہے۔ اسی وجہ سے وقف حسن کے بعد رأس آیت کے علاوہ ابتداء جائز ہی نہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ وقف تام میں تو کلام کے پورا ہونے اور ما بعد سے

---

[1] المکتفی ۱۴۷۔ للدانی۔ وتنبیہ الغافلین: ۱۳۶۔ للصفاقسی [2] المکتفی ۱۴۹۔ للدانی
[3] التمہید ۱۴۷۔ للجزری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلیۃً بے تعلق ہونے میں کوئی اشکال ہی نہیں۔ اور وقف حسن کو بایں معنیٰ وقف اختیاری کہا جاتا ہے کہ اس میں کلام کا اتنا حصہ آچکا ہوتا ہے کہ جس پر نحوی اعتبار سے کلام مفید کی تعریف صادق آتی ہے۔ اور وہ اپنے اظہار مفہوم میں مابعد کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور اس کو وقف حسن کہنے کی وجہ بھی یہی ہے۔ البتہ بعد والا کلام جو کہ اپنا مفہوم ظاہر کرنے میں ماقبل کا محتاج ہوتا ہے۔ اس لیے ماقبل کی رعایت کرتے ہوئے اعادہ کیا جاتا ہے تاکہ کلام مربوط ہو جائے۔ اور جب وقف حسن وقف اختیار میں داخل ہے تو وقف کافی بدرجہ اولیٰ داخل ہو گا۔

فائدہ وقف تام اور وقف کافی رأس آیت پر ہو یا آیت کے درمیان ہیں۔ اس کا حکم نہیں بدلتا۔ بلکہ ایک ہی رہتا ہے۔ البتہ وقف حسن کی حیثیت ان دو سے مختلف ہے۔ کہ جب رأس آیت پر ہو پھر تو مابعد سے ابتداء ہو گی۔ اور جب وسط آیت میں ہو تو پھر اعادہ ہی ہو گا۔ بعض حضرات نے اس فرق کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جو وقف حسن رأس آیت پر ہے اس کو تو وقف حسن ہی کہیں گے۔ اور جو آیت کے درمیان میں ہے اس کو وقف حسن کے بجائے وقف صحیح کہتے ہیں تاکہ وقف حسن کی دونوں قسموں میں امتیاز اور فرق ہو جائے۔ اور یہ توجیہہ عمدہ ترین ہے۔ اس صورت میں وقف اختیاری کی چار صورتیں ہوں گی۔ یعنی تامٌ، کافی، حسنٌ، صحیحٌ۔ اور علامہ اشمونی نے وقف اختیاری کی ایک اور قسم بیان کی ہے جس کو ان کی اصطلاح میں وقف بیان اور علامہ سجاوندی کی اصطلاح میں وقف لازم کہتے ہیں۔ جس کا مفصل بیان آگے آرہا ہے۔ پس اس طرح وقف اختیاری کی پانچ قسمیں ہوں گی۔ لازم یا بیان، تامٌ، کافی، حسنٌ، صحیحٌ۔

ایک اشکال ایک طرف تو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رؤس آیات پر وقف کرنا سنت اور نہ کرنا خلافِ سنت ہے۔ اور امام ابوعمرو بصری کا یہ فرمانا کہ سنت کی اتباع میں رؤس آیات آیات پر وقف کرنا مجھے زیادہ پسند ہے[1]۔ اس نص سے بھی حدیث کے مضمون کی تائید

---

[1] المکتفی: ۱۴۸- للدانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے۔ کیونکہ ائمہ قراءۃ نے وہی کچھ پڑھایا اور بتایا جو ان کو صحیح اور متصل سند کے ساتھ پہنچا۔ اور ائمہ فن نے بھی حدیث کی اسی طرح تصریح کی ہے۔ اور امام بیہقی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

اور دوسری طرف یہ ہے کہ ائمہ وقوف نے وقف حسن کی جو تعریف کی ہے۔ اس کی رو سے وقف حسن کے مواقع میں وصل ہی اصل ہے۔ اگرچہ راس آیت پر ہی کیوں نہ ہو۔ اس تعارض کا کیا حل ہے۔

جواب ۔ پہلی بات تمام رؤس آیات توقیفی ہیں جس میں قیاس کو کوئی دخل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رؤس آیات میں وقف کی چاروں قسمیں یعنی تام، کافی، حسن، قبیح سب ہی ہیں۔ علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائً تعلیم فواصل کی غرض سے رؤس آیات پر وقف فرمایا کرتے تھے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو رؤس آیات کے مواقع کا علم ہو گیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معنی کی رعایت رکھتے ہوئے وقف فرماتے تھے۔[1]

دوسری بات قراءات متواترہ میں ایسے بھی اختلاف ہیں۔ جن کا اظہار صرف وصل ہی کی حالت میں ہوتا ہے۔ مثلاً:

الف: مِنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ٥ (سباع ۱) والے اَلِيْمٌ کو بعض نے مرفوع اور بعض نے مجرور پڑھا ہے۔

ب ۔ وَالرَّيْحَانُ ٥ (سورۃ الرحمٰن ع ۱) کو بعض نے منصوب، بعض نے مجرور، اور بعض نے مرفوع پڑھا ہے۔

ج ۔ مَحْفُوْظٌ (بروج) کو مدنی مرفوع اور باقی مجرور پڑھتے ہیں۔

ان تینوں مثالوں پر راس آیت بھی ہے اور وقف تام بھی۔ قراءات میں اس طرح کے اور بھی بہت سے اختلاف ہیں۔ جن کا تعلق اور اظہار وصل ہی کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی حضرت گنگوہیؒ نے القول الجازم ص۲ میں لکھا ہے۔

---

[1] مناہل العرفان: ۱/۳۴۷۔ محمد عبد العظیم الزرقانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نتیجۂ کلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤس آیات پر حسب معنیٰ اور حسب ضرورت کبھی وصل اور کبھی وقف فرماتے تھے ۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤس آیات پر ہمیشہ اور ہر حال میں وقف ہی فرماتے تو قراءات کے ان جیسے اختلافات کا قطعاً علم نہ ہوتا۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ حدیث کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ ہر رأس آیت پر وقف کرنا سنّت اور مستحب ہے خواہ مابعد سے تعلق لفظی ومعنوی کیوں نہ ہو۔ اور بہت سے ائمہ وقوف نے یہی مطلب بیان کیا ہے ۔ لیکن اس میں ارباب وقوف کا اختلاف ہے ۔

مثلاً : علامہ سجاوندی وصاحب الخلاصہ وغیرہما کے نزدیک اختیاری حالت میں وقف حسن کے مواقع میں وصل ہی کرنا چاہئے ۔ اگرچہ رأس آیت ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ سجاوندی نے اسی لیے ایسی آیتوں پر (لا) لکھا ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ حدیث سے اس قسم کی آیتوں پر وقف کرنے کا صرف جواز ملتا ہے ۔ اس سے نہ وجوب ثابت ہوتا ہے اور نہ تاکید۔ اور نہ وصل کرنے کی ممانعت ۔ کیونکہ حدیث میں صرف مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ تک کی آیتوں پر صرف وقف کرنے کا ذکر ہے ۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پورے قرآن میں اسی طرح ہر ہر آیت پر وقف فرماتے تھے[2]۔

چوتھی قسم۔ وقف قبیح کی تعریف کلمہ موقوف علیہ پر سرے سے جملہ ہی پورا نہ ہو۔ اور مابعد سے لفظی ومعنوی دونوں طرح کا گہرا تعلق بھی ہو۔ اور کلام غیر مفید وغیر مفہوم ہو کہ مرادی معنیٰ سمجھ میں نہ آئیں ۔ تو ایسا وقف "وقف قبیح" کہلائے ۔ جیسا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں اَلْحَمْدُ پر ۔ اور وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ میں وَاِذْ قَالَ پر وقف کیا تو اس صورت میں مبتدا پر بغیر خبر کے اور فعل پر بغیر فاعل کے وقف ہوگا۔ ایسے ہی مضاف پر بغیر مضاف الیہ کے ۔ موصوف پر بغیر صفت کے معطوف علیہ پر بغیر معطوف کے ۔ ذوالحال پر بغیر حال کے ۔ موصول پر بغیر صلہ کے ۔ شرط پر بغیر جزاء

[1] المنح الفکریۃ : ۵۹ ۔ علامہ علی قاری [2] القول الجازم : حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ ان تمام صورتوں میں کلام ناقص اور نامکمل رہتا ہے ۔ اور معنیٰ واضح نہیں ہوتے ۔

اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایسے موقعوں پر وقف صرف اضطراراً اور مجبوری کی حالت ہی میں جائز ہے ۔ ارادۃً اور اختیاراً جائز نہیں ۔

حدیث میں وقف قبیح کا ذکر

علامہ جزری تمہید میں اس موقع پر عدی ابن حاتم والی حدیث لائے ہیں ۔ جو پہلے بھی گذر چکی ہے ۔

قَالَ : جَاءَ رَجُلَانِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ أَحَدُهُمَا ۔ فَقَالَ : مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا وَوَقَفَ ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قُمْ" أَوْ "اِذْهَبْ بِئْسَ الْخَطِيْبُ"۔

کہ دو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ ان میں سے ایک نے پڑھا مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا ۔ اور وقف کر کے ٹھہر گیا ۔ اس کے معنیٰ یہ ہو گئے جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ کامیاب ہوا ۔ اور جس نے دونوں کی نافرمانی کی وہ بھی کامیاب ہوا ۔ (اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ) اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ میں فرمایا "قُمْ" "اٹھ جا یہاں سے ۔ یا یہ فرمایا "اِذْهَبْ" جا دور ہو جا ۔ "بِئْسَ الْخَطِيْبُ" "برا خطیب ہے تو ۔

اس حدیث پر تفصیلی بحث شروع میں گذر چکی ہے ۔

خلاصہ ائمہ وقوف فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وقف قبیح کے موقع پر اختیاری طور پر وقف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا تھا ۔ لہٰذا حتی الامکان وقف قبیح سے بچنا چاہئے ۔ اس حدیث سے تمام ارباب وقوف نے بھی استدلال کیا ہے ۔ جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے ۔

---

[1] التمہید فی علم التجوید ۱۷۷ ۔ للجزری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف قبیح کی قسمیں ۱۔ وقف قبیح: اس میں جملہ پورا نہ ہونے کی وجہ سے معنیٰ نامکمل رہتا ہے۔ جس کی تفصیل وقف قبیح کی تعریف کے ضمن میں گذر چکی ہے۔

۲۔ وقف اقبح: اس میں جملہ اس قدر ناقص رہتا ہے کہ جس کے سبب معنیٰ میں فساد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہ وقف لازم کا مقابل اور اس کی ضد ہے۔ یعنی وقف لازم کے موقعوں پر وقف نہ کرنے سے معنیٰ میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اور وقف اقبح موقعوں پر وقف کرنے سے معنیٰ میں اس درجہ فساد پیدا ہو جاتا ہے کہ جس سے نماز بھی باطل ہو جاتی ہے۔

وقف اقبح کی مثالیں ۱۔ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ط (بقرہ ع ۳۵) کے بجائے وَاللّٰہُ پر وقف کرنے سے واو مستانفہ عاطفہ بن کر معنیٰ یوں ہو جائیں گے کہ کافر یعنی نمرود بادشاہ ابراہیم علیہ السلام کا جواب سن کر حیران رہ گیا اور اللہ تعالیٰ بھی۔ یعنی ابراہیم علیہ السلام کا مکالمہ سن کر اللہ تعالیٰ بھی حیران رہ گئے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي (انعام ع ۱۷) پر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی ہدایت نہیں دیتے۔ اس صورت میں ہدایت کی نفی مطلقاً ہو گئی۔ حالانکہ اس کا مفعول بہ اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ مذکور ہے۔ اور مقصودی معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتے۔

۳۔ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط کے بجائے وَلِاَبَوَيْهِ (نساء ع ۲) پر وقف کرنے سے یہ معنیٰ ہو جائیں گے کہ اگر میت کی ایک بیٹی ہو تو اس کو نصف حصہ ملے گا۔ اور اس نصف حصہ میں میت کے والدین بھی شریک ہیں۔ حالانکہ نصف حصہ صرف اکیلی بیٹی ہی کا ہے۔ اور چونکہ وَلِاَبَوَيْهِ جملہ مستانفہ ہے۔ اس لیے اس کے بعد میت کے والدین کا مستقل طور پر حصہ مذکور ہے۔

۴۔ اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ط کے بجائے وَالْمَوْتٰى (انعام ع ۴) پر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ بات یہ ہے کہ دعوت حق کو قبول وہی کرتے ہیں جو سنتے بھی ہیں اور مردے بھی۔ یعنی مردے بھی دعوت حق کو قبول کرتے ہیں۔ حالانکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصودی معنیٰ یہ ہیں کہ دعوت حق اور احکام ایمان والے ہی سُنتے اور قبول کرتے ہیں۔ اور مُردوں کو تو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے قبروں سے اٹھائیں گے۔ پس وَالْمَوْتٰی جملہ مستانفہ ہے۔

۵۔ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا کے بجائے وَاِنْ تَوَلَّوْا (آل عمران ع ۲) پر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اگر یہ لوگ اسلام قبول کر لیں گے تو ہدایت پا لیں گے۔ اور اگر اسلام قبول نہ کریں تب بھی ہدایت پا لیں گے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ حالانکہ وَاِنْ تَوَلَّوْا جملہ مستانفہ ہے۔ اور مقصودی معنیٰ یہ ہیں کہ اگر یہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو ہدایت پا لیں گے۔ اور اگر اسلام قبول نہ کریں تو کوئی بات نہیں۔ آپ کا کام صرف تبلیغ کرنا ہے۔

۶۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ ط کے بجائے وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ (ابراہیم ع ۲) پر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں خوب سے خوب تر دوں گا۔ اور اگر ناشکری کرو گے تب بھی۔ یعنی ناشکری کی صورت میں بھی تمہیں خوب سے خوب تر دوں گا۔ حالانکہ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ جملہ مستانفہ ہے۔ اور مقصودی معنیٰ یہ ہیں کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں خوب سے خوب تر دوں گا۔ اور اگر ناشکری کرو گے تو میری گرفت زبردست ہے۔

۷۔ وقف اقبح کا ایک قاعدہ کلیہ: کہ جہاں بھی حرف نفی کے بعد حرف ایجاب آئے۔ اور حرف ایجاب سے پہلے وقف کر دیا جائے تو یہ وقف اقبح ہوگا جیسے لَا اِلٰهَ پر اِلَّا اللّٰہُ کے بغیر۔ اور وَمَا مِنْ اِلٰهٍ پر اِلَّا اللّٰہُ کے بغیر۔ اور لَا اِلٰهَ پر اِلَّا اَنَا کے بغیر یعنی مستثنیٰ کے بغیر وقف کرنے سے تینوں مثالوں میں مطلق معبود کی نفی ہو جائے گی۔ یعنی کسی بھی قسم کا کوئی معبود نہیں۔ حتیٰ کہ معبود حقیقی بھی نہیں ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اور یہ عقیدہ بھی کفر ہے۔ پس ان میں اور ان جیسی اور مثالوں میں مقصود ہے معبودان باطل کی نفی اور معبود حقیقی کا اقرار کرنا۔

۸۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ پر اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا (اسراء ع ۱۲ و فرقان ع ۵) کے بغیر وقف کرنے سے اور اس جیسی اور مثالوں میں بھی معنیٰ ہو جائیں گے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کو ہم نے منصب رسالت سے نہیں نوازا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ عقیدہ بھی کفر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب رسالت سے بھی نوازا۔ اور بشیر و نذیر بھی بنایا۔ حتیٰ کہ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ یعنی تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔

۹۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ پر اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ٥ (ذاریات ع ۳) کے بغیر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ جنات اور انسانوں کو ہم نے نہیں پیدا کیا۔ یعنی ان کا وجود ہی نہیں۔ یا یہ معنیٰ ہو جائیں گے کہ جنات و انسان خود بخود وجود پذیر ہو گئے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ حالانکہ مقصودی معنیٰ یہ ہیں کہ ہم نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔

۱۰۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا پر اِلَّا هُوَ (انعام ع ۳) کے بغیر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اور اسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں جس کو کوئی بھی نہیں جانتا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ بھی نہیں جانتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کے خزانے تو ہیں، جن کو مخلوق تو مخلوق خود اللہ تعالیٰ بھی نہیں جانتے۔ اس عقیدہ کے کفر ہونے میں کیا شبہ ہے۔

۱۱۔ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ پر اِلَّا اللّٰهُ (نمل ع ۵) کے بغیر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمینوں میں بسنے والوں میں سے غیب کو کوئی بھی نہیں جانتا۔ اس معنیٰ میں غیب نہ جاننے کی مطلقاً نفی ہو گئی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی غیب نہیں جانتے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ یہ عقیدہ بھی صریح کفر ہے۔ اس طرح کی آیات اور بھی ہیں۔ آیت کے مرادی معنیٰ یہ ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے سوا غیب اور کوئی نہیں جانتا۔

۱۲۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ٥ پر وقف کرنے کے بجائے وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا (مائدہ ع ۲) پر وقف کرنے سے یہ معنیٰ ہو جائیں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور ایسا ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعدہ ان لوگوں سے بھی کیا ہے جنھوں نے کفر کیا اور تکذیب کی اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ حالانکہ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا جملہ مستانفہ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہیں کہ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔ اس طرح کی مثالیں اور بھی ہیں۔

۱۳۔ لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّھِمُ الْحُسْنٰی کے بجائے وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَہٗ (رعدع ۲) پر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ جن لوگوں نے اپنے رب کے حکموں کو قبول کیا ان کی حالت بہت بہتر ہوگی۔ اور جن لوگوں نے اس کے حکموں کو قبول نہیں کیا ان کی حالت بھی بہت بہتر ہوگی۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ حالانکہ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَہٗ جملہ مستانفہ ہے۔ اور مقصودی معنیٰ یہ ہیں کہ اور جن لوگوں نے اپنے رب کے حکموں کو قبول نہیں کیا اگر روئے زمین کے سب خزانے ان کے اختیار میں ہوں تو وہ سب کے سب بلکہ اتنے ہی اور بھی خزانے ہوں تو سب کچھ دے کر بھی آخرت کے عذاب سے نجات نہیں پا سکتے۔

۱۴۔ مَنْ یَّھْدِ اللّٰہُ فَھُوَ الْمُھْتَدِ ط کے بجائے وَمَنْ یُّضْلِلْ (کہف ع ۲) پر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ جس کو اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یاب ہے۔ اور جس کو (اس کی بد اعمالیوں کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے وہ بھی ہدایت یاب ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ حالانکہ وَمَنْ یُّضْلِلْ جملہ مستانفہ ہے اور مقصودی معنیٰ یہ ہیں۔ کہ جس کو اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گمراہ دے تو آپ ایسے شخص کے لیے کوئی دوست راہ بنانے والا نہیں پائیں گے۔

۱۵۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا کے بجائے وَاجْنُبْنِیْ پر یا وَبَنِیَّ (ابراہیم ع ۶) پر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے رب اس شہر یعنی مکہ مکرمہ کو امن کی جگہ بنا دے۔ اور مجھے یا مجھے اور میری اولاد کو اس بابرکت شہر اور مقام سے بچالے اور دور کر دے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ حالانکہ وَاجْنُبْنِیْ جملہ مستانفہ ہے۔ اور وَبَنِیَّ اس پر معطوف ہے۔ اور مقصودی معنیٰ یہ ہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے رب شہر مکہ مکرمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو امن کی جگہ بنا دے۔ اور مجھے اور میری اولاد کو اس چیز سے بچا کر رکھ کہ ہم بتوں کی پُوجا کرنے لگیں۔

۱۶۔ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ کے بجائے وَمَنْ عَصَانِیْ (ابراہیم ع ۶) پر وقف کرنے سے یہ معنیٰ ہو جائیں گے کہ جنہوں نے میرا کہا مانا وہ میرے ہیں ہو جائیں گے۔ یعنی ہم میں سے ہیں اور مسلمان ہیں۔ اور جنہوں نے میرا کہا نہیں مانا اور کفر پر ڈٹے رہے وہ بھی میرے ہیں۔ یعنی ہم میں سے ہیں۔ اور مسلمان ہیں۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔ حالانکہ وَمَنْ عَصَانِیْ جملہ مستانفہ ہے۔ اور مقصودی معنیٰ یہ ہیں۔ کہ جنہوں نے میری اطاعت کی وہ میرے ہیں یعنی مسلمان اور دین حنیف پر ہیں۔ اور جو میرا کہا نہیں مان رہے اور دین حنیف کو قبول نہیں کر رہے آپ اس بات پر قادر ہیں کہ ان کو توبہ کی توفیق دیں۔ اور وہ آپ کی توفیق سے سیدھے راستے پر آجائیں۔ اور آپ ان کو بخش دیں۔

۱۷۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پر وقف کرنے سے اور وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی کو جدا کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے۔ کہ اے ایمان والو! نماز کے قریب تک مت جاؤ۔ یعنی نماز مت پڑھو۔ حالانکہ مقصودی معنیٰ یہ ہیں کہ اے ایمان والو! جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز مت پڑھا کرو۔ یہ حکم شراب کی حرمت سے پہلے تھا۔ پس وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی کا واو حالیہ ہے۔ اور یہ جملہ لَا تَقْرَبُوْا کی ضمیر فاعل مقدر سے حال ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے شراب کو مطلقاً حرام قرار دے دیا۔

۱۸۔ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ کے بجائے وَمَا نَھٰکُمْ پر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اور جو چیز تم کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دیں وہ لے لو۔ اور جس چیز سے منع کریں وہ بھی لے لو۔ یعنی بُرے کاموں سے باز نہ آؤ۔ اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ۔ حالانکہ مقصودی معنیٰ یہ ہیں کہ پیغمبر جو چیز دیں وہ لے لو۔ اور جس چیز سے منع کریں اس سے رُک جاؤ۔ وہ کام مت کرو۔

۱۹۔ لِکُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ مَّا اکْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ کے بجائے وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْھُمْ (نور ع ۲) پر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ ان میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا اس کے لیے اتنا ہی وبال ہے۔ اور جس نے تہمت کا طوفان کھڑا کیا وہ انہیں میں سے ہے۔ یعنی صحابہ میں سے ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہو جائے گا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول جس نے تہمت کا طوفان کھڑا کیا تھا اور جس کے بارے میں وحی کا یہ حصہ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ نازل ہوا۔ وہ صحابہ میں سے ہے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ حالانکہ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور مِنْهُمْ کا مرجع منافقین ہے۔ یعنی یہ منافقین کا سردار ہے۔ اور اس کے لیے آخرت کا دائمی زبردست عذاب ہے۔ معنیٰ یہ ہیں۔ اور جس نے تہمت کا طوفان کھڑا کیا۔ وہ منافقین میں سے ہے نہ کہ صحابہ میں سے۔ اس کے لیے تو آخرت کا زبردست دائمی عذاب ہے۔

۲۰۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ پر اگرچہ رأس آیت ہے۔ لیکن یہاں وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ نماز پڑھنے والوں کے لیے وَيْلٌ اور ہلاکت و بربادی ہے۔ وَيْلٌ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں بے نمازیوں اور نماز کے بارے میں غفلت کرنے والوں کو ڈالا جائے گا۔

اس صورت میں جہنم کا عذاب اور عقاب عام نمازیوں کے لیے ہو جائے گا۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا۔ اور فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ لا کے بجائے سَاهُوْنَ ۝ لا پر وقف کرنے سے معنیٰ واضح ہو جائیں گے۔ کہ وَيْلٌ ان نمازیوں کے لیے ہے جو نمازوں کے بارے میں غفلت شعار اور لاپرواہ ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید میں وقف اقبح کی مثالیں بکثرت ہیں۔ مگر سب کا احاطہ کرنا مزید طوالت کا باعث ہو جائے گا۔ اس لیے ان بیس مثالوں پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔

ایک سوال جن آیتوں پر وقف اقبح ہے۔ ان پر اتباع سنت میں وقف کرنا اولیٰ ہے یا وصل کرنا بہتر ہے؟

جواب وقف اقبح والی رؤس آیات پر وصل ہی کرنا چاہیئے۔ اور وقف کرنے سے حتی الامکان بچنا چاہیئے۔ اور یہ بحث ابھی گذری ہے کہ قراء اور ائمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقوف کی ایک جماعت کے نزدیک وقف حسن والی رؤس آیات پر اختیاری طور پر وقف نہ کرنا اولیٰ ہے۔ حالانکہ وقف حسن آیتوں پر وقف کرنے سے معنوی کوئی قباحت پیدا نہیں ہوتی۔ صرف مابعد سے اعراب اور نحوی ترکیب کا تعلق ہوتا ہے۔ نیز موقوف علیہ والا حصہ مابعد سے مستغنی ہوتا ہے۔ البتہ بعد والا جملہ معنوی ضرورت کی بنا پر وصل کا مقتضی ہوتا ہے۔ اور وقف اقبح والی رؤس آیات پر تو وقف کرنے سے معنیٰ میں اس قدر فساد پیدا ہوجاتا ہے جس سے نماز بھی باطل ہوجاتی ہے۔
جیسا کہ امام ابو منصور ماتریدی[1] نے "الوقوف المفروضۃ" میں لکھا ہے کہ جن وقفوں پر وقف کرنے سے معنیٰ میں فساد آجائے اس سے نماز باطل ہوجائے گی۔ اگرچہ وقف بے خیالی میں کیوں نہ کیا ہو۔ اور لکھا ہے کہ وقف اقبح کے مواقع پر عمداً وقف کرنا حرام ہے۔
اور اگر فاسد معنیٰ کی نیت سے وقف کرے گا تو بلاشبہ کافر ہوجائے گا۔ اس بارے میں علامہ جزری نے بھی ایک نص روایت کی ہے کہ:

وَصَحَّ عِنْدَنَا عَنِ الشَّعْبِيِّ[2] وَهُوَ مِنْ أَئِمَّةِ التَّابِعِيْنَ عِلْمًا وَفِقْهًا وَمُقْتَدًى۔ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا قَرَأْتَ (كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ) فَلَا تَسْكُتْ (أَيْ فَلَا تَقِفْ) حَتّٰى تَقْرَأَ وَيَبْقٰى

امام شعبی جو تابعین میں سے ہیں۔ اور علم و فقہ میں امام اور مقتدی ہیں۔ ان کا یہ قول ہمارے نزدیک صحیح اور ثابت ہے کہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ پر وقف مت کرو۔ بلکہ اس کو مابعد سے

[1] نام: محمد بن محمد بن محمود کنیت ابو منصور اور ماتریدی نسبت ہے ماترید کی طرف جو کہ سمرقند میں ایک محلہ کا نام ہے۔ آپ علم و فضل کے روشن منار اور متکلم اور اصولی ہیں آپ کی تالیفات میں زیادہ مشہور کتاب التوحید، کتاب اوہام المعتزلہ، کتاب الرد علی القرامطہ، کتاب تاویلات اہل السنۃ، کتاب الوقوف المفروضۃ ہیں۔ اور الفقہ الاکبر جو کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب ہے اس کی بھی شرح کی ہے۔
آپ کی وفات سمرقند میں ۳۳۳ھ مطابق ۹۴۴م میں ہوئی۔ تفصیل کے لیے دیکھئے۔ الاعلام للزرکلی: ۲۴۲/۷ طبقہ ثانیہ۔ و معجم المؤلفین لعمر رضا کحالۃ: ۳۰۰/۱۱۔ و الفتح المبین فی طبقات الاصولیین للشیخ عبد اللہ مصطفیٰ المراغی: ۱۸۲/۱

[2] ابو عمرو الشعبی: نام عامر بن شراحیل بن عبد ہے۔ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۴ پر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلٰلِ وَ الۡاِكۡرَامِ[1] ملا کر پڑھا کرو۔

اس سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے بھی فنا ہے۔ اَلۡعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔

علامہ سیوطی نے اتقان (۱/ ۸۵) میں لکھا ہے کہ اس اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔ اور مقصودی معنیٰ یہ ہیں کہ ہر چیز فانی ہے۔ اور آپ کا رب جو صاحب جلال واکرام ہے وہی باقی رہے گا۔ اس طرح کی اور بھی مثالیں ہیں۔

ایک شبہ امام حمزہ کوفی جو کہ قراء سبعہ میں سے چھٹے قاری ہیں۔ ان کے بارے میں یہ عام مشہور ہے کہ ان کے نزدیک پورا قرآن ایک قطعہ کے حکم میں ہے۔ اور وہ چونکہ ہمیشہ ترتیل سے پڑھا کرتے تھے۔ اس لیے جہاں سانس مجبور کرتا وہیں وقف فرمادیتے۔ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وہ وقف کرتے وقت حسن معنیٰ کی رعایت نہیں رکھتے تھے۔

جواب بلاشبہ امام حمزہ کوفی تکمیل روایت کے لیے قرآن ہمیشہ ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے اساتذہ سے ترتیل ہی کے ساتھ پڑھا تھا۔ اور ترتیل میں پڑھنے والا بعض وقت سانس کی تنگی کی وجہ سے جملہ پورا نہیں کرسکتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ وقف کرنے میں حسن معنیٰ کی رعایت نہیں رکھتے تھے۔ اور اس کا اہتمام نہیں کرتے تھے نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ وہ تو وقف اقبح سے بلکہ

(بقیہ حاشیہ) کنیت: ابوعمرو۔ شعبی کوفی امام کبیر مشہور ہیں۔ آپ کے ایک شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی ہیں۔ جو کہ امام عاصم کوفی کے بھی شیخ ہیں اور دوسرے شیخ علقمہ بن قیس ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ جیسے صاحب علم وفضل آپ کے شاگرد ہیں۔ امام شعبی کا قول ہے۔ "اَلۡقِرَاءَةُ سُنَّةٌ فَاقۡرَءُوۡا كَمَا قَرَأَ اَوَّلُكُمۡ"۔ یعنی قراءۃ میں اتباع ضروری ہے۔ پس قرآن اسی طرح پڑھو جس طرح تم سے پہلوں نے پڑھا۔ آپ تابعین میں سے ہیں۔ اور علم وفضل اور حفظ ومناقب میں مشہور ترین ہیں۔ ۷۷ سال کی عمر میں ۱۰۵ھ میں انتقال ہوا۔

(طبقات القراء ۱/ ۳۵۰۔ للجزری)

[1] نشر: ۱/ ۲۲۵۔ للجزری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف قبیح سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ جیسا کہ امام ابن انباری نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ:

كَانَ حَمْزَةُ وَغَيْرُهُ يَسْتَسْمِجُونَ الْوُقُوفَ عَلَى هٰذَا يَعْنِي مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ مِنَ الْقَبِيحِ لِأَنَّ الْقَارِيَ يَقْدِرُ عَلَى تَفَقُّدِهِ وَتَجَنُّبِهِ[1]	امام حمزۃ وغیرہ وقف قبیح کو بہت مکروہ سمجھتے تھے جس کا تفصیلی ذکر ابھی گذرا۔ کیونکہ قاری کو اتنی قدرت ہوتی ہے کہ وہ وقف قبیح سے بچ سکے۔ اور عمدہ موقع پر وقف کرے۔

اس نص کو علامہ دانی نے بھی روایت کیا ہے[2]۔ اور اس سے استدلال کیا۔ کہ امام حمزۃ جو کہ ہمیشہ ترتیل میں پڑھتے تھے۔ وہ وقف قبیح سے بچتے اور اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتل کے لیے بھی وقف قبیح سے بچنا ضروری ہے۔ اور یہ ممکن ہے۔ جیسا کہ:۔

علامہ جزری نے لکھا ہے کہ ابوحاتم سجستانی بصرہ کی جامع مسجد میں ساٹھ سال امام و خطیب رہے۔ اتنے طویل عرصہ میں تراویح اور روزمرہ کی نمازوں میں کبھی نہ بھولے۔ اور نہ کبھی وقف قبیح کا ارتکاب کیا[3]۔ اللہ اکبر۔ اللہ تعالےٰ نے کیسی کیسی باکمال ہستیاں پیدا کیں۔ رحمہم اللہ۔

محل وقف کے بارے میں آسان ترین ضابطہ یہ ہے کہ دورانِ تلاوت مندرجہ ذیل موقعوں پر وقف کر لینے کا التزام کر لینے سے بہت سی بے موقع وقف و ابتداء کی قباحتوں سے بچاؤ ہو جائے گا۔

مواقع وقوف ۱۔ وہ رأس آیت (۵) جس پر (لا) نہ ہو ۲۔ وقف لازم کی علامت (م) ۳۔ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۴۔ وقف تام جس کو علامہ سجاوندی

---

[1] اخرجہ: ابوبکر محمد بن القاسم بن بشار الانباری النحوی ت ۳۲۸ھ فی کتابہ "ایضاح الوقف: ۱/۱۵۰"

[2] المکتفی: ص ۱۵۳۔ للدانی ت ۴۴۴ھ [3] طبقات القراء: ۳۲۰۔ للجزری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اصطلاح میں وقف مطلق کہتے ہیں جس کی علامت (ط) ہے۔ چونکہ دوران تلاوت وقف کرنے کی ضرورت تو بہرحال پیش آتی ہی ہے۔ اور اس کے بغیر چارہ نہیں۔ تو پھر کیوں نہ ایسے ہی موقعوں پر وقف کیا جائے۔ جہاں کلام پورا ہوتا ہو۔ اور ایسے مواقع یہی چار ہیں۔ نیز یہ کہ ان موقعوں پر وقف کرنے کی صورت میں ماقبل سے لوٹانے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ مابعد سے ابتدا کی جاتی ہے۔ اور اگر ان چاروں مواقع کے علاوہ بھی ٹھہرنے کی ضرورت پیش آئے تو پھر پانچواں موقع وقف کافی ہے۔ جو علامہ سجاوندی کی اصطلاح میں وقف جائز ہے۔ جس کی علامت (ج) ہے۔ ایسے موقع پر حدیث کی رو سے بلاشبہ وقف درست ہے۔ اور اعادہ کی بھی ضرورت نہیں۔ بلکہ ابتداء ہی ہوگی۔ ایسے ضابطہ پر عمل کرنے سے ضعیف علامت پر یا درمیان میں وقف کرنے کی ضرورت بہت کم پیش آئے گی۔ ہاں اگر دو یا تین آیتیں یا علامتیں قریب قریب ہوں تو ایسی صورت میں ہر آیت اور ہر علامت پر ٹھہرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کو ایک سانس میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اور یہی بہتر ہے۔ اس لیے کہ علامتیں ضرورت کے وقت ٹھہرنے کے لیے لگائی گئی ہیں۔ اس لیے نہیں کہ ہر علامت پر ٹھہرنا ضروری بھی ہے۔ بلکہ وقف جتنے کم موقعوں پر کیا جائے گا اتنی ہی زیادہ تلاوت ہو سکے گی۔

ابتداء واعادہ کا بیان

ابتداء کے معنیٰ ہیں وقف کر کے آگے سے پڑھنا اور اعادہ کے معنیٰ ہیں اوپر سے لوٹانا اور یہ دونوں وقف کے متعلقات میں سے ہیں۔ کیونکہ وقف کرنے کے بعد بعض حالتوں میں تو قاری کو آگے سے پڑھنا ہوتا ہے۔ اور بعض حالتوں میں اوپر سے لوٹانا پڑتا ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اس لیے معرفت وقف کی طرح ابتداء واعادہ کی معرفت بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جو قباحت اور خرابی بے موقع اور خلاف قاعدہ وقف کرنے سے ہوتی ہے وہی قباحت اور خرابی خلاف قاعدہ اور بے جا ابتداء اور اعادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں کی معرفت کے بغیر وقف کی معرفت ہی کامل نہیں ہوتی۔ اور وقف کی طرح ابتداء و اعادہ کے لیے بھی دو چیزوں کا جاننا ضروری ہوتا ہے۔

۱۔ کیفیت ابتداء و اعادہ ۲۔ محل ابتداء و اعادہ

کیفیت ابتداء و اعادہ کیفیت میں ابتداء و اعادہ دونوں یکساں ہیں اور وہ یہ ہے کہ دونوں حرکت سے کیے جاتے ہیں۔ پس اگر کلمہ کا پہلا حرف ساکن ہو تو چونکہ ابتداء بسکون محال ہے اس لیے ایسی صورت میں ہمزہ وصلی لاتے ہیں تاکہ ابتداء ہو سکے۔ اور اعادہ کی بھی یہی حالت ہے۔

ہمزہ وصلی ذیل کی صورتوں میں تو ہمزہ وصلی ہوتا ہے۔ اور ان کے علاوہ ہر جگہ قطعی ہوگا۔

۱۔ حرفوں میں سے صرف اَل کا ہمزہ۔ جیسے اَلْحَقُّ۔ اَلنَّاصِرُ وغیرہ۔

۲۔ اسموں میں سے اِسْمٌ، اِبْنٌ، اِبْنَةٌ، اِمْرُءٌ، اِمْرَاَةٌ، اِثْنَانِ، اِثْنَتَانِ۔ اِن سات اسموں کا ہمزہ۔

۳۔ مصادر میں سے باب اِفعال کے سوا ثلاثی مزید اور رباعی مزید اور ملحقات رباعی کے مصادر کا ہمزہ۔

۴۔ افعال میں سے ثلاثی مجرد کے امر حاضر کا ہمزہ۔ ثلاثی مزیدوں میں سے باب افعال کے سوا باقی بابوں کی اور اسی طرح رباعی مزید اور ملحقات کے تمام ابواب کی ماضی معروف اور ماضی مجہول اور امر حاضر کے شروع میں ہمزہ ہے۔

ہمزہ وصلی کی حرکت ۱۔ اَل کا ہمزہ تو ہمیشہ مفتوح ہی ہوتا ہے۔

۲۔ اِسْمٌ اِبْنٌ وغیرہ ان سات اسموں کا ہمزہ۔ اور ایسے ہی

۳۔ باب اِفْعَال کے سوا ثلاثی مزید، رباعی مزید اور ملحقات رباعی کے مصادر کا ہمزہ ہمیشہ مکسور ہوگا۔ جیسے اِقْرَءْ۔ اِنْتِقَام وغیرہ۔

۴۔ افعال کے ہمزہ کی حرکت میں قدرے تفصیل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر ہمزہ سمیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فعل کا تیسرا حرف مضموم بضمہ اصلی ہے تب تو ہمزہ بھی مضموم ہوگا۔ جیسے اُنْصُرْ اُنْظُرْ وغیرہ۔ اور اگر تیسرا حرف مکسور یا مفتوح یا مضموم بضمہ عارضی ہے تو ان تینوں صورتوں میں ہمزہ مکسور ہوگا۔ جیسے اِذْهَبْ، اِضْرِبْ، اِتَّقُوْا، وغیرہ۔ اِتَّقُوْا اصل میں اِتَّقِيُوْا تھا۔ تعلیل کے بعد اِتَّقُوْا ہوگیا۔

محل ابتداء و اعادہ ابتداء ہمیشہ اور ہر حال میں اختیاری ہی ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی اعادہ بھی۔ کیونکہ ان دونوں کی حیثیت وقف سے بالکل مختلف ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ وقف تو کبھی کسی ضرورت اور شدتِ عذر کی بنا پر بے موقع بھی کرنا پڑ جاتا ہے۔ جس کو وقف اضطراری کہتے ہیں۔ لیکن ابتداء اور اعادہ کے لیے نہ کوئی ضرورت ہوتی ہے اور نہ کوئی عذر۔ البتہ اختیاری طور پر یعنی تعلیم و تعلم کی غرض سے ہر کلمہ غیر موصولہ کے شروع سے جائز ہیں۔

ابتداء کی قسمیں جس طرح علماء وقوف نے کلام کی تمامی و ناتمامی اور معنوی فساد اور تغیر و تبدل وغیرہ کے اعتبار سے وقف کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ اسی طرح ابتداء کی بھی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ تام، کافی، حسن، قبیح (نشر ۱/۲۳۰) کیونکہ جس طرح وقف میں تفاضل و مراتب ہیں۔ ایسے ہی اقسام ابتداء میں بھی مراتب اور درجے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ وَمِنَ النَّاسِ پر وقف کرکے اَلنَّاسِ سے اعادہ کرنا قبیح ہے۔ کیونکہ اس صورت میں معنیٰ واضح نہیں ہوتے۔ اور وَمِنَ النَّاسِ سے ابتداء یا اعادہ کرنا تام ہے۔ کہ ماقبل عَظِيْمٌ پر وقف تام ہے۔ جس کا وَمِنَ النَّاسِ سے کسی طرح کا تعلق نہیں۔

۲۔ ایسے ہی مَنْ يَّقُوْلُ پر وقف کرکے يَقُوْلُ سے ابتداء کرنا درست ہے۔ یعنی تام اور کافی سے کم درجہ کا ہے۔ کیونکہ ابتداء حرف استفہام سے نہیں ہوئی۔

۳۔ اسی طرح خَتَمَ اللّٰهُ پر وقف کرنا قبیح ہے۔ اور پھر اللّٰهُ سے اعادہ کرنا اقبح ہے۔ البتہ خَتَمَ اللّٰهُ سے اعادہ کرنا کافی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ اسی طرح عُزَيْرٌ ابْنُ پر اور اَلْمَسِيحُ ابْنُ پر وقف کرنا قبیح ہے۔ اور ابْنُ اللّٰهِ سے اعادہ کرنا اقبح ہے۔ اور عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ اور اَلْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ سے اعادہ کرنا اور بھی زیادہ اقبح ہے۔

۵۔ اسی طرح مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ پر اضطراراً وقف کر کے اسم جلالہ یعنی اَللّٰهُ سے اعادہ کرنا قبیح ہے۔ اور وَعَدَنَا اللّٰهُ سے اعادہ کرنا اقبح ہے۔ اور مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ سے اعادہ کرنا اور بھی زیادہ اقبح ہے۔ (نشر: ۲۳۰/۱)

۶۔ اسی طرح بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ پر اضطراراً وقف کر کے مابعد سے ابتداء کرنا قبیح ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اِنَّكَ جو جملہ جزائیہ ہے۔ وہ خبریہ ہو جائے گا۔ اسی طرح بَعْدَ الَّذِي سے پہلے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ کے بغیر اَهْوَاءَهُمْ سے اعادہ کرنا اقبح ہے۔ کیونکہ اس صورت میں شرط والا جملہ کا انقطاع ہو جائے گا۔

۷۔ اور کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ وسط آیت میں ہے تو وقف حسن ہے۔ اس پر وقف کرنا درست ہے۔ لیکن ماقبل سے حسب ضابطہ اعادہ اقبح ہو گا۔ مثلاً: يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ (ممتحنہ ع ۱) پر کلام پورا ہونے کی وجہ سے وقف حسن ہے۔ لیکن پھر وَإِيَّاكُمْ سے اعادہ کرنا اقبح ہے۔ کیونکہ اس صورت میں معنٰی یہ ہو جائیں گے کہ تم اس بات سے ڈرو اور بچو کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔ یعنی اللہ پر ایمان لانے سے بچو۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔

۸۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی جگہ وقف کرنا قبیح ہوتا ہے۔ لیکن وہاں سے اعادہ کرنا جید اور عمدہ ہوتا ہے۔ مثلاً: مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا (یٰسین ع ۴) پر علامہ جزری کے نزدیک وقف قبیح ہے۔ کیونکہ اس سے هٰذَا کے بعد والا جملہ جو کہ خبر ہے هٰذَا کی اس سے انفصال ہو جاتا ہے۔ نیز یہ شبہ بھی ہوتا ہے کہ هٰذَا سے مَرْقَدِنَا کی طرف اشارہ ہے۔ حالانکہ مفسرین کے نزدیک ایسا نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر هٰذَا پر وقف کر ہی دیا ہے تو پھر هٰذَا سے ابتداء کرنا کافی یا تام ہے۔ کیونکہ هٰذَا جملہ مستانفہ ہے۔ جس سے کفار کے قول کی تردید کرنا مقصود ہے۔ نشر: ۲۳۰/۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتداء حسن اور اعادہ حسن کے لیے ضابطہ

معنیٰ نہ سمجھنے والوں کے لیے اس بارے میں یہ ضابطہ ہے کہ رأس آیت، (م) (ط) ۔ (ج) ان چاروں علامتوں کے اور ایسے ہی وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وقف جبرئیل علیہ السلام اور وقف غفران کے مواقع پر وقف کرنے کی صورت میں تو مابعد سے ابتداء کی جائے۔ اور اگر اضطراراً ان موقعوں کے علاوہ کسی اور جگہ وقف کرنا پڑ گیا تو اعادہ ان مذکورہ علامتوں کے بعد سے ہی کرنا چاہیئے۔

توضیح ۱۔ ابتداء اتم :۔ یہ وقف لازم کے بعد سے ہوتی ہے۔ کیونکہ جس طرح وقف لازم کے مواقع پر وقف نہ کرنے سے فاسد اور غیر مرادی معنیٰ کا خیال گذرتا ہے۔ اسی طرح وقف لازم کے بعد سے ابتداء کے بجائے ماقبل سے اعادہ کرنے کی صورت میں معنوی خرابی پیدا ہوگی۔ اس کو ابتداء لازم اور ابتداء بیان بھی کہتے ہیں۔

۲۔ ابتداء تام :۔ یہ وقف تام کے ان مواقع کے بعد سے ہوتی ہے۔ جہاں وقف لازم تو نہ ہو۔ لیکن وصل کرنے سے کسی معنوی خرابی کا احتمال بھی نہ ہوتا ہے کہ وقف تام رؤس آیات پر ہو جیسے یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝ اَلۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ۝ وغیرہ۔ یا آیتوں کے درمیان میں ہو جس کی علامت (ط) ہے۔ جیسے لِیُنۡذِرَکُمۡ ط (اعراف ع ۹) مِنۡ سُلۡطٰنٍ ط (اعراف ع ۹) وغیرہ اس کو ابتداء مطلق بھی کہتے ہیں۔ یعنی ماقبل سے کسی طرح کا تعلق نہیں۔

۳۔ ابتداء کافی :۔ یہ وقف کافی کے بعد سے ہوتی ہے۔ عام ہے کہ رؤس آیات پر ہو یا آیتوں کے درمیان ہیں جس کی علامت (ج) ہے۔ جیسے وَاِنۡ تَنۡتَهُوۡا فَهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ج اور مِنۡکُمۡ خَآصَّةً ج (انفعال ع ۳) وغیرہ۔ پس ایسی مثالوں میں بھی جو ابتداء ہوگی اس کو ابتداء کافی کہیں گے۔

۴۔ ابتداء حسن :۔ یہ صرف ان رؤس آیات پر وقف کرنے کے بعد سے ہوتی ہے جن پر وقف حسن ہے۔ جیسے مُعَوِّذَتَیۡنِ کی درمیانی آیتیں۔ علامہ سجاوندی نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے، انہوں پر (لا) لکھا ہے۔ جس کی تشریح گذر چکی ہے۔

۵۔ ابتداء قبیح :۔ یہ وقف قبیح کے بعد سے ہوگی جس کی تفصیل وقف قبیح کی بحث میں گذر چکی ہے۔

۶۔ ابتداء اقبح :۔ یہ وقف اقبح کے بعد سے ہوگی جس کی تفصیل وقف اقبح کی بحث میں گذر چکی ہے۔

فائدہ یہ بات تو کئی بار گذر چکی ہے کہ ابتداء مابعد سے اور اعادہ ماقبل سے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ دونوں تمام احکام میں مشترک ہیں اس لیے اعادہ کو بھی مجازاً ابتداء کہہ دیا جاتا ہے۔

تنبیہ جس طرح وقف کلمہ کے درمیان میں اور ایسے ہی کلمہ موصولہ کے آخر پر جائز نہیں۔ اسی طرح ابتداء اور اعادہ بھی کلمہ کے درمیان سے اور کلمہ موصولہ کے شروع سے جائز نہیں۔ مثلاً رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں اَلْ منتقل کلمہ ہے۔ جو مابعد کے ساتھ مل کر لکھا جاتا ہے۔ اس لیے جس طرح اَلْ پر وقف جائز نہیں اسی طرح اَلْ کے بغیر بعد والے کلمہ سے ابتداء اور اعادہ جائز نہیں۔

ابتداء کی چار صورتیں

۱۔ ابتداء حقیقی : یعنی جہاں سے قراءۃ کی ابتداء ہو۔

۲۔ ابتداء اصطلاحی : یعنی دوران تلاوت وقف کے بعد ابتداء کرنا۔

۳۔ ابتداء حکمی : یعنی قرآن مجید ختم کرکے پھر فاتحہ سے شروع کرنا۔

۴۔ ابتداء تقدیری : یعنی کسی سورۃ کو ختم کرکے دوسری سورۃ یا وہی سورۃ شروع کرنا۔

پس اگر ابتداء حقیقی کسی سورۃ کے شروع سے کی ہے تو تعوذ اور بسملہ دونوں ضروری ہیں۔ اور اگر کسی سورۃ کے درمیان سے کی ہے تو صرف تعوذ ضروری ہے اور بسملہ میں تخییر ہے۔ یعنی بسملہ کا پڑھنا ضروری نہیں اور اگر کوئی پڑھنا چاہے تو منع نہیں۔ اور ابتداء حکمی اور ابتداء تقدیری میں بسملہ ضروری ہے۔ اور ابتداء اصطلاحی میں نہ تعوذ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہے اور نہ بسملہ کی۔ پس دونوں ہی نہیں ہوں گے۔

تنبیہ قطع کے بعد پھر پڑھنا شروع کیا تو یہ ابتداءِ حقیقی کہلائے گا۔ اور ابتداءِ حقیقی کا حکم ابھی بیان ہُوا ہے۔

وصل کی بحث

وصل کہتے ہیں حتی الامکان سانس اور آواز کو جاری رکھتے ہوئے پڑھنا۔ اور یہ وقف کی ضد ہے۔

وصل کی دو صورتیں

۱۔ وصل حقیقی :۔ اس کا مطلب ہے انصالِ حرف بحرفِ آخر۔ یعنی کلمات اور کلام کے اجزاء و متعلقات کو ایک دوسرے سے ملا کر پڑھنا۔ اور یہ قراءۃ میں اصل ہے۔

۲۔ وصل اصطلاحی :۔ اس کا مطلب ہے انصالِ موقف بموقفِ آخر۔ یعنی تیز پڑھنے کی حالت میں وقف کے موقعوں میں وقف کرنے کے بجائے وصل کرتے چلے جانا۔ بشرطیکہ سانس میں گنجائش ہو۔ البتہ وقف لازم کے مواقع میں معنوی ضرورت کی بنا پر اور وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مواقع میں سنت کی اتباع میں وقف کرنا ہی ضروری ہے۔ پس ایک موقف کو دوسرے موقف سے ملا کر پڑھنا ہی حدر میں اصل ہے۔ اور اس بحث میں اسی کا ذکر مقصود ہے۔ ہاں یہ بات بھی قابلِ ملحوظ ہے کہ وصل سے پڑھنا حدر ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ ترتیل و تدویر میں بھی جائز ہے۔ گو ترتیل میں وقف اصل ہے اور تدویر میں یہ تفصیل ہے کہ قوی موقف پر وقف اور ضعیف موقف پر وصل بہتر ہے۔ اور چونکہ حدر میں عجلت ہوتی ہے اور وقف کی ضرورت کم پڑتی ہے۔ اس لیے ائمہ وقوف کا ارشاد ہے کہ حدر میں وصل اصل ہے۔ اور یہ امر بھی مسلّم ہے کہ جس شخص نے کسی موقف پر کبھی وصل نہ کیا ہو اس کو وصل کرنے میں دِقت ہوگی۔ اور صحیح وصل نہ کر سکے گا۔ کیونکہ وصل کے لیے بھی قواعدِ عربیہ کا جاننا ضروری ہے۔ اس کے بغیر وصل صحیح نہ ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجزاءِ وصل | وقف کی طرح وصل کے بھی دو جز ہیں۔ کیفیت وصل اور محل وصل۔ پھر کیفیت وصل کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ کیفیت وصل اصطلاحی ۲۔ وصل بہ نسبت وقف

پس یہ تین چیزیں مختصراً بیان ہوں گی۔

۱۔ کیفیت وصل اصطلاحی | یعنی جب کسی کلمہ کا بعد والے کلمہ سے وصل مقصود ہو تو پہلے کلمہ کا آخری حرف اور بعد والے کلمہ کا پہلا حرف جس سے وصل کرنا ہے ان دونوں حرفوں کی حرکت وسکون کے اعتبار سے چار صورتیں ہیں۔

۱۔ وصل حرکت بالحرکت :۔ یعنی دونوں حرف متحرک ہوں پہلا بھی اور دوسرا بھی۔ اس صورت میں قاری کے لیے اعراب اور حرکات کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا ضروری ہے۔ جیسے تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وغیرہ۔ پس وصل کے لیے آخری حرف کی حالت اور اعراب کا جاننا ضروری ہے۔ ورنہ وصل صحیح نہیں ہوگا۔ اسی بنا پر ہر ایک وصل سے نہیں پڑھ سکتا۔ اور یہ بہت بڑی کمزوری ہے جس کا دور کرنا ضروری ہے۔

۲۔ وصل سکون بالسکون :۔ پہلی قسم کی ضد۔ یعنی پہلے کلمہ کا آخری حرف بھی ساکن ہو اور دوسرے کلمہ کا پہلا حرف بھی۔ جیسے وَأَخْفَىٰ ۝ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ وصلاً ہمزہ وصلی حذف ہونے کی بنا پر پہلا ساکن الف ہے اور دوسرا ساکن لفظ اللہ کا پہلا لام ہے۔ مزید مثالیں عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا۔ هَارُونَ أَخِي ۝ اشْدُدْ بِهِ۔ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ يَجْمَعُ۔ نَذِيرًا ۝ الَّذِي۔ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ۔ مُرِيبٍ ۝ الَّذِي۔ الم ۝ اللَّهُ ان تمام مثالوں میں وصلاً دو ساکن جمع ہو جاتے ہیں۔ پس اگر پہلا ساکن مدہ ہے تو وہ حذف ہو جائے گا ورنہ پہلے ساکن کو حسب قاعدہ حرکت دی جائے گی۔

۳۔ وصل حرکت بالسکون :۔ یعنی پہلے کلمہ کا آخری حرف متحرک ہو اور دوسرے کلمہ کا پہلا حرف ہمزہ وصلی حذف ہونے کے سبب ساکن ہو جیسے وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِھْدِنَا ایسی صورت میں پہلے کلمہ کی آخری حرکت کو دوسرے کلمہ کے پہلے ساکن حرف سے ملا کر پڑھا جائے گا۔ اور ہمزہ وصلی کو باقی رکھ کر پڑھنا روایت و درایت کی رو سے غلط ہے۔

۴۔ وصل سکون بالحرکت: یعنی پہلے کلمہ کا آخری حرف ساکن ہو اور دوسرے کلمہ کا پہلا حرف متحرک ہو۔ جیسے وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ۔ فَانْصَبْ ۝ وَ اِلٰى رَبِّكَ وغیرہ۔ ایسی صورت میں ساکن کا سکون اور متحرک کی حرکت خوب واضح طور پر ادا کرنا ضروری ہے۔

۲۔ وصل بہ نیت وقف یعنی حسب عادت سانس اور آواز کو منقطع کئے بغیر پڑھتے ہوئے گذر جانا۔ مطلب یہ ہے کہ وصل کی حالت میں وقف والے احکام جاری کرنا۔ اس کو وصل بہ نیت وقف کہتے ہیں۔ یعنی نیت تو ہے وقف کی لیکن وقف کیا نہیں۔ اور یہ ہر جگہ جائز نہیں۔ صرف ہاء سکتہ والے سات کلمات میں ہوگا۔ اور ہاء سکتہ کا بیان تاء تانیث کی بحث میں گذر چکا ہے۔

۳۔ محل وصل جہاں وقف کرنے سے معنوی فساد پیدا ہو وہاں وصل ہی ضروری ہے جیسا کہ وقف قبیح اور وقف اقبح کے مواقع میں وقف کرنے سے معنوی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ اور چونکہ ایسے مواقع میں وصل ہی ضروری ہے۔ اس لیے محل وصل سے ایسے ہی مواقع مراد ہیں۔ ویسے اختیاری طور پر ہر جگہ وصل کیا جا سکتا ہے بلاشبہ جائز ہے۔ سوائے وقف لازم اور وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مواقع کہ ان پر وقف ہی ضروری ہے۔ وصل کی گنجائش نہیں۔

وقف لازم کا بیان ـــــ تمہید

علم اوقاف میں "وقف لازم" کو ایک خاص اہمیت اور مقام حاصل ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں بعض مواقع ایسے ہیں کہ جہاں وصل کرنے سے مقصودی معنیٰ کے سمجھنے میں الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ذہن غیر مرادی معنیٰ کی طرف چلا جانا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس لیے ایسے موقعوں پر ائمہ وقوف نے وقف کو لازمی قرار دیا۔ اور وصل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کو "وقف لازم" کہتے ہیں تاکہ تلاوت کرنے والے کو تنبیہہ ہو جائے۔ اور یہ اصطلاح سب سے پہلے علامہ سجاوندی نے وضع کی۔ (النشر ۱/۲۳۲ و اتقان ۱/۸۷)

اور بعض اس کو وقف واجب کہتے ہیں۔ علامہ جزری وغیرہ ائمہ فن وقف لازم کے بجائے "اَلْوَقْفُ مَا یَتَاَکَّدُ اِسْتِحْبَابُہٗ لِبَیَانِ الْمَعْنَی الْمَقْصُوْدِ" کہتے ہیں۔ گو یہ نام طویل ضروری ہے۔ لیکن مفہوم کو خوب واضح کرتا ہے۔ یعنی ایسا وقف جو مقصودی اور مرادی معنی کو واضح کرنے کے لیے مُتَاَکِّدُ الْاِسْتِحْبَاب اور ضروری ہے۔ (النشر ۱/۲۳۲) اور علامہ سیوطی نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ (اتقان ۱/۸۷) اور امام ابومنصور ماتریدی (ت ۳۳۳ھ) نے اس وقف کی اہمیت کے پیش نظر اپنے رسالہ کا نام ہی "اَلْوُقُوْفُ الْمَفْرُوْضَۃُ" رکھا ہے۔ علامہ اشمونی نے اس وقف کو "وقف بیان" سے تعبیر کیا ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمْ پر وقف بیان ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ اس کے بعد جو اَلْیَوْمَ ہے وہ لَا تَثْرِیْبَ کے بجائے فعل محذوف اَدْعُوْا کا ظرف ہے۔ اور اَلْیَوْمَ جملہ مستانفہ ہے۔ (منار الہدیٰ ۱۹۶) اور شیخ عثمان اردنی نے بھی اسی مخفف اصطلاح کو اختیار کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ کبھی اس کو وقف لازم یا وقف واجب بھی کہہ دیتے ہیں۔ (حق التلاوۃ: ۲۶ و ۲۷)

وقف لازم کے مواقع بیان کرنے والے مآخذ

۱۔ تاج کمپنی کے قرآن مجید۔

۲۔ کتاب الوقف والابتداء المدلل (قلمی) یہ علامہ سجاوندی غزنوی (ت ۵۶۰ھ) کی تالیف ہے۔ اس مسئلہ میں یہ کتاب اس درجہ مشہور ہے کہ بعض اسی کو ماخذ سمجھتے ہیں۔

۳۔ الوقوف المفروضۃ (قلمی) امام ابومنصور ماتریدی سمرقندی (ت ۳۳۳ھ) کی تالیف ہے۔ اس کی فوٹو کاپی جامعۃ امام محمد بن سعود کی لائبریری سے حاصل ہوئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ النشر فی قراءات العشر۔ یہ مشہور امام الفن علامہ جزری (۸۳۳ھ) کی مشہور تالیف ہے۔ اور بے بدل علمی خزینہ ہے۔

۵۔ قصیدۃ السجاوندی فی الوقوفات اللوازم (قلمی) یہ قصیدہ علامہ سجاوندی کے کسی شاگرد کا ہے اس کے کل اشعار ۵۰ ہیں۔ جن میں وقف لازم کی تعداد اور ان کے مواقع بیان کئے ہیں۔ جامعۃ الملک سعود (ریاض) کی بے مثال لائبریری کی قسم المخطوطات النوادر سے اس کی فوٹو کاپی حاصل کی ہے۔ اس میں وقف لازم کے صرف ۸۰ مواقع بتائے ہیں۔

۶۔ الوقوفات اللوازم (قلمی) یہ نثر میں ہے۔ مکتبہ الریاض السعودی سے اس کی فوٹو کاپی حاصل کی۔ مؤلف کا نام الجزری لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ صاحب النشر کے علاوہ اور کوئی ہوں۔ اس میں اور قصیدۃ السجاوندی میں وقف لازم کی تعداد اور اس کے مواقع بالکل ایک ہیں۔ ان دونوں میں کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں۔

۷۔ منار الھدیٰ فی بیان الوقف والابتداء۔ علامہ احمد بن محمد بن عبدالکریم الاشمونی (ت ۹۰۰ھ) کی تالیف ہے۔

۸۔ البرہان فی علوم القرآن۔ امام بدرالدین محمد بن عبداللہ الزرکشی (ت ۷۹۴ھ) کی تالیف ہے۔

۹۔ نہایۃ القول المفید۔ الشیخ محمد مکی نصر کی تالیف ہے۔

۱۰۔ کتاب التجوید (قلمی) ۱۳۰ صفحات پر مشتمل ہے اور سو سال سے زیادہ پرانی ہے۔ کتاب علمی خزینہ ہے۔ مولانا عبدالقادر صاحب قریشی بہاولپوری نے اپنے خاص کتب خانہ سے اس کی فوٹو کاپی عنایت فرمائی ہے۔ مؤلف نے غالباً شہرت سے بچنے کے لیے اپنا نام نہیں لکھا۔

۱۱۔ رموز القرآن۔ مولوی محمد حسن علی ہاتفی کی تالیف ہے۔ کتاب کے سرورق پر لکھا ہے کہ یہ رسالہ ماہ دسمبر ۱۹۱۳ء میں ساتویں بار طبع ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف لازم کی نحوی و معنوی تشریح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ البقرۃ

اس سورۃ میں وقف لازم گیارہ جگہ ہے۔

۱ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ۝ م ع۔ یہاں وصل کرنے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جملہ يُخَادِعُونَ اللَّهَ، بِمُؤْمِنِينَ کی صفت ہے۔ اور اس صورت میں معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ وہ منافقین ایسے مومن نہیں ہیں جو اللہ پاک سے دھوکہ کرتے ہوں۔ بلکہ خالص اور سچے مومن ہیں۔ اور یہ مطلب واقع کے بالکل خلاف ہے۔ اور بِمُؤْمِنِينَ پر وقف کرنے سے جملہ يُخَادِعُونَ اللَّهَ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ منافقین مومن بھی نہیں ہیں اور اللہ پاک سے فریب اور دھوکہ بھی کرتے ہیں۔

۲ بِهَٰذَا مَثَلًا م ع یہاں بھی وصل کرنے سے یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ جملہ يُضِلُّ بِهِ، مَثَلًا کی صفت ہے۔ اور اس صورت میں معنیٰ یہ نکلتے ہیں کہ اللہ پاک کا اس مکھی اور مکڑی جیسی حقیر چیزوں کی مثال بیان کرنے سے مقصد کیا ہے۔ جس مثال کے ذریعہ اللہ پاک بہتوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ پس مثال کا مقصد گمراہ کرنا بن جاتا ہے۔ اور مَثَلًا م پر وقف کرنے سے جملہ يُضِلُّ بِهِ کا مستانفہ ہونا پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں کہ اللہ پاک کا اس مثال کے بیان کرنے سے مقصد کیا ہے۔ یہ تو منافقین کی طرف سے سوال ہے۔ پھر يُضِلُّ بِهِ سے حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے جواب ہے کہ مثال کا مقصد یہ ہے کہ بہتوں کو تو اس سے گمراہ کر دیتے ہیں اور یہ وہ ہیں جو اس مثال پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور اس کو حقیر بتاتے ہیں اور بہتوں کو اس سے ہدایت فرما دیتے ہیں۔ اور یہ وہ ہیں جو اس مثال پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

۳ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا م ع ۱۴ پر علامہ جزری کی تحقیق میں وقف لازم ہے۔ تشر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہی حق اور صواب ہے ۔ یہاں وصل کرنے سے خیال گذرتا ہے کہ جملہ سُبْحٰنَهٗ جو اس کے بعد ہے وہ بھی مشرکین کے مقولہ میں شامل ہے ۔ اور وَلَدًا کی صفت ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں ۔ اور مشرکین نے کہا کہ اللہ تعالےٰ ایسا بیٹا رکھتے ہیں جو عیوب سے پاک ہے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے عیوب سے پاک اولاد تو ہے ۔ ہاں عیوب والی اولاد اس کے لیے ثابت نہیں ۔ عَیَاذًا بِاللّٰہِ ۔ یہ عقیدہ بھی کفر ہے ۔ اور وَلَدًا پر وقف کرنے سے جملہ سُبْحٰنَهٗ کا مستانفہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشرکین کے عقیدے کے رد کے لیے ہونا واضح ہو جاتا ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے ۔ اور مشرکین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے ۔ اس کے رد میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں ۔ کہ وہ تو ہر قسم کی اولاد سے پاک ہے ۔ یعنی عیوب سے پاک اولاد سے بھی پاک ہے ۔ اور عیوب والی اولاد سے بھی ۔ بلکہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ بعینہٖ یہی تقریر سورۃ یونس (ع) میں اسی موقع پر جاری ہوگی ۔

۴ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝ (ع) پر وقف لازم ہے ۔ (البرہان ورموز القرآن) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ اَلَّذِیْنَ جو اس کے بعد ہے وہ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ سے بدل یا اس کی نعت ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ نے وحی کے آجانے کے بعد یہود ونصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کے لیے کتاب اللہ کی تلاوت کا حق ادا کرنے والے حامی وناصر نہ ہوں گے ۔ اس سے یہ مفہوم یہ نکلتا ہے کہ دوسرے لوگ حامی وناصر ہوں گے ۔ حالانکہ مقصود مطلقًا نفی ہے ۔ کہ کوئی بھی حامی وناصر نہ ہوگا ۔ اور مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝ پر وقف کرنے سے جملہ اَلَّذِیْنَ کا مستانفہ ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ نے وحی کے آجانے کے بعد یہود ونصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کے لیے کوئی بھی حامی وناصر نہ ہوگا ۔ آگے نیا کلام شروع ہوتا ہے ۔ کہ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ۔ وہ اس کی اس عمدگی وغور کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں ۔ جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے ۔ اور اسی غور وتأمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نتیجہ میں وہ اس کتاب پر ایمان لے آتے ہیں۔ مقصد یہ ہوا کہ آپ یہود و نصاریٰ کی خواہشات کا ہرگز اتباع نہ فرمائیں اور پوری طرح طمانیت و تسلی رکھیں ہم انہیں اہلِ کتاب میں سے منصفین و اہلِ فہم کو آپ کا حامی و ناصر بنا دیں گے جو توریت و انجیل کی بغور و فہم تلاوت کر کے ان پر ایمان لاتے ہیں اور انہی مضامین کتب کے مصداق میں خود قرآن مجید اور آپ کی ذات اقدس پر ایمان لانا بھی شامل ہے۔ اس لیے آپ خوب بے فکر اور مطمئن رہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

۵۔ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ کم ع۔ یہاں بھی وصل کرنے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ جملہ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمْ، الظّٰلِمِیْنَ کی صفت ہے۔ اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، یا اے مخاطب اگر تم ان ضدی اہلِ کتاب کے کہنے پر چلو گے تو تم ایسے بے انصاف لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ جن کو ہم نے کتاب دی ہے۔ حالانکہ جن اہلِ کتاب کا یہاں ذکر ہے ان کا بے انصاف نہ ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اور الظّٰلِمِیْنَ پر وقف کرنے سے جملہ اَلَّذِیْنَ کا مستانفہ ہوتا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اگر تم ان کے کہنے پر چلو گے تو تم بے انصاف لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ پھر آگے دوسرا کلام شروع ہوتا ہے۔ اور مطلب یہ نکلتا ہے کہ جن کو ہم نے کتاب دی ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ پس جس طرح اپنے بیٹے کے ہونے میں ان کو ذرہ برابر شبہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا ہونے میں انہیں قطعاً شک نہیں۔

۶۔ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا م ع۲۔ یہاں وصل کرنے سے یہ شبہ ہوتا ہے۔ کہ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا جو اس کے بعد ہے وہ اس سے پیشتر والے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر معطوف ہے۔ اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں کہ کفار ایمان لانے والوں سے بھی ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں اور ان سے بھی جو شرک سے بچتے ہیں۔ اور اٰمَنُوْا پر وقف کرنے سے جملہ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور اس صورت میں معنیٰ بالکل صحیح رہتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ کفار ایمان والوں سے ہنسی کرتے ہیں اور یہی ایمان والے جو شرک و کفر سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچتے ہیں۔ قیامت کے دن ان ہنسی اڑانے والوں کی نسبت اونچے درجے پر ہوں گے اور یہ کفار ذلیل وحقیر ہوں گے۔ یعنی دنیا میں کفار مؤمنین کو حقیر اور ذلیل بتاتے ہیں اور قیامت میں اس کے برعکس معاملہ ہوگا۔ اور خود کفار کا حقیر ہونا واضح ہو جائے گا۔

۷۔ مِنۢ بَعۡدِ مُوسٰىۘ م ع ۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد اِذۡ قَالُوۡا میں جو اِذۡ ہے۔ وہ اَلَمۡ تَرَ کا ظرف ہے۔ اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ کیا تم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کے اشراف کو اس وقت نہیں دیکھا۔ جب انہوں نے اپنے نبی سے یہ بات کہی تھی کہ ہمارے لیے کوئی بادشاہ مقرر کر دیجئے۔ تاکہ اس کے ساتھ مل کر اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہاں اَلَمۡ تَرَ کے مخاطب وہ حضرات ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود ہیں۔ اور یہ امر پوری طرح واضح ہے کہ اس زمانہ کے حضرات اس واقعہ کو اس زمانہ میں نہیں دیکھ سکتے۔ جس میں یہ قصہ پیش آیا تھا۔ اور مُوسٰىۘ پر وقف کرنے سے جملہ اِذۡ قَالُوۡا کا مستانفہ ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ کیا تم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں کے اشراف کا قصہ دیکھا۔ اور سنا نہیں اور یہ قصہ اس وقت پیش آیا تھا۔ جب ان بنی اسرائیل نے اپنے وقت کے نبی سے یہ درخواست کی تھی۔ کہ ہمارے لیے کوئی بادشاہ مقرر کر دیجئے۔ اس صورت میں معنیٰ کا بالکل صحیح ہونا ظاہر ہے۔

۸۔ بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍۘ م ع ۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے۔ کہ جملہ مِنۡهُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ ، بَعۡضٍ کی صفت ہے اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ یہ رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض رسولوں کو دوسرے ایسے بعض رسولوں پر فوقیت دی ہے۔ جن سے اللہ پاک نے کلام فرمایا ہے۔ حالانکہ مقصد صرف فضیلت بتانا ہے۔ اور بَعۡضٍ پر وقف کرنے سے جملہ مِنۡهُمۡ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں کہ یہ رسول ہیں۔ جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے۔ اور آگے اس فوقیت کو بیان فرماتے ہیں کہ ان میں سے کچھ رسول ایسے ہیں جن کو اللہ پاک کی ہمکلامی کی نعمت نصیب ہوئی ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کو اونچے اونچے درجے ملے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ف ۹ اَنْ اٰتٰـهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ م ع ۲۵۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ اِذْقَالَ اِبْرٰهٖـمُ میں جو اِذْ ہے وہ اس سے اوپر والے اَنْ اٰتٰـهُ اللّٰهُ کا ظرف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ پاک نے نمرود کو اس وقت بادشاہی دی تھی۔ جب اس سے ابراہیم علیہ السلام نے گفتگو فرمائی تھی۔ حالانکہ اس کو حکومت پہلے ہی سے ملی ہوئی تھی۔ اور اَلْمُلْكَ پر وقف کرنے سے جملہ اِذْقَالَ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں کہ نمرود نے اس لیے جھگڑا کیا کہ اللہ پاک نے اس کو حکومت دی تھی اور یہ جھگڑے اور بحث کرنے کا قصہ اس وقت پیش آیا تھا۔ جب ابراہیم علیہ السلام سے حق تعالےٰ شانہٗ کے بارہ میں مکالمہ کیا تھا۔

ف ۱۰ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ۵ ع ۳۸۔ پر وقف لازم ہے۔ (البرہان ورموز القرآن) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ جو اس کے بعد ہے وہ شاید ماقبل سے بایں طور متعلق ہے کہ یہ بعد والا جملہ بھی اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ ہی کی صفت ہونے کی بنا پر انہیں لوگوں کی بابت وارد ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں" جو لوگ رات دن اپنے مال اللہ کے راستے میں پوشیدہ بھی اور ظاہر بھی خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے ہاں اجر ہے۔ اور آخرت میں ان پر نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سود بھی کھاتے ہیں۔" (عیاذاً باللہ) اس معنیٰ کا غلط اور قبیح ہونا ظاہر ہے۔ ایماندار تو سود سے اس طرح بچتے ہیں جیسے آگ سے بچا جاتا ہے۔ اور یہاں وقف کرنے سے اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ کا جملہ مستانفہ ہونا اور ماقبل سے بالکل جدا ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنیٰ یہ ہوں گے" جو لوگ رات دن اپنے مال اللہ کے راستے میں پوشیدہ بھی ظاہر بھی خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے لیے ان کے پروردگار کے ہاں اجر بھی ہوگا اور آخرت میں ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اس کے بعد نیا کلام شروع ہوتا ہے کہ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قبروں سے اس طرح حواس باختہ اٹھیں گے۔ جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ (اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ)

ف ۱۱ مِثْلُ الرِّبٰوا م ع ۳۸۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ وَاَحَلَّ اللّٰهُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اَلْبَیْعُ جو اس کے بعد ہے۔ وہ اس سے اوپر والے جملہ اِنَّمَا الْبَیْعُ پر معطوف ہے۔ اور یہ جملہ بھی کفار کے مقولہ میں شامل ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ سود خوروں کو یہ سزا اس لیے ملے گی کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ بیع بھی سُود کی طرح ہے۔ اور اللہ پاک نے بَیْعَ کو حلال اور سُود کو حرام قرار دیا ہے۔ اور یہ معنیٰ واقع کے بالکل مطابق ہیں۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ بیع حلال ہے اور سود حرام ہے۔ اور اس صورت میں کفار کا گنہگار نہ ہونا ظاہر ہے۔ حالانکہ مقصد یہ ہے کہ وہ گنہگار ہیں اور مِثْلُ الرِّبٰوا م پر وقف کرنے سے جملہ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ کا مستانفہ اور پہلے کلام سے جُدا ہونا بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اور اس صورت میں یہ کفار کے مقولہ میں شامل نہیں رہتا۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ کفار یہ کہتے ہیں کہ بیع سُود کی طرح ہے۔ پس دونوں حلال ہیں۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ ان کے رد میں فرماتے ہیں کہ بیع سُود کی طرح کیونکر ہو سکتی ہے۔ بیع کو اللہ پاک نے حلال اور سُود کو حرام قرار دیا ہے۔

سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرَان

اس سورۃ میں وقف لازم چار جگہ ہے۔

۱/۱۲ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ م ع۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد جو وَالرّٰسِخُوْنَ ہے وہ اِلَّا اللّٰهُ پر معطوف ہے اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ قرآن مجید کے متشابہات کی حقیقت کو اور ان کے اصلی معنیٰ کو اللہ پاک بھی جانتے ہیں۔ اور جو حضرات علم معرفت میں پختہ ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔ حالانکہ متشابہات کی مراد اور ان کے اصلی معنیٰ حق تعالیٰ شانہٗ کے سوا اور کوئی بھی نہیں جانتا۔ اور اِلَّا اللّٰهُ پر وقف کرنے سے وَالرّٰسِخُوْنَ کے واؤ کا استینافیہ اور جملہ کا مستانفہ ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے۔ اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ متشابہات کی حقیقت کو صرف اللہ پاک جانتے ہیں اور پختہ علم والے یہ کہتے ہیں کہ ہم تو متشابہات پر اس طرح ایمان رکھتے ہیں کہ متشابہات و محکمات سب کے سب ہمارے ہاں سے آئے ہیں۔

فائدہ ــــــ ملا علی قاری کی علمی تحقیق وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ م (آل عمران ع)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہ ابن عباس، ابن عمر، حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اور کسائی، اخفش اور اکثر علماء کے قول کی رو سے وقف تام ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ الرّٰسِخُوْنَ یعنی ماہر علماء بھی متشابہات کی مراد سے واقف نہیں ہیں۔ پس الرّٰسِخُوْنَ کا واؤ عاطفہ نہیں بلکہ استینافیہ ہے۔ اور ربیع بن انس اور مجاہد کی رائے پر یہ ماہر علماء بھی واقف ہیں۔ اور ابن عباس کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔ اس صورت میں اِلَّا اللّٰهُ کا وصل بھی جائز ہوگا۔ لیکن اس پر وقف اولیٰ ہے۔ ان دونوں قولوں میں تطبیق بھی ممکن ہے۔ اور وہ یہ کہ پہلے قول پر متشابہات سے مراد حق تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اور ان کی ماہیت اور ان کی حقیقت سے کوئی بھی واقف نہیں ہے۔ نہ ماہر علماء نہ عوام۔ اور دوسرے قول پر ان سے مشکل اور پیچیدہ مسائل مراد ہیں۔ اور ان سے ماہر علماء کا واقف ہونا ظاہر ہے۔ (عنایات رحمانی ۱/۲۴۰)

۲/۱۳: وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ م (لا) پر وقف لازم ہے۔ (رموز القرآن)

یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ وَالرَّسُوْلُ جو اس کے بعد ہے وہ وَلَا تَلْوٗنَ کی ضمیر مرفوع پر معطوف ہے۔ اور معنی مقصودی مفہوم کے بالکل برعکس ہو جاتے ہیں۔ جنگ احد کا وہ وقت بھی یاد کریں جب لوگ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگے جا رہے تھے۔ اور کسی کو مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی کو مڑ کر نہیں دیکھتے تھے یعنی جس طرح عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میدان جنگ سے بھاگتے ہوئے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے۔ العیاذ باللہ۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو شدید زخمی ہونے کے باوجود پوری جوانمردی کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اور عَلٰٓى اَحَدٍ پر وقف کرنے سے جملہ وَالرَّسُوْلُ کے واؤ کا استینافیہ اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا اور ماقبل کے ساتھ ترکیبی تعلق کا نہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ جنگ احد کا وہ وقت بھی یاد کریں جب لوگ میدان جنگ سے بھاگے جا رہے تھے۔ اور کسی کو مڑ کر نہ دیکھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

خدا کے بندو میرے پاس آؤ۔ میں خدا کا رسول ہوں۔ جو کوئی پھر کافروں پر حملہ کرے گا اسے جنت ملے گی۔

ایک شبہ کا ازالہ اگر وَلَا تَلْوٗنَ کے بعد تاکید کے لیے ضمیر مرفوع منفصل ہوتی تو وَالرَّسُوْلُ کے معطوف ہونے کا احتمال ہوتا۔ اس صورت میں کوئی احتمال ہی نہیں۔ لہٰذا یہاں وقف لازم کی ضرورت نہیں۔

جواب: یہاں وَلَا تَلْوٗنَ کی ضمیر مرفوع اور معطوف یعنی وَالرَّسُوْلُ کے درمیان جملہ عَلٰٓی اَحَدٍ فاصل ہے۔ اس لیے تاکید کے لیے اَنْتُمْ ضمیر کے بغیر بھی وَالرَّسُوْلُ کے معطوف ہونے کا احتمال ہے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت و عظمت کا تقاضا ہے کہ یہاں وقف ضرور کیا جائے۔ تاکہ کسی باطنیت و مفسد و شریر مزاج ملحد کو وصل سے غلط مفہوم لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کی بابت تمسخر و ہنسی اور مضحکہ خیزی و ظاہری بے ادبی و گستاخی کا موقع بھی نہ مل سکے۔

۳/۱۴: وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ مٓ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ يَسْتَبْشِرُوْنَ جو يَحْزَنُوْنَ کے بعد ہے وہ يَحْزَنُوْنَ کی ضمیر سے حال ہے۔ اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ شہداء اس حالت میں غمگین نہ ہوں گے کہ اللہ کی نعمت سے اور ان کے احسان سے خوش ہو رہے ہوں گے یعنی خوش ہونے کی حالت میں غمگین نہیں ہوں گے۔ حالانکہ حقیقی مراد یہ ہے کہ کسی حالت میں بھی اور کسی وقت بھی غمگین نہیں ہوں گے۔ اور يَحْزَنُوْنَ پر وقف کرنے سے جملہ يَسْتَبْشِرُوْنَ کا مستانفہ اور پہلے جملہ سے جدا ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ شہداء غمگین بھی نہیں ہوں گے اور اللہ پاک کی نعمت اور اس کے احسان سے خوش بھی ہو رہے ہوں گے۔ پس غم سے بری اور خوشی سے مالا مال ہوں گے۔

۴/۱۵: وَنَحْنُ اَغْنِيَآءُ مٓ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ سَنَكْتُبُ بھی یہود کے بے ادبی والے جملہ میں شامل ہے۔ اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ یہود نے یہ کہا کہ اللہ پاک محتاج ہیں اور ہم دولت مند ہیں۔ نیز ہم ان کی کہی ہوئی بات کو بھی لکھ لیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس لکھنا بھی یہود کے مقولہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ سَنَکْتُبُ سے حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد اور یہود کی گستاخی اور بے ادبی کا جواب شروع ہوتا ہے۔ اور اَغْنِیَآءُ پر وقف کرنے سے جملہ سَنَکْتُبُ کا یہود کے مقولہ سے خارج اور اس سے جُدا ہونا بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں کہ یہود مذکورہ بالا بے ادبی والے قول کے قائل ہوئے۔ اس پر حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ وعید اور دھمکی سُنائی کہ ہم ان کے اس قول کو ابھی لکھ لیں گے۔

سُوْرَةُ النِّسَآءِ

اس سورت میں وقف لازم دو جگہ ہے۔

۱ : لَّعَنَهُ اللّٰهُ م (عٓ) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے۔ کہ جملہ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ جو اس کے بعد ہے وہ لَعَنَهُ اللّٰهُ پر معطوف ہے اور لَاَتَّخِذَنَّ نعوذ باللہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ یہ مشرکین صرف اس شیطان مردود کی عبادت کرتے ہیں جس پر اللہ پاک نے لعنت کی ہے۔ اور اللہ پاک نے یہ فرمایا ہے کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک حصہ کو اپنا بنالوں گا۔ حالانکہ یہ معنیٰ حقیقی مراد کے بالکل خلاف ہیں۔ اور لَعَنَهُ اللّٰهُ پر وقف کرنے سے وَقَالَ کے واؤ کا استینافیہ اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا اور شیطان کا مقولہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ یہ اس شیطان مردود کو پوجتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ اور شیطان نے اس لعنت کے بعد یہ کہا تھا۔ میں آپ کے بندوں کا ایک حصہ اپنا بنالوں گا۔ پس وہ آپ کے بندے نہیں رہیں گے۔ بلکہ میرے بن جائیں گے۔

۲ : اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ م عٓ۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو اس کے بعد ہے۔ وہ وَلَدٌ کی صفت ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہیں۔ کہ کوئی اُن کا ایسا بیٹا ہو کہ آسمان وزمین سب چیزیں اس بیٹے کی ملک ہوں۔ یعنی وہ اولاد سے پاک تو ہیں۔ لیکن ایسی اولاد سے پاک نہیں جو آسمان وزمین کی مالک ہو۔ اور جو اولاد ایسی نہ ہو اُس سے پاک نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی با اختیار اولاد تو ثابت نہیں۔ ہاں بے اختیار اولاد اللہ پاک کے لیے بھی ہے۔ اور وَلَدٌ پر وقف کرنے سے بعد کے جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ ہر طرح کی اولاد سے پاک ہے۔ با اختیار سے بھی اور بے اختیار سے بھی۔ اور آسمان و زمین کی سب چیزیں خود اللہ پاک ہی کی ملک ہیں۔ پھر انہیں اولاد اختیار کرنے کی ضرورت کس لیے پیش آسکتی ہے۔

سُوْرَۃُ الْمَائِدَہِ

اس سورت میں وقف لازم چھ جگہ ہیں۔

عـ۱/۱۸ : اَنْ تَعْتَدُوْا م غ۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ وَتَعَاوَنُوْا جو اس کے بعد ہے۔ اس کے شروع والا واؤ عاطفہ ہے اور یہ جملہ اَنْ تَعْتَدُوْا پر معطوف ہے۔ اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ اے مسلمانو مشرکین کی قوم اور جماعت کی یہ دشمنی کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روک دیا ہے۔ یہ عداوت تمہیں ظلم کرنے پر اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں مدد کرنے پر آمادہ نہ کر دے۔ حالانکہ مقصد صرف ظلم سے روکنا ہے۔ نہ کہ نیکی اور تقویٰ پر مدد کرنے سے بھی۔ اور اَنْ تَعْتَدُوْا پر وقف کرنے سے وَتَعَاوَنُوْا کے واؤ کا استینافیہ اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا اور پہلے جملہ سے جدا ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ تمہیں جو مشرکین سے عداوت ہے۔ اور جس کی وجہ ان کا یہ ظلم ہے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام میں عمرہ کرنے سے روک دیا ہے۔ یہ عداوت تمہیں ظلم کرنے پر آمادہ نہ کر دے اور نیک کاموں میں اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔

عـ۲/۱۹ : اٰدَمَ بِالْحَقِّ م غ۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اِذْ قَرَّبَا میں جو اِذْ ہے وہ اس سے پہلے وَاتْلُ کا ظرف اور مفعول فیہ ہے۔ اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ اور آپ ان کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا سچا قصہ اس وقت سنا دیجئے۔ جب ان دونوں نے اپنے حق پر ہونے کو واضح کرنے کے لیے ایک قربانی پیش کی تھی۔ حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان دونوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی پیش کرنے کا وقت موجود نہیں ہے پھر آپ یہ قصہ اس وقت کیونکر سنا سکتے ہیں۔ اور بالحق پر وقف کرنے سے جملہ اِذْ قَرَّبَا کا مستانفہ ہونا اور اِذْ کا اُذکر مقدر کے لیے ظرف ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ آپ ان کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا سچا قصہ سنا دیجئے۔ اور یہ قصہ اس وقت ہوا تھا جب ان دونوں نے ایک قربانی پیش کی تھی۔

۳/۲۰ : وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ م ۱۲ ۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ بَعْضُهُمْ جو اس کے بعد ہے وہ اَوْلِيَآءَ کی صفت ہے اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو ایسے دوست نہ بناؤ جو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ یعنی جن یہود و نصاریٰ میں آپس میں محبت ہے، ان کو تو دوست نہ بناؤ۔ اور جن میں عداوت ہو اُن میں دوستی پیدا کر لینے کی ممانعت نہیں۔ اور اَوْلِيَآءَ پر وقف کرنے سے بعد کے جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں کہ اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں تمہاری دوستی کی لیاقت ان میں نہیں ہے۔

۴/۲۱ : وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا م ۹ ۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ بَلْ يَدٰهُ جو اس کے بعد ہے۔ یہ جملہ بھی یہود کا مقولہ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ یہود پر ان کے اس کہنے کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے کہ اللہ پاک کے مبارک ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ وہ جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ قول لعنت کا سبب نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کہنے سے تو خالص مومن بن جاتے ہیں۔ اور قَالُوْا پر وقف کرنے سے جملہ بَلْ يَدٰهُ کا مستانفہ اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہونا اور یہود کا قول نہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ یہود نے جو يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ والے جملہ میں یہ بات کہی ہے کہ اللہ پاک کا ہاتھ بند ہے۔ اور وہ خرچ کرنے سے مجبور ہیں اس بے ادبی کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی ہے۔ پھر بَلْ يَدٰهُ میں حق تعالیٰ شانہٗ اپنی طرف سے فرماتے ہیں۔ کہ اللہ کے ہاتھ بند نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے ہاتھ تو خوب کھلے ہوئے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی لیے جس طرح چاہتے ہیں خوب خرچ کرتے ہیں۔

۵/۲۴ : اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ م غ ۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے۔ کہ جملہ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ جو اس کے بعد ہے اس کا واؤ عاطفہ ہے اور یہ جملہ نصاریٰ کے مقولہ پر معطوف ہو کر ان کے قول میں داخل ہے۔ اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ بلاشبہ وہ نصاریٰ کافر ہو گئے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تین خداؤں کے مجموعہ میں سے ایک ہے۔ اور سچا معبود کوئی بھی نہیں ہے سرف ایک سے۔ حالانکہ یہ عین توحید ہے اور کفر کی بات نہیں ہے۔ اور ثَلٰثَةٍ پر وقف کرنے سے وَمَا مِنْ اِلٰهٍ کے واو کا استیناقیہ اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا اور نصاریٰ کے مقولہ میں شامل نہ ہونا۔ بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ان کے رد کے لیے ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ وہ نصاریٰ کافر ہو گئے جنہوں نے اللہ کو تین خداؤں میں کا ایک بنایا اور یہ کہا کہ کل خدا تین ہیں۔ جن میں سے ایک اللہ پاک بھی ہے۔ پھر اللہ پاک نے ان کے رد کے لیے فرمایا وَمَا مِنْ اِلٰهٍ سچا معبود تو اللہ کے سوا اور کوئی بھی نہیں ہے۔ صرف ایک ہی معبود ہے اور وہ خود اللہ پاک ہے۔

۶/۲۳ : وَعَلٰى وَالِدَتِكَ م غ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ اِذْ اَيَّدْتُّكَ میں جو اِذْ ہے وہ اس اُذْكُرْ کا ظرف اور مفعول فیہ ہے۔ جو اُذْكُرْ نِعْمَتِىْ میں آرہا ہے۔ اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ تم میرے اس انعام کو جو تم پر اور تمہاری اولاد پر ہے، اس وقت یاد کرو جب میں نے روح القدس کے ذریعہ تمہاری مدد کی تھی۔ حالانکہ مقصد یہ ہے کہ میرے انعام کو ہر وقت یاد رکھو اور وَالِدَتِكَ م پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ اِذْ اَيَّدْتُّكَ میں جو اِذْ ہے وہ اُذْكُرْ مقدر کا ظرف ہے۔ اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں کہ اے عیسیٰ تم میرے اس انعام کو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے یاد رکھو۔ یہ انعام اس وقت ہوا تھا جب میں نے جبریل علیہ السلام کے ذریعہ تمہاری مدد کی تھی۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَام

اس سورت میں وقف لازم چار جگہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱/۲۴ مِمَّا تُشْرِكُوْنَ ۚ ع۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ جو اس کے بعد ہے ۔ وہ تُشْرِكُوْنَ کا مفعول بہ ہے اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں اور بلاشک میں اس بات سے بیزار ہوں کہ اے مشرکین تم اُن کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو جن کو ہم نے کتاب دی ہے ۔ حالانکہ مشرکین کا اہلِ کتاب کو اللہ کا شریک قرار دینا واقع کے خلاف ہے ۔ اور تُشْرِكُوْنَ پر وقف کرنے سے اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ والے جملہ کا مستانفہ ہونا اور تُشْرِكُوْنَ سے جدا ہونا واضح ہو جاتا ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں اور بلاشک میں بتوں کو اللہ کا شریک قرار دینے سے بیزار ہوں اور متنفر ہوں ۔ اور اس کے بعد اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ سے مستقل جملہ شروع ہوتا ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کو اس طرح جانتے اور پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں ۔

۲/۲۵ : كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ م ع۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا جو اس کے بعد ہے وہ اَبْنَآءَهُمْ کی صفت ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ یہ اہلِ کتاب جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو برباد کر لیا ہے ۔ حالانکہ مقصود یہ نہیں ہے اور اَبْنَآءَهُمْ پر وقف کرنے سے جملہ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں ۔ اور جن لوگوں نے اپنی جانوں کو تباہی میں ڈال دیا ہے ۔ وہ ایمان نہیں لاتے ۔

۳/۲۶ : اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۘ م ع یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو اس کے بعد ہے وہ تَعْلَمُوْنَ کا مفعول بہ ہے اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں اگر تم ان کو جانتے ہو جو ایمان لائے ہیں تو پھر ہمیں یہ بتا دو کہ مومنین و مشرکین کے دو فریقوں میں سے کونسا فریق امن سے رہنے کا زیادہ حقدار ہے اور اس پر وقف سے اَلَّذِیْنَ کا مستانفہ اور تَعْلَمُوْنَ سے جدا ہونا معلوم ہو جاتا ہے ۔ اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں کہ اگر تم جانتے ہو اور علم رکھتے ہو تو ہمیں بتا دو کہ دونوں فریقوں میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کونسا فریق قیامت میں بے خوف اور بے فکر رہنے کا زیادہ حقدار ہے۔ پھر اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مستقل جملہ شروع ہوتا ہے جس میں ایمان والوں کی تعریف اور ان کے لیے بشارت بیان فرمائی ہے۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اپنے آپ کو شرک سے بالکل پاک رکھا ہے۔ یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کے لیے آخرت میں بالکل بے فکری ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

۳/۳۷ : مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ طٰ ۘ ۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے۔ کہ جملہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ جو اس کے بعد ہے وہ بھی کفار کے مقولہ میں شامل ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوجاتے ہیں کہ اور جب اُن کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور قرآن مجید کی سچائی کے ثابت کرنے والی کوئی نشانی آتی ہے۔ تو یہ لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو اس وقت تک کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک ہمارے زمانہ کے اس رسول کو بھی ویسی ہی نشانی نہ مل جائے۔ جیسی ان سے پہلے رسولوں کو ملی تھی۔ اور اللہ اس جگہ کو اور اس انسان کو خوب جانتے ہیں جس میں وہ اپنی رسالت رکھتے ہیں۔ اور جس کو اس کا حامل بناتے ہیں۔ حالانکہ اللہ پاک کا اس جگہ کا جاننا اور آخری نبی کا اس رسالت کا صحیح محل ہونا یہ ان کا عقیدہ نہیں ہے۔

اور رُسُلُ اللّٰہِ پر وقف کرنے سے جملہ اَللّٰہُ اَعْلَمُ کا مستانفہ ہونا خوب واضح ہوجاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک ان رسول کو ہماری تجویز کی ہوئی نشانی نہیں ملے گی۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ ان کے رد کے لیے فرماتے ہیں کہ اللہ پاک اس جگہ اور اس انسان کو خوب جانتے ہیں۔ جس کو اپنی رسالت اور نبوت کا محل اور ٹھکانا بناتے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضرت خاتم النبیین کو اس نعمت کے لائق پایا۔ اس لیے آپ کو رسالت ونبوت سے نواز دیا۔

سُوْرَۃُ الاعراف

اس سورت میں وقف لازم چھ جگہ ہے۔

۱/۲۸ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً م (رعٓ) پر وقف لازم ہے۔ نشر۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ وَلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ جو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد ہے وہ جواب شرط یعنی لَا يَسْتَأْخِرُونَ پر معطوف ہے۔ (حالانکہ اس کا جواب شرط کے ساتھ کوئی ترکیبی تعلق نہیں) اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں "جب ان کی موت کا وقت آجائے گا تو وہ ایک پل نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں" اس صورت میں آگے نہ بڑھنا وقتِ اجل آجانے پر موقوف ہو جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت کے خلاف اور قطعی غیر معقول ہے۔ اور لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً پر وقف کرنے سے جملہ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ کا مستانفہ ہونا اور مبتدا محذوف (هُمْ) کی خبر ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ أَيْ وَلَا هُمْ يَسْتَقْدِمُونَ۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے پس جب ان کی موت کا وقت آجائے گا تو مہلت مانگنے پر بھی ان کو مہلت نہیں ملے گی۔ اور جو وقتِ اجل سے پہلے موت کی تمنا کریں گے ان کو وقت سے پہلے موت نہیں آئے گی۔ جیسا کہ کفار مکہ نے کہا تھا کہ اے اللہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق پر ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ یا اور کوئی عذاب نازل کر۔ اس کے بعد بھی ان پر عذاب نازل نہیں ہوا۔ سورۂ یونس (رع ۵) اور سورۂ نمل (رع ۶) میں بھی بعینہٖ یہی تقریر جاری ہوگی۔

۲/۲۹: وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ۵ (رع ۵) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ جو اس کے بعد ہے وہ كَافِرُونَ سے حال ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ یہ کفار اس حالت میں آخرت کے منکر ہیں۔ کہ ان دونوں فریقوں کے درمیان پردہ اور آڑ ہے۔ حالانکہ جملہ وَبَيْنَهُمَا سے مستقل کلام شروع ہوتا ہے۔ جس کا ماقبل سے ترکیبی تعلق قطعاً نہیں ہے۔ اور كَافِرُونَ ۵ پر وقف کرنے سے جملہ وَبَيْنَهُمَا کا مستانفہ اور ماقبل سے جدا ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ یہ کفار آخرت کے منکر ہیں۔ اور ان دونوں فریقوں جنتیوں اور دوزخیوں کے درمیان ایک آڑ اور رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ اور وہ اعراف ہوگی۔ جو دیوار کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ اور دونوں فریقوں میں جدائی پیدا کر دے گی۔

۳/۳۰: أَخَاهُمْ صَالِحًا م (رع ۱۰) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ صَالِحًا، صَلَاحٌ سے صفت کا صیغہ ہے۔ اور علم نہ ہونے کے سبب نکرہ ہے۔ اور جملہ قَالَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ جو اس کے بعد ہے وہ اس نکرہ یعنی صٰلِحًا کی صفت ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی کو اور ایسے نیک بندے کو بھیجا۔ جس نے ان کو توحید کی دعوت دی۔ اور صٰلِحًا پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں صٰلِحًا عَلَم ہے۔ اور اس کے بعد والا جملہ مستانفہ ہے اور معنیٰ یہ ہیں اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح نام والے کو بھیجا۔ اور ممدوح نے ان کے پاس پہنچ کر توحید کی دعوت دی۔

فائدہ ـــ ملا علی قاری کی علمی تحقیق

سوال:۔ علامہ سجاوندی نے اعراف (ع و ع) اور ہود (ع و ع) میں اَخَاهُمْ هُوْدًا پر طاء وقف مطلق کی اور اَخَاهُمْ صٰلِحًا پر میم وقف لازم کی علامت لکھی ہے۔ حالانکہ دونوں کے بعد قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ہے۔ اس لیے یہ ظاہر ہے کہ دونوں میں فرق نہ ہونا چاہیئے تھا۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ مجھ سے یہ سوال میرے ایک یمنی شاگرد نے کیا تھا۔

جواب:۔ علامہ سجاوندی کی اصطلاح میں طاء اس موقع کے لیے ہے جس میں وصل کرنا بہتر تو نہیں لیکن وصل کرنے سے معنوی خرابی بھی پیدا نہ ہو اور میم اس جگہ لکھتے ہیں جس میں وصل سے کسی فاسد معنیٰ کا وہم ہوتا ہے۔ پس چونکہ هُوْد اصل وضع ہی میں عَلَم ہے۔ اس لیے یہاں وصل کرنے سے یہ شبہ نہیں ہوتا کہ بعد کا جملہ هُوْدًا کی صفت ہے۔ کیونکہ جملہ نکرہ کی صفت ہوا کرتا ہے نہ کہ معرفہ کی بھی۔ اور صالح اصل وضع میں صفت کا صیغہ ہے۔ پھر وصف سے منقول ہو کر عَلَم بن گیا ہے۔ پس چونکہ اس میں ایک وجہ نکرہ ہونے کی بھی نکلتی ہے۔ اس لیے یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ بعد کا جملہ صٰلِحًا کی صفت ہے۔ اور یہ مراد کے خلاف ہے۔ اس وہم سے بچانے کے لیے صٰلِحًا پر وقف لازم قرار دیا۔ (عنایات رحمانی شرح حرز الامانی: ۱/۱۴۱)

۲/۳۱: وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ اِتَّخَذُوْهُ جو اس کے بعد ہے۔ وہ سَبِیْلًا کی صفت ہے اور اِتَّخَذُوْهُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی منصوب ضمیر سَبِیلاً کے لیے ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ ان گئو سالہ اور بچھڑے کے پوجنے والوں نے اس کی پوجا تو شروع کر دی۔ لیکن یہ نہیں سوچا کہ وہ اتنا بے بس ہے کہ نہ اُن سے بات کر سکتا ہے اور نہ ان کو ایسا راستہ بتا سکتا ہے جسے وہ اختیار کریں۔ اور سَبِیلاً پر وقف کرنے سے اِتَّخَذُوْہُ والا جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں مشرکین نے اس میں غور نہیں کیا کہ نہ تو وہ بچھڑا اُن سے بات کر سکتا ہے اور نہ ان کو راستہ ہی بتا سکتا ہے۔ لیکن اس پر بھی ان بیوقوفوں نے اس کو معبود بنا لیا اور اس کی پوجا شروع کر دی۔

۵/۳۲ : کَانَتْ حَاضِرَۃَ الْبَحْرِ ؏ ۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ اِذْ یَعْدُوْنَ کے شروع والا اِذ ، وَاسْئَلْهُمْ کا ظرف اور اس کا مفعول فیہ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں ان سے اس بستی کا حال جو دریا کے کنارہ پر آباد تھی اس وقت دریافت کیجئے۔ جب انھوں نے ہفتہ کے دن میں حد سے تجاوز کیا تھا اور حکم کی خلاف ورزی کر کے مچھلیوں کا شکار شروع کر دیا تھا۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ وقت موجود نہیں ہے۔ جس میں انھوں نے شکار کیا تھا۔ پھر اس وقت سوال کرنے کے معنیٰ کیا ہوں گے۔ اور حَاضِرَۃَ الْبَحْرِ پر وقف کرنے سے جملہ اِذْ یَعْدُوْنَ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ یہاں اِذْ، اذکر مقدر کا ظرف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہیں اور آپ ان سے اس بستی والوں کا حال دریافت کیجئے۔ جو دریا کے کنارہ پر آباد تھی۔ اور یہ حال اس وقت پیش آیا تھا۔ جب ان کم نصیب لوگوں نے ہفتہ کے دن میں حکم کی خلاف ورزی کی تھی۔

۶/۳۲ : لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؏ ۔ یہاں وصل کرنے سے وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ جو اس کے بعد ہے وہ بھی قُلْ کے مفعولہ میں شامل ہے۔ اور اس صورت میں قیامت کے حادثہ کا سخت ترین ہونا پوری تاکید کے ساتھ واضح نہیں ہوتا۔ کیونکہ معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ یہ لوگ قیامت کا وقت دریافت کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں آپ ان سے یہ فرما دیجئے۔ کہ اس کی تعیین کا علم صرف میرے پروردگار کے پاس ہے وہی اس کو ظاہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے گا۔ نیز یہ حادثہ آسمان و زمین سب پر بھاری ہوگا۔ اور کسی سے بھی برداشت نہیں ہو سکے گا۔ وصل کی صورت میں اس کا بھاری ہونا پوری طرح واضح نہیں ہوا۔ اور اِلَّا هُوَ پر وقف کرنے سے جملہ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ کا مستانفہ ہونا اور جواب سے علیحدہ ہونا اور صرف قیامت کی شدت کے بیان کے لیے ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ اس قیامت کو اللہ پاک ہی ظاہر اور برپا کریں گے۔ یہاں جواب ختم ہو گیا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ مستقلاً فرماتے ہیں کہ تم اس کو کیا سمجھتے ہو۔ یہ حادثہ تو آسمان و زمین سب پر بھاری ہوگا۔ اَللّٰهُمَّ نَجِّنَا مِنْهَا بِفَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ۔

سُوْرَةُ التَّوْبَة

اس سورۃ میں وقف لازم پانچ جگہ ہے۔

۱/۲۴: اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ م ع۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو اس کے بعد ہے وہ اَلظّٰلِمِيْنَ کی صفت ہے اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں جو ایمان اور ہجرت اور جہاد ان تین مبارک صفتوں سے متصف ہیں۔ حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ان تینوں صفتوں سے مالا مال ہونے والے حضرات ظالم نہیں ہو سکتے۔ اور اَلظّٰلِمِيْنَ پر وقف کرنے سے جملہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا مستانفہ اور پہلے کلام سے جدا ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں کہ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتے۔ پھر اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے عمدہ ترین صفات سے متصف ہونے والوں کا انعام اور ان کی فضلیت بیان فرماتے ہیں۔

۲/۳۵: فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ ع۔ پر بعض علماء اوقاف نے وقف لازم ذکر کیا ہے (نشر) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ وَاَيَّدَهٗ جو اس کے بعد ہے اس کا واؤ عاطفہ ہے۔ اور یہ جملہ اپنے ماقبل پر معطوف ہے۔ اور عَلَيْهِ اور اَيَّدَهٗ کی دونوں ضمیروں کا مرجع حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تسکین نازل کی۔ اور ان کو ایسے لشکروں پر مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ پاک کی نصرت پر پہلے ہی سے کامل یقین تھا۔ پھر سکینہ نازل کرنے کے کیا معنیٰ؟ اور سَكِيْنَتَهٗ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَیْهِ پر وقف کرنے سے وَاَیَّدَهٗ کے واؤ کا استینافیہ اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا اور قول اصح کے مطابق عَلَیْهِ کی ضمیر کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے اور وَاَیَّدَهٗ کی ضمیر کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا "غمگین نہ ہو اور فکر مت کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں"۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تسکین نازل کی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسے لشکروں کے ذریعہ مدد فرمائی جو لوگوں کو نظر نہیں آتے تھے۔ اور یہی قول اصح اور مختار ہے۔ پس فَاَنْزَلَ میں فاء تعقیب کے لیے ہے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جو غم اور فکر تھا وہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا تھا کہ کہیں دشمن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید نہ کر دیں۔ اسی وجہ سے ہر خطرہ کی جگہ پر پہلے خود تسلی کرتے تھے۔ روافض کا یہ کہنا محض تہمت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کا غم تھا۔

۳ع ۳۶: بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ م ۹ع ۱۵۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ یَاْمُرُوْنَ جو اس کے بعد ہے۔ وہ مِنْ بَعْضٍ کی صفت ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ منافقین میں سے بعض ایسے بعض کے مشابہ ہیں۔ جو لوگوں کو برائی کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور نیکی سے روکتے ہیں۔ حالانکہ یَاْمُرُوْنَ سے ان کی دوسری اور مستقل برائی شروع ہوتی ہے۔ اور معنیٰ یہ ہیں کہ منافق مرد اور منافق عورتیں برائی میں ایک دوسرے کے مشابہ اور یکساں ہیں۔ اور ان میں دوسری خرابی یہ ہے کہ برائی کی تعلیم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں۔

۴ع ۳۷: بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ م ۹ع ۱۵۔ اس کی تقریر بھی اسی طرح ہے۔ جس طرح مِنْ بَعْضٍ کے بارہ میں ابھی گذری۔ یعنی یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ، بَعْضٍ کی صفت ہے۔ معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں جو ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بعض کے مددگار اور دوست ہیں۔ جو نیکی کی تعلیم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ حالانکہ مقصد یہ نہیں ہے۔ بلکہ یَاْمُرُوْنَ سے ان کی ایک عمدہ ترین حالت شروع ہوتی ہے۔ اور بَعْضٍ پر وقف کرنے سے یَاْمُرُوْنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مستانفہ ہونا اور بعض کی صفت نہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ ایمان والے مرد اور عورت ایک دوسرے کے مددگار بھی ہیں۔ اور ان کی دوسری مبارک حالت یہ بھی ہے کہ نیکی کی تعلیم دیتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں۔

۵/۲۸ : قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا م ع۔ پر وقف لازم ہے (نشر، کتاب التجوید قلمی) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے۔ کہ لَوْ كَانُوْا میں جو لَوْ ہے وہ شرطیہ ہے۔ اور اس سے پہلا جملہ لَوْ كَانُوْا کی جزاء مقدم ہے۔ اور اس صورت میں معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ تو شدید ترین گرم ہے۔ اگر یہ سمجھیں اور یقین کریں۔ حالانکہ جہنم کی شدت اور حرارت منافقین کے سمجھنے اور یقین کرنے پر موقوف نہیں۔ منافقین سمجھیں خواہ نہ سمجھیں بہر حال نارِ جہنم کی اشدیتِ حر متحقق و ثابت ہے۔ اور اَشَدُّ حَرًّا پر وقف کرنے سے لَوْ كَانُوْا میں جو لَوْ ہے اس شرط کے بجائے تمنّی کے لیے ہونا اور اس جملہ کا مستانفہ ہو جاتا ہے۔ اور اب معنی یہ ہوں گے۔ "آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ بہت ہی سخت گرم ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ منافقین بھی اس صورت حال کو سمجھ لیتے اور یقین کر لیتے تو انہیں سفرِ غزوہ شدتِ حر کی شکایت کا بہانہ بنا کر تخلّف کی نوبت نہ آتی" علامہ سجاوندی کے اصول کے مطابق یہاں وقف لازم ہے (نہایت القول المفید) اور علامہ سجاوندی کی کتاب الوقف والابتداء میں بھی یہاں وقف لازم ہے۔

سُوْرَةُ يُوْنُس علیہ السلام | اس میں وقف لازم چار جگہ ہے۔

۱/۲۹ : فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً م ع۔ پر وقف لازم ہے (نشر) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ جو اس کے بعد ہے وہ جواب شرط یعنی فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ پر معطوف ہے۔ حالانکہ اس کا ماقبل کے ساتھ کوئی ترکیبی تعلق نہیں۔ اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ جب ان کی موت کا وقت آجائے گا تو وہ ایک پل نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ اس صورت میں آگے نہ بڑھنا وقتِ اجل آجانے پر موقوف ہو جاتا ہے اور یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ اور فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً پر وقف کرنے سے جملہ وَلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ کا مستانفہ ہونا اور مبتدا محذوف (هُمْ) کی خبر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اَیْ وَلَا هُمْ يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ اور معنیٰ یہ ہوں گے پس جب ان کی موت کا وقت آجائے گا تو مہلت مانگنے پر بھی مہلت نہ ملے گی۔ اور جو وقت سے پہلے موت کی تمنا کریں گے ان کو وقت سے پہلے بھی موت نہیں آئے گی۔ سورت اعراف (رع) میں بھی بعینہٖ یہی تقریر گذر چکی ہے۔

۲ : وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ ۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ اِنَّ الْعِزَّةَ جو اس کے بعد ہے وہ کفار کے مقولہ میں شامل ہے۔ اور وہ بھی ان کی کہی ہوئی بات ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ اور آپ کو ان کفار کا یہ کہنا غمگین نہ کرنے پائے کہ پوری عزت اور غلبہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ حالانکہ اِنَّ الْعِزَّةَ والا جملہ ان کے کلام میں شامل نہیں ہے اور نہ وہ اس کے قائل ہیں۔ اور قَوْلُهُمْ پر وقف کرنے سے اِنَّ الْعِزَّةَ والے جملہ کا مستانفہ ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں۔ اور آپ کو ان کفار کی بات اور ان کا کفر و شرک رنجیدہ نہ کرنے پائے۔ بلکہ صبر و استقلال پر قائم رہیئے۔ اور ان کی بکواس کو برداشت کر لیجئے۔ کیونکہ غلبہ اللہ ہی کے لیے ہے۔ آپ ان سے بدلہ لے لیں گے۔

۳ : قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا م ۘ ۔ پر وقف لازم ہے۔ (تشر) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ سُبْحٰنَهٗ جو اس کے بعد ہے وہ بھی مشرکین کے مقولہ میں شامل ہے۔ اور وَلَدًا کی صفت ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں "مشرکین نے کہا کہ اللہ تعالےٰ ایسا بیٹا رکھتے ہیں جو عیوب سے پاک ہے اور بے نیاز ہے۔ اور آسمان و زمین کی ہر چیز اسی کی ملکیت میں ہے"۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے عیوب سے پاک اور مخلوق سے بے نیاز اور آسمان و زمین کی چیزوں کے تصرف میں با اختیار اولاد تو ہے۔ ہاں عیوب والی اور بے اختیار و بے تصرف و ملک اولاد اس کے لیے ثابت نہیں۔ عَیَاذًا بِاللّٰہِ۔ یہ دونوں ہی عقیدے کفر ہیں۔ اور وَلَدًا پر وقف کرنے سے جملہ سُبْحٰنَهٗ کا مستانفہ ہونا اور اللہ کی طرف سے مشرکین کے عقیدے کی تردید اور حق تعالیٰ کی پاکی و تقدیس خوب واضح ہو جاتی ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ مشرکین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے۔ اس کی رد میں اللہ سبحانہٗ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وتقدس فرماتے ہیں کہ وہ تو ہر قسم کی اولاد سے پاک ہے۔ خواہ عیوب سے پاک اور با اختیار وصاحبِ ملک اولاد ہو یا عیوب والی اور بے اختیار و بے ملک اولاد ہو۔ وہ ذات اقدس اولاد کیا ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ اور آسمان و زمین کی ہر چیز کا مالک وہ خود ہی ہے۔ یہ تقریر بعینہٖ اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا البقرہ رکوع (۱۴) میں بھی گذری ہے۔

۴/۴۲ : نَبَاَ نُوْحٍ م غ۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اِذْ قَالَ جو اس کے بعد ہے یہ اِذْ، وَاتْلُ کا ظرف ہے۔ اور معنی یہ ہو جاتے ہیں۔ اور آپ ان کو نوح علیہ السلام کی خبر اور ان کا قصہ اس وقت پڑھ کر سنا دیجئے۔ جب جناب نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے گفتگو فرمائی تھی۔ حالانکہ نوح علیہ السلام کی گفتگو کا وقت آپ کے زمانہ میں موجود نہیں ہے۔ پھر اس وقت سنانے کے معنی کیا ہوں گے۔ اور نُوْحٍ پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جملہ اِذْ قَالَ مستانفہ ہے۔ اور وَاتْلُ کا ظرف ہونے کے بجائے اُذْكُرْ مقدر کا مفعول فیہ ہے۔ اور معنی یہ ہیں۔ اور آپ نوح علیہ السلام کا قصہ پڑھ کر سنا دیجئے۔ اور یہ قصہ اس وقت پیش آیا تھا۔ جب نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے گفتگو فرمائی تھی۔

سُوْرَۃُ هُوْد علیہ السلام

اس میں وقف لازم دو جگہ ہے۔

۱/۴۳ : مِنْ اَوْلِيَآءَ م غ ، یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ، اَوْلِيَآءَ کی صفت ہے۔ اور معنی یہ ہوں۔ ان مشرکین کے لیے ایسے مددگار نہیں نکلیں گے۔ جن کے لیے عذاب دگنا اور زیادہ کیا جائے گا۔ بلکہ ان کو ایسے مددگار ملیں گے۔ جو سزا سے بری رہیں گے۔ اور یہ واقع کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کے مقابلہ میں تو گنہگاروں کو کسی طرح کے بھی مددگار نہیں ملیں گے۔ نہ سزا پانے والے اور نہ سزا سے بچنے والے۔ اور اَوْلِيَآءَ پر وقف کرنے سے جملہ يُضٰعَفُ کا مستانفہ ہو جانا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنی یہ ہوتے ہیں۔ اور ان گنہگاروں کو ایک تو مددگار نہیں ملیں گے۔ اور دوسرے ان کی سزا بھی بڑھتی چلی جائے گی۔

۲/۴۴ : اَخَاهُمْ صٰلِحًا م غ۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ قَالَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ، صالحاً کی صفت ہے۔ اور اس کی تقریر سورۂ اعراف میں ایسے ہی موقع پر گذر چکی ہے۔

سورۂ یوسف علیہ السلام

اس میں وقف لازم نہیں جگہ ہے۔

ع ۱ ۴۵ : وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ مۚ ع۔ پر وقف لازم ہے۔ (منار الھدیٰ۔ نہایت القول المفید بحوالہ علامہ سجاوندی۔ کتاب حق التلاوۃ) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ وَهَمَّ بِهَا جو اس کے بعد ہے اس کا واؤ عاطفہ ہے۔ اور یہ جملہ وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ پر معطوف ہے اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا قصد کیا۔ اور یوسف علیہ السلام نے بھی زلیخا کا قصد کیا۔ اَلۡعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ یوسف علیہ السلام نے زلیخا کا قصد کیا ہو۔ جبکہ خود قرآن مجید حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت و عفت کی گواہی دے رہا ہے۔ اور وَلَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ پر وقف کرنے سے وَهَمَّ بِهَا کے واؤ کا استینافیہ اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ زلیخا نے تو برائی کا ارادہ کر ہی لیا تھا۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام توفیق خداوندی اور نور نبوت و عصمت کی برکت سے مدافعت اور بچاؤ کی تدبیریں کرتے رہے۔ یہاں مضاف محذوف ہے اَیۡ وَهَمَّ بِدَفۡعِهَا۔ (کما ذکرہ الزرکشی۔ البرہان: ۱/۳۴۶ و ۳۴۷) اور اب لَوۡلَا کی جزاء محذوف ہوگی کہ اگر آپ اپنے رب کی حجت و قدرت کا معائنہ نہ فرماتے تو ثابت قدم رہنا مشکل تھا۔ اس توجیہ سے بادی النظر اشکال کا خود بخود ازالہ ہو گیا۔

علاوہ ازیں اس وقف کی مثال لِنُبَیِّنَ لَکُمۡ (حج ع ۱) کی طرح ہے۔ کہ پہلے جملہ میں تو منکرین بعثت کے لیے انسانی پیدائش کے تمام مرحلے ترتیب وار بیان کئے۔ پھر وَنُقِرُّ فِی الۡاَرۡحَامِ سے دوسرے جملہ میں دنیوی زندگی کے مختلف احوال بیان کئے۔ پس جس طرح انسان کی یہ دو علیحدہ علیحدہ حالتیں ہیں اسی طرح یہاں دو متضاد ارادوں کا ذکر ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں جو لفظ برھان آیا ہے۔ اس سلسلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا۔ کہ برہان وہ نور نبوت تھا جو اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سینہ میں رکھ دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ یہی نورِ نبوت برائی سے بچاؤ کا ذریعہ تھا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں میرے نزدیک سب سے زیادہ صحیح قول یہی ہے (تفسیر مظہری)۔ علامہ اشمونی لکھتے ہیں برہان کے معنیٰ کے سلسلہ میں جن مذموم باتوں کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف کی جارہی ہے۔ وہ سند کے اعتبار سے بے بنیاد ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شخصیت نبوت وعصمت کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے اس قسم کی لغو اور بے ہودہ باتوں سے بہت بلند و بالا ہے۔

(منار الہدیٰ: ۱۹۳ طبع ثانی)

۲۶/۴ : فَكَذَبَتْ (ع ۱۳) بعض علماء اوقاف نے یہاں وقف لازم ذکر کیا ہے (نشر) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ وَهُوَ جو اس کے بعد ہے اس کا واؤ عاطفہ ہے۔ اور یہ جملہ فَكَذَبَتْ کی خبر پر معطوف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوجاتے ہیں۔ اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو تو زلیخا جھوٹی ہے اور یوسف علیہ السلام بھی۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اور یہ سراسر حقیقت کے خلاف ہے۔ کیونکہ خود قرآن مجید حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت وعفت کا شاہد ہے۔ اور قرآن مجید کیوں نہ شاہد ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے جمیع انبیاء علیہم السلام کو نور نبوت اور عصمت و عفت سے سرفراز فرما کر ان کی پوری زندگیوں کو بلکہ ان کے ایک ایک قول وعمل کو امت کے لیے اسوہ حسنہ بنایا اور فَكَذَبَتْ پر وقف کرنے سے ان بعض علماء اوقاف کی رائے پر وَهُوَ کے واؤ کا استینافیہ اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہوجاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہو تو زلیخا جھوٹی ہے۔ اس کے بعد نیا کلام شروع ہوتا ہے۔ "اور یوسف علیہ السلام اپنے دعویٰ براءت اور عصمت وعفت میں یقیناً سچے ہیں۔"

ایک شبہ کا ازالہ وصل کی حالت میں وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ کا فَكَذَبَتْ پر ضمیر منفصل کے اعادہ کے بغیر عطف ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حمزہ کی قراءۃ میں تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ منصوب کے بجائے وَالْاَرْحَامِ مجرور ہے۔ پس جروالی قراءۃ میں بھی بغیر اعادہ جار کے صرف ضمیر مجرور پر عطف ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء اوقاف پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے کہ جنہوں نے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ اور فَكَذَبَتْ پر وقف لازم بیان کیا۔ تاکہ کوئی بدباطن وصل کے ذریعہ مرادی معنیٰ کو مسخ کرکے نبی معصوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ، صَالِحًا کی صفت ہے۔ اور اس کی تقریر سورۂ اعراف میں ایسے ہی موقع پر گذر چکی ہے۔

سورۃ یوسف علیہ السلام

اس میں وقف لازم تین جگہ ہے۔

ع ۱ / ۴۵ : وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ پر وقف لازم ہے۔ (منار الھدیٰ۔ نہایت القول المفید بحوالہ علامہ سجاوندی۔ کتاب حق التلاوۃ) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ وَهَمَّ بِهَا جو اس کے بعد ہے اس کا واؤ عاطفہ ہے۔ اور یہ جملہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ پر معطوف ہے اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ زلیخا نے یوسف علیہ السلام کا قصد کیا۔ اور یوسف علیہ السلام نے بھی زلیخا کا قصد کیا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ یوسف علیہ السلام نے زلیخا کا قصد کیا ہو۔ جبکہ خود قرآن مجید حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت و عفت کی گواہی دے رہا ہے۔ اور وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ پر وقف کرنے سے وَهَمَّ بِهَا کے واؤ کا استینافیہ اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ زلیخا نے تو برائی کا ارادہ کر ہی لیا تھا۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام توفیقِ خداوندی اور نور نبوت و عصمت کی برکت سے مدافعت اور بچاؤ کی تدبیریں کرتے رہے۔ یہاں مضاف محذوف ہے اَیْ وَهَمَّ بِدَفْعِهَا۔ (کما ذکرہ الزرکشی۔ البرہان: ۱/۳۴۶ و ۳۴۷) اور اب لَوْلَا کی جزاء محذوف ہوگی کہ اگر آپ اپنے رب کی حجت و قدرت کا معائنہ نہ فرماتے تو ثابت قدم رہنا مشکل تھا۔ اس توجیہہ سے بادی النظر اشکال کا خود بخود ازالہ ہو گیا۔

علاوہ ازیں اس وقف کی مثال لَتُبْعَثُنَّ لَکُمْ (ج ع) کی طرح ہے۔ کہ پہلے جملہ میں تو منکرین بعثت کے لیے انسانی پیدائش کے تمام مرحلے ترتیب وار بیان کیے۔ پھر وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ سے دوسرے جملہ میں دنیوی زندگی کے مختلف احوال بیان کیے۔ پس جس طرح انسان کی یہ دو علیحدہ علیحدہ حالتیں ہیں اسی طرح یہاں دو متضاد ارادوں کا ذکر ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں جو لفظ برہان آیا ہے۔ اس سلسلہ میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا۔ کہ برہان وہ نور نبوت تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سینہ میں رکھ دیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا یہی نور نبوت برائی سے بچاؤ کا ذریعہ تھا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں میرے نزدیک سب سے زیادہ صحیح قول یہی ہے (تفسیر مظہری)۔ علامہ اشمونی لکھتے ہیں برہان کے معنیٰ کے سلسلہ میں جن مذموم باتوں کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف کی جارہی ہے۔ وہ سند کے اعتبار سے بے بنیاد ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شخصیت نبوت وعصمت کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے اس قسم کی لغو اور بے ہودہ باتوں سے بہت بلند و بالا ہے۔

(منار الہدیٰ: ۱۹۳، طبع ثانی)

۲۶ / ۲۳۶ : فَكَذَبَتْ م (ع) بعض علماء اوقاف نے یہاں وقف لازم ذکر کیا ہے (نشر) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ وَهُوَ جو اس کے بعد ہے اس کا واؤ عاطفہ ہے۔ اور یہ جملہ فَكَذَبَتْ کی خبر پر معطوف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو تو زلیخا جھوٹی ہے اور یوسف علیہ السلام بھی۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ اور یہ سراسر حقیقت کے خلاف ہے۔ کیونکہ خود قرآن مجید حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت وعفت کا شاہد ہے۔ اور قرآن مجید کیوں نہ شاہد ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے جمیع انبیاء علیہم السلام کو نور نبوت اور عصمت و عفت سے سرفراز فرما کر ان کی پوری زندگیوں کو بلکہ ان کے ایک ایک قول وعمل کو امت کے لیے اسوہ حسنہ بنایا اور فَكَذَبَتْ پر وقف کرنے سے ان بعض علماء اوقاف کی رائے پر وَهُوَ کے واؤ کا استینافیہ اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہو تو زلیخا جھوٹی ہے۔ اس کے بعد نیا کلام شروع ہوتا ہے۔ "اور یوسف علیہ السلام اپنے دعویٰ برائت اور عصمت وعفت میں یقیناً سچے ہیں"۔

ایک شبہ کا ازالہ وصل کی حالت میں وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ کا فَكَذَبَتْ پر ضمیر منفصل کے اعادہ کے بغیر عطف ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حمزہ کی قراءۃ میں تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ منصوب کے بجائے وَالْاَرْحَامِ مجرور ہے۔ پس جر والی قراءۃ میں بھی بغیر اعادہ جار کے صرف ضمیر مجرور پر عطف ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء اوقاف پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے کہ جنہوں نے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ اور فَكَذَبَتْ پر وقف لازم بیان کیا۔ تاکہ کوئی بد باطن وصل کے ذریعہ مرادی معنیٰ کو مسخ کر کے نبی معصوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت وعفت اور عظمت کو مجروح نہ کر سکے۔

پ ۳/۴۷ : لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ م (عٓ) پر صاحب منار الہدیٰ اور صاحب حق التلاوہ کی تحقیق پر وقف لازم ہے۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ اَلْيَوْمَ جو اس کے بعد ہے وہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ کا ظرف اور مفعول فیہ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں "یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا۔ کہ آج تم پر کوئی الزام اور ملامت نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کریں اور بخشیں" حالانکہ یوسف علیہ السلام نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معاف کیا تھا۔ نہ کہ صرف اسی دن کے لیے۔ اور لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ پر وقف کرنے سے اَلْيَوْمَ کا اُدْعُوْا مقدر کے لیے ظرف اور مفعول فیہ ہونا اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے "یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کا اقرار جرم دیکھ کر فرمایا۔ کہ تم پر کسی طرح کا نہ الزام ہے نہ ملامت۔ آج میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کر دیں اور بخش دیں۔ وہ سب سے زیادہ مہربان ہے" یوسف علیہ السلام نے یہ اس وقت فرمایا تھا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصر کے تاج و تخت کا مالک بنا دیا تھا اور آپ کے بھائی دربار شاہی میں پیش ہوئے تھے۔

سورۃ ابراھیم علیہ السلام اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

پ ۱/۴۸ : وَمَا نُعْلِنُ م (عٓ) پر وقف لازم ہے۔ (تنشر) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ وَمَا يَخْفٰى جو اس کے بعد ہے۔ اس کا واؤ عاطفہ ہے۔ اور یہ جملہ ماقبل پر معطوف ہے۔ اور وَمَا نُعْلِنُ کی طرح وَمَا يَخْفٰى میں بھی "ما" موصولہ ہے اور مِنْ شَيْءٍ کا مِنْ بیانیہ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم جو کچھ چھپائے رکھیں یا ظاہر کریں۔ آپ سب کچھ جانتے ہیں۔ اور آپ وہ بھی جانتے ہیں جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں آپ پر مخفی ہے۔ اس معنیٰ کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔

اللہ تعالیٰ تو عالم بالذات ہے۔ کوئی چیز بھی ان کے احاطۂ علم سے باہر نہیں۔ اور وَمَا نُعْلِنُ پر وقف کرنے سے جملہ وَمَا يَخْفٰى کے واؤ کا استینافیہ اور "ما" کا نافیہ ہونا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے ہمارے رب جو کچھ ہم چھپائے رکھیں یا جو کچھ ہم ظاہر کریں آپ سب کچھ خوب جانتے ہیں۔ اس کے بعد جملہ مستانفہ شروع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر تو زمینوں و آسمانوں میں کوئی چیز مخفی ہے ہی نہیں۔

سُوْرَۃُ الْحِجر اس میں وقف لازم دو جگہ ہے۔

ع ۱ / ۹ : عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ (م ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے۔ کہ اِذْ دَخَلُوْا میں جو اِذْ ہے وہ نَبِّئْهُمْ کا ظرف زمان اور اس کا مفعول فیہ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ اور آپ ان کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر اس وقت سنا دیں۔ جب وہ مہمان اُن کے پاس پہنچے تھے اور اس معنیٰ کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ وہ وقت نبی خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہیں ہے۔ اور اِبْرٰهِيْمَ پر وقف کرنے سے جملہ اِذْ دَخَلُوْا کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں اور آپ ان کو ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر سنا دیجئے۔ اور یہ قصہ اس وقت پیش آیا تھا جب وہ مہمان فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے تھے۔ پس اِذْ دَخَلُوْا میں اِذْ، اُذْكُرْ مقدر کا ظرف ہے۔

ع ۲ / ۵ : فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (م ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ جو اس کے بعد ہے۔ وہ مِنْهُمْ سے حال ہے۔ اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں۔ کہ بلاشبہ اَيْكَة یعنی بن والے لوگ ظالم تھے۔ سو ہم نے ان سے ایسی حالت میں بدلہ لیا۔ کہ یہ دونوں بستیاں صاف اور واضح سڑک پر آباد تھیں۔ اور اس معنیٰ کا صحیح نہ ہونا ظاہر ہے۔ اور مِنْهُمْ پر وقف کرنے سے جملہ وَاِنَّهُمَا کا مستانفہ اور پہلے کلام سے جدا ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ اور بلاشبہ یہ دونوں بستیاں ظاہر اور کھلی سڑک پر آباد تھیں جن کو ہر ایک دیکھنے والا دیکھ کر عبرت حاصل کر سکتا ہے۔

سُوْرَۃُ النَّحل اس میں وقف لازم دو جگہ ہے۔

ع ۱ / ۱۵ : وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ (م ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے۔ کہ آخرت کے اجر کا بڑا اور انسانی عقلوں سے اونچا اور دائمی ہونا اور ان کے جاننے اور سمجھنے پر موقوف ہے۔ اور اس کا معنیٰ صحیح نہ ہونا واضح ہے۔ کیونکہ اس تقدیر پر جملہ کَو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ شرط مؤخر اور وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَۃِ جزائے مقدم یا جزاء پر دلالت کرنے والا بن جاتا ہے۔ اور اَکْبَرُ پر وقف کرنے سے جملہ لَوْکَانُوْا کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور اس میں لَوْ تمنی اور آرزو کے لیے ہے۔ اور معنیٰ یہ ہے کہ آخرت کا اجر بہت بڑا ہے اور دائمی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ کفار اس بات کو جان لیتے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان مہاجرین کو دونوں جہان کی بھلائیاں عطا فرمائے گا۔ تو ان پر ظلم نہ کرتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اگر مہاجرین کو معلوم ہوتا کہ ہمارے دکھ پانے کا اجر یہ ہے تو وہ اس سے زیادہ صبر سے کام لیتے اور زیادہ کوشش کرتے۔

۲/۵۲ : لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً م (۶۱) پر وقف لازم ہے۔ (نشر) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ وَلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ جو اس کے بعد ہے وہ جواب شرط یعنی لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ پر معطوف ہے۔ حالانکہ اس کا جواب شرط کے ساتھ کوئی ترکیبی تعلق نہیں اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں "جب ان کی موت کا وقت آجائے گا تو وہ نہ ایک پل پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے" اس صورت میں آگے نہ بڑھنا وقت اجل آجانے پر موقوف ہو جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ اور لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً پر وقف کرنے سے جملہ وَلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ کا مستانفہ ہونا اور مبتدا محذوف (ھُمْ) کی خبر ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اَیْ وَلَا ھُمْ یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے۔ پس جب ان کی موت کا وقت آجائے گا تو مہلت مانگنے پر بھی ان کو مہلت نہیں ملے گی۔ اور جو موت کی تمنا کریں گے ان کو وقت سے پہلے موت نہیں آئے سورۃ اعراف اور سورۃ یونس میں بھی بعینہ یہ تقریر گذر چکی ہے۔

سُوْرَۃُ الْاِسْرَاءِ اس میں وقف لازم دو جگہ ہے۔

۱/۵۴ : وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا م (۸) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے۔ کہ جملہ وَجَعَلْنَا، عُدْنَا پر معطوف ہے۔ اور یہ بھی وَاِنْ عُدْتُّمْ کی جزاء میں شامل ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جائیں گے اور اگر تم لوٹو گے اور دوسری بار قصور کرو گے۔ تو ہم بھی لوٹیں گے اور تمہیں دوسری بار سزا دیں گے۔ اور ہم دوزخ کو کفار کے لیے گھیر لینے والی بنا دیں گے یعنی دوسری

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بار خطا کرنے پر دُنیا میں بھی سزا ملے گی۔ اور اسی طرح دوسری بار قصور کرنے کی صورت میں ہم دوزخ کو بھی ان کے گھیرنے والی بنا دیں گے۔ اور ان کو آخرت میں جہنّم کی سزا بھی دیں گے۔ حالانکہ کفار کے لیے جہنّم کی سزا دوسری بار قصور کرنے سے وابستہ اور اس پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ ان کو آخرت کی سزا اُن کے کُفر کے سبب ہر حال میں ملے گی۔ دوسری بار شرارت کریں خواہ نہ کریں۔ اور عُدْنَا پر وقف کرنے سے وَجَعَلْنَا کے واؤ کا استینافیہ اور اس جملہ کا پہلے جملہ سے بالکل علیحدہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں۔ اور اگر تم دوسری بار قصور کرو گے تو ہم بھی دوسری بار سزا دیں گے۔ اور ہم نے آخرت کی سزا کے لیے دوزخ کو کفار کے گھیر لینے والی بنا رکھا ہے۔

۲/۵ : اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ جو اس کے بعد ہے وہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ کی ضمیر متکلم سے حال ہے۔ اور اس صورت میں دوسری نعمت کا جو وَقُرْاٰنًا والے جملہ میں بیان کی گئی ہے۔ مستقل نعمت ہونا واضح نہیں ہوتا۔ کیونکہ معنیٰ اس طرح ہو جاتے ہیں۔ اور ہم نے آپ کو اس حالت میں خوشخبری سُنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ کہ ہم نے قرآن مجید کو بھی حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ تا کہ سمجھنے اور پڑھنے میں آسانی حاصل ہو جائے اور وَنَذِيْرًا پر وقف کرنے سے جملہ وَقُرْاٰنًا کا مستانفہ ہونا اور دوسری نعمت کا مستقل نعمت ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں۔ اور ہم نے آپ کو خوشخبری اور ڈر سُنانے والا بنا کر بھی بھیجا ہے۔ اور قرآن کو حصّوں پر تقسیم بھی کر دیا ہے۔

سُوْرَۃُ مَرْیَمَ علیہا السلام | اس میں وقفِ لازم چار جگہ ہے۔

۱/۵۵ : وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۝ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ اِذِ انْتَبَذَتْ میں جو اِذْ ہے وہ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ کا ظرف اور مفعول فی زمانی ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں اور ان کو کتاب میں مریم علیہا السلام کا قصہ اسوقت سُنا دیجئے جب وہ حمل اور ولادت کی شرمندگی کو چھپانے کے لیے اپنے رشتہ داروں سے علیحدہ جگہ میں چلی گئی تھیں۔ حالانکہ یہ وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہیں تھا۔ اور مَرْيَمَ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف کرنے سے جملہ اِذِ انْتَبَذَتْ کا مستانفہ ہونا اور اِذْ کا اُذْکُرْ مقدر کیلئے ظرف ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں اور آپ ان کو مریم علیہا السلام کا قصہ سنا دیجئے اور یہ قصہ اس وقت پیش آیا تھا جب وہ اپنے رشتہ داروں سے علیحدہ ٹھہری ہوئی تھیں۔

۲/۵۶: اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے۔ کہ جملہ وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ جو اس کے بعد ہے اس کا واؤ حالیہ ہے۔ اور یہ وَاَنْذِرْھُمْ کی منصوب ضمیر سے حال ہے۔ اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں۔ اور ان کو افسوس اور شرمندگی کے دن سے اس حال میں ڈرا دیجئے کہ ان کے مقدمہ کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور سزا سنا دی جائے گی۔ اور یہ غفلت میں ہوں گے۔ حالانکہ سزا سننے کے وقت ہر ایک آدمی پوری طرح باخبر ہوگا۔ اور اَلْاَمْرُ پر وقف کرنے سے وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ والے جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں اور آپ ان کو افسوس کے دن سے ڈرا دیجئے۔ جب مقدمہ کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور یہ دنیا میں غفلت اور بے توجہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور آخرت کی سزا سے بالکل بے خبر بنے ہوئے ہیں۔

۳/۵۷: اِلٰی جَھَنَّمَ وِرْدًا ۞م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ لَا یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَۃَ جو اس کے بعد ہے وہ وِرْدًا کی صفت ہے اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں اور ہم گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہونے کی حالت میں ہانکیں اور چلائینگے۔ اور مجرمین تو کجا وہ مقبول بندے بھی کسی کی سفارش کرنے کے بارہ میں بااختیار نہیں ہوں گے۔

۴/۵۸: عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا ۞م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ جو اس کے بعد ہے وہ پہلے جملہ پر معطوف ہے اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ اور سفارش کا اختیار ان کو ملے گا جو حضرت رحمان سے عہد اور اجازت لیں گے اور جو یہ کہیں گے کہ حضرت رحمان نے بھی اولاد اختیار کر رکھی ہے۔ اور فرشتوں وغیرہ کو اپنی اولاد بنا رکھا ہے۔ حالانکہ اولاد کا عقیدہ رکھنے والے مشرک ہیں۔ اور ان کو سفارش کرنے کی اجازت کسی صورت میں بھی نہیں مل سکتی۔ اور عَھْدًا پر وقف کرنے سے جملہ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ کا مستانفہ اور پہلے کلام سے جدا ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور اب معنیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ نکلتے ہیں کہ سفارش کا اختیار ان کو ملے گا جنہوں نے حضرت رحمان سے اجازت حاصل کی ہوگی اور یہ مشرک یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت رحمان نے اپنی مخلوق میں سے کچھ لوگوں کو اپنی اولاد بنا رکھا ہے۔

سُوْرَۃُ طٰہٰ

اس میں دو جگہ وقف لازم ہے۔

۱/۵۹ : حَدِیْثُ مُوْسٰی م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ اِذْ رَاٰ والا جملہ جو اس کے بعد ہے۔ اس کا "اِذْ" هَلْ اَتٰىكَ کے لیے ظرف ہے اور معنیٰ یہ ہوجاتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اس وقت پہنچا ہے۔ جب انہوں نے طور پر آگ دیکھی تھی۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہیں تھا اور مُوْسٰی پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہاں جو اِذْ ہے وہ اُذْکُرْ مقدر کا ظرف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوجاتے ہیں کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا قصہ پہنچا ہے۔ اور یہ اس وقت پیش آیا تھا جب انہوں نے آگ دیکھی تھی۔

۲/۶ : عَلٰی عَیْنِیْ ۵ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ اِذْ تَمْشِیْ میں جو اِذْ ہے وہ وَلِتُصْنَعَ کا ظرف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوجاتے ہیں۔ اور تاکہ تم میری حفاظت میں اس وقت پرورش پاؤ۔ جب تمہاری بہن تمہارے صندوق کے ساتھ چلی جارہی تھی اور یہ بات ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا حق تعالیٰ شانہٗ کی حفاظت میں پرورش پانا صرف اس وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ ان کو حفاظت کی ضرورت ہر وقت ہے۔ اور عَیْنِیْ پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ اِذْ، اُذْکُرْ مقدر کا ظرف ہے۔ اور جملہ اِذْ تَمْشِیْ مستانفہ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوجاتے ہیں تاکہ تم میری حفاظت میں پرورش پاؤ۔ اور میری یہ نعمت یاد کرو کہ آپ کی بہن آپ کے ساتھ چلی جارہی تھی اور وہ فرعون کے گھر والوں کو بتارہی تھی۔ کیا میں تمہیں ایسی عورت نہ بتادوں جو اس کو اچھی طرح محبت کے ساتھ پال سکے۔

سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَاءِ علیہم السلام

اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

۱/۱۶ : فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۵ (ع) پر وقف لازم ہے (رموز القرآن) یہاں وصل کرنے سے یہ خیال گذرتا ہے کہ جملہ وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ جو اس کے بعد ہے اس کے دونوں واؤ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عاطفہ ہیں۔ اور یہ جملہ فَاَغْرَقْنٰهُمْ کی ضمیر منصوب مفعول بہ پر معطوف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی قوم میں سے جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے بے شک وہ لوگ بُرے تھے۔ پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ اور داؤد و سلیمان (علیہما السلام) کو بھی غرق کر دیا جبکہ وہ کھیتی کے مقدمہ کا فیصلہ کرنے میں مصروف تھے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللهِ۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ نافرمانوں کے ساتھ جلیل القدر پیغمبر بھی غرق کیے جائیں۔ نیز طوفانِ نوح اور ان دونوں پیغمبروں کا زمانہ بھی تو ایک نہیں۔ اور اَجْمَعِيْنَ پر وقف کرنے سے وَدَاوٗدَ کے واؤ کا استینافیہ اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ قوم نوح علیہ السلام میں سے جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا یقیناً وہ بُرے لوگ تھے۔ سو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ اور داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا تذکرہ بھی کر دیجئے جب وہ ایک کھیتی کے مقدمہ کا فیصلہ کرنے لگے تھے۔ جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات میں چر گئی تھیں۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ

اس میں وقف لازم دو جگہ ہے۔

۱/۲ : يُحَافِظُوْنَ ۝ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ پانچویں وَالَّذِيْنَ کا واؤ استینافیہ ہے۔ اور وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ سے مستقل جملہ شروع ہوتا ہے۔ اور جملہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ اس آخری وَالَّذِيْنَ کی خبر ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں وہی لوگ جنت الفردوس کے وارث بنیں گے۔ اور يُحَافِظُوْنَ پر وقف کرنے سے وَالَّذِيْنَ کے واؤ کا عاطفہ ہونا اور اس جملہ کا اس سے پہلے جملوں پر معطوف ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور اس صورت میں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ کا تعلق ان چھ صفتوں کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ جو اس سے پہلے مذکور ہیں۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ مذکورہ بالا چھ صفتوں والے مومنین جنت الفردوس کے مالک بنیں گے۔

علمی نکتہ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سورۃ المؤمنون کی ابتدائی آیات اور سورۃ المعارج کے پہلے رکوع میں اسی طرح کے مضمون کی آیات الفاظ و معانی میں تقریباً ایک جیسی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ علامہ سجاوندیؒ نے مؤمنون میں عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ پر وقف لازم کی رمز لکھی ہے اور معارج میں عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ پر نہیں لکھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ دونوں جگہ آیتوں کا مضمون یکساں ہے ۔

جواب :- اس کی توجیہ یہ ہے کہ مؤمنون میں یُحَافِظُوْنَ کے بعد اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ اور معارج میں یُحَافِظُوْنَ کے بعد اُولٰٓئِکَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّکْرَمُوْنَ ۝ ہے ۔ فرق یہ ہے کہ پہلے موقع میں تو اُولٰٓئِکَ کے بعد ضمیر مرفوع منفصل (هُمْ) ہے ۔ اور دوسرے موقع پر نہیں ۔ پس ضمیر کی وجہ سے کلام میں حصر پیدا ہو گیا ۔ اب اگر یُحَافِظُوْنَ کو اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ کے ساتھ مربوط کر کے وصل سے پڑھا جائے تو یہ وہم اور خیال ہوتا ہے کہ جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں بس وہی جنت الفردوس کے وارث بنیں گے ۔ اور اس سے اوپر اہلِ ایمان کی جو دیگر صفات بیان ہوئی ہیں وہ مؤمنین جنت الفردوس کے وارث نہیں بنیں گے ۔ کلام کو اس وہم سے بچانے کے لیے یُحَافِظُوْنَ ۝ پر وقف لازم بنا دیا ۔ کہ هُمْ ضمیر کا مرجع صرف نمازوں کی پابندی کرنے والے مسلمان ہی نہ بنیں ۔ بلکہ مجموعی طور پر تمام مذکورہ بالا اوصاف والے مؤمنین مراد ہیں ۔ بخلاف معارج کے کہ وہاں وصل سے پڑھنے میں هُمْ ضمیر نہ ہونے کی وجہ سے یہ وہم پیدا نہیں ہوتا ۔ بلکہ وہاں بلا کسی شبہ کے مذکورۂ بالا اوصاف والے تمام مؤمنین اُولٰٓئِکَ کے مشار الیہ ہیں ۔

(من افادات : استاذنا شیخ القراء حضرت قاری عبد المالک صاحبؒ)

۲/۹۳ ؛ مِنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ م (غ) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ لَکُمْ فِیْهَا فَوَاکِهُ جو اس کے بعد ہے وہ اس جَنّٰتٍ کی صفت ہے جو اس سے پہلے آ رہی ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ پس ہم نے تمہارے لیے اس پانی سے کھجوروں اور انگوروں کے ایسے باغ پیدا کئے جن میں تمہارے لیے بہت سے میوے ہیں ۔ پس میووں کا ذکر کھجوروں اور انگوروں کے تابع ہو کر آتا ہے مستقل طور پر نہیں آتا ۔ اور وَّ اَعْنَابٍ پر وقف کرنے سے میوے بھی ایک مستقل نعمت شمار ہوتے ہیں ۔ اور معنی یہ ہیں ۔ پس ہم نے تمہارے لیے اس پانی سے کھجوروں اور انگوروں کے باغ بھی بنائے ۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے لیے ان باغوں میں بہت سے میوے بھی ہیں ۔ اس لیے ان کو بھی مستقل نعمت شمار کر کے خوش ہو جاؤ ۔ اور دل و جان سے شکر ادا کرو ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ الْفُرْقَان
اس سورۃ میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

پ ۱۹ : وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ٥ۘ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ خیال گذرتا ہے کہ جملہ اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ جو اس کے بعد ہے وہ اس سے بدل ہے۔ اور معنی یہ ہو جائیں گے کہ یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں مگر ہم اس کا ٹھیک اور وضاحت میں بڑھا ہوا جواب آپ کو عنایت کر دیتے ہیں یعنی ایسے لوگ عنایت کر دیتے ہیں جو اپنے منہ کے بل جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے۔ اور یہ معنی خلاف مقصود ہیں۔ اور وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ٥ پر وقف کرنے سے جملہ اَلَّذِیْنَ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنی یہ ہوں گے کہ یہ لوگ آپ کے سامنے کیسا ہی عجیب وغریب سوال پیش کریں۔ مگر ہم اس کا ٹھیک ٹھیک اور وضاحت میں بڑھا ہوا جواب آپ کو عنایت کر دیتے ہیں اس کے بعد نیا کلام شروع ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو اپنے منہ کے بل جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو ٹھکانے اور انجام کے اعتبار کے بُرے اور راستہ کے اعتبار سے بدترین گمراہ ہیں۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَاء
اس سورۃ میں وقف لازم نہیں جگہ ہے۔

پ ۱۹ : رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ م (ع) پر وقف لازم ہے (نہایت القول المفید بحوالہ سجاوندی و الثغر الباسم) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ معبود حقیقی وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے سب کا پروردگار ہے۔ اگر تم یقین کرو۔ اس سے یہ مطلب ظاہر ہوتا ہے کہ اگر تم یقین کرو تو اللہ تعالیٰ معبود حقیقی اور ہر چیز کا رب ہے۔ ورنہ نہیں۔ اس معنی کی قباحت واضح ہے۔ اور وَمَا بَيْنَهُمَا پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جملہ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ جو اس کے بعد ہے اس کی جزا مقدر ہے۔ اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور ماقبل سے اس کا کوئی ترکیبی تعلق نہیں اور معنی یہ ہوں گے۔ کہ معبود حقیقی صرف وہی ایک ذات اللہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور ان میں جو کچھ ہے سب ہی کا پروردگار ہے۔ اگر تم یقین کر لوگے تو نجات پا لوگے ورنہ طرح طرح کے دائمی عذاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں گرفتار رہو گے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا۔

ع ۲/۲۶ : رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَھُمَا م (ع) پر وقف لازم ہے۔ (نہایت القول المفید بحوالہ سجاوندی و الثغر الباسم) اس کی تقریر بھی وہی ہے جو اوپر گذری یعنی یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مشرق و مغرب اور ان کے مابین ہر چیز کا رب اور معبود حقیقی ہونا تمہارے سمجھنے پر موقوف ہے۔ اس صورت میں جملہ اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ اس ماقبل کے کلام کے لیے شرط ہو جاتی ہے۔ حالانکہ اس کا ماقبل کے ساتھ کوئی ترکیبی تعلق نہیں۔ اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور اس کی جزا مقدر ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ معبود حقیقی وہ ذات ہے جو مشرق و مغرب اور ان کے مابین ہر چیز کا رب ہے۔ اگر تم سمجھ جاؤ تو آخرت کے دائمی عذاب سے بچ جاؤ گے۔ ورنہ ہمیشہ ہمیشہ طرح طرح کے عذاب میں رہنا پڑے گا۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْھَا۔

فائدہ — ملا علی قاری کی علمی تحقیق سوال :۔ علامہ سجاوندی نے وَمَا بَیْنَھُمَا پر شعرا (ع) میں طاء اور دخان (ع) میں میم لکھا ہے۔ حالانکہ دونوں ترکیب میں یکساں ہیں۔ اس لیے کہ دونوں کے بعد اِنْ کُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ہے۔ اور اسی لیے صاحب خلاصہ نے علامہ سجاوندی پر اعتراض کیا ہے اور موصوف نے دونوں پر طاء ہی لکھی ہے۔ ان دونوں میں فرق بتایا جائے۔

جواب :۔ دونوں کو یکساں سمجھنا صحیح نہیں۔ کیونکہ شعراء میں موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو فرعون سے ہو رہی ہے۔ پس مخاطب فرعون اور اس کی قوم ہے۔ اور یہاں وصل کرنے سے مراد کے خلاف معنیٰ کا وہم نہیں ہوتا۔ اور دخان میں اس وقف سے پہلے مِنْ رَّبِّكَ میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ پس یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو سکتا ہے۔ کہ اِنْ کُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ کے خطاب میں تغلیب و تعمیم کے طور پر اوروں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔ اور درست سمجھ والے پر اس کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی یہ جوابی تحقیق بلند مرتبہ شیوخ کی خدمت میں پیش کی۔ جن میں سے مکہ میں شیخ سراج الدین اور مدینہ میں شیخ ابو الحرم بھی تھے۔ جو وہاں کے شیخ القراء تھے۔ تو ان حضرات نے میرے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب کو پسند فرمایا (عنایات رحمانی) لیکن شیخ محمد مکی نصر نے الثغر الباسم کے حوالہ سے شعراء والے وَمَا بَيْنَهُمَا (ع) پر بھی جو دو جگہ ہے وقف لازم لکھا ہے ۔ (نہایۃ القول المفید ۱۶۶)
اور ان کی اتباع میں راقم نے بھی ان موقعوں پر وقف لازم ہی کو اختیار کیا ہے ۔

۳/۶۷ : نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۘ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ میں جو اِذْ ہے وہ وَاتْلُ کا ظرف ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں ۔ اور آپ ان لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اس وقت سنا دیجئے ۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ابا جان سے اور اپنی قوم کے لوگوں سے یہ سوال کیا تھا کہ تم کن چیزوں کو پوجتے ہو ۔ حالانکہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں ان کا قصہ سنانا محال ہے ۔ اور اِبْرٰهِيْمَ پر وقف کرنے سے اِذْ کا اُذْكُرْ مقدر کے لیے ظرف کا ہونا واضح ہو جاتا ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں اور آپ ان کو ابراہیم علیہ السلام کی خبر سنا دیجئے اور یہ خبر اس وقت ظہور میں آئی تھی ۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ابا جان اور اپنی قوم سے سوال کیا تھا ۔

سُوْرَةُ الْقَصَص اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے ۔

۱/۶۸ : مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ جو اس کے بعد ہے وہ اِلٰهًا کی دوسری صفت ہے ۔ اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ پاک کے ساتھ کسی اور ایسے معبود کو نہ پکارو جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ تو بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ شاید تم ایسے معبود کو پکار سکتے ہو جس کے سوا اور معبود بھی موجود ہو ۔ اور اس سے توحید کی ممانعت و ابطال اور شرک کی تعلیم و احقاق نکلتی ہے ۔ جو قرآن مجید کے مقصد کے بالکل خلاف ہے ۔ اور اٰخَرَ پر وقف کرنے سے جملہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے ۔ اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہ پکارو اور اس کی عبادت نہ کرو ۔ کیونکہ اللہ کے سوا کوئی معبود قطعاً ہے ہی نہیں اور یہ عین توحید ہے جو اس کلام مقدس سے مقصود و مطلوب ہے ۔

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت اس میں وقف لازم تین جگہ ہے ۔

۱/۶۹ : فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ وَقَالَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنِّیْ جو اس کے بعد ہے۔ وہ فَاٰمَنَ پر معطوف ہے۔ اور اس کی ضمیر لُوط علیہ السلام کے لیے ہے۔ اور معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور اس کے بعد ان لوط علیہ السلام نبی نے یہ فرمایا۔ اور میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کر لوں گا۔ اور دوسری جگہ چلا جاؤں گا اور اس ملک کو چھوڑ دوں گا۔ اور لُوطٌ پر وقف کرنے سے وَقَالَ کے واؤ کا استینافیہ اور اس جملے کا مستانفہ ہونا۔ اور قَالَ کی ضمیر کا ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے ناراض ہو کر یہ فرمایا کہ میں یہاں سے ہجرت کر کے اپنے پروردگار کی بنائی ہوئی جگہ کی طرف چلا جاؤں گا۔

۲ : لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ لَوْ کَانُوْا میں جو لَوْ ہے وہ شرطیہ ہے۔ اور اس سے پہلا جملہ لَوْ کَانُوْا کی جزاء مقدم ہے۔ اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اگر وہ جانتے تو ان کو مکڑی کا گھر سب گھروں سے کمزور نظر آتا۔ اور معلوم ہو جاتا کہ شرک والوں کا جو دوسروں پر سہارا ہے وہ نہایت کمزور ہے۔ اور اس سے یہ معنیٰ نکلتا ہے کہ مکڑی کے گھر کا کمزور ہونا ان کے کمزور جاننے پر موقوف ہے۔ حالانکہ اس کا لچر اور کمزور ہونا بالکل واضح ہے۔ جو کسی کے جاننے پر موقوف نہیں ہے۔ اور لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ م پر وقف کرنے سے جملہ لَوْ کَانُوْا کا مستانفہ ہونا اور لَوْ کا شرط کے بجائے تمنی کے لیے ہونا واضح ہو جاتا ہے اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ مکڑی کا گھر سب گھروں سے کمزور ہے۔ اور مشرکین کا سہارا قطعاً بے حقیقت ہے۔ کیا خوب ہوتا کہ وہ اس حقیقت کو جان لیتے۔ اور غیروں کو معبود نہ بناتے یہ تقریر بعینہٖ وہی ہے وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَکْبَرُ نحل ع۱۲ میں گذر چکی ہے۔

۳ : لَهِیَ الْحَیَوَانُ م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد لَوْ کَانُوْا میں جو لَوْ ہے وہ شرطیہ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اگر یہ جانتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ آخرت والا گھر جاندار اور ہمیشہ باقی رہنے والا گھر ہے۔ حالانکہ آخرت کا پائیدار ہونا کسی کے جاننے پر موقوف نہیں۔ وہ ہر حال میں پائیدار ہے۔ کوئی جانے یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ جانتے اور لَهِيَ الْحَيَوَانُ پر وقف کرنے سے لَوْ كَانُوْا کا مستانفہ ہونا اور لَوْ کا تمنی کے لیے ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ بلاشبہ آخرت والا گھر جاندار اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہ اس حقیقت کو جان لیتے۔ اور آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو پسند نہ کرتے۔

سُوْرَةُ السَّجْدَة اس سورۃ میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

۱۸/۲ : فَاسِقًا (ع) پر وقف لازم ہے۔ علامہ اشمونی لکھتے ہیں کہ فَاسِقًا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تعمد و اہتمام کے ساتھ وقف کر کے لَا يَسْتَوُوْنَ سے ابتداء فرماتے تھے۔ علامہ جزری نے اس کو وقف لازم کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ علامہ شاطبی یہاں وقف کرنا پسند فرماتے تھے۔ یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ لَا يَسْتَوُوْنَ، فَاسِقًا کی صفت ہے۔ اور فَاسِقًا سے جنس فاسق مراد ہے۔ اور معنی یہ ہو جاتے ہیں "بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جو ایسے کافر کی جنس کا ہو جو باہمی برابر نہ ہوں۔ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر کافر ایک جیسے ہوں تو پھر مومن اُن کی طرح ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ایک ادنیٰ درجہ کے مومن کا رتبہ بھی کسی کافر کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور فَاسِقًا پر وقف کرنے سے جملہ لَا يَسْتَوُوْنَ کا مستانفہ ہونا اور مطلقًا نفی و رد کے لیے ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنی یہ ہوں گے۔ بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جو کافر ہو۔ اس استفہام انکاری کی مزید تاکیدی نفی کے لیے فرمایا لَا يَسْتَوُوْنَ ۝ اَیْ لَا يَسْتَوِی الْمُؤْمِنُ وَالْكَافِرُ یعنی مومن و کافر برابر نہیں ہو سکتے۔

ایک شبہ کا ازالہ فَاسِقًا واحد ہے اس کی صفت لَا يَسْتَوُوْنَ جو جمع ہے کیسے ہو سکتی ہے۔

جواب: (مَنْ) لفظًا مفرد ہے اور معنًی جمع ہے۔ چنانچہ اکثر نحویوں کے نزدیک جماعت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کی صفت کے لیے لَا يَسْتَوُوْنَ جمع کا صیغہ آسکتا ہے۔ بعض نحاۃ نے کہا ہے کہ جمع کا اطلاق دو پر بھی ہوتا ہے۔ اس لیے لَا يَسْتَوُوْنَ دو کے لیے ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ کیا آپ کے پاس جھگڑے والوں اور مقدمہ پیش کرنے والوں کی خبر اس وقت پہنچی ہے۔ جب وہ دیوار پھاند کر داؤد علیہ السلام کے محل میں آ گئے تھے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داؤد علیہ السلام کا قصہ اس وقت نہیں پہنچا۔ کیونکہ ان کا زمانہ آپ سے کئی ہزار سال پہلے کا ہے۔ اور نَبَؤُ الْخَصْمِ پر وقف کرنے سے جملہ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ کا مستانفہ ہونا اور اِذْ کا وَقَعَ مقدر کے لیے ظرف ہونا واضح ہوجاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کیا آپ کے پاس جھگڑے والوں کی خبر پہنچی ہے۔ اور یہ قصہ اس وقت پیش آیا تھا۔ جب وہ مقدمہ والے داؤد علیہ السلام کے مکان میں اچانک آن پہنچے تھے۔

پ ۲۳ ع ۸ : وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَيُّوْبَ م (ع ۱۲) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ اِذْ نَادٰى میں جو اِذْ ہے وہ وَاذْكُرْ مذکور کا ظرف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوجاتے ہیں۔ اور آپ ان کو ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کا قصہ اس وقت سُنا دیں۔ جب اُس بندے نے اپنے رب کو پکارا تھا اور اُن سے دُعا کی تھی۔ اور آپ کا اس قصہ کے اس وقت سُنانے پر قادر نہ ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت سے کئی ہزار سال پہلے پیش آیا تھا۔ پھر آپ اس وقت کس طرح سُنا سکتے ہیں۔ اور اَيُّوْبَ م پر وقف کرنے سے اِذْ نَادٰى کا مستانفہ ہونا اور اِذْ کا وَقَعَ مقدر کے لیے ظرف ہونا واضح ہوجاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں۔ اور آپ ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کا قصہ یاد کیجئے۔ اور یہ اس وقت پیش آیا تھا۔ جب ایوب علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا۔

سُوْرَةُ الزُّمَر

اس میں وقف لازم تین جگہ ہے۔

پ ۲۳ ع ۱۹ : مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ م (ع ۱۵) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ جملہ مَا نَعْبُدُهُمْ جو اس کے بعد ہے وہ اس يَقُوْلُوْنَ سمیت جو اس سے پہلے مقدر ہے اور اصل عبارت (يَقُوْلُوْنَ مَا نَعْبُدُهُمْ ہے) یہ جملہ اس سے پہلے لفظ یعنی اَوْلِيَآءَ کی صفت ہے اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان مشرکین نے اللہ پاک کے سوا ایسے مددگاروں کو ان کا شریک ٹھہرا رکھا ہے۔ جن کے بارہ میں مشرکین یہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ پاک سے پوری طرح نزدیک کر دیں۔ اور ہمیں اُن کے پیارے بندے بنا دیں۔ حالانکہ اُن کا یہ کہنا بالکل غلط اور سرتاپا جھوٹ ہے۔ کیونکہ وہ تو نفس و شیطان کی پیروی کرنے کے لیے غیروں کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اَوْلِيَآءَ پر وقف کرنے سے جملہ يَقُوْلُوْنَ مَا نَعْبُدُهُمْ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور اس صورت میں ان مشرکین کی بڑی بڑی دو خطائیں ظہور میں آتی ہیں۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں۔

۱۔ اور ان مشرکین نے بزرگوں اور بتوں وغیرہ کو اپنے لیے مددگار بنا رکھا ہے۔

۲۔ اس پر مزید یہ کہ جرأت کر کے یہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ اللہ کے پیارے بن جائیں۔

غرض صفت ہونے کی صورت میں ایک قصور ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایسے مددگار ٹھہرا رکھے ہیں۔ جن کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ کام اللہ کے پیارے بندے بننے کے لیے کیا ہے۔ اور مستانفہ ہونے کی صورت میں ان کی دو خطائیں ظاہر ہوتی ہیں۔

۱۔ یہ کہ بلا دلیل ان کی عبادت کرتے ہیں۔

۲۔ پھر یہ افترا اور جھوٹ گھڑتے ہیں کہ ہم تو یہ کام اللہ کے دوست بننے کے لیے کرتے ہیں۔

۲۸: وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ لَوْ كَانُوْا جو اس کے بعد ہے وہ شرط ہے۔ اور جملہ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اس کی جزا پر دلالت کرتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ جانتے اور یقین کرتے تو آخرت کا عذاب بہت بڑا اور نہایت سخت ہوتا۔ حالانکہ اس عذاب کی شدت ان کے جاننے اور یقین کرنے پر موقوف نہیں۔ بلکہ یہ لوگ یقین کریں یا نہ کریں وہ عذاب تو ہر حال میں شدید ہے اور اَكْبَرُ پر وقف کرنے سے لَوْ كَانُوْا میں جو لَوْ ہے اس کا شرط کے بجائے تمنی کے لیے ہونا اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ اور آخرت کا عذاب بہت بڑا اور نہایت سخت ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہ اس کو جان لیتے اور اس کا یقین کر لیتے۔

اور اَكْبَرُ ن والقلم ع میں بھی بعینہٖ یہی تقریر جاری ہو گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳/۸۱ : مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۵ (ع) پر وقف لازم ہے (نشر) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید اس کے بعد والے جملہ وَالَّذِیْ جَآءَ کا واؤ عاطفہ ہے اور وہ جملہ لِلْکٰفِرِیْنَ کے لام جارہ کے کلمہ مجرورہ پر معطوف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ کافروں کے لیے بھی اور ان کے لیے بھی جو حق لے کر آئے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے لیے بھی جنہوں نے حق کی تصدیق کی یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اس صورت میں معنوی قباحت واضح ہے۔ اور لِلْکٰفِرِیْنَ ۵ پر وقف سے سے جملہ وَالَّذِیْ کا مستانفہ ہونا اور پہلے کلام سے جدا ہونا بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ کافروں کے لیے تو جہنم میں ٹھکانا ہے۔ اور وہ جو حق لے کر آئے اور وہ جنہوں نے حق کی تصدیق کی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہی لوگ متقی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ احْشُرْنَا مَعَھُمْ۔ آمین

سُوْرَۃُ الْمُؤْمِن | اس میں وقف لازم دو جگہ ہے۔

۱/۸۲ : اَصْحٰبُ النَّارِ ۵ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ جو اس کے بعد آ رہا ہے۔ وہ اَصْحٰبُ النَّارِ کی صفت ہے اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ اور جس طرح یہ لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں اسی طرح کفار کے حق میں یہ بات ثابت اور طے ہو چکی ہے کہ وہ ایسے دوزخی ہیں جو حق تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں حالانکہ اللہ کے عرش کو اٹھانے والے اللہ پاک کے مقرب فرشتے ہیں۔ اور اَصْحٰبُ النَّارِ پر وقف کرنے سے جملہ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ یہ کفار دوزخی ہیں۔ اور فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور جو اس کے گرد ہیں یہ سب اللہ کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہتے ہیں پس اَلَّذِیْنَ سے مستقل کلام شروع ہوتا ہے۔

۲/۸۳ : خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ۘ م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ، جو اس کے بعد ہے وہ شَیْءٍ کی صفت ہے اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ پاک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر ایسی چیز کے پیدا کرنے والے ہیں۔ جن کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پس یہ پیدا کی ہوئی اشیاء بھی معبودین میں شامل ہو جاتی ہیں اور معبود بن جاتی ہیں۔ اور کُلِّ شَیْءٍ پر وقف کرنے سے جملہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ پاک ہر چیز کے پیدا کرنے والے بھی ہیں۔ اور ان کے سوا کوئی سچا معبود بھی نہیں ہے۔

سُوْرَۃُ الزُّخْرُف اس میں وقف لازم دو جگہ ہے۔

پ۲۵/۸۸ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۘ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ فَاصْفَحْ عَنْھُمْ جو اس کے بعد ہے۔ وہ بھی وَقِیْلِہٖ کے مقولہ میں شامل ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے اس قول کی قسم کہ اے پروردگار یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ پس آپ ان سے درگذر کیجئے۔ حالانکہ بے ایمان لوگ اس لائق نہیں کہ ان سے درگذر کیا جاتا۔ اور قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ پر وقف کرنے سے بعد کے جملہ کا مستانفہ ہونا اور اس کی مرفوع اور مجرور دونوں ضمیروں کا حق تعالیٰ شانہٗ کی بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں۔ اور آپ کے اس قول کی قسم کہ اے پروردگار یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ ہم ان سے خود ہی نمٹ لیں گے۔ پس اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے درگذر کیجئے۔ اور ان کی اس جرأت والی گفتگو سے غمگین نہ ہوئیے۔

پ۲/۸۵: وَقُلْ سَلٰمٌ ۘ (ع) پر بھی وقف لازم ہے۔ (رموز القرآن وکتاب التجوید قلمی)

یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ جو اس کے بعد ہے وہ بھی قُلْ کے مقولہ میں شامل ہے۔ اور اس میں جو تہدید ہے وہ بھی سَلٰمٌ کی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ کفار مکہ ایمان نہیں لاتے تو آپ بھی ان سے منہ پھیر لیں۔ اور ان کو سلام کہہ دیں اور یہ بھی کہہ دیں کہ عنقریب ان کو انجام معلوم ہو جائے گا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ حالانکہ یہ تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے فرما رہے ہیں۔ اور وَقُلْ سَلٰمٌ پر وقف کرنے سے بعد والے جملہ کا مستانفہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید کا شدید ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے۔ آپ ان سے منہ پھیر لیں۔ اور ان کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلام کہہ دیں۔ اور آپ پریشان نہ ہوں۔ ان کو عنقریب اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔

سُوْرَةُ الدُّخَان

اس میں وقف لازم تین جگہ ہے۔

۱/۸۶: وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا م (غ) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے ۔ کہ قرآن مجید کا حق تعالیٰ شانہ، کی طرف سے ہونا اور برحق ہونا۔ نیز حق تعالیٰ شانہ، کا سچا معبود ہونا لوگوں کے یقین پر موقوف ہے۔ اور اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اگر تم یقین کرو تو قرآن برحق اور سچا ہے۔ اور حق تعالیٰ شانہ، بھی سچے معبود ہیں۔ اور اگر یقین نہ کرو تو پھر قرآن اور باری تعالیٰ دونوں سچے نہیں ہیں اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ اور وَمَا بَيْنَهُمَا پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ جو اس کے بعد ہے اس کی جزا مقدر ہے ۔ اور یہ جملہ مستانفہ ہے اور ماقبل سے اس کا ترکیبی تعلق نہیں ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ قرآن مجید آپ کے رب کی طرف سے ہے۔ اور آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔ اور بالکل برحق اور سچا ہے اور اسی طرح حق تعالیٰ شانہ بھی سچے معبود ہیں۔ اگر تم یقین کرو گے تو تمہارا کام بن جائے گا۔ ورنہ ہمیشہ دوزخ کی سزا میں اور طرح طرح کے عذاب میں گرفتار رہو گے ۔

۲/۸۷: مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ م (غ) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ جو اس کے بعد ہے۔ وہ بھی وَقَالُوْا کے مقولہ میں شامل ہے۔ اور یہ بھی کفار کی کہی ہوئی بات ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اور ان کفار نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے سکھائے ہوئے ہیں۔ اور پہلی کتابوں والوں میں سے کسی سے قرآن مجید سیکھ لیتے ہیں پھر لوگوں کو سناتے ہیں۔ نیز دیوانے بھی ہیں۔ اور ہم تھوڑی دیر کے لیے عذاب دُور کر دیں گے ۔ حالانکہ عذاب دُور کرنے والے حق تعالیٰ شانہ، ہیں۔ اور مَجْنُوْنٌ پر وقف کرنے سے جملہ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ کا مستانفہ ہونا اور کفار کے قول میں شامل نہ ہونا۔ بلکہ حق تعالیٰ کی جانب سے ایک مستقل کلام ہونا واضح ہو جاتا ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں۔ اور ان کفار نے کہا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سکھائے ہوئے ہیں۔ دیوانے ہیں پھر حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہم تم میں سے کچھ دنوں کے لیے عذاب کو دُور کر دیں گے ۔ لیکن تم پھر وہی حرکتیں کرو گے ۔ جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے کرتے تھے۔

پ۲۵/۸۸ : اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۵ (ع) یہاں وصل سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ یَوْمَ نَبْطِشُ جو اس کے بعد ہے وہ عَآئِدُوْنَ کا ظرف اور اس کا مفعول فیہ زمانی ہے اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ ہم تھوڑے دنوں کے لیے قحط سالی وغیرہ عذاب تم سے دُور کر دیں گے لیکن تم دوسری بار پھر اس دن وہی شرارتیں کرو گے جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے۔ اور بدر کے دن تمہیں ذلیل و خوار کریں گے۔ حالانکہ اصلی مراد یہ ہے کہ تم ہماری گرفت سے پہلے دوسری بار پھر وہی شرارت کرو گے۔ اس لیے کہ گرفت کے دن تو ان کا شرارت پر قادر نہ ہونا بالکل واضح ہے۔ اور عَآئِدُوْنَ پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یَوْمَ نَبْطِشُ اُذْكُرْ مقدر کا ظرف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ ہم تو عذاب دُور کر دیں گے لیکن تم پھر وہی شرارتیں شروع کرو گے۔ اگر کرو گے تو اس دن یعنی بدر کے دن کو یا قیامت کے دن کو بھی یاد رکھنا جس دن ہم تمہیں سخت اور مضبوط پکڑ سے پکڑیں گے۔ اور اس دن ساری شرارتیں ناک کے راستے نکل جائیں گی۔ اور سب بھول جاؤ گے۔

پ۲۵/۸۹ : بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۵ (ع) پر وقف لازم ہے۔ (قصیدۃ السجاوندی قلمی۔ والوقوفات اللوازم قلمی۔ لمحمد الجزری۔ رموز القرآن) یہاں وصل کرنے سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جملہ يَدْعُوْنَ جو اس کے بعد ہے وہ بِحُوْرٍ عِيْنٍ کی صفت ہے۔ کیونکہ يَدْعُوْنَ جس طرح جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اسی طرح اتحادِ وزنی کے لحاظ سے جمع مؤنث غائب کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ پرہیزگار لوگ جنت کی نعمتوں سے بھی مالا مال ہوں گے۔ اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کے جوڑے بھی لگائیں گے ان حوروں کی یہ صفت ہوگی کہ وہ جنت میں اطمینان سے میوے طلب کرتی اور کھاتی ہوں گی۔ حالانکہ میووں کا طلب کرنا اور کھانا تو ایمان والوں کی صفت ہے نہ کہ حوروں کی۔ اور بِحُوْرٍ عِيْنٍ پر وقف کرنے سے جملہ يَدْعُوْنَ فِيْهَا کا مستانفہ ہونا اور مومنین کی مستقل صفت ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے۔ پرہیزگار لوگ جنت کی ہر طرح کی نعمتوں سے بھی مالا مال ہوں گے۔ اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کے جوڑے بھی لگائیں گے۔ نیز وہ متقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ وہاں اطمینان سے میوے اور پھل طلب کریں گے اور کھائیں گے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ

اس سورۃ میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

پ ۲۶ : وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ط م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس کے بعد اِذْ اَنْذَرَ میں جو اِذْ ہے وہ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ کے امر حاضر کا ظرف اور مفعول فیہ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ آپ قوم عاد کے بھائی ہود علیہ السلام کا قصہ اس وقت سُنا دیجئے جب انہوں نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں ڈرا کر ہدایت کی تھی۔ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔ حالانکہ یہ قصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا نہیں تھا۔ اور اَخَا عَادٍ پر وقف کرنے سے جملہ اِذْ اَنْذَرَ کا مستانفہ ہونا اور اِذْ کا اُذْكُرْ مقدر کے لیے ظرف ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور اب معنیٰ یہ ہوں گے۔ اور آپ ان کو قوم عاد کے بھائی ہود علیہ السلام کا قصہ سُنا دیجئے۔ اور یاد کیجئے کہ یہ قصہ اس وقت پیش آیا تھا جب انہوں نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں ہدایت کی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم

اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

پ ۲۶ : وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ م (ع) پر وقف لازم ہے۔ (رموز القرآن) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد کا جملہ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ہے وہ اَعْمَالَكُمْ سے بدل یا اس کا عطف بیان ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہیں۔ اور وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہیں کریں گے یعنی دنیوی زندگی جو نری لہو لعب ہے۔ اس معنیٰ کا قبیح ہونا ظاہر ہے۔ اور اَعْمَالَكُمْ پر وقف کرنے سے اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے۔ اور اللہ تعالےٰ تمہارے ساتھ ہیں۔ اور وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہیں کریں گے۔ اور دنیوی زندگی نری لہو و لعب ہے۔

سُوْرَةُ الْفَتْحِ

اس سورۃ میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

پ ۲۶ : وَتُوَقِّرُوْهُ م (ع) پر وقف لازم ہے (نشر منار الہدیٰ ۔ حق التلاوۃ) یہاں وصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے یہ خیال گذرتا ہے کہ وَتُوَقِّرُوْهُ کی طرح وَتُسَبِّحُوْهُ بھی وَتُعَزِّرُوْهُ پر معطوف ہے۔ اور ان تینوں منصوب ضمیروں کا مرجع ذات رسالت ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ کہ تاکہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرو اور ان کی تعظیم کرو اور ان کی صبح و شام تسبیح بیان کیا کرو۔ اور وَتُوَقِّرُوْهُ پر وقف کرنے سے پہلی دو ضمیروں کا ذات رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور تیسری ضمیر کا ذات حق کے لیے ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور یہی قول راجح ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ ہر حیثیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور ان کی تعظیم کیا کرو۔ اور رب کریم کی صبح و شام پاکی بیان کیا کرو۔

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ

اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

پ ۲۶: اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا کہ اِذْ دَخَلُوْا جو اس کے بعد ہے اس کا اِذْهَلْ اَتٰىكَ کیلئے ظرف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس ابراہیم علیہ السلام کے عزت دار مہمانوں اور فرشتوں کا قصہ اس وقت پہنچا ہے۔ جب وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔ حالانکہ اس قصہ کا اس وقت آپ کے پاس نہ پہنچنا بالکل ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے کئی ہزار سال پہلے ہو چکا ہے۔ اور اَلْمُكْرَمِيْنَ پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ اِذْ دَخَلُوْا والا اِذْ، وَقَعَ مقدر کے متعلق ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عزت دار مہمانوں کا قصہ پہنچا ہے۔ اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب وہ مہمان فرشتے جناب ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔

سُوْرَةُ الطُّوْرِ

اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

پ ۲۷: فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے۔ کہ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ جو اس کے بعد ہے وہ يَلْعَبُوْنَ کا ظرف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ یہ جھٹلانے والے کفار اس دن غفلت اور کھیل میں مشغول ہوں گے جس دن ان کو دوزخ کی آگ کی طرف دھکے دئیے جائیں گے۔ حالانکہ اس وقت تو بڑے سے بڑے غافلوں کی غفلتیں ختم ہو جائیں گی۔ اور يَلْعَبُوْنَ پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ یَوْمَ یُدَعُّوْنَ جملہ مستانفہ ہے۔ اور اس میں جو یَوْمَ ہے۔ وہ وَاذْکُرُوْا مقدر کا ظرف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہیں کہ یہ لوگ یہاں دنیا میں غفلت و کھیل میں مشغول ہیں۔ اور قطعاً توجہ نہیں کرتے۔ لیکن انہیں وہ دن بھی یاد رکھنا چاہیئے جس دن ان کو دوزخ کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا۔ اور کہا جائے گا یہ ہے وہ آگ جسے تم جھوٹا بنایا کرتے تھے۔

سُوْرَۃُ النَّجْمِ اس سورۃ میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

۱/۹۵ : مِنْ نُّطْفَۃٍ اِذَا تُمْنٰی ۵ (ع) پر وقف لازم ہے۔ (قصیدۃ السجاوندی۔ الوقوفات اللوازم) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ وَاَنَّ عَلَیْہِ جو اس کے بعد ہے وہ خَلَقَ کی ضمیر مرفوع سے حال ہے۔ اور اس کا واؤ حالیہ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی نے نطفہ سے نر اور مادہ کی دونوں قسمیں پیدا کی ہیں۔ جب وہ نطفہ رحم میں ڈالا جائے۔ اس حال میں کہ اسی کے ذمہ ہے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے ہی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے نطفہ سے نر و مادہ دونوں قسمیں پیدا فرمائیں۔ اس کے علاوہ نہیں۔ اس معنیٰ کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔ اور اِذَا تُمْنٰی پر وقف کرنے سے جملہ وَاَنَّ عَلَیْہِ کا مستانفہ اور واؤ کا استینافیہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی نطفہ سے نر اور مادہ کی قسمیں پیدا کرتے ہیں۔ جب وہ نطفہ رحم میں ڈالا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔

سُوْرَۃُ الْقَمَرِ اس میں وقف لازم دو جگہ ہے۔

۱/۹۶ : فَتَوَلَّ عَنْھُمْ م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ جو اس کے بعد ہے اس میں یَوْمَ کا لفظ فَتَوَلَّ کا ظرف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ اور آپ ان سے اُس دن منہ موڑ لیں گے۔ جس دن پکارنے والا ایک اجنبی چیز یعنی بڑے عذاب کی طرف پکارے گا۔ اور اس میں گرفتار کرنے کے لیے ان کو بلائے گا۔ حالانکہ اصل معنیٰ یہ ہیں کہ آپ ان سے دنیا میں ہی منہ موڑ لیں اور بے رُخی اختیار کر لیں۔ اور عَنْھُمْ پر وقف کرنے سے یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ والے جملہ کا مستانفہ ہونا اور یَوْمَ کا اُذْکُرْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدر کے لیے ظرف ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ آپ ان سے بے رُخی اختیار کیجئے۔ اور اس دن کو یاد کیجئے اور اُن کو یاد دلائیے جس دن ایک پکارنے والا انہیں سخت عذاب کی طرف دعوت دے گا۔

۲/۹۷ : فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ جو اس کے بعد ہے۔ اس میں جو یَوْمَ ہے۔ وہ اِنَّ کی خبر کے متعلق کا ظرف ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں بلا شک یہ سیہ کار اس دن گمراہی اور بے ہوشی میں ہوں گے۔ جس دن انہیں منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ حالانکہ اس دن سب کی بے ہوشی اور گمراہی یکسر ختم ہو جائے گی۔ اور وَسُعُرٍ پر وقف کرنے سے جملہ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ کا مستانفہ ہونا اور یَوْمَ کا اُذْکُرْ مقدر کا ظرف ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ بلا شک یہ گنہگار لوگ دنیا میں تو گمراہی اور بے ہوشی میں ہیں لیکن ان کو وہ دن یاد رکھنا چاہیئے جس دن ان کو منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

سُوْرَۃُ الرَّحْمٰن

اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

۱/۹۸ : یُکَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ یَطُوْفُوْنَ جو اس کے بعد ہے۔ وہ اَلْمُجْرِمُوْنَ سے حال ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ کہ یہ وہ دوزخ ہے جس کو گنہگار لوگ اس حالت میں جھوٹا بتلایا کرتے تھے کہ یہ اس آگ کے اور تیز کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گشت لگا رہے ہیں۔ حالانکہ دوزخ میں چکر لگانے کی حالت آخرت میں پیش آئے گی۔ اور اَلْمُجْرِمُوْنَ پر وقف کرنے سے جملہ یَطُوْفُوْنَ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ یہ وہ دوزخ ہے کہ جسے گنہگار لوگ جھوٹا بنایا کرتے تھے۔ اور وہاں ان کا حال یہ ہوگا کہ اس دوزخ کے اور خوب کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگا رہے ہوں گے۔ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ۔

سُوْرَۃُ الْوَاقِعَة

اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

۱/۹۹ : لِوَقْعَتِهَا کَاذِبَةٌ ۝ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ جو اس کے بعد ہے یہ دونوں کَاذِبَةٌ کی صفتیں ہیں۔ اور اس صورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اس قیامت کے قائم ہونے میں ایسا جھوٹ نہیں ہوگا۔ جو نیچا اور اونچا کرنے والا نہ ہو۔ حالانکہ حقیقت کی رُو سے خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ بھی مقدر کی خبر ہے اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور کَاذِبَةٌ پر وقف کرنے سے اس جملہ کا مستانفہ ہونا پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنی یہ نکلتے ہیں کہ قیامت کے قائم ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک واقعی حقیقت ہے جو پیش آ کر رہے گی پھر فرماتے ہیں خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ وہ قیامت نافرمانوں اور گنہگاروں کو پست اور نیچا کر دینے والی اور فرمانبرداروں کو اونچا کرنے والی ہوگی۔ اللہ ہمارے حق میں بھی قیامت کو رَافِعَةٌ ہی بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

سُوْرَۃُ الْحَشْر

اس سورہ میں وقف لازم دو جگہ ہے۔

ب ۱ : لِاَوَّلِ الْحَشْرِ م (ع) پر وقف لازم ہے۔ (رموز القرآن) یہاں وصل کرنے سے یہ خیال گذرتا ہے کہ مَا ظَنَنْتُمْ میں جو (مَا) ہے وہ موصولہ ہے۔ اور یہ جملہ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ کی صفت ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ وہی ذات تو ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں یعنی یہودیوں کو پہلا اسلامی لشکر جمع ہونے کے وقت اور پہلے ہی حملہ میں ان کو ان کے گھروں یعنی مدینہ منورہ سے شہر بدر کر دیا۔ جس کے بارے میں تمہارا خیال تھا کہ وہ آسانی سے شہر بدر ہو جائیں گے۔ اور ان یہودیوں کو یہ گھمنڈ تھا کہ ان کے قلعے ان کو غضب الٰہی سے بچا لیں گے۔ اور یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ کہ وہ اتنی آسانی سے شہر بدر ہو جائیں گے۔ اور لِاَوَّلِ الْحَشْرِ پر وقف کرنے سے جملہ مَا ظَنَنْتُمْ کا مستانفہ ہونا اور (مَا) کا نفی کے لیے ہونا پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ وہی ذات تو ہے جس نے یہودیوں کو پہلا اسلامی لشکر جمع ہونے کے وقت اور پہلے ہی حملہ میں مدینہ منورہ سے شہر بدر کر دیا۔ تمہارا خیال بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی سہولت سے نکل جائیں گے۔ اور انہیں یہ گھمنڈ تھا کہ ان کے قلعے ان کو غضب الٰہی سے بچا لیں گے۔

ب ۱ ۲ : دوسرا شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۞ (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ جو اس کے بعد ہے اس کا لام جارہ شَدِيْدُ کے متعلق ہے۔ اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ بلاشک اللہ تعالیٰ ہجرت کرنے والے محتاجوں کو سخت سزا دیں گے۔ اور یہ معنیٰ واقع اور حقیقت کے بالکل خلاف ہیں۔ کیونکہ مہاجرین فقراء تو عظیم الشان ثواب حاصل کریں گے۔ اور شَدِيْدُ الْعِقَابِ پر وقف کرنے سے جملہ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ کا مستانفہ ہونا اور اس کے اوّل میں مبتداء کا مقدر ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور یہاں عبارت کی اصل مَالُ الْفَيْءِ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ گنہگاروں کو سخت سزا دیں گے۔ اور فَيْءِ اور غنیمت سے حاصل ہونے والا مال فقراءِ مہاجرین کا حق ہے۔

سُوْرَةُ الْمُنَافِقِيْنَ اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

۱/۲: اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ یہ جملہ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ جو اس کے بعد ہے وہ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ پر معطوف ہو کر منافقین کے مقولہ میں شامل ہے۔ اور یہ بھی ان کی کہی ہوئی بات ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ جب یہ منافقین آپ کے پاس آتے ہیں۔ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں اور پکا اقرار کرتے ہیں کہ بلاشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ پاک بھی جانتے ہیں کہ بلاشک آپ ان کے رسول ہیں۔ اور یہ معنیٰ واقع کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ اس کے قائل ہونے سے تو منافقین بھی سچے مومن بن جاتے ہیں۔ اور لَرَسُوْلُ اللّٰهِ پر وقف کرنے سے جملہ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ منافقین یہ شہادت دیتے ہیں۔ کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ پاک جانتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ منافقین اپنی شہادت میں جھوٹے ہیں۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

۱/۱۰: اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اِذْ قَالَتْ جو اس کے بعد ہے۔ اس کا اِذْ، وَضَرَبَ اللّٰهُ کا ظرفِ زمان ہے۔ اور معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ پاک نے ایمان والوں کو سمجھانے کے لیے ایک با اثر مضمون اس وقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا۔ جب فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے رب کے دربار میں دُعا کی تھی۔ اور یہ معنیٰ اس لیے فاسد ہیں۔ کہ ان کے دُعا کرنے کا وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا۔ اور اِمْرَأَتَ فِرْعَوْنَ پر وقف کرنے سے جملہ إِذْ قَالَتْ کا مستانفہ ہونا اور اِذْ کا وَقَعَتْ مقدر کے لیے ظرف ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ اور اللہ پاک نے ایمان والوں کو سمجھانے کے لیے ایک مضمون یعنی فرعون کی بیوی کا قصہ بیان کیا۔ اور یہ قصہ اس وقت پیش آیا تھا جب انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی تھی۔

سُوْرَةُ الْمُلْكِ

اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

۱۰۴ : صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ م (رکوع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ مَا يُمْسِكُهُنَّ جو اس کے بعد ہے وہ يَقْبِضْنَ کی مرفوع ضمیر سے حال ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ کیا ان مشرکین نے اپنے اوپر یعنی آسمان و زمین کے درمیانی خلا میں پرندوں کو نہیں دیکھا۔ جن کی حالت یہ ہے کہ وہ اڑتے ہوئے اپنے پر کھول بھی لیتے ہیں اور ان کو اس حالت میں سمیٹ بھی لیتے ہیں۔ کہ ان کو حضرتِ رحمان ہی گرنے سے روکتے اور بچاتے ہیں۔ اس صورت میں روکنے اور بچانے کی نعمت اور قدرت کا ذکر ایک مستقل نعمت ہونے کی حیثیت سے نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا ذکر پہلی نعمت کے تابع ہونے کی صورت میں آتا ہے۔ اور وَيَقْبِضْنَ پر وقف کرنے سے جملہ مَا يُمْسِكُهُنَّ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور اس کا ذکر بھی مستقل ہونے کی حیثیت سے آجاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں اور کیا مشرکین نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو اڑتے ہوئے پروں کو پھیلا بھی لیتے ہیں اور سمیٹ بھی لیتے ہیں۔ نیز ان کو اس پھیلانے اور سمیٹنے کی حالت میں حضرتِ رحمان ہی گرنے سے روکتے اور بچاتے ہیں۔ پس گرنے سے روکنا اور بچانا بھی ایک مستقل نعمت ہے۔

سُوْرَةُ الْقَلَمِ

اس میں وقفِ لازم تین جگہ ہے۔

۱۰۵ : وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ م (رکوع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے۔ کہ آخرت کے عذاب کا بڑا اور سخت ہونا ان مشرکین کے جاننے پر موقوف ہے۔ اور معنیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بر ہو جاتے ہیں۔ اور بلاشبہ اگر یہ مشرکین آخرت کے عذاب کو سخت سمجھ لیں تو اس صورت میں آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے۔ اور اَکْبَرُ پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لَوْ کَانُوْا میں جو لَوْ ہے وہ تمنی کے لیے ہے اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں۔ اور بلاشبہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ یہ مشرکین بھی اس عذاب کو بڑا ہی جانتے تو پھر شرک سے باز آ جاتے۔

۲ ۱۰۶ : کَصَاحِبِ الْحُوْتِ م (غ) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے اِذْ نَادٰی جو اس کے بعد ہے اس کا اِذْ وَلَا تَکُنْ کا ظرف زمان ہے اور معنیٰ یہ ہیں۔ اور آپ اس وقت مچھلی والے یونس علیہ السلام کی طرح گنہگاروں پر عذاب نازل کرنے کی درخواست میں جلدی کرنے والے نہ ہوں۔ جب ان یونس علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہیں ہے۔ اس لیے یہ معنیٰ فاسد ہیں اور کَصَاحِبِ الْحُوْتِ پر وقف کرنے سے اِذْ نَادٰی کا مستانفہ ہونا اور اِذْ کا اُذْکُرْ مقدر کے لیے ظرف ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں۔ اور آپ مچھلی والے یونس علیہ السلام کی طرح جلدی کرنے والے نہ ہوں۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب ان یونس علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا۔

۳ ۱۰۷ : اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۘ ۵ (غ) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ وَمَا هُوَ جو اس کے بعد ہے یہ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ پر معطوف ہے۔ اور یہ بھی کفار کے مقولہ میں شامل ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کفار اور مشرکین یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ بلاشک یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قرآن تمام عالموں کے لیے نصیحت ہے۔ اور یہ معنیٰ واقع کے خلاف ہیں۔ کیونکہ اگر کفار قرآن مجید کو نصیحت نامہ مان لیتے تو وہ مومن ہو جاتے اور لَمَجْنُوْنٌ پر وقف کرنے سے وَمَا هُوَ کا مستانفہ ہونا اور حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ان کفار کے رد کے لیے ہونا واضح ہو جاتا ہے اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں۔ اور یہ کفار یہ کہتے ہیں۔ کہ بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے ہیں۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ ان کے رد کے لیے فرماتے ہیں۔ اور یہ قرآن تمام عالموں کے لیے نصیحت نامہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کامل راہنما ہے۔ تو کیا ایسا کلام دیوانوں پر نازل کیا جاتا ہے۔ ان بیوقوفوں کو سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہئے۔

سُوْرَۃُ نُوْحٍ اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

۱۰۸ ﴿۱﴾: اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ م (رع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ لَوْ کُنْتُمْ جو اس کے بعد ہے اس میں لَوْ شرطیہ ہے۔ اور لَوْ کُنْتُمْ شرط ہے اور جملہ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ جو اس سے پہلے ہے۔ وہ شرط کی جزاء کے مرتبہ میں ہے۔ اور معنٰی یہ ہیں کہ اگر تم جان لیتے تو یہ بات واضح ہو جاتی۔ کہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت ٹلا نہیں کرتا۔ حالانکہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے وقت کا نہ ٹلنا ان کے جاننے پر موقوف نہیں ہے۔ اور لَا یُؤَخَّرُ پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ لَوْ کُنْتُمْ میں جو لَوْ ہے وہ تمنی کے لیے ہے۔ اور شرطیہ نہیں ہے۔ اور معنٰی یہ ہیں کہ بلاشبہ اللہ پاک کا مقرر کیا ہوا وقت ٹلا نہیں کرتا۔ کیا اچھا ہوتا کہ تم اس بات کو جان لیتے اور اس کا پختہ یقین کر لیتے۔

سُوْرَۃُ النَّبَا اس سورۃ میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

۱۰۹ ﴿۱﴾: وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا م (رع) پر وقف لازم ہے۔ (قصیدۃ السجاوندی ۔ الوقوفات اللوازم) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ جملہ وَبَنَیْنَا فَوْقَکُمْ جو اس کے بعد ہے وہ بتقدیرِ قَدْ وَجَعَلْنَا کی ضمیر مرفوع سے حال ہے اور اس کا واؤ حالیہ ہے۔ اور معنٰی یہ ہو جاتے ہیں۔ اور ہم ہی نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔ اور اس حال میں کہ ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔ حالانکہ ان دونوں جملوں میں کسی طرح کا ترکیبی تعلق نہیں۔ اور مَعَاشًا پر وقف کرنے سے جملہ وَبَنَیْنَا کا مستانفہ اور واؤ کا استینافیہ ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنٰی یہ ہوں گے کہ اور ہم ہی نے دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا۔ اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔ پس دن کو روزی کمانے کا وقت بنانا سات آسمانوں کی مضبوط بناء و تخلیق کی حالت پر منحصر و موقوف نہیں۔

سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ اس میں وقف لازم چار جگہ ہے۔

۱۱۰ ﴿۱﴾: فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا م (رع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ یَوْمَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَرْجُفُ جو اس کے بعد ہے اس میں یَوْمَ، فَالْمُدَبِّرٰتِ کا ظرفِ زمان ہے اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو اللہ تعالیٰ کے طے کیے ہوئے معاملہ کا اس روز انتظام کرنے والے ہیں جس روز ہلنے والی زمین ہل جائے گی۔ اور اس پر زلزلہ آجائے گا۔ حالانکہ انتظام والے فرشتوں کا انتظام دُنیا میں اور قیامت سے پہلے بھی جاری ہے۔ اور ہر وقت وہ حکم کے موافق کام میں لگے رہتے ہیں۔ اور اَمْرًا پر وقف کرنے سے یَوْمَ کا اُذْکُرْ مقدر کے لیے ظرف ہونا اور اس جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ نکلتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے طے کیے ہوئے معاملات کا انتظام کرتے رہتے ہیں۔ اور اس دن کو بھی یاد کرو جس دن زمین پر زلزلہ آجائے گا۔ اور پھر اس کے پیچھے آنے والی چیز یعنی قیامت آجائے گی۔

۲ ؛ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ پر (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ یَقُوْلُوْنَ
۱۱۱
جو اس کے بعد ہے وہ اس مقدر جملہ یعنی تَخْشَعُ سے حال ہے۔ جو مفہوم میں اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ کے ساتھ متحد ہے۔ اور معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ بہت سے دل اس روز کانپ رہے ہوں گے۔ اور ان کی آنکھیں شرم کے مارے نیچی ہوں گی۔ حالانکہ وہ کانپتے ہوئے دلوں والے لوگ یہ کہہ رہے ہوں گے۔ کیا ہمیں پھر اصلی حالت پر لوٹایا جائے گا۔ اور ہم پھر پورے جسم اور تمام اعضاء سمیت زندہ ہوں گے۔ ایسا ہونا تو عقل سے بالکل دُور ہے۔ حالانکہ ان کے دوبارہ زندہ ہونے کو عقل سے دُور بتانا دُنیا میں پیش آیا تھا۔ اور خَاشِعَةٌ پر وقف کرنے سے یَقُوْلُوْنَ والے جملہ کا مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ وہاں تو ان کی حالت یہ ہوگی کہ دِلوں پر لرزہ اور آنکھیں شرم سے لبریز ہوں گی۔ اور یہاں یہ ہے کہ دوبارہ زندہ ہونے کو عقل سے دُور بتا رہے ہیں۔

۳ ؛ كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ پر (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد
۱۱۲
فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ والا جملہ بھی کفار کے مقولہ میں داخل ہے اور قیامت کا انکار کرنے والوں اور اس کی ہنسی اڑانے والوں کے کلام میں شامل ہے۔ اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ کفار نے یہ کہا کہ جب ہم دوبارہ زندہ ہوں گے تو یہ لوٹنا نقصان والا لوٹنا ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ ساری ہڈیاں جمع نہیں ہوسکیں گی۔ صرف تھوڑی سی مل جائیں گی۔ پھر یہ دوبارہ زندہ ہونا ایک سخت آواز ہوگی۔ اسی سے سب کے سب قیامت کے میدان میں آکر موجود ہوجائیں گے۔ اور اس آخری جملہ سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ وہ قیامت کو مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ اور خاسرۃ ٌ پر وقف کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ کہ منکرین کا کلام یہاں ختم ہو گیا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ ان کے انکار اور ہنسی کے رد میں فرماتے ہیں کہ قیامت تو صرف ایک سخت آواز ہوگی۔ یعنی صور پھونکا جائے گا۔ اسی سے سب کے سب زندہ ہوکر قیامت کے میدان میں آموجود ہوں گے۔

۱۱۳ : حَدِیْثُ مُوْسٰی کا (ع) اس کی تقریر اسی طرح ہے جس طرح حَدِیْثُ مُوْسٰی طٰہٰ (ع) اور اَلْمُکْرَمِیْنَ ذٰرِیٰتِ (ع) میں گذری۔ یعنی یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے۔ کہ اِذْ نَادٰی جو اس کے بعد ہے۔ اس کا اِذْ، ھَلْ اَتٰکَ کے لیے ظرف ہے۔ اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہوجاتے ہیں کہ آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اس وقت پہنچا ہے۔ جب ان کو ان کے رب نے پاک میدان یعنی طُوٰی میں پکارا تھا۔ اور اس معنیٰ کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ وہ وقت تو آپ کے زمانہ سے کئی ہزار سال پہلے گذر چکا ہے۔ اور مُوْسٰی پر وقف کرنے سے جملہ اِذْ نَادٰىہُ کا مستانفہ ہونا اور اِذْ کا اُذْکُرْ مقدر کے لیے ظرف ہونا واضح ہوجاتا ہے اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں۔ کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا قصہ پہنچا ہے۔ اس کے معلوم کرنے کے لیے اس وقت کو یاد کیجئے۔ جب ان کے رب نے انہیں پکارا تھا۔

سُوْرَۃُ عَبَسَ

اس میں وقفِ لازم ایک جگہ ہے۔

۱۱۴ : فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ کا (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے فِیْ صُحُفٍ میں جو فِیْ جار ہے۔ اس کا تعلق ذَکَرَہٗ سے ہے اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہوجاتے ہیں۔ کہ جو یاد کرنا چاہے وہ اس نصیحت کو عزت والے صحیفوں میں سے یاد کرلے۔ جو لوحِ محفوظ میں موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان صحیفوں تک جن میں قرآن مجید لکھا ہوا ہے۔ کسی کی بھی رسائی نہیں پھر ان میں سے کس طرح یاد کرسکتے ہیں۔ اور ذَکَرَہٗ پر وقف کرنے سے جملہ فِیْ صُحُفٍ کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستانفہ ہونا اور فِی جار کا مَوْجُوْدَۃٌ مقدر کے متعلق ہونا واضح ہوجاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ پھر جو اس نصیحت کو یاد کرنا چاہے اسے یاد کرلے۔ اور یہ نصیحت باعزت صحیفوں میں موجود ہے۔

سُوْرَۃُ الْغَاشِیَۃِ اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

۱/۱۱۵ ؛ عَیْنٌ جَارِیَۃٌ م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے۔ کہ فِیْھَا جو اس کے بعد ہے۔ اس کا تعلق جَارِیَۃٌ سے ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوجاتے ہیں کہ اس جنت میں چشمہ ہوگا۔ جو اس میں جاری ہوگا۔ تخت اونچے اونچے ہوں گے۔ اب اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ اونچے اونچے تخت کہاں ہوں گے۔ کیونکہ جَارِیَۃٌ سے متعلق ہوجانے کے سبب فِیْھَا اس سے جدا ہوگیا۔ اور جَارِیَۃٌ پر وقف کرنے سے جملہ فِیْھَا سُرُرٌ کا مستانفہ ہونا۔ اور فِیْھَا کا ثَابِتَۃٌ مقدر کے متعلق ہونا واضح ہوجاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں۔ اور اس جنت میں بہتا ہوا چشمہ ہوگا۔ نیز اس جنت میں اونچے تخت ہوں۔ اللہ پاک ہمیں بھی عطا فرمائے۔ آمین

سُوْرَۃُ الْبَلَدِ اس میں وقف لازم ایک جگہ ہے۔

۱/۱۱۶ ؛ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ م (ع) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ جملہ یَقُوْلُ اَھْلَکْتُ جو اس کے بعد ہے وہ اَحَدٌ کی صفت ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوجاتے ہیں کہ کیا حق تعالیٰ کی قدرت کا منکر یہ سمجھتا ہے کہ اس پر اس ایک کا بس بھی نہیں چلے گا۔ جو یہ کہتا ہے کہ میں نے دین کے مٹانے کے لیے بہت مال خرچ کردیا ہے۔ بس اب تو یہ مٹ ہی جائے گا۔ اور اس معنیٰ کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ بہت مال خرچ کرنے والا بھی حق تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتا۔ اور نہ ان کے خلاف کسی پر قدرت پاسکتا ہے۔ اور اَحَدٌ پر وقف کرنے سے یَقُوْلُ والے جملہ کا مستانفہ ہونا اور اَحَدٌ سے جدا ہونا واضح ہوجاتا ہے اور معنیٰ یہ ہوتے ہیں۔ کہ کیا اس منکر کا یہ خیال ہے کہ اس پر کسی کا بھی بس نہیں چلے گا۔ کیا حق تعالیٰ بھی اس کے مقابلہ میں عاجز ہیں۔ اور اسی لیے یہ اترا کر کہتا ہے کہ میں نے دین کے مٹانے کے لیے بہت سا مال خرچ کردیا ہے۔ اب تو اس دین کا نام ونشان بھی باقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں رہے گا۔ یہ سب اُس کی باطل خیالی ہے۔

سُورۃ القدر ۱/۱۱۷: مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ پر وقف لازم ہے۔ (نشر ۱/۲۳۳)
یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس کے بعد جو جملہ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ ہے وہ اَلْفِ شَهْرٍ کی نعت اور اس کی صفت ہے۔ اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ لیلۃ القدر ایسے ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں فرشتے اور جبریل علیہم السلام نازل ہوتے ہیں۔ اور یہ خلاف حقیقت ہے۔ اس لیے کہ فرشتے اور جبریل علیہم السلام تو لیلۃ القدر میں نازل ہوتے ہیں۔ نہ کہ عام مہینوں اور عام راتوں میں۔ اور مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ پر وقف کرنے سے جملہ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ کا جملہ مستانفہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یہ ایک مستقل فضیلت ہے۔ اس کے بعد لیلۃ القدر کی دوسری مستقل فضیلت علیحدہ بیان فرمائی کہ اس رات میں فرشتے اور روح الامین یعنی جبریل علیہم السلام نازل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی ان باسعادت لوگوں میں شامل فرمالیں جن کو لیلۃ القدر کی سعادت نصیب ہوتی رہتی ہے۔ آمین

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکملہ:۔ دیگر چند وقف لازم کی نحوی ومعنوی تشریح

وقف لازم کی تشریح مکمل ہو جانے کے بعد ایک دوست ڈاکٹر شیخ محمد بن عبد الرحمٰن الشایع پروفیسر جامعہ امام محمد بن سعود اسلامیہ۔ الریاض۔ نے مذکورہ جامعہ کی لائبریری سے امام علامہ ابو منصور ماتریدیؒ[1] کا ایک قلمی رسالہ "الوقوف المفروضۃ" لاکر دیا۔ اس میں وقف لازم کے بجائے "وقف مفروضہ" لکھا ہے۔ جو کہ وقف لازم ہی کے ہم معنیٰ ہے۔ ایسے ہی امام ابو منصور نے اپنے اسی رسالہ میں وقف اقبح کو "وقف کفران" لکھا ہے۔ علامہ موصوف نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ایسے موقعوں میں عمداً وقف کرنے والا کفر کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔

امام ماتریدی نے وقف مفروضہ یعنی وقف لازم کے صرف پندرہ مقامات بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے جن آٹھ مقامات کی شرح گذر چکی ہے وہ یہ ہیں:۔

۱۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا (البقرۃ ۲۷۴)

---

[1] اسم گرامی: محمد بن محمد بن محمود۔ کنیت: ابو منصور۔ ماتریدی: ماترید کی طرف سے نسبت مکانی ہے۔ جو کہ سمرقند میں ایک محلہ کا نام ہے۔ آپ صرف متکلم اور اصولی ہی نہیں ہیں۔ بلکہ علم قرأت، علم وقوف اور دیگر جملہ علوم میں امام ہیں۔ بہت سی علمی اور معرکۃ الآراء کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ مثلاً: التوحید۔ اوہام المعتزلہ۔ الرد علی القرامطۃ۔ تأویلات اہل السنۃ۔ وغیرہ۔ اور فقہ اکبر کی بھی شرح لکھی ہے۔ جو کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ آپ کی وفات: ۳۳۳ ہجری مطابق ۹۴۴ عیسوی میں سمرقند میں ہوئی۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً۔

تفصیل کے لیے دیکھئے: ۱۔ الاعلام۔ للزرکلی (۷/۲۴۲) طبع ثالث۔

۲۔ معجم المؤلفین۔ لعمر رضا کحالۃ (۱۱/۳۰۰)

۳۔ الفتح المبین فی طبقات الاصولیین۔ للشیخ عبد اللہ مصطفیٰ المراغی (۱/۱۸۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۘ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا (توبہ ع ۳)

۳۔ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (یونس ع ۷)

۴۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا۔ (یوسف ع ۳)

۵۔ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ (یٰسٓ ع ۵)

۶۔ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۘ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ (غافر ع ۱)

۷۔ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۚ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (فتح ع ۱)

۸۔ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۘ لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ (حشر ع ۱)

باقی سات مقامات کی شرح

سورۃ المائدۃ | ۱/۱۱۸ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۚ (ع ۱) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوجاتا ہے کہ جملہ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ جو اس کے بعد ہے اس کا عطف حِلٌّ لَّهُمْ پر ہے اور اس صورت میں معنیٰ یہ ہوجاتے ہیں کہ تمہارا کھانا یعنی ذبیحہ یہود و نصاریٰ کو دینا حلال اور جائز ہے۔ اور ایمان والی پاکدامن عورتیں بھی ان کے لیے حلال ہیں۔ اور یہ معنیٰ نص قطعی وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ کے خلاف ہیں۔ یعنی ایمان والی پاکدامن عورتیں تو صرف ایمان والے پارسا لوگوں کے لیے ہیں۔ باطل مذہب والوں کے ساتھ ان کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ اور وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۚ پر وقف کرنے سے جملہ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ کا اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ پر معطوف ہونا واضح ہوجاتا ہے اور معنیٰ یہ ہوں گے۔ آج تمہارے لیے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں۔ اور ایمان والی پاکدامن عورتیں بھی نکاح کے ذریعہ حلال کر دی گئیں۔

سورۃ الانفال | ۲/۱۱۹۔ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ (ع ۷) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہوتا ہے۔ کہ اِذْ يَتَوَفّٰى کا فاعل اَلْمَلٰۤئِكَةُ ہے۔ جو اس کے بعد ہے۔ اس صورت میں جملہ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ اس سے حال ہوگا۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے۔ اور اے کاش تم اس وقت کی کیفیت دیکھتے۔ جب فرشتے ان کی جانیں قبض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر رہے تھے۔ اس حال میں کہ ان کے چہروں اور پشتوں پر مار رہے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے کہ آگ کی سزا کا مزہ چکھو۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ وَمِنْ غَضَبِ الْجَبَّارِ۔ اکثر مفسرین اور اہل تراجم نے اسی معنیٰ کو اختیار کیا ہے۔ لیکن ائمہ فن اور علماء وقوف کے نزدیک کَفَرُوْا پر وقف ضروری ہے۔ چنانچہ امام ابومنصور ماتریدی نے ایسے ہی امام ابوجعفر النحاس نے القطع والائتناف (۳۵۲ و ۳۵۳) میں اور علامہ دانی نے المکتفیٰ (۲۸۷) میں لکھا ہے کہ امام نافع مدنی کے نزدیک کَفَرُوْا پر وقف تام ہے۔ یہاں وقف تام بمعنیٰ وقف لازم ہے۔ جیسا کہ امام ماتریدی نے اپنے رسالہ میں یہاں وقف مفروضہ لکھا ہے۔ جو کہ وقف لازم کے معنیٰ میں ہے۔ اور علامہ اشمونی نے منار الہدیٰ (۱۵۹ و ۱۶۰) میں اس موقع پر وقف بیان لکھا ہے۔ یہ بھی وقف لازم کے معنیٰ میں ہے۔ کیونکہ ان کی اصطلاح وقف لازم کے بجائے وقف بیان ہے۔

امام النحو نصیر[1] بن یوسف رازی بغدادی (متوفی ۲۴۰ھ) نے امام نافع مدنی کے قول کی توصیف وشرح میں بطور دلیل آیت اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا (زمر ع ۵) پیش کی ہے۔ کہ جس طرح یَتَوَفّٰی کی ھُوَ ضمیر فاعل مستتر کا مرجع اللّٰہ ہے ایسے ہی اِذْ یَتَوَفّٰی میں بھی ھُوَ ضمیر مستتر فاعل[2] ہے جس کا مرجع اللہ تعالےٰ ہے۔ امام ابوجعفر النحاس نے کَفَرُوْا پر وقف کو حسن اور اس کی توجیہہ کو عمدہ کہا ہے۔ اور علامہ دانی کا امام نافع مدنی کے قول کو روایت کرنا ہی اس کی صحت کی دلیل ہے۔ حالانکہ ساتھ ہی یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ سلف کی تفسیر اس کے خلاف ہے اس صورت میں آیت کے معنیٰ یہ ہوں گے: اے کاش تم اس وقت کی کیفیت دیکھتے جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی جانیں قبض کر رہا تھا۔ فرشتے ان کے چہروں اور پشتوں پر مار رہے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے کہ آگ کا مزہ چکھو۔ علامہ اشمونی نے

---

[1] آپ علم قرأۃ میں ساتویں قاری امام علی کسائی کوفی کے اجلہ اور لائق وفائق شاگردوں میں سے ہیں۔ پھر ان کے محمد بن عیسیٰ اصبہانی جیسے ارباب علم وفضل شاگرد ہیں۔ (طبقات القراء: ۲/۳۴۰ و ۳۴۱-۳۴۳۔ للجزری)

[2] القطع والائتناف (۳۵۲ و ۳۵۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھا ہے کہ کَفَرُوْا پر وقف کرنے سے معنیٰ کی وضاحت ہو جاتی ہے ۔ کہ اِذْ یَتَوَفَّی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے ۔ اور اَلْمَلٰٓئِکَۃُ مبتداء اور جملہ یَضْرِبُوْنَ اس کی خبر ہے ۔

سورۃ الانبیاء ۲۱/۱۷ قَالَ بَلْ فَعَلَہٗ م (ع ۵) یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ فَعَلَہٗ کا فاعل کَبِیْرُھُمْ ہے ۔ جو اس کے بعد ہے ۔ اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ بتوں کو توڑنے والا یہ بڑا بُت ہے ۔ اس نے یہ کام کیا ہے ۔ اور یہ بات حقیقت کے خلاف ہے ۔ اور ایسا جواب جس میں کسی بھی درجہ میں جھوٹ کا امکان ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان نبوت سے بعید ہے ۔ اور اگر اس کو طنز سے تعبیر کریں تب بھی مقام نبوت اس کی اجازت نہیں دیتا ۔ اس لیے ان تمام باتوں کا حل یہی ہے کہ بَلْ فَعَلَہٗ پر وقف لازم ہے ۔ جیسا کہ امام ابو منصور ماتریدی نے اپنے رسالہ میں بیان کیا ہے ۔ اور علامہ اشمونی نے بڑی وضاحت کے ساتھ امام علی کسائی کوفی (متوفی ۱۸۹ھ) کا قول روایت کیا ہے کہ فَعَلَہٗ پر وقف تام ہے ۔ اور اس کے معنیٰ فَعَلَہٗ مَنْ فَعَلَہٗ ہیں ۔ یعنی یہ کام کیا جس نے کیا ۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ بتانا نہیں چاہتے تھے کہ بتوں کو کس نے توڑا ہے ۔ اس لیے مبہم جواب دے کر ان کی توجہ دوسری طرف مبذول کرنے کے لیے ایک دوسری بات کہی ۔ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا فَسْئَلُوْھُمْ اِنْ کَانُوْا یَنْطِقُوْنَ ۝ کہ یہ بتوں کا سردار ہے ۔ اس بات کی تصدیق کے لیے ان سے پوچھ بھی لو ۔ اگر یہ بولنے کی بولنے کی قدرت رکھتے ہیں تو بتا دیں گے ۔ چونکہ بَلْ فَعَلَہٗ پر بات پوری ہو جاتی ہے ۔ اور اس کا مابعد سے نہ لفظی نہ معنوی کسی طرح کا تعلق نہیں ہے ۔ اس لیے بعد والا کلام مستقل جملہ مستانفہ ہے ۔ صاحب منار الہدیٰ لکھتے ہیں کہ فَعَلَہٗ پر وقف کرنے کی صورت میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں پڑتی ۔ اللہ تعالیٰ قراء ائمہ وقوف اور علماء کرام کو خصوصی رحمت ومغفرت اور اپنا قرب نصیب فرمائے ۔ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی عظمت اور ان کے مقام نبوت کا کس درجہ احترام کیا ۔ فَجَزَاھُمُ اللہُ خَیْرًا ۔

سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۴۷/۱ یہاں بِسْمِ اللہِ پر وقف لازم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس لیے ہے کہ اس کا سورۃ سے وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ اَلرَّحْمٰنُ اور اَلرَّحِیْمُ کی طرح اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا بھی اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کی نعت ہے۔ اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ جو رحمٰن اور رحیم ہے اس کی ایک صفت اور ایک نعت یہ بھی ہے کہ وہ حق سے دور ہے۔ اور دوسروں کو بھی حق سے روکتا ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اس معنیٰ کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔ اس خرابی سے بچنے کے لیے ہی امام ابو منصور ماتریدی نے اَلرَّحِیْمُ پر وقف لازم بیان کیا ہے۔ اور اَلرَّحِیْمِ پر وقف کرنے سے اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا کا جملہ مستانفہ ہونا اور کفار کے متعلق خبر کا ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ان کے تمام اچھے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اور وہ مرنے کے ساتھ ہی ہر نعمت سے محروم ہو جائیں گے۔ اور دنیوی اعتبار سے جو اچھے کام کیے ہوں گے ان کا صلہ دنیا ہی میں مل جاتا ہے۔ آخرت میں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بدنصیبی ہو سکتی۔ نَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَافِیَۃَ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

سورۃ الفتح ۵/۱۲۴: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ جو اس کے بعد ہے اس کا واؤ عاطفہ اور یہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر معطوف ہے۔ اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ اور اس معنیٰ کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر وقف کرنے سے بعد والے جملہ کا مستانفہ ہونا اور واؤ کا استئناف کے لیے ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد جملہ مستانفہ میں سورۃ کے آخر تک صحابہ کرام کی مدح اور ان کی صفات بیان ہو رہی ہیں۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ اَللّٰھُمَّ احْشُرْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

سورۃ الانسان (الدھر) ۶/۱۲۳: یُدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِہٖ ط یہاں وصل کرنے سے یہ وہم ہو جاتا ہے کہ جملہ وَالظّٰلِمِیْنَ جو اس کے بعد ہے اس کا واؤ عاطفہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ مَنْ يَّشَآءُ پر معطوف ہے۔ اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل کر لیتے ہیں۔ اور ظالم لوگ یعنی کفار کو بھی اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل کر لیں گے۔ اور یہ معنیٰ نص قطعی کے خلاف ہیں۔ کیونکہ کفار تو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جلتے رہیں گے۔ ان کے لیے جنت حرام کر دی گئی ہے۔ اور فِيْ رَحْمَتِهٖ پر وقف کرنے سے اَلظّٰلِمِيْنَ کا جملہ مستانفہ اور واؤ کا استیناف کے لیے ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اس طور سے کہ یہ فعل مقدر يُعَذِّبُ کا مفعول ہے۔ تقدیر عبارت وَيُعَذِّبُ الظّٰلِمِيْنَ ہوگی۔ اور مفعول ہونے کی بنا پر ہی منصوب ہے اور معنیٰ یہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے جنت میں داخل کر لیں گے۔ کیونکہ آخرت میں جنت ہی محل رحمت ہوگی۔ اور ظالم لوگ یعنی کفار کو عذاب دیں گے۔ ان کے لیے تو دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا۔

سورۃ التکاثر ۱۲۴ے: علماء قراءۃ کی ایک جماعت نے سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح یہاں بھی بِسْمِ اللّٰهِ کا سورۃ سے وصل کرنا ناجائز کہا ہے۔ (عنایات رحمانی ۱/۱۰۷) یہی وجہ ہے کہ امام ابو منصور ماتریدی اور صاحب رموز القرآن نے یہاں اَلرَّحِيْمِ پر وقف لازم بنایا ہے۔ کیونکہ یہاں وصل سے یہ وہم اور شبہ ہوتا ہے کہ اَلْهٰكُمُ کا فاعل اَلتَّكَاثُرُ کے بجائے فاعل کی ضمیر هُوَ ہے جو مستتر ہے جس کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے۔ جو بِسْمِ اللّٰهِ سے سمجھا گیا ہے۔ اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ جو رحمٰن اور رحیم ہے اس نے تم کو غافل بنا دیا اور بے ہودہ لغو اور بے فائدہ کام میں ڈال دیا۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔

اس معنیٰ کی قباحت اور خرابی واضح ہے۔ اور اَلرَّحِيْمِ پر وقف کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اَلْهٰكُمُ کا فاعل اَلتَّكَاثُرُ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ مال و اولاد کی کثرت اور تفاخر نے آخرت کی فکر سے غافل کر کے لغو، بے ہودہ اور بے فائدہ کاموں میں ڈال دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اور ان کاموں سے روک دیا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچانے والے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ وَاجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خَیْرًا مِّنَ الْاُوْلٰی ۔

فائدہ جلیلہ — ایک سوال

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا م (بقرہ ع ۱۴) اور وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا م (یونس ع ۷) پر علامہ جزری کے نزدیک وقف لازم ہے۔ (نشر ۱/۲۳۳) اور وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (انبیاء ع ۲) پر کسی نے بھی وقف لازم نہیں لکھا۔ اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ جبکہ یہ آیت بھی لفظًا و معنًا پہلی دو آیتوں کے مشابہ ہے۔ ان میں فرق صرف اتنا ہے کہ بقرۃ اور یونس والی آیتوں میں تو اللہ تعالیٰ کا اسم ذات ہے اور انبیاء والی آیت میں اسم ذات کے بجائے صفاتی ناموں میں سے "اَلرَّحْمٰنُ" ہے۔ اور یہ بھی اسماء الحسنٰی میں سے ایسا مبارک نام ہے جو اسم ذات کے قائم مقام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ (اسراء ع ۱۲) آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمٰن کے نام سے۔ دونوں درست ہیں۔ کیونکہ اس کے اچھے اچھے نام بہت سے ہیں۔

جواب — وقف لازم کے بارے میں قاعدہ

قاعدہ: یہ بحث شروع میں گذر چکی ہے کہ وقف لازم وہاں ہوتا ہے جہاں وصل سے غیر مرادی معنیٰ کا تصور و شبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے ازالہ کے لیے ائمہ وقوف اور ائمہ قراۃ نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق وقف کی امتیازی اصطلاح وضع کی۔ تاکہ دوران تعلیم استاذ اپنے متعلقین کو آگاہ کر سکے۔ نیز تلاوت کرنے والا اہتمامًا وقف کرے۔

سبب اختلاف: وقف لازم کے مواقع میں اختلاف کا سبب مختلف توجیہات ہیں۔ کسی امام نے ایسی توجیہہ کی کہ جس کی رو سے وقف لازم کی ضرورت ہے۔ اسی موقع کی کسی اور نے دوسری توجیہہ کی جس کی روشنی میں وقف کے بجائے وصل بہتر ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا ضروری ہے۔ اور یہ چیز ارباب علم وفضل کے ہاں محل تردد اور باعث تشویش نہیں۔ اور جہاں توجیہہ میں اختلاف نہیں وہاں وقف لازم میں بھی اختلاف نہیں۔

اصل مسئلہ علامہ سجاوندی کے ہاں تو وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ (البقرہ ع ۱۴ ویونس ع ۷) دونوں جگہ وَلَدًا پر وقف لازم اس لیے نہیں ہے کہ ان کے نزدیک ان موقعوں میں وقف کے بجائے مابعد سے وصل ہی ضروری ہے۔ یہاں تک کہ اگر اضطرارًا وقف ہو گیا ہے تب بھی اعادہ ضروری ہے۔ اور ایسے ہی وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ (انبیاء ع ۲) پر بھی وقف لازم نہیں ہے۔ اور ان موقعوں میں وصل سے علامہ سجاوندی کا مقصد یہ ہے کہ وَلَدًا کے ساتھ ہی سُبْحٰنَهٗ بھی ملایا جائے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے والے جملہ سے کفار کے باطل عقیدہ کا فوراً ہی ابطال اور رد ہو جائے۔ اور علامہ جزری نے یہ توجیہہ بیان کی ہے کہ وَلَدًا پر وقف لازم اس لیے ضروری ہے۔ کہ جملہ سُبْحٰنَهٗ کفار کے مقولہ میں شامل نہ سمجھا جائے۔ راقم نے علامہ جزری والی توجیہہ کو اختیار کیا ہے۔

جواب وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (انبیاء ع ۲) کا سُبْحٰنَهٗ سے وصل کرنے سے یہ شبہ اور خیال نہیں گذرتا کہ جملہ سُبْحٰنَهٗ بھی کفار کے شرکیہ مقولہ میں شامل ہے۔ اس لیے کسی کے نزدیک بھی یہاں وقف لازم نہیں ہے۔ اور اس کی وجوہ دو ہیں۔

پہلی وجہ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ سے اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ؀ تک ان پانچ آیتوں میں کفار ومشرکین کے باطل عقائد کی تردید ہے۔ جس میں برہانِ تمانع لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ الخ پر تفریع کرتے ہوئے فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ؀ بھی ارشاد ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قول یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کا قول ہے۔ جس میں کفار کا مقولہ ہونے کا ذرا بھی اشتباہ وخیال نہیں پیدا ہوتا۔ اسی طرح اس کے بعد وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ میں کفار ومشرکین کا باطل عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے اس کی تردید کے لیے سُبْحٰنَهٗ فرمایا۔ پس اسلوب مضمون اور اس کی ترتیب بتا رہی ہے جو کہ واضح قرینہ ہے کہ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ کی طرح جملہ سُبْحٰنَهٗ بھی شرک اکبر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تردید وبطلان اور اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے کے لیے باری تعالیٰ نے دوبارہ ذکر فرمایا۔ اس لیے وَلَدًا سے سُبْحٰنَهٗ کا وصل کرنے میں کفار کے مقولہ میں شامل ہونے کا قطعاً شبہ پیدا نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ: بقرۃ یونس والے اِتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ میں یہ تقریر ہے کہ اس سے پہلے توحید کے علاوہ بعض دیگر معاملات ومضامین کا ذکر ہے۔ صرف ایک آیت وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ سے وَاسِعٌ عَلِيْمٌ تک میں توحید کا بیان ہے۔ اسی طرح یونسؑ میں ماقبل کی صرف دو متصل آیتوں میں توحید کا بیان ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں مذکورہ دونوں مواقع میں جملہ سُبْحٰنَهٗ کفار کے مقولہ میں شامل ہونے کا احتمال وشبہ ممکن ہے۔ مگر انبیاء والے وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ سے پہلے ہی سے پوری شرح وبسط کے ساتھ توحید کا اثبات اور عقائد شرکیہ کی تردید بیان ہوئی ہے۔ اس لیے یہاں ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ جملہ سُبْحٰنَهٗ بھی کفار کے مقولہ میں شامل ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تحقیق

سوال وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور اس کی حیثیت کیا ہے؟ اگر اس کی تعریف اس طرح کی جائے کہ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران تلاوت وقف کیا۔ تو اس سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ تمام رؤس آیات کی تعیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت اور آپ کے ارشادات سے ہوئی۔ خواہ رؤس آیات اجماعی ہوں یا اختلافی۔ اس ضابطہ کی رو سے ہر رأس آیت پر وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا چاہیئے۔ اور اگر سب پر نہیں تو کم از کم اجماعی رؤس آیات پر تو لکھنا ضروری ہے۔

اور اگر اس کی وجہ یہ بیان کی جائے کہ چونکہ ہر رأس آیت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقف ہی کرنا اور کسی وقت بھی وصل سے نہ پڑھنا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں اس لیے ہر رأس آیت پر وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لکھا۔

تو اس جواب میں بھی اشکال باقی ہے۔ اور وہ یہ کہ سورۃ الفاتحہ کی ابتدائی آیات پر وقف کرنے کے بارے میں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی صریح روایت مشہور ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ قطع قراءته اٰیة اٰیة یقول (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝) ثم یقف ثم یقول (الحمد للہ رب العٰلمین ۝) ثم یقف۔ ثم یقول

وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت تلاوت فرماتے تو ایک ایک آیت پر وقف کرتے تھے۔ چنانچہ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) پڑھ کر وقف کرتے۔ پھر (الحمد للہ رب العالمین)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الرحمٰن الرحیم) ثم یقف ۔ پر وقف کرتے ۔ پھر (الرحمٰن الرحیم)
ثم یقول (ملک یوم الدین ٥)[1] پر وقف کرتے ۔ پھر (ملک یوم الدین)
پر وقف کرتے ۔ انتہیٰ

اور یہ حدیث حسن (لذاتہ) ہے ۔ اور اس کی سند صحیح (لغیرہ) ہے ۔ اس حدیث کی بنا پر علماء وقوف نے حسن کے موقع میں بھی رؤس آیات پر وقف کرنے کو سنت قرار دیا ہے ۔

(تشر) پس اس حدیث کی رو سے ان موقعوں پر تو وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لکھنا چاہیئے تھا لیکن نہیں لکھا ۔ اس کا جواب اگر یہ دیا جائے کہ رؤس آیات پر اس وجہ سے لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ روایات سے یہ بات محقق اور ثابت ہے کہ رؤس آیات توقیفی اور سماعی ہیں ۔ جن کی تعیین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت اور آپ کی تعلیمات سے ہوئی ۔ ہاں جہاں آیتوں کے درمیان وقف کیا وہاں لکھدیا ۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ آیتوں کے درمیان بھی ان موقعوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقف کیا ہے ۔

یہ جواب بھی کافی نہیں ۔ کیونکہ اوساط آیات کے علاوہ کذلک یضرب اللہ الامثال ٥ انھم اصحٰب النار ٥ من الف شھر ٥ وغیرہ مثالوں میں وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم رؤس آیات پر ہے ۔

جواب وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقف کو کہتے ہیں کہ جہاں نزول وحی کے وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے وقف کیا ۔ پھر آپ کی اتباع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وقف کیا ۔ یہ مطلب نہیں کہ ان موقعوں پر وحی منقطع ہوئی تھی ۔ (جامع الوقف / حضرت قاری محب الدین احمد صاحب) پھر ان مواقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوران تلاوت خصوصی تعمد و تحری اور التزام و اہتمام کے ساتھ وقف فرمایا کرتے تھے ۔ اور یہ من باب التاکید

---

[1] المکتفیٰ ۱۴۷ ۔ للدانی ۔ والبوداود ۔ والترمذی ۔ واحمد ۔ والبوعبیدۃ ۔ والنشر ۱/۲۲۶ ۔ و منار الہدیٰ ۱۲ ۔ والاتقان ۱/۸۹ ۔ والبرہان ۱/۳۳۵ ۔ للزرکشی ۔ وکتاب القطع والائتناف ۸۷ ۔ لابی جعفر النحاس المتوفی ۳۳۸ھ وغیرہم ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اسی نسبت سے اس کو وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ بعض نے اس کا وقف جبریل علیہ السلام نام رکھا ہے۔ (ہدایۃ القاری/للشیخ عبدالفتاح السید عجمی المرصفی مصری استاذ بجامعۃ الاسلامیہ المدینۃ المنورہ) چنانچہ علامہ اشمونی نے منار الہدیٰ میں اس وقف کے مواقع وقف جبریل علیہ السلام کے نام سے لکھے ہیں۔ وقف جبریل کو وقف منزل بھی کہتے ہیں (کتاب رموز القرآن وجامع الوقف)

مُنَزَّل: تنزیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ نہ کہ نزول سے اسم ظرف کا صیغہ۔ جیساکہ عوام میں مشہور ہے۔ اور وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے ایسے محققین نے روایت اور نقل کیا ہے جن کی روایات علم قرأت میں قابل قبول اور قابل اعتماد ہیں۔

(ہدایۃ القاری/للشیخ عبدالفتاح ایضاً)

اور اس وقف کے مستحب ہونے میں کیا شبہ ہے کہ سب سے پہلے سیدنا جبریل علیہ السلام نے ان مواقع پر وقف کیا۔ پھر آپ کی اتباع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی تعمد وتحری اور التزام واہتمام کے ساتھ وقف فرماتے رہے۔

(حق التلاوۃ ۲۷و۲۸ حسینی شیخ عثمان مطبوعہ: عمان۔ اردن)

علامہ اشمونی منار الہدیٰ میں علامہ سخاوی[له] کا قول نقل کرتے ہیں۔

له نام: علی بن محمد بن عبدالصمد۔ لقب: علم الدین۔ اور کنیت: ابوالحسن۔ سخاوی نسبت مکانی ہے۔ آپ علامہ شاطبیؒ کے بلا واسطہ شاگرد رشید ہیں۔ اپنے وقت کے امام، مقری اور مفسر تھے۔ آپ مسلکاً شافعی تھے۔ علامہ شاطبی سے مصر میں پڑھتے رہے اور دمشق میں امام القراء تھے۔ آپ کی ولادت ۵۵۹ھ یا ۵۵۸ھ میں مصر کے قریب موضع سخا میں ہوئی۔ سخاوی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ جامع العلوم تھے۔ بہت سی تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔ شاطبیہ کی شرح سب سے پہلے آپ ہی نے لکھی۔ آپ کی تصانیف میں جمال القراء و اکمال الاقراء زیادہ مشہور ہے۔ جامعۃ الملک سعود (جامعۃ الریاض) کی لائبریری کے شعبہ نوادر مخطوطات میں یہ قلمی نسخہ موجود ہے۔ باری تعالیٰ کے فضل وکرم سے راقم الحروف کو بھی مطالعہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔ اور اب یہ کتاب دو جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

(باقی ص۲۱۷ پر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال السخاوی: ینبغی للقاری ان یتعلم وقف جبریل، فانہ کان یقف فی سورۃ آل عمران قولہ (۱) صدق اللہ۔ ثم یبتدئ فاتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا۔ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یتبعہ، وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقف فی سورۃ البقرۃ والمائدۃ عند قولہ تعالیٰ (۲ و ۳) فاستبقوا الخیرات، وکان یقف علی قولہ تعالیٰ (۴) سبحٰنک مایکون لی ان اقول مَا لیس لی بحق، وکان یقف (۵) قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ، ثم یبتدئ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی، وکان یقف (۶) کذٰلک یضرب الامثال ۝ ثم یبتدئ للذین استجابوا لربھم الحسنٰی، وکان یقف (۷) والانعام خلقھا ثم

علامہ سخاوی فرماتے ہیں قاری کے لیے مناسب اور ضروری ہے کہ وہ وقف جبریل کے مواقع بھی معلوم کرے اور ضبط کرے۔ (۱) قل صدق اللہ (آل عمران/ ۹۵) پر وقف کرکے فاتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا سے ابتداء کرتے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی اتباع میں ایسا ہی کرتے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (۲ و ۳) فاستبقوا الخیرات (بقرہ/ ۱۴۸) ومائدہ/ ۴۸) پر وقف کرکے مابعد سے ابتداء فرماتے تھے۔ ایسے ہی (۴) سبحٰنک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق (مائدہ/ ۱۱۶) پر وقف کرکے مابعد سے ابتداء فرماتے تھے۔ ایسے ہی قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ (یوسف/ ۱۰۸) پر وقف کرکے علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی سے ابتداء فرماتے تھے۔ پھر (۶) کذٰلک یضرب اللہ الامثال ۝ (رعد/ ۱۷) پر وقف کرکے

(بقیہ حاشیہ) آپ کے شاگردوں میں مشہور ترین علامہ عبدالرحمٰن بن المقدسی ہیں جو کہ ابوشامہ کے نام سے مشہور زمانہ ہیں اور ابراز المعانی شرح شاطبیہ کے مصنف ہیں۔ یہ شرح بہت مفصل اور علمی تحزینہ ہے۔ ابوشامہ اپنے شیخ علامہ سخاوی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ۱۲ جمادی الآخر ۶۴۳ھ کو ہمارے شیخ کا انتقال ہوا۔

از نشر، وعنایات رحمانی، وطبقات القراء للجزری: ۱/ ۵۶۸ الی ۵۷۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يبتدئ لكم فيها دفءٌ، وكان
يقف (٨) افمن كان مؤمنا كمن
كان فاسقا، ثم يبتدئ لا يستوٗن،
وكان يقف (٩) ثم ادبر يسعٰى ۝
فحشر، ثم يبتدئ، فنادٰى فقال
انا ربكم الاعلٰى، وكان يقف (١٠)
ليلة القدر خير من الف شهر ۝
ثم يبتدئ تنزل الملٰئكة،
فكان صلى الله عليه وسلم يتعمد
الوقف على تلك الوقوف۔ غالبها
ليس رأس اٰية۔ وما ذلك الا
لعلم اللدنى۔ علمه من علمه
وجهله من جهله فاتباعه سنة
فى جميع اقواله افعاله "منار الهدى
فى بيان الوقف والابتداء ص ٨ طبع ثانی۔

للذین استجابوا لربهم الحسنٰى
سے ابتداء فرماتے تھے۔ (٧) پھر والانعام
خلقها (نحل/٥) پر وقف کرکے لکم فیها
سے ابتداء فرماتے تھے۔ (٨) پھر افمن کان
مؤمنا کمن کان فاسقا (سورۃ سجدۃ/١٨)
پر وقف کرکے لا یستوٗن سے ابتداء فرماتے
تھے۔ (٩) پھر ثم ادبر یسعٰی ۝ فحشر
(نازعات/٢٣) پر وقف کرکے فقال انا
ربکم الاعلٰی سے ابتداء فرماتے تھے۔
(١٠) پھر لیلۃ القدر خیر من الف
شهر ۝ (قدر/٣) پر وقف کرکے تنزل
الملٰئکۃ سے ابتداء فرماتے تھے۔ پس نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم ان مواقع پر تعمد و اہتمام سے
وقف فرماتے تھے۔ دوران وقوف کے اکثر
مواقع رأس آیت پر نہیں ہیں۔ بلکہ آیتوں
کے درمیان میں ہیں۔ اور وقوف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علم لدنی کے قبیل سے ہیں یعنی ان مواقع
پر وقف کرنے کی علت وحکمت ہر شخص کے علم وفہم سے بالا ہے۔ اس لیے کہ علم لدنی باری تعالےٰ
کا خاص عطائی علم ہے جس کو وہ چاہے اور جتنا چاہے عطا فرما دیتا ہے۔ پس اس علم میں کسب
کو کوئی دخل نہیں کہ استاد سے حاصل کیا جاسکے۔ جس نے ان وقوف کی اہمیت اوران کے مقام
کو جان لیا اور سمجھ لیا اس نے بہت کچھ جان لیا اور پالیا۔ اور جس نے ان وقوف کی اہمیت
کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی وہ ایک مسنون وقف نہ جاننے اور اس پر عمل نہ کرنے کی
وجہ سے بہت بڑے ثواب سے محروم رہا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال وافعال
میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا سنت ہے۔ انتہٰی بمفہومہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نص سے معلوم ہوا کہ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مواقع پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تعمد تحری اور التزام و اہتمام کے ساتھ وقف فرمایا کرتے تھے۔ اور ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ حضرت جبریل علیہ السلام دوران وحی بھی اس وقف کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔ پس اس وقف کی اہمیت کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ رہا یہ اشکال کہ جب ہر رأس آیت پر بھی وقف کرنا مسنون و مستحب ہے تو پھر ان مخصوص مقامات پر اور عام رؤس آیات پر وقف کرنے میں کتابت کے اعتبار سے کیوں فرق ہے۔ اور اس امتیاز کی وجہ کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیات پر وقف کرنا ایک قاعدہ کلیہ اور عمومی ضابطہ ہے۔ جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ابھی سوال کے ضمن میں معلوم ہوا اور اس حدیث کے بارے میں علامہ دانی لکھتے ہیں کہ:

ولهذا الحديث طرق كثيرة وهو اصل في هذا الباب (المکتفی / ۱۴۷)

یعنی یہ حدیث بہت طرق سے وارد ہوئی ہے۔ نیز یہ حدیث رؤس آیات پر وقف کرنے کے بارے میں اصل ہے۔ ۱۲

اس حدیث کی رو سے ہر رأس آیت پر وقف کرنا بلا شبہ مسنون ہے۔ لیکن ہر رأس آیت پر وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے میں ثقالت پیدا ہونے کے علاوہ ان کا خصوصی مقام خلط ملط ہو کر فوت ہو جانا۔ اور دونوں قسم کے وقفوں میں امتیاز اور فرق کرنا مشکل ہو جانا۔ خصوصاً جن رؤس آیات پر وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے ان کا امتیاز تو یقیناً فوت ہو جاتا اس لیے ہر جگہ نہیں لکھا۔

ہر جگہ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ لکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض قراء محل وقف اور اس کی غرض و غایت کی تحقیق کی طرف گئے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ امام بیہقی، علامہ دانی، علامہ سیوطی اور اکثر اہل اداء کے نزدیک کسی تفصیل میں جانے کے بغیر ہر آیت پر وقف کرنا سنت اور پسندیدہ ہے۔ عام ہے آیت کا مابعد سے لفظی و ترکیبی تعلق ہو یا نہ ہو۔ اور علامہ سخاوی، جعبری، صاحب خلاصہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی رائے میں جن آیتوں کا مابعد سے لفظی و ترکیبی تعلق نہ ہو ان پر تو وقف کرنا اور مابعد سے ابتداء کرنا مستحسن اور عمدہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جن آیتوں کا مابعد سے تعلق ہے ان پر وقف کرنا بلا کراہیت جائز تو ہے مگر ایسے مواقع میں ابتداء کے بجائے اعادہ بہتر ہے۔ اور امام حمزہ بلا ضرورت رؤس آیات پر وقف ہی نہیں کرتے تھے بلکہ وصل کرتے چلے جاتے تھے۔ اور امام ابوعمرو بصری وغیرہ نے آیتوں پر سکتہ کو بھی جائز بتایا ہے۔

ایسے ہی آیتوں پر وقف کرنے کی غرض و غایت میں دو قول ہیں۔

۱۔ امام ابوعمرو بصری اور امام بیہقی کی رائے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آیتوں پر وقف کرنے کا مقصد اظہار بندگی اور قرب و ثواب حاصل کرنا تھا۔

۲۔ جعبری اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی رائے میں رؤس آیات کی تعلیم دینا مقصد تھا۔ تاکہ سننے والوں کو رؤس آیات کے مواقع کا علم ہو جائے۔ مزید تفصیل کے لیے نہایت القول المفید ص۱۶۳ تا ص۱۶۴ دیکھئے۔

ہر آیت پر وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ لکھنے کی وجوہات میں سے درج ذیل وجوہ بھی خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

۱۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں جو یہ بات مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الفاتحہ کی تمام آیات پر وقف کرتے تھے۔ اس روایت میں یہ نہیں فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام قرآن مجید میں اسی طرح کرتے تھے۔ اور ہر ہر آیت پر وقف ہی فرماتے تھے۔ اور آپ کی تلاوت کو ایک ہی طریق میں منحصر نہیں کیا۔ مقصد یہ ہے یہ نہیں فرمایا کہ پورے قرآن میں ہر آیت پر ہمیشہ وقف ہی کرتے تھے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اسی طرح ہر ہر آیت پر وقف کر کے پڑھتے تھے۔ اور کبھی اس کے خلاف دوسری طرح یعنی وصل کر کے پڑھتے تھے۔ (فتاویٰ رشیدیہ طبع اول کامل مبوب مطبوعہ کراچی۔ باب القرءۃ والتجوید ۲۶۸، ۲۶۹۔ بمفہومہ)

۲۔ اسی فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت فرماتے ہیں کہ روایت میں جو یہ آیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تلاوت میں ہر آیت پر وقف کرتے تھے۔ سو یہ صورت نماز تہجد میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی تھی۔ اور اس میں بھی کبھی کبھی ایسا کرتے تھے۔ یہ مقصد نہیں کہ نماز میں اور نماز سے باہر ہر ہر قراءۃ میں ہر آیت پر وقف کر کے پڑھتے تھے۔ اور وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز میں پوری سورۃ اعراف بھی پڑھی ہے۔ اگر اس سورۃ کو حرفاً حرفاً ترتیل کے ساتھ ہر آیت پر وقف کر کے پڑھتے تو مغرب کے مستحب وقت میں یہ سورۃ ہرگز پوری نہ ہوتی۔ بلکہ عشاء کا وقت شروع ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ اعراف حدر میں پڑھی تھی۔ اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی ایک رکعت میں بقرۃ، آل عمران، نساء تینوں سورتیں پڑھی ہیں۔ حالانکہ تہجد کی پوری رکعتوں میں بھی یہ تینوں سورتیں ترتیل سے اور وقف کی پابندی کے ساتھ وقت کے اندر پوری نہیں ہو سکتیں۔ انتہی بمفہومہ۔

۳۔ علامہ محمد عبد العظیم الزرقانی حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے بطور خلاصہ لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تو معنیٰ کے قطع نظر فرما کر فواصل اور رؤس آیات پر تعلیماً وقف کرتے تھے۔ تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آیتوں کے سروں کا علم ہو جائے۔ اور کبھی معنیٰ کی رعایت کرتے ہوئے حسن وقف کا اہتمام فرماتے تھے۔ اس صورت میں ہر آیت پر وقف کرنے کا التزام نہیں ہوتا تھا۔ (مناہل العرفان ۱/۳۳۸)

۴۔ قرآن مجید میں کئی ایسی بھی آیتیں ہیں کہ جن کے آخری کلموں میں دو دو قراءتیں ہیں۔ مثلاً لھم عذاب من رجز الیم ہ (سبا/۵) میں ابن کثیر، حفص، یعقوب کے لیے اَلِیْمٌ مرفوع ہے۔ اور باقیوں کے لیے مجرور۔ رفع کی صورت میں عَذَابٌ کی اور جر کی صورت میں رِجْزٍ کی صفت ہوگی۔ ایسے ہی مُسْتَقِرٌّ (قمر/۳) ابو جعفر کیلئے ہیں مجرور اور باقیوں کے لیے مرفوع ہے۔ اسی طرح مَحْفُوْظٌ (بروج/۲۲) نافع کے لیے مرفوع اور باقیوں کے لیے مجرور ہے۔ ان دونوں کلموں کی اعرابی توجیہ بھی واضح ہے۔ یہ تینوں کلمے آیتوں کے آخری کلمے ہیں۔ اور تینوں پر وقف تام ہے۔ (المکتفیٰ) اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک آیت پر ہمیشہ وقف ہی کرتے۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا والی روایت سے مفہوم اخذ کیا ہے تو ان کلمات میں اور ان کے ہم مثل دوسرے کلمات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اختلاف قراءۃ کا علم نہ ہوتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ | پس ان حقائق کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤس آیات پر ہمیشہ وقف ہی نہیں کیا۔ بلکہ موقع محل کے مناسب اور ضرورت کے مطابق کہیں وقف کیا اور کہیں وصل۔ اس لیے ہر راس آیت پر وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لکھا پس جن مخصوص جگہوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ تعمد وتحری اور التزام واہتمام کے ساتھ وقف ہی کیا ہے وہاں وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ قراء کرام اور ائمہ وقوف کو ہماری اور پوری امت کی طرف سے اپنی شایان شان جزاء خیر اور ثواب عظیم عطا فرمائے کہ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا کو محفوظ کرکے ثقہ رواۃ اور صحیح اسناد کے ذریعہ ہم تک پہنچایا اور دونوں قسموں کے وقوف کے لطیف فرق کو تعلیم وتعلم اور تلاوت وکتابت کے ذریعہ ملحوظ ومحفوظ رکھا۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد اور ان کے مواقع کے بارے میں ائمہ اوقاف سے روایات

پہلے علامہ سخاوی کی جو روایت بیان ہوچکی ہے اس میں وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد دس ہے۔ اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰؒ المغربی[۱] کے حوالہ سے وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد سترہ ۱۷ لکھی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القرآن

جمعها الشیخ ابوعبد اللہ محمد بن عیسیٰ المغربی۔ المتوفی (۔۔۴۰ھ)	قرآن مجید میں وقوف النبی صلی اللہ علیہ وسلم جن کو علامہ ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰؒ نے جمع کیا ہے
وھی سبعۃ عشر وقفا لا یتجاوزھا۔ الاول، فی البقرۃ	اور وہ سترہ ۱۷ ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔
فی قولہ تعالیٰ فاستبقوا الخیرات	۱۔ فاستبقوا الخیرات (البقرۃ/۱۴۸)
	۲۔ وما تفعلوا من خیر یعلمہ

[۱] شیخ ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ اندلسی مغربی متوفی ۔۔۴ھ۔ مغربی کے نام سے مشہور ہیں۔
(المکتفی: ۶۵۔ للدانی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الثانی، فیہا (فی قولہ تعالیٰ) وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ۔ الثالث، فی ال عمران (فی قولہ تعالیٰ) وما یعلم تأویلہ الا اللہ۔ الرابع، فی المائدۃ (فی قولہ تعالیٰ) فاصبح من النّٰدِمِینَ۔ الخامس فیہا (فی قولہ تعالیٰ) فاستبقوا الخیرات۔ السادس فیہا (فی قولہ تعالیٰ) مالیس لی بحق۔ السابع، فی یونس، (فی قولہ تعالیٰ) ان اَنْذِرِ الناس۔ الثامن، فیہا (فی قولہ تعالیٰ) قل ای وربی انہ لحق۔ التاسع، فی یوسف (فی قولہ تعالیٰ) سبیلی ادعوا الی اللہ۔ العاشر، فی الرعد (فی قولہ تعالیٰ) ویضرب اللہ الامثال۔ الحادی عشر فی النحل (فی قولہ تعالیٰ) والانعام خلقہا۔ الثانی عشر فی لقمان (فی قولہ تعالیٰ) لا تشرک باللہ الثالث عشر، فی المؤمن (فی قولہ تعالیٰ) انہم اصحب النار۔ الرابع عشر فی النازعات (فی قولہ تعالیٰ) فحشر۔ الخامس عشر، فی القدر (فی قولہ تعالیٰ) خیر من الف شہر۔ السادس عشر، فیہا، فی الفتح (فی قولہ تعالیٰ)

اللہ (البقرۃ / ۱۹۷)

۳۔ وما یعلم تأویلہ الا اللہ (آل عمران / ۷)

۴۔ فاصبح من الندمین ٥ (مائدۃ / ۳۱)

۵۔ فاستبقوا الخیرات (مائدۃ / ۴۸)

۶۔ مالیس لی بحق (مائدۃ / ۱۱۶)

۷۔ ان انذر الناس (یونس / ۲)

۸۔ قل ای وربی انہ لحق (یونس / ۵۳)

۹۔ سبیلی ادعوا الی اللہ (یوسف / ۱۰۹)

۱۰۔ یضرب اللہ الامثال ٥ (رعد / ۱۷)

۱۱۔ والانعام خلقہا (نحل / ۵)

۱۲۔ لا تشرک باللہ (لقمان / ۱۳)

۱۳۔ انہم اصحب النار ٥ (مومن / ۶)

۱۴۔ فحشر (النازعات / ۲۳)

۱۵۔ خیر من الف شہر ٥ (سورۃ القدر / ۳)

۱۶۔ من کل امر (سورۃ القدر / ۴)

۱۷۔ واستغفرہ ط (نصر / ۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واستغفرہ ۔ انتہی[۱]

کتاب التجوید[۲] میں وقوف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد اور ان کے مواقع

۳۔ قال الشیخ ابو عبد اللہ[۳] محمد بن عیسٰی المقری رحمہ اللہ عن اسنادہ عن احمد بن الخلیل علی ما رُوِیَ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: انہ کان یقف علی سبعۃ عشر موضعًا ما تجاوزھا فاولہا سورۃ البقرۃ، فاستبقوا	روایت کرتے ہیں شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عیسٰی المقری رحمہ اللہ اپنے اسناد سے اور وہ احمد بن الخلیل سے اور وہ عبد اللہ بن المسعود رضی اللہ عنہ سے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سترہ جگہ وقف فرماتے تھے ۔ اور وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد صرف سترہ ہے ۔ ۱۔ فاستبقوا الخیرات (البقرۃ/۱۴۸)

---

[۱] کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ۔ جلد ۲/ کالم ۲۰۲۵

[۲] یہ کتاب قلمی ہے اس کے ۳۰ صفحات ہیں ۔ عربی میں ہے ۔ مؤلف کا نام معلوم نہیں ہو سکا ۔ کتاب خوب پر مغز ہے ۔ یہ کتاب مولانا قاری شیر محمد صاحبؒ کی ملکیت تھی ۔ جب انگریز ملعون ترکوں کے خلاف بیت اللہ شریف پر گولیاں چلا رہا تھا ۔ تو بہت سے اہل ایمان خوش نصیب حضرات نے انگریز ملعون کے خلاف جہاد میں حصہ لیا اس وقت مولانا قاری شیر محمد صاحبؒ بھی جہاد کی نیت سے مکہ مکرمہ گئے اور جام شہادت نوش کر کے فائز المرام ہوئے ۔ تغمدہ اللہ فی رحمتہ ۔ قاری صاحب موصوف نے جاتے ہوئے اپنا کتب خانہ مولانا محمد متقی صاحب قریشی بہاولپوریؒ کو یہ کہہ کر دے گئے تھے کہ اگر واپس آ گیا تو کتب خانہ لے لوں گا ۔ مولانا محمد متقی صاحب کے بعد یہ کتب خانہ ان کے خلف الرشید مولانا عبد القادر صاحب قریشی مہاجر مدنی کو منتقل ہوا ۔ جو کہ راقم الحروف کے صحیح معنوں میں مشفق دوست ہیں ۔ اسی تعلق کی وجہ سے اس کتاب کی عکسی کاپی مجھے بھی عنایت ہو گئی فجزاہم اللہ خیرًا ۔ مؤلف

تنبیہ: کتاب کے مالک مولانا قاری شیر محمد صاحبؒ کے ہمنام مولانا شیر محمد صاحب سندھی جو کہ زبدۃ المناسک مؤلفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے شارح اور مہاجر مدنی ہیں ۔ اور وہ جنت البقیع میں مدفون ہیں ان کا زمانہ بہت بعد کا ہے ــــ بیان: معطی کتاب ۔ مولانا عبد القادر صاحب قریشی مدنی

[۳] (ت/۲۵۳ھ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الخیرات ۔ الثانی فیھا ، وماتفعلوا
من خیر یعلمہ اللہ ۔ الثالث فی
سورۃ اٰل عمران ، ومایعلم
تأویلہ الا اللہ ۔ الرابع فی
سورۃ المائدۃ ، فاصبح من
النّٰدمین ہ والخامس فیھا ایضًا ،
فاستبقوا الخیرات ۔ والسادس
فیھا ایضًا ، مایکون لی ان اقول
مالیس لی بحق ان کنت قلتہ
فقد علمتہ ۔ السابع فی سورۃ
یونس ، ان انذر الناس ۔ الثامن
فیھا ایضًا ، قل ای وربی انہ لحق ۔
والتاسع فی سورۃ یوسف ، قل
ھٰذہ سبیلی ادعوا الی اللہ ۔ والعاشر
فی الرعد ، کذٰلک یضرب اللہ
الامثال ہ الحادی عشر فی سورۃ
النحل ، والانعام خلقھا ۔ والثانی
عشر فی سورۃ لقمان ، یٰبُنَیَّ لا
تشرک باللہ ۔ والثالث عشر فی
سورۃ المؤمن ، انھم اصحٰب
النار ہ والرابع عشر فی سورۃ
النازعات ، ثم ادبر یسعٰی ہ
فحشر ۔ الخامس عشر ، فی سورۃ

۲۔ وماتفعلوا من خیر یعلمہ اللہ (بقرہ/۱۹۷)
۳۔ ومایعلم تأویلہ الا اللہ (آل عمران/۷)
۴۔ فاصبح من النّٰدمین (مائدۃ/۳۱)
۵۔ فاستبقوا الخیرات (مائدۃ/۴۸)
۶۔ ان کنت قلتہ فقد علمتہ (مائدۃ/۱۱۶)
۷۔ ان انذر الناس (یونس/۲)
۸۔ قل ای وربی انہ لحق (یونس/۵۳)
۹۔ قل ھٰذہ سبیلی ادعوا الی اللہ (یوسف/۱۰۸)
۱۰۔ کذٰلک یضرب اللہ الامثال ہ (رعد/۱۷)
۱۱۔ والانعام خلقھا (نحل/۵)
۱۲۔ یٰبُنَیَّ لا تشرک باللہ (لقمان/۱۳)
۱۳۔ انھم اصحٰب النار ہ (مؤمن/۶)
۱۴۔ ثم ادبر یسعٰی ہ فحشر (النازعات/۲۳)
۱۵۔ خیر من الف شھر (القدر/۳)
۱۶۔ من کل امر (القدر/۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القدر، خیر من الف شهره السادس عشر فیھا ایضًا، قوله من کل امره السابع عشر، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ثم یبدئ الھٰکم التکاثر

۱۷- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر وقف کرنا پھر الھٰکم التکاثر سے ابتداء کرنا۔

صاحب ہدایۃ القاری[1] نے اس سلسلہ میں ایک روایت تو منار الھدٰی (علامہ سخاوی/ت ۵۵۸) کی پیش کی ۔جو اسی مضمون کے شروع میں "جواب" کے تحت گذری ۔ اس کے علاوہ دو روایتیں اور نقل کی ہیں ۔

۴/۲ علامہ وھبۃ سرور المحلی انشراح الصدور فی تجوید کلام الغفور میں لکھتے ہیں ۔

اعلم ان الوقوف المندوبة التی کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتحری الوقوف علیھا سبعة عشر موضعًا (یعنی فضیلت والے وقوف جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تحری اور قصد واہتمام کے ساتھ وقف فرماتے تھے ۔وہ سترہ ہیں) الاول والثانی (فاستبقوا الخیرات بالبقرة والمائدة ۔ والثالث :قل صدق اللّٰہ بآل عمران ۔ والرابع :مالیس لی بحق بالمائدة ۔ والخامس :ان

---

[1] ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری : الشیخ القراء عبدالفتاح السید عجمی ، المرصفی ،مصری کی تالیف ہے ۔مؤلف کافی عرصہ سے الجامعۃ الاسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) مدینہ منورہ شعبہ قراءت میں مدرس ہیں ۔کتاب کے مطالعہ سے آپ کی وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے ۔یہ کتاب تجوید کے جملہ مسائل کو محیط ہے ۔

محترم مؤلف نے وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقل فصل میں "وقف السنة" کے عنوان سے لکھا ہے ۔اس سلسلہ میں تین نصوص نقل کی ہیں ایک نص تو علامہ سخاوی کی منار الھدٰی سے اور ایک نص "انشراح الصدور" سے اور ایک نص "الرحلة العیاشیة" سے نقل کی ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انذر الناس بیونس ۔ والسادس : ولا یحزنك قولهم بہا ایضًا ۔ والسابع : قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ بیوسف ۔ والثامن : کذٰلك یضرب اللہ الامثال ہ بالرعد ۔ والتاسع : والانعام خلقها بالنحل ۔ والعاشر : انما یعلمه بشر بہا ایضًا ۔ والحادی عشر : یٰبنی لا تشرك باللہ بلقمان والثانی عشر : افمن کان مؤمنًا کمن کان فاسقًا بالسجدۃ ۔ والثالث عشر : انهم اصحٰب النار ہ بغافر ۔ الرابع عشر : فحشر بالنازعات ۔ والخامس عشر : خیر من الف شہر ہ بالقدر ۔ والسادس عشر : من کل امر ہ بہا ایضًا ۔ والسابع عشر بحمد ربك واستغفرہ بالنصر ۔ منہ بلفظہ ۔

(ماخوذ : ہدایۃ القاری ص ۳۸۱)

یہ قصیدہ بھی ہدایۃ القاری سے ماخوذ ہے ۔ فجزاھم اللہ خیرًا ۔

۵/۳ "الرحلۃ العیاشیۃ" کے مؤلف[۱] نے لکھا ہے کہ میرے استاذ ابوالحسن علی بن محمد بن عبد الرحمن الربیع الیمنی الزبیدی نے وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مجھے تعلیم دی ۔ اور اس کے مواقع بھی لکھوائے ۔ جن کو میں نے یاد کرنے اور یاد رکھنے والوں کے لیے نظم کر دیا ہے ۔

۱۔ اَیَا سَائِلِی عَنْ مَا اَتَا نَابِهِ الْاُلٰی
عَنِ الْمُصْطَفٰی مِنْ وَّقْفِهٖ مُسَلْسَلَا

تجزیہ : (اَیَا) حرف ندا (سَائِلِیْ) اصل میں سائل واحد کا صیغہ ہے ۔ اور یا متکلم کی طرف مضاف ہے (ما) موصولہ (بہ) ضمیر کا مرجع (ما) موصولہ (اَلْاُلٰی) بروزن فُعَلٌ جمع ہے ۔ مراد ناقلین (من وقفہ) ضمیر کا مرجع المصطفٰی (وقفہ) وقف جنس کے معنیٰ میں ہے ۔

ترجمہ : اے وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مجھ سے سوال کرنے والے ! اس کی تعریف کے بارے میں اتنی بات کافی ہے کہ یہ وقف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ناقلین کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے ۔ جو روایت کے اعتبار سے مسلسل ہے ۔

اس تمہید کے بعد آئندہ اشعار میں وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مواضع ذکر کئے

---

[۱] ابو سالم العیاشی (متوفی ۱۰۹۰ھ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں گے۔

۲۔ فَفِی الْبِکْرِ جَا الْخَیْرٰتِ وَالثَّانِیْ قُلْ بِھَا
اَنِّیْ بَعْدُ یَعْلَمُہٗ عَلَی اللّٰہِ مُسْجَلاً

تجزیہ: (البکر) کلمہ قرآنی ہے انھا بقرۃٌ لا فارضٌ و لا بکرٌ سے ماخوذ ہے۔ مراد سورۃ بقرۃ۔ (جاء) کا ہمزہ وزن شعری کی وجہ سے حذف ہُوا۔ (الخیرات) کلمہ قرآنی۔ مراد فاستبقوا الخیرات۔ اس سے پہلے (الاول) محذوف ہے جو (والثانی) سے سمجھا گیا۔ ای الاول فاستبقوا الخیرات (بھا) باء بمعنی فی ضمیر مونث کا مرجع البکر (البقرۃ) ہے۔ بعدُ کا مضاف الیہ الخیرات۔ ای بعد الخیرات (یعلمہ علی اللہ) اصل میں علی یَعْلَمُہُ اللّٰہُ ہے۔ ضرورت شعری کی وجہ سے (علی) درمیان میں لایا گیا اور اشعار میں ایسا جائز ہے۔ (مُسْجَلاً) بمعنی مطلقًا۔

ترجمہ: سورۃ بقرۃ میں پہلا وقف فاستبقوا الخیرات پر آیا ہے (جاء سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ وقوف قیاسی نہیں ہیں۔ بلکہ عدول ناقلین کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں) اور کہہ دیں کہ دوسرا وقف اسی سورۃ میں فاستبقوا الخیرات کے بعد یعلمہ اللّٰہُ پر کسی قید کے بغیر آیا ہے۔

۳۔ وَعِمْرَانَ اِلاَّ اللّٰہُ اَوَّلُھَا اَتٰی
عُقُوْدُ بِھَا الْخَیْرٰتُ قَدْ جَاءَ فُرْسَلاً

تجزیہ: (عمران) کا مضاف محذوف ہے ای سورۃ آل عمران۔ (الا اللہ) کلمہ قرآنی۔ مراد وما یعلم تاویلہ الا اللہ۔ (اَوَّلُھَا) ضمیر مونث کا مرجع سورۃ آل عمران ہے۔ (عُقُوْدِ) کلمہ قرآنی اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ سے ماخوذ ہے۔ مراد سورۃ مائدۃ ہے۔ (بھا) باء بمعنی فی۔ ھاء کا مرجع سورۃ مائدۃ ہے۔

ترجمہ: اور سورۃ آل عمران میں پہلا وقف اِلاَّ اللّٰہُ پر آیا ہے۔ اور (اولھا) سے اسی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ بعض کے نزدیک پہلا وقف اس سے پہلے وابتغاء تاویلہ پر ہے۔ اس طرح (الا اللہ) والا دوسرا وقف ہو جاتا ہے۔ پس ناظم کے نزدیک اس سورۃ میں ایک ہی وقف ہے۔ سورۃ مائدۃ میں ۔ سبقوا الخیرات پر ہی وقف آیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴- وَ اَیضًا بِھَا مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ جَاءَنَا
وَ اٰخِرُھَا قَدْ جَا بِحَقٍّ مُرَتِّلَا

تجزیہ: (اَیْضًا) اصل یَئِیْضُ اَیْضًا کا مصدر ہے۔ اس کا نصب مصدر یا حال ہونے کی بنا پر ہوتا ہے۔ معنیٰ حکم سابق کا لوٹنا۔ (بِھَا) ای فی المائدۃ مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کلمہ قرآنی۔ واٰخرھا کی ضمیر کا مرجع یہی سورۃ ہے۔ (بحق) کلمہ قرآنی۔ مراد مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ہے۔

ترجمہ: اور اسی سورۃ میں مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ پر بھی وقف ہم تک پہنچا ہے۔ اور اسی سورۃ کے آخر میں مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ پر بھی وقف آیا ہے۔ اس حال میں اس وقف کو بلا تکلف ظاہر اور روایت کرنے والا ہے (اور مُرَتِّلَا کو لغوی معنیٰ میں لینا زیادہ مناسب معلوم ہوا)

۵- وَ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ الَّذِیْ حَلَّ یُوْنُسًا
وَ قُلْ بَعْدَہٗ فِیْھَا لَحَقٌّ تَنَزَّلَا

تجزیہ: (اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ) کلمہ قرآنی۔ (حَلَّ) تحلیل سے ماضی بمعنیٰ نازل ہونا۔ (یُوْنُسًا) مراد سورۃ یونس۔ علمیت اور عجمیت کی بنا پر غیر منصرف ہے۔ لیکن وزن شعری کی وجہ سے منصرف استعمال کیا۔ (بَعْدَہٗ) کی ضمیر کا مرجع اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ۔ (فِیْھَا) ای فی سورۃ یونس۔ (لَحَقٌّ) کلمہ قرآنی مراد (قُلْ اِیْ وَ رَبِّیْ اِنَّہٗ لَحَقٌّ)۔ (تَنَزَّلَا) فعل ماضی۔ الف الحاق کے لئے ہے یعنی ضرورت شعری کے لیے۔

ترجمہ: اور ان انذر الناس جو سورۃ یونس میں ہے۔ اس پر بھی وقف ہے۔ اور کہدیں! اس کے بعد اسی سورۃ میں (لَحَقٌّ) پر بھی وقف واقع ہوا ہے۔

۶- اِلَی اللّٰہِ جَا فِیْ یُوْسُفَ وَبِتِلْوِھَا
اَتَانَا عَلَی الْاَمْثَالِ کَیْ یَتَمَثَّلَا

تجزیہ: (اِلَی اللّٰہِ) کلمہ قرآنی۔ مراد قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ۔ (جَا) کا ہمزہ ضرورۃً محذوف۔ (وَبِتِلْوِھَا) میں باء جارہ بمعنیٰ فی۔ (اَلتِّلْوُ) اسم: وہ چیز جو کسی چیز کے پیچھے ہو۔ مراد سورۃ رعد۔ چونکہ سورۃ یوسف کے بعد ہے۔ ضمیر مؤنث کا مرجع سورۃ یوسف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اَلْاَمْثَالِ) کلمہ قرآنی (کَیْ) حرفِ تعلیل فعل مضارع پر داخل ہو کر بتقدیر اَنْ اس کو نصب دیتا ہے۔

ترجمہ: سورہ یوسف میں اُدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ پر وقف آیا ہے۔ اور اس کے پیچھے سورۃ رعد میں اَلْاَمْثَالَ ۝ پر وقف ہم تک پہنچا ہے۔ تاکہ مثال بیان کرسکے۔ اس سے وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ کی طرف اشارہ ہے۔

۷۔ خَلَقَهَا بِنَحْلٍ بَعْدَ الْاَنْعَامِ لَفْظَةً
وَبَعْدَ لَا تُشْرِكْ بِلُقْمَانَ اَنْزَلَا

تجزیہ: (خَلَقَهَا) کلمہ قرآنی۔ (بِنَحْلٍ) ای فی سورۃ النحل (اَلْاَنْعَامَ) کلمہ قرآنی۔ مراد (وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا) (بِلُقْمَانَ) باء بمعنی فی۔

ترجمہ: سورۃ نحل میں لفظ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا پر وقف ہے۔ اور سورۃ لقمان میں لَا تُشْرِكْ کے بعد لفظ بِاللّٰهِ پر وقف واقع ہوا ہے۔

۸۔ وَغَافِرُ فِيْهَا لَفْظُ النَّارِ بَعْدَهَا
حِكَايَةُ حَمْلِ الْعَرْشِ فِي قِصَّةِ الْمَلَا

تجزیہ: (وغافر) کلمہ قرآنی غافر الذنب سے ماخوذ ہے۔ مراد سورۃ المؤمن۔ (فیہا) ای فی سورۃ المؤمن۔ (بعدھا) کی ضمیر کا مرجع لفظ النار۔ (اَلْمَلَا) بمعنی اشراف۔ یہاں فرشتے مراد ہیں۔

ترجمہ: اور سورۃ غافر جو ہے اس میں لفظ النار پر بھی وقف ہے۔ اس (لفظ النار) کے بعد عرش اٹھانے والے فرشتوں کے ذکر میں حکایت ہے۔ یعنی وہ اصحب النار جس کے بعد اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ الخ ہے۔

۹۔ وَقُلْ فَحَشَرَ فِي النَّازِعَاتِ وَبَعْدَهُ
عَلٰى اَلْفِ شَهْرٍ جَاءَ فِي الْقَدْرِ اَوَّلَا

تجزیہ: (فَحَشَرَ) کلمہ قرآنی ہے۔ (وَبَعْدَهُ) میں ضمیر کا مرجع النازعات ہے۔ (اَلْفِ شَهْرٍ) کلمہ قرآنی (اَوَّلَا) جَاءَ کی مرفوع ضمیر سے حال ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اور آپ کہہ دیں کہ سورۃ النازعات میں مخشٰہا پر وقف ہے۔ اور اس کے بعد سورۃ القدر میں الف شھر پر بھی وقف آیا ہے۔ اس حال میں کہ یہ وقف اس سورۃ میں پہلا ہے مطلب یہ کہ اس سورۃ میں ایک وقف اور بھی ہے۔ جس کا ذکر اگلے شعر میں آرہا ہے۔

۱۰- وَمِنْ كُلِّ أَمْرٍ جَا بِهَا وَبِنَصْرِهِمْ
عَلَى لَفْظِ وَاسْتَغْفِرْهُ تَمَّتْ فَحَمْدَ لَا

ترجمہ: اور اسی سورۃ قدر میں (مِنْ كُلِّ أَمْرٍ) پر بھی وقف آیا ہے۔ اور سورۃ النصر میں لفظ وَاسْتَغْفِرْهُ پر بھی وقف ہے (تمت) نظم یعنی وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان پورا ہوا (فَحَمْدَ لَا) یہ بسملہ کی طرح جعل مصدر ہے۔ معنیٰ اس کے فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ یعنی نظم پوری ہونے پر ناظم نے بطور کلمہ شکر (الحمد للہ) کہا۔ پس تمام تعریفیں اللہ پاک ہی کے لیے ہیں۔ حَمْدَ لَا میں الف ضرورت شعری کی بنا پر ہے۔

۶- صاحب[1] رموز القرآن نے وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مواقع لکھے ہیں۔ اور تعداد کے بارے میں لکھا ہے کہ عند الاکثر چودہ جگہ ہے اور عند البعض ستائیس جگہ ہے۔

نقشہ: ۱- منار الھدی ۲- کشف الظنون ۳- کتاب التجوید ۴- ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری ۵- کتاب رموز القرآن میں وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو روایتیں اور اقوال مذکور ہیں اور ان میں وقف کے جتنے مواقع بیان ہوئے ہیں سب کو قرآن مجید کی ترتیب کے

---

[1] کتاب رموز القرآن کے مؤلف کا نام: مولانا قاری محمد حسن علی حنفی شاہجہانپوری ہے۔ یہ کتاب ساتویں بار ماہ دسمبر ۱۹۱۳ء میں مطبع منشی نول کشور کانپور سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔ مؤلف نے نہایت ایجاز و اختصار سے کام لیا۔ مثلاً کتاب کی ابتداء یوں فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد اس خالق کائنات کی اس قدر بس ہے لا الہ الا اللہ۔ اور نعت اشرف المخلوقات کی یہی کافی ہے محمد رسول اللہ۔ مناقب آل میں حدیث شریف اَلدَّرَانّ مثل اھل بیتی اظھر من الشمس ہے۔ اور محامد اصحاب میں اصحابی کالنجوم بین من الامس ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق ایک نقشہ میں جمع کر دئے ہیں تاکہ ایک نظر میں سب کا ادراک ہو سکے۔

مواقع وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم	نام سورۃ مع آیۃ	منار الہدیٰ	کشف الظنون	نہایۃ القول المفید	انشراح الصدور	خلاصۃ البیان	جمال القرآن	[illegible]
۱۔فاستبقوا الخیرات	بقرۃ / ۱۴۸	"	"	"	"	"	"	"
۲۔یعلمہ اللہ	" / ۱۹۷		"	"		"	"	"
۳۔وابتغاء تاویلہ	آل عمران / ۷						"	
۴۔وما یعلم تاویلہ الا اللہ	" / ۷		"	"		"	"	"
۵۔قل صدق اللہ	" / ۹۵	"			"		"	"
۶۔اجراً عظیماً ہ	نساء / ۴۰						"	
۷۔فاصبح من النادمین ہ	مائدۃ / ۳۱		"	"				
۸۔من اجل ذلک	" / ۳۲					"	"	"
۹۔فاستبقوا الخیرات	" / ۴۸	"	"	"	"	"	"	"
۱۰۔ما لیس لی بحق	" / ۱۱۶	"	"		"	"	"	"
۱۱۔فقد علمتہ	" / ۱۱۶		"	"			"	
۱۲۔قل اللہ شہید	انعام / ۱۹						"	
۱۳۔ان انذر الناس	یونس / ۲		"	"	"	"		"
۱۴۔عند ربھم	" / ۲						"	
۱۵۔قل ای وربی انہ لحق	" / ۵۳		"	"		"	"	"
۱۶۔احق ھو	" / ۵۳						"	
۱۷۔ولا یحزنک قولھم	" / ۶۵				"			"
۱۸۔قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ	یوسف / ۱۰۸	"	"	"	"	"	"	"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ کذلک یضرب الامثال ۵	رعد	۱۷/	″	″	″	″	″	″	″
۲۰۔ لربھم الحسنیٰ	″	۱۸/						″	
۲۱۔ والانعام خلقھا	نحل	۵/	″	″	″	″	″		″
۲۲۔ ومنھا تأکلون	″	۵/						″	
۲۳۔ انما یعلمہ بشر	″	۱۰۳/				″		″	″
۲۴۔ یٰبُنَیَّ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰہ	لقمان	۱۳/		″	″	″	″	″	″
۲۵۔ افمن کان مؤمناً کمن کان فاسقاً	سجدہ	۱۸/	″			″			″
۲۶۔ انھم اصحب النار ۵	مؤمن	۶/		″	″	″	″	″	″
۲۷۔ لاول الحشر	حشر	۲/						″	
۲۸۔ فحشر	نازعات	۲۳/	″	″	″	″	″	″	″
۲۹۔ خیر من الف شھر ۵	قدر	۳/	″	″	″	″	″	″	″
۳۰۔ من کل امر ۵	″	۴/		″	″		″	″	″
۳۱۔ الرحیم ۵ پر ونف النبیؐ پھر الھٰکم التکاثر سے ابتدا					″				
۳۲۔ بحمد ربك واستغفرہ	سورۃ النصر			″		″	″	″	″
۳۳۔ قل ھو اللہ احد ۵	سورۃ الاخلاص							″	

ایک شبہ:۔ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو نصوص اور روایات نقل کی گئی ہیں ان میں باعتبار مواضع کے بہت تفاوت اور فرق ہے۔ جو اس کی صحت کے منافی اور باعث تردد و تشکیک ہے۔

جواب: گو یہ شبہ بادی النظر میں درست ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ سطحی نظر کا اثر ہے۔ ان نصوص اور نقول میں مواضع کے اعتبار سے جو تفاوت ہے وہ روایت اور حفظ کی بنیاد پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اور علم قراءات میں اصل حجت اور دلیل روایت وحفظ ہی ہے۔ان نصوص و متون کے نقل کرنے والے سب کے سب عدول اور ثقہ ہیں۔اور ہر راوی نے وہی کچھ روایت کیا جو اس نے اپنے استاذ اور شیخ سے تلقی اور مشافہت کے ساتھ پڑھا اور سیکھا۔اور اس طرح یہ مقدس علم روایت و درایت کی کسوٹی پر پرکھنے اور بڑی چھان بین کے بعد ہم تک پہنچا۔لہذا اس تفاوت میں کوئی تناقض و اضطراب نہیں۔بلکہ یہ تو اس کی صداقت کی دلیل ہے یعنی ناقلین نے اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

(ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری۔ص ۳۷۹ تا ۳۸۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(کَلَّا) کی لفظی و معنوی تشریح[1]

لفظی بحث

۱۔ ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ (کَلَّا) اپنے ماقبل کے رد و انکار اور ردع و جزر کے لیے ہے۔ یہ مذہب امام النحو خلیل بن احمد[2]، سیبویہ[3]، اخفش[4]، مبرد[5]، زجاج[6] اور احمد بن یحیی[7]

---

[1] یہ مضمون مندرجہ ذیل کتب سے لیا گیا ہے۔

۱؎ کتاب العین۔ لامام النحو خلیل بن احمد (ت ۱۷۰ھ) ۲؎ ایضاح الوقف و الابتداء۔ لابی بکر محمد بن قاسم انباری (ت ۳۲۸ھ) ۳؎ رسالہ کَلَّا۔ لابی جعفر احمد بن محمد بن رستم۔ ۴؎ مقالہ کَلَّا لاحمد بن فارس ۵؎ القطع والائتناف۔ لابی جعفر نحّاس (ت ۳۳۸ھ) ۶؎ رسالہ شرح کَلَّا و بلٰی و نعم۔ لعلامہ مکی ابن ابی طالب قیسی (ت ۴۳۷ھ) ۷؎ جمال القراء (قلمی) لعلامہ سخاوی (۶۴۳ھ) ۸؎ التمہید فی علم التجوید لعلامہ جزری (ت ۸۳۳ھ) ۹؎ منار الہدیٰ۔ لعلامہ احمد بن محمد اشمونی (ت ۹۰۰ھ) ۱۰؎ غیث النفع لعلامہ علی نوری صفاقسی (ت ۱۱۱۸ھ) ۱۱؎ تفسیر قرطبی ۱۲؎ تفسیر مظہری ۱۳؎ عنایات رحمانی شرح حرز الامانی۔ ۱۴؎ لعلامہ شاطبی۔ شارح شیخنا حضرۃ مولانا قاری فتح صاحبؒ مدنی متوفی ۱۴۰۷ھ۔ مدفون فی البقیع رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔ ان کے علاوہ بھی کئی کتابوں سے استفادہ کیا۔

[2] عجیب لطف کی بات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے والد پہلے شخص ہیں جن کا نام احمد رکھا گیا۔ (طبقات القراء ۱/۲۷۵۔ لعلامہ جزری) [3] نام: عمر بن عثمان بن قنبر۔ کنیت ابو بشر۔ اصلاً فارسی، ثم بصری (ت ۱۸۰ھ) [4] نام: سعید بن مسعدۃ۔ کنیت ابو الحسن (ت ۲۱۵ھ) [5] محمد بن یزید بن عبد الاکبر کنیت ابو العباس (ت ۲۸۶ھ) [6] کنیت ابو اسحاق امام النحو و اللغۃ (ت ۳۱۶ھ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۶ پر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہم کا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ (کَلَّا) صرف مکی سورتوں میں قرآن کے آخری نصف حصہ میں وارد ہوا ہے۔ جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ کفار مکہ اوروں کی نسبت زیادہ سخت تھے۔ اسی بنا پر اکثر تہدید و وعید مکہ میں نازل ہوئی ہے۔

۲۔ علی کسائی[1] وغیرہ کا مذہب ہے کہ (کَلَّا) حَقًّا یعنی تحقیق اور بالیقین کے معنی میں ہے۔ یہ اسم مصدر منصوب محلاً ہے۔ اور عامل محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے۔ اُحَقُّ ذٰلِكَ حَقًّا۔ مکی قیسی لکھتے ہیں کہ ماہرین نحاۃ کے نزدیک (کَلَّا) اس معنیٰ میں ابتداء کلام میں مابعد والے کلام کی تاکید کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پس اس سے بعد والے جملہ خبریہ کی تحقیق و تاکید مقصود ہوتی ہے۔ ابن انباری لکھتے ہیں کہ مفسرین نے (کَلَّا) کے معنیٰ حَقًّا بیان کیے ہیں۔ زجاج کا کہنا ہے کہ حَقًّا تاکید کے لیے ہے۔

۳۔ ابوحاتم[2] وغیرہ کا مذہب ہے کہ (کَلَّا) اَلَا (مخفف) کے معنیٰ میں ہے۔ اور یہ پہلا کلام پورا ہونے کے بعد دوسرے نئے کلام کے شروع میں بطور تنبیہہ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی ۝

(کَلَّا) کی اصل

ابن فارس وغیرہ بعض حضرات نے (کَلَّا) کے مرکب ہونے کا انکار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جس طرح اِنَّ، لَعَلَّ، کَیْفَ وغیرہ بامعانی کلمات کی وضع و بناء مستقل طور پر اسی طرح واقع ہوئی ہے۔ اسی طرح (کَلَّا) بھی مذکورہ معانی کے لیے مستقل طور پر وضع ہوا ہے۔ لہٰذا یہ کلمہ مرکب نہیں ہے۔ لیکن امام النحو خلیل بن احمد وغیرہ اکثر اہل علم کی رائے میں یہ کلمہ مرکب ہے۔ چنانچہ علامہ مکی اور علامہ جزری وغیرہ نے اسی قول کو اختیار

(بقیہ حاشیہ) ثعلب کے لقب سے مشہور ہیں۔ امام الکوفیین فی النحو واللغۃ والحدیث۔ پیدائش ۲۰۰ھ وفات ۲۹۱ھ۔

[1] نام: علی بن حمزۃ۔ کنیت ابوالحسن۔ الاسدی۔ کسائی کے لقب سے مشہور ہیں۔ قراء سبعہ میں سے ساتویں قاری ہیں۔ متوفی ۱۸۹ھ [2] نام: سہل بن محمد بن عثمان بن یزید۔ کنیت ابوحاتم سجستانی۔ امام البصرۃ فی علم النحو واللغۃ والعروض (ت ۲۵۵ھ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے۔ اس ترکیب میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ احمد بن یحییٰ ثعلب نے (کَلَّا) کی اصل (لا) نفی لکھی ہے۔ اور لا نفی پر کاف تشبیہہ داخل کیا، پھر لام کو مشدد کر دیا۔ تاکہ کاف اپنے معنیٔ تشبیہہ سے نکل جائے۔ اور یہ جملہ محذوفہ پر دلالت کرے گا۔ (کلا) کی تقدیر عبارت لَیْسَ الْاَمْرُ کَذٰلِکَ ہوگی۔ یعنی بات یہ نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۙ كَلَّا ؕ یہاں (کلا) نے ماقبل کی نفی کر دی۔ مذکورہ معنی میں (کلا) حرف ہے۔ اور حرف کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا۔

۲۔ ابوجعفر احمد بن رستم نحوی نے نحاۃ کا قول نقل کیا ہے کہ اہل علم نے (کلا) کے دو معنیٰ (زجر و استفتاح) بیان کئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ (الا۔ لا) سے مرکب ہے۔ اس میں (لا) نفی ہے۔ اور اس کے شروع میں (الا) تنبیہہ کے لیے داخل کر دیا جو کہ جواب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے (الا لا) اور (الا نعم) کسی کے جواب میں کہا جائے۔ اور (الا) کو حذف کر کے صرف (لا) اور (نعم) کہنا بھی جائز ہے۔ اور (الا) بمعنیٰ تنبیہہ قرآن میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔

مثلاً: اَلَاۤ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ الخ

ترجمہ: دیکھو یہ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں تاکہ خدا سے پردہ کریں۔ سن رکھو جس وقت یہ کپڑوں میں لپٹ کر پڑتے ہیں تب بھی وہ ان کی کھلی اور چھپی باتوں کو جانتا ہے۔

تعلیل | (الا۔ لا) کے شروع سے ہمزہ حذف کر کے اس کے عوض کاف زائدہ داخل کیا۔ پھر لام کے بعد والے پہلے الف کو حذف کیا تو دو لام اکٹھے ہو گئے۔ پھر پہلے لام کو ساکن کر کے دوسرے لام میں مدغم کر دیا۔ (کلا) ہو گیا۔

۳۔ اصحاب امام النحو خلیل بن احمد کا قول ہے کہ عرب نے (لا) نفی کے شروع میں الف لام تعریف داخل کیا۔ تاکہ نفی میں مزید قوت پیدا ہو جائے۔ لام تعریف کا دوسرے لام میں ادغام کر دیا۔ اَلّا ہو گیا۔ پھر الف الوصل کی جگہ کاف زائدہ داخل کیا تو (کلا) ہو گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(کَلّا) کے مرکب ہونے کی دلیل

ابوجعفر بن رستم طبری لکھتے ہیں کہ امام النحو خلیل بن احمد فرماتے ہیں کہ (کَلّا) اسی طرح مرکب ہے جیسے (لَن) لَا نفی اور اَن ناصبہ سے ۔ اور وَیْلُمِّہٖ ۔ وَیْ حرف تعجب اور (لِاُمِّہٖ سے (اس کی ماں پر تعجب ہے) اور یَوْمَئِذٍ ۔ یَوْمَ اور اِذْ سے ۔ اس میں تنوین عوض ہے ۔ اور ھَلَّا ھَل استفہامیہ اور لَا نفی سے مرکب ہیں ۔ ھَلَّا بمعنیٰ کیوں نہیں ۔ کس لیے نہیں ۔ ملامت کرنے یا ابھارنے کے لیے استعمال ہوتا ہے ۔ جیسے ھَلَّا زَیْدًا ۔ اور لَوْلَا زَیْدًا دونوں ہی معنیٰ میں ہیں ۔ اور لَوْلَا یَنْھٰھُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ (مائدہ ۶۳) بھی اسی معنیٰ میں ہے ۔ یعنی بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہوں کی باتوں اور حرام سے منع کیوں نہیں کرتے ۔

(کَلّا) کی وقف و ابتداء کی رو سے قسمیں

۱ ۔ ابوحاتم سجستانی اور ان کے متبعین کا مذہب ہے کہ چونکہ (کَلّا) افتتاح کلام کے لیے آتا ہے ۔ اس لیے وقف (کَلّا) پر نہیں ہوگا ۔ بلکہ اس کے ماقبل پر ہوگا ۔

دلیل سب سے پہلے سورۃ العلق کی ابتدائی صرف پانچ آیتیں نازل ہوئیں ۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا سورۃ کا باقی حصہ نازل ہوا ۔ اور وحی کا آغاز (کَلّا) سے ہوا ۔ فرمایا کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی ۝ اس سے معلوم ہوا کہ (کَلّا) افتتاح کلام میں استعمال ہوتا ہے ۔ پس پہلی وحی کا انقطاع عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ پر ہوا ۔ اس کے بعد کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی ۝ سے افتتاح ہوا ۔

۲ ۔ ابو العباس ثعلب اور ان کے متبعین کا قول ہے کہ (کَلّا) پر نہ تو وقف ہی درست ہے اور نہ اس سے ابتداء ۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جواب اور فائدہ (کَلّا) کے بعد ہوتا ہے ۔

۳ ۔ ابوجعفر نحاس (ت ۳۳۸ھ) نے احمد بن جعفر کا قول نقل کیا ہے کہ پورے قرآن میں ہر جگہ وقف (کَلّا) پر ہوگا ۔

۴ ۔ نصیر بن یوسف مقری (ت ۲۴۰ھ) تلمیذ علی کسائی کا قول ہے کہ اگر (کَلّا) سے پہلے رأس آیت ہو تو وقف آیت پر ہوگا ۔ اور اس میں کوئی کراہیت نہیں ۔

۵ ۔ پانچویں قول میں تفصیل ہے ۔ (الف) اگر (کَلّا) سے پہلے مضمون قابل رد و انکار اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ردع و زجر ہے تو وقف (کَلَّا) پر ہوگا۔ اس صورت میں (کَلَّا) کے معنیٰ لَیْسَ الْاَمْرُ کَذٰلِكَ ہوں گے۔ (ب) اگر (کَلَّا) سے پہلے مضمون قابل رد و انکار نہیں۔ بلکہ تحقیق اور بالیقین کے معنیٰ میں ہے اور اس صورت میں (کَلَّا) بمعنیٰ حَقًّا یا اَلَا ہوگا۔ اور وقف (کَلَّا) کے ماقبل پر ہوگا۔ اس تفصیل کے بعد علامہ مکی قیسی (ت ۴۳۷ھ) لکھتے ہیں کہ ماہرین اہل علم نے اسی تفصیل کو پسند اور اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ابو جعفر نحّاس، مکی قیسی، علامہ جزری وغیرہم ارباب علم و فضل نے اسی کے مطابق تشریح کی ہے۔

کَلَّا کی معنوی بحث

الوقف:۔ اس عنوان کے تحت (کَلَّا) سے متعلق وقف و ابتداء کی بحث آئے گی۔

المعانی:۔ اس عنوان کے تحت (کَلَّا) سے متعلق تفسیر بیان ہوگی۔

سورۃ مریم

اس میں کَلَّا دو جگہ ہے۔

۱ و ۲۔ عَهْدًا ۝ کَلَّا ط ۔ و۔ عِزًّا ۝ کَلَّا ط (مریم ع ۵)

الوقف:۔ ارباب علم و فن کے نزدیک دونوں موقعوں میں (کَلَّا) رد و انکار اور ردع و جزر کے لیے ہے۔ اس لیے اکثر کے نزدیک وقف (کَلَّا) پر ہوگا۔ چنانچہ علامہ جزری نے بروایت دانی لکھا ہے کہ اکثر قراء کے نزدیک دونوں جگہ (کَلَّا) پر وقف تام ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ (کَلَّا) مابعد کے لیے بمعنیٰ حَقًّا یعنی تحقیق و یقین کے لیے ہو۔ یا بمعنیٰ اَلَا استفتاح کلام کے لیے بطور تنبیہ ہو۔ ان دونوں معنوں میں وقف (کَلَّا) کے ماقبل ہوگا۔

المعانی: ۱۔ عَهْدًا ۝ کَلَّا کی تفسیر یہ ہے کہ کیا اس کو علم غیب حاصل ہوگیا ہے کہ وہ آخرت میں مال و اولاد حاصل ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔ یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد اس بات کا لے لیا ہے۔ یعنی کیا وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا قائل ہوگیا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ اس کا محض گمان ہے۔ آخرت تو صرف اور صرف متقی لوگوں کے لیے ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلام الٰہی کا یہ اعجاز ہے کہ لفظ (کَلَّا) کے وصل نے نہ صرف باطل زعم کا رد و انکار کیا۔ بلکہ ردع و جزر اور تہدید و وعید بھی سنا دی۔ یہ معنیٰ (کَلَّا) سے پہلے وقف کرنے سے حاصل نہیں ہوں گے۔ اس کے بعد فرمایا یہ جو دعوے کر رہا ہے ہم لکھتے جاتے ہیں۔

اور اگر (کَلَّا) بمعنیٰ حَقًّا لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ جو کچھ یہ دعوے کر رہا ہے یقیناً ہم لکھتے جاتے ہیں ہم اس سے غافل نہیں ہیں۔ اس نے ہماری ہی طرف آنا ہے۔ اس وقت اس سے پوچھ لیں گے۔

اور اگر (کَلَّا) بمعنیٰ اَلَا لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ جو کچھ یہ دعوے کر رہا ہے سن رکھو ہم لکھتے جاتے ہیں۔ ہم اس سے غافل نہیں۔ اس نے ہماری ہی طرف آنا ہے اس وقت اس سے پوچھ لیں گے۔

المعانی: ۲۔ عِزًّا ○ کَلَّا ط کفار قریش بتوں کی پوجا اس لیے کرتے ہیں کہ بارگاہ الٰہی میں ان بتوں کی سفارش یا وسیلہ سے ان کو عزت حاصل ہو جائے۔ ایسا ہرگز نہ ہو گا۔ بتوں کے وسیلہ سے ان کو کوئی عزت حاصل نہ ہو گی۔ وہ معبودان باطل ہی انکار کر دیں گے کہ یہ لوگ ہماری پوجا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ بت ہی ان کے مخالف ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ (کَلَّا) نے کفار مکہ کے باطل عقیدہ کا رد و انکار کر دیا کہ قیامت کے دن بتوں سے ان کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔ بلکہ ان کے مخالف ہو جائیں گے۔

عِزًّا ○ پر وقف کر کے (کَلَّا) سے ابتداء کرنا بھی درست ہے۔ اس صورت میں (کَلَّا) بمعنیٰ حَقًّا یا بمعنیٰ اَلَا ہو گا۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ یقیناً وہ معبودان باطل انکار کر دیں گے۔ کہ یہ لوگ ہماری پوجا نہیں کرتے تھے۔ دوسرے معنیٰ یہ ہوں گے کہ سن لو کہ وہ معبودان باطل انکار کر دیں گے۔ کہ یہ لوگ ہماری پوجا نہیں کرتے تھے۔

سورۃ المؤمنون

اس میں کَلَّا ایک جگہ ہے۔

۳۔ فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا ط (مؤمنون ع ۶)

الوقف: اکثر قراء و مفسرین کے نزدیک (کَلَّا) رد و انکار کے معنیٰ میں ہے۔ اس لیے اکثر قراء کے نزدیک وقف (کَلَّا) پر ہو گا۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ (کَلَّا) بمعنیٰ اَلَا لیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ اَیْ اَلَا اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَائِلُھَا۔ اور اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَاءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ بھی اسی معنیٰ میں ہے۔ یعنی سن لو یہی بیوقوف ہیں۔ لیکن نہیں جانتے۔ پس اس صورت میں وقف فِیْمَا تَرَکْتُ پر وقف ہوگا۔ لیکن مکی و جزری جیسے ارباب علم وفن نے پہلے قول کو زیادہ پسند کیا ہے۔ مکی لکھتے ہیں کہ معنیٰ کی رو سے (کَلَّا) پر وقف حسن بالغ بلکہ ابلغ واتم ہے۔

المعانی:۔ فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا ط کی تفسیر یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آکھڑی ہوتی ہے اس وقت کہتا ہے۔ اے میرے رب مجھے دنیا میں واپس بھیج دے۔ تاکہ جس دنیا کو چھوڑ کر میں آیا ہوں اس میں پھر جا کر نیک کام کروں۔ اس تمنا کے رد وانکار کے لیے ساتھ ہی فرما دیا (کَلَّا) ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ (کَلَّا) پر وقف کرنے میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ درخواست پیش کرنے کے بعد جواب کے انتظار میں آس و یاس کی ملی جلی کیفیت میں جو قدرے سہارا ہوتا ہے وہ بھی نہ ہو۔ اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَائِلُھَا میں اسی حقیقت کا اظہار ہے کہ یہ نری تری بات ہی بات ہے۔

اور اگر (کَلَّا) بمعنیٰ اَلَا لیا جائے تو اس صورت میں یہ بعد والے جملہ یعنی اِنَّھَا کَلِمَۃٌ کی تاکید ہوگی مطلب یہ ہوگا سن رکھو اس کی نری لفاظی ہی لفاظی ہے۔ بفرض محال اگر دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تب بھی نیک اعمال نہیں کرے گا۔

فائدہ جلیلہ یہاں (کَلَّا) بمعنیٰ حَقًّا نہیں ہو سکتا۔ گو بعض مفسرین نے اس کی اجازت دی ہے۔ لیکن یہ بعید ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد اِنَّھَا مکسور ہے۔ (کَلَّا) کو حقًّا کے معنیٰ میں لینے کے لیے اَنَّ کا مفتوح ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ سیبویہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ سیبویہ اور جمیع بصریین کا یہی مذہب ہے۔ (مکی) اور یہ ضابطہ ہر جگہ جاری ہوگا (۱) کَلَّا ط اِنَّھَا کَلِمَۃٌ (مؤمنون ع ۶) (۲) قَالَ کَلَّا ط اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ (شعراء ع ۴) (۳) کَلَّا ط اِنَّھَا لَظٰی ۝ (معارج ع ۱) (۴) کَلَّا ط اِنَّہٗ کَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ۝ (مدثر ع ۱) (۵) کَلَّا اِنَّہٗ تَذْکِرَۃٌ (مدثر ع ۲) (۶) کَلَّا اِنَّھَا تَذْکِرَۃٌ ۝ (عبس) (۷ تا ۹) کَلَّا اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ۔ کَلَّا اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ۔ کَلَّا اِنَّ کِتٰبَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْاَبْرَارِ (زینوں مطففین ہیں) ۔ (۱۰) كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى ٥ (علق) (كَلَّآ) کے بعد اِنَّ مکسور صرف ان ہی دس مقامات میں واقع ہُوا ہے ۔

سورۃ الشعراء

اس میں كَلَّآ دو جگہ ہے ۔

۴۔ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ٥ قَالَ كَلَّا ۚ ط (شعراء ع ۱)

الوقف :۔ امام خلیل بن احمد کے مذہب پر (کَلَّآ) موسٰی علیہ السلام کے قول کے رد و ردع کے لیے ہے ۔ اَیْ لَا تَخَفْ ۔ مطلب یہ ہے ڈریں مت ۔ قتل کرنا تو بہت دُور کی بات ہے وہ آپ تک پہنچ بھی نہ سکیں گے ۔ نافع و نصیر بن یوسف وغیرہما جیسے ائمہ وقوف کے نزدیک (کَلَّآ) پر وقف تام ہے ۔ مکی نے اس کو حسن جدًا کہا ہے ۔ علامہ جزری دانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ قَالَ پر وقف ایسے ہی (کَلَّآ) سے ابتداء جائز نہیں ۔ البتہ اگر (کَلَّآ) کو اَلَا یا حَقًّا کے معنی میں لیں تو اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ٥ پر وقف کرکے قَالَ کَلَّآ سے ابتداء جائز ہے ۔ مکی لکھتے ہیں فَاذْهَبَا کو لَا پر معطوف کرنا درست نہیں ۔ بلکہ یہ فعل مقدر کا مفعولہ ہے ۔ اَیْ دَقَالَ فَاذْهَبَا ۔

المعانی :۔ موسٰی علیہ السلام کے ہاتھوں ایک قبطی قتل ہو گیا تھا ۔ اس کے عوض قتل کئے جانے کا دل میں بہ تقاضا بشریت جو خوف پیدا ہو رہا ہے اس کے دفع کرنے کی ایک قسم کی دعا کر رہے ہیں تا کہ فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوئی چیز مانع نہ ہو ۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے فرماتے ہیں (کَلَّآ) ہرگز نہیں ۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ۔ قتل کرنا تو بہت دُور کی بات ہے ۔ وہ آپ تک پہنچ بھی نہ سکیں گے ۔ پس یہاں (کَلَّآ) رد و ردع کے لیے ہے ۔ نہ کہ زجر اور تہدید و وعید کے لیے ۔

۵۔ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ٥ قَالَ كَلَّا ۚ ط (شعراء ع ۴)

اَلْوَقْف :۔ نحاس و مکی لکھتے ہیں کہ ائمہ وقوف کے نزدیک ۔ (کَلَّآ) پر وقف تام ہے ۔ اور یہ لَيْسَ الْاَمْرُ كَمَا تَظُنُّوْنَ ۔ اَیْ ۔ لَا يُدْرِكُوْنَكُمْ کے معنی میں ہے ۔ ہرگز تم تک ، نہ فرعون پہنچ سکے گا اور نہ اس کی قوم ۔ جو تم گمان کر رہے ہو درست نہیں ۔ علامہ دانی لکھتے ہیں نہ تو قَالَ پر وقف جائز ہے اور نہ ہی (کَلَّآ) سے ابتداء درست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے ۔ مکی لکھتے ہیں کہ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ پہلے قول کا مفعولہ نہیں ہے ۔ بلکہ فعل مقدر کا مفعولہ ہے ۔ اَیْ ۔ وَقَالَ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ ۝ اور موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ یقیناً میرے رب کی نصرت میرے ساتھ ہے ۔ وہ ضرور مدد کریں گے ۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ (کَلَّا) کو اَلَا کے معنیٰ میں لیں ۔ اس صورت میں لَمُدْرَکُوْنَ ۝ پر وقف ہوگا ۔ پھر قَالَ کَلَّا سے ابتداء ہوگی ۔

المعانی:۔ جب دونوں جماعتیں باہم دکھائی دینے لگیں تو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا ہم تو پکڑ لیے گئے ۔ مارے گئے ۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ نصرت پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے پورے یقین و اعتماد کے ساتھ فرمایا ہرگز نہیں ۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ۔ اور یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ میرا رب میرے ساتھ ہے ۔ وہی رہنمائی فرمائیں گے ۔ پس (کَلَّا) زجر اور تہدید و وعید کے معنیٰ میں ہے ۔ اور اگر (کَلَّا) کو اَلَا کے معنیٰ میں لیں تو معنیٰ یہ ہوں گے ۔ یہ بات اچھی طرح سن لو ! میرا رب میرے ساتھ ہے ۔ وہ ضرور نجات کا راستہ بتائیں گے ۔ اور یہ بات گذر چکی ہے کہ (کَلَّا) کے بعد اِنَّ مکسور ہے مفتوح نہیں ہے ۔ اس لیے (کَلَّا) بمعنیٰ حَقًّا نہیں ہو سکتا ۔ اور یہاں اِنَّ کسی صحیح قراءۃ میں مفتوح نہیں ہے ۔

سورۃ سبا

اس میں کَلَّا ایک جگہ ہے ۔

۶ ۔ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ط (سبا ع ۴)

الوقف: بر (کَلَّا) پر مکی و دانی وغیرہما ائمہ وقوف کے نزدیک وقف حسن بالغ عمدہ ترین یعنی تام ہے ۔ کیونکہ یہ امام خلیل بن احمد کے مذہب پر رد و انکار اور ابطال و زجر کے معنیٰ میں ہے ۔ اور اگر (کَلَّا) بمعنیٰ اَلَا ۔ اَیْ اَلَا بَلْ هُوَ اللّٰهُ یا بمعنیٰ حَقًّا ۔ اَیْ ۔ حَقًّا بَلْ هُوَ اللّٰهُ لیں تو (کَلَّا) سے ابتداء جائز اور درست ہے ۔ تینوں وجہیں صحیح ہیں لیکن پہلی وجہ اولیٰ و ممتاز ہے ۔

المعانی:۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے ذرا یہ تو بتاؤ جن کو تم نے شریک عبادت بنا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملا رکھا ہے ۔ کیا وہ باری تعالیٰ والی صفات کے مالک ہیں ۔ کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا خالق و مالک اور رازق ہے۔ کیا یہ معبودان باطل بھی کسی کو پیدا کرنے یا رزق پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ (کَلَّا) ہرگز نہیں۔ ان کے لیے ایسا کرنا ممکن ہی نہیں۔ یاد رکھو۔ پوری توجہ کے ساتھ سن لو (بمعنیٰ اَلَا) یقیناً (بمعنی حَقًّا) صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے جو عزیز و حکیم ہے۔ یہ معبودان باطل تو ذرہ برابر بھی عبادت کے لائق نہیں۔ پس اَلَا اور حَقًّا مابعد بَلْ ھُوَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ کی تاکید کے لیے ہوں گے۔ اَیْ اَلَا بَلْ ھُوَ اللّٰہُ الخ اور حَقًّا بَلْ ھُوَ اللّٰہُ الخ

سورۃ المعارج

اس میں کَلَّا دو جگہ ہے۔

۱۔ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْہِ ٥ کَلَّا ط (المعارج ع ۱)

الوقف:۔ (کَلَّا) خلیل بن احمد کے مذہب پر رد و انکار اور ردع و تجر کے معنیٰ میں ہے۔ اور اس پر عمدہ ترین وقف تام ہے۔ اور (کَلَّا) کو بمعنیٰ اَلَا لینے کی صورت میں (کَلَّا) سے ابتداء بھی جائز ہے۔

المعانی:۔ مجرم یعنی مشرک تمنا اور آرزو کرے گا کہ اپنی اولاد، بیوی، بھائی اور خاندان جس میں یہ پیدا ہوا اور پرورش پائی۔ اور تمام انس و جن جو زمین پر آباد ہیں سب کو عذاب قیامت کے عوض دے کر رہائی پا جائے۔ (کَلَّا) ہرگز نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب ہی میں رہے گا۔ اور اگر (کَلَّا) بمعنیٰ اَلَا لیں تو معنیٰ یہ ہوں گے۔ مشرک سب کچھ دے کر بھی آخرت کے عذاب سے نجات پانے کی تمنا اور آرزو کرے گا۔ اچھی طرح غور سے سن لو! بلاشبہ یہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ہی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

تنبیہ: اس مطلب کی بنا پر آیت وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا کافروں کے ساتھ خاص ہوگی۔ رہے مومن تو وہ اپنے دوستوں کی خبر گیری کریں گے۔ اور ان کے لیے شفاعت بھی کریں گے۔ بکثرت احادیث بطور تواتر معنوی اس مفہوم کو ثابت کرتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ تم میں سے کوئی بھی اپنے واضح حق کے لیے اتنا نہیں جھگڑتا جتنا قیامت کے دن مومن اپنے دوزخی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائیوں کی رہائی کے لیے اللہ سے جھگڑیں گے اور عرض کریں گے پروردگار یہ تو ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے (الخ متفق علیہ) حضرت ابوسعید خدریؓ سے اس معنیٰ میں ایک طویل حدیث مروی ہے۔

۸۔ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ ۝ كَلَّا ط (معارج ع ۲)

الوقف: (کَلَّا) امام خلیل بن احمد کے مذہب پر ردّو انکار اور ردع و جزر کے معنیٰ میں ہے۔ اور اس پر عمدہ ترین وقف تام ہے۔ اور (کَلَّا) بمعنیٰ اَلَا لیں تو (کَلَّا) سے ابتداء جائز ہے۔ اور چونکہ (کَلَّا) کے بعد اِنَّ مکسور ہے۔ اس لیے حقًا کے کے معنیٰ میں لینا عربیت کی رو سے درست نہیں۔

المعانی: ۔ کافروں کی نظر میں قیامت آنی محال تھی۔ اور وہ کہتے تھے کہ اگر بالفرض آ بھی گئی تو جس طرح ہم دنیا میں مال و دولت اور عیش و عشرت کے اعتبار سے افضل ہیں۔ اسی طرح قیامت میں بھی اعلیٰ اور بالا ہوں گے۔ یعنی بغیر ایمان اور عمل صالح کے کیا ان کو جنت میں داخل ہونے کی امید ہے۔ (کَلَّا) ہرگز نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کہ ایمان اور عمل صالح کے بغیر جنت میں داخل ہوسکیں۔ اَیَطْمَعُ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو ایسا بے ہودہ خیال نہیں رکھنا چاہیئے۔ اور (کَلَّا) کو اگر اَلَا کے معنیٰ میں لیں تو اس کا تعلق ماقبل کی بجائے مابعد یعنی اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ سے ہوگا۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے۔ غور سے سن لو! ہم نے انسان کو گندے نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے بنایا۔ ان میں سے کوئی چیز بھی اعزاز و اکرام کے لائق نہیں۔ اور نہ عالم قدس یعنی جنت میں داخلہ کے شایان شان ہے۔ اس لیے جو شخص اطاعت و ایمان سے اپنے نفس کی تخلیقی گندگی کو دھو نہ لے اور ہر اعتبار سے اپنی تخلیقی کمی کو پورا کرکے اللہ تعالےٰ کے پسندیدہ اوصاف سے آراستہ نہ ہو جائے وہ جنت میں داخلہ کے قابل نہیں۔

سورۃ المدثر

اس میں (کَلَّا) چار جگہ ہے۔

۹۔ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ۝ كَلَّا ط (مدثر ع ۱)

الوقف: ۔ امام النحو خلیل بن احمد کے مذہب پر (کَلَّا) بمعنیٰ ردع و جزر ہے۔ اور (کَلَّا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برعمدہ پسندیدہ وقف تام ہے۔ اور (کَلَّا) کو اَلَا کے معنیٰ میں لیں تو اَنْ اَزِیْدَ پر وقف کرکے (کَلَّا) سے ابتداء کرنا بھی درست ہے۔ اور (کَلَّا) کے بعد اِنَّ مکسور ہے اس لیے حَقًّا کے معنیٰ میں نہیں ہوسکتا۔ عربیت کی رو سے صحیح نہیں۔

المعانی :۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ یہ آیتیں ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اس کو مکہ مکرمہ میں مال و دولت کے اعتبار کے اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ بقول مکی قیسی اس کو یا اس کے نبیرہ لڑکوں میں سے کسی کو فکر معاش کی وجہ سے ملک سے باہر جانے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ اس کی جاہ وحشمت کا یہ عالم تھا کہ "ریحانۂ قریش" کے امتیازی خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ غرضیکہ ہر اعتبار سے دنیوی عزت حاصل تھی۔ دوسری طرف، بدبختی کا یہ حال کہ وحی کا منکر۔ اور قرآنی آیات کو جادو کہتا تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں پہنچانے اور آپ کی مخالفت کرنے میں پیش پیش تھا۔ اور دنیا کا حریص اتنا تھا کہ سب کچھ ہونے کے باوجود مزید بڑھنے کی طمع رکھتا تھا۔ فرمایا ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝ پھر بھی یہ خواہش رکھتا ہے کہ ہم اور زیادہ دیں۔ (کَلَّا) اس کی ناقدری اور ناشکری کی وجہ سے ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ اس میں تہدید و وعید ہے۔ بغوی نے لکھا ہے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد مال و اولاد میں برابر کمی آتی رہی۔ اور اسی تنزل کی حالت میں واصل جہنم ہوا۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ۔ اگر (کَلَّا) کو اَلَا کے معنیٰ میں لیں تو معنیٰ یہ ہوں گے۔ کہ سب کچھ ہونے کے باوجود پھر بھی خواہش رکھتا ہے کہ ہم اس کو اور دیں۔ غور سے سن لو یہ ہماری آیتوں کا دشمن رہا ہے۔ وحی کا منکر ہے۔ اور ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دشمن ہے۔ یہ باتیں ناشکری کی ہیں۔ اور ناشکری سے نعمت کا زوال اور ترقی کی روک ہوجاتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الشَّاكِرِيْنَ وَجَنِّبْنَا مِنَ الْغَفْلَةِ وَالْعِصْيَانِ۔

۱۰۔ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝ كَلَّا وَالْقَمَرِ (مدثر ع ۲)

الوقف :۔ یہاں (کَلَّا) بمعنیٰ اَلَا اور حَقًّا ہے۔ اَىْ اَلَا وَالْقَمَرِ اور اَىْ حَقًّا وَالْقَمَرِ۔ دونوں صورتوں میں مابعد کے لیے تاکید ہوگی۔ اور (کَلَّا) پر وقف اس لیے جائز نہیں کہ اس کے ماقبل مضمون قابل رد و ابطال نہیں بلکہ اس کا اثبات و اقرار ہی ضروری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس لیے وقف لِلْبَشَرِ پر ہو گا۔ نہ کہ (کَلَّا) پر۔ قراء کا قول ہے کہ (کَلَّا) قسم کے لیے صلہ ہے۔ اور وہ اس کے بعد ہے۔ پس کَلَّا وَالْقَمَرِ بمعنی اِیْ وَالْقَمَرِ ہے جیسا کہ کَلَّا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ بمعنی اِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ ہے۔ اس کے علاوہ بعض حضرات نے (کَلَّا) پر وقف کو جائز کرنے کے لیے کچھ تاویلیں کی ہیں۔ جو کہ واضح طریق سے ہٹی ہوئی ہیں۔ پس یہاں ترکِ وقف ہی اقوی اور ابین ہے۔ ہاں (کَلَّا) سے ابتداء صحیح اور درست ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔

المعانی:۔ قرطبی نے لکھا ہے کہ تِسْعَۃَ عَشَرَ سے جہنم کے انیس سردار یعنی داروغہ مراد ہیں جہنم کے کل کتنے فرشتے ہوں گے۔ ان کی تعداد سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ اور اور دوزخ کے فرشتوں کی مذکورہ تعداد انسانوں کے لیے محض یاد داشت اور نصیحت ہے۔ کَلَّا وَالْقَمَرِ جملہ قسمیہ مستانفہ ہے۔ اس لیے محل وقف (کَلَّا) نہیں اس سے پہلے لِلْبَشَرِ ہے۔ غور سے سن لو یقیناً چاند کی قسم۔ اور رات کی جب پیٹھ پھیرنے لگے۔ اور صبح کی جب روشن ہو کہ سقر بڑی بلاؤں میں سے ایک بلا ہے۔ اور بنی آدم کے لیے موجب خوف ہے۔

توضیح الف۔ جملہ اِنَّھَا لَاِحْدَی الْکُبَرِ مذکورہ تین قسموں کا جواب ہے۔ اور (کَلَّا) کی علت کا بیان ہے۔

ب۔ ترجمہ میں اَلَا اور حَقًّا دونوں کا ترجمہ جمع کر لیا ہے۔

ج۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ میں یہ بتانا مقصود ہے کہ جنود رب کی حقیقت اور اندازِ قوت سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی واقف نہیں۔ یہاں تعداد سے ناواقفیت مراد نہیں۔ وہ تو بتا دی کہ جہنم کے انیس داروغہ ہیں۔ اس میں کمی بیشی نہیں۔ عطاء کا بیان ہے کہ جن فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کے عذاب کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کی تعداد سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ مراد یہ ہے کہ دربان تو انیس ہیں۔ مگر ان کے معاون اور مددگار کتنے ہیں ان کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جس شخص کو دوزخ میں لے جانے کا حکم ہو گا اس کے لیے ایک لاکھ فرشتے پکڑنے کو آگے بڑھیں گے۔ (تفسیر مظہری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ اَنۡ یُّؤۡتٰی صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ كَلَّا ط (مدثر ع ۲)

الوقف:۔ (کَلَّا) پر وقف حسن بالغ تام ہے۔ اور (کَلَّا) اپنے ماقبل کے رد وابطال کے لیے ہے۔ ہاں (کَلَّا) سے ابتداء بھی جائز ہے جبکہ (کَلَّا) بمعنیٰ اَلَا اَیْ اَلَا بَلْ لَا یَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ۔ اور بمعنیٰ حَقًّا اَیْ حَقًّا بَلْ لَا یَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ہو۔ پھر (کَلَّا) ان دونوں صورتوں میں ماقبل کے بجائے مابعد کی تاکید کے لیے ہوگا۔ بنسبت (کَلَّا) سے ابتداء کے اس پر وقف اولیٰ اور مختار ہے۔

المعانی:۔ بَلْ یُرِیْدُ میں بَلْ ابتدائیہ ہے۔ جو کہ محض انتقال مضمون کے لیے لایا گیا ہے۔ کلام سابق سے اضراب و اعراض مقصود نہیں۔ اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ کفار قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ سچے رسول ہیں تو ہم میں سے ہر شخص کے سرہانے صبح ایک کھلی چٹھی برآمد ہونی چاہئے۔ جس میں لکھا ہو کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ اور آپ کے کہنے پر عمل کرنا ضروری ہے۔ (کَلَّا) واضح امر یعنی قرآن مجید نازل ہو جانے کے بعد بھی اس قسم کے معجزات کی طلب بے سود ہے۔ لہٰذا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ان کو آخرت کا خوف ہی نہیں۔ ورنہ وہ ایمان لانے کے لیے ایسی شرطیں نہ رکھتے۔ اور اگر (کَلَّا) کو اَلَا یا حَقًّا کے معنیٰ میں لیں تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ اصل یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کے سرہانے ایک کھلی چٹھی برآمد ہو۔ غور سے سُن لو یقیناً اگر ان کو کھلی چٹھی بھی دے دی جائے تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس صورت میں (کَلَّا) کا تعلق بعد والے جملہ سے ہوگا۔

۱۲۔ کَلَّا اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۝ (مدثر ع ۲)

الوقف: یہاں (کَلَّا) کا تعلق مابعد سے ہے ماقبل سے نہیں۔ اور صرف اَلَا کے معنیٰ میں ہے اور حَقًّا کے معنیٰ میں اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اس کے بعد اِنَّ مکسور ہے۔ اور ماقبل کے لیے رد و انکار کے معنیٰ میں بھی نہیں ہو سکتا۔ اس بنا پر (کَلَّا) سے صرف ابتداء ہو سکتی ہے۔ اس پر وقف جائز نہیں۔

المعانی: اس سے پہلے کفار قریش کی کج روی کا ذکر ہے۔ کہ ان کے سامنے قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازل ہو رہا ہے۔ پھر بھی کھلا پیغام کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر آخرت کا خوف ہو تو اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اور اس قسم کے بے ہودہ مطالبے نہ کریں۔ کَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۝ گذشتہ کَلَّآ کی تاکید ہے۔ یعنی پوری توجہ سے سُن لو بلاشبہ قرآن مجید نصیحت ہے۔ تو جو چاہے اسے یاد رکھے۔ اور یاد بھی تب ہی رکھیں گے جب خدا چاہے۔ مطلب یہ ہے کہ نصیحت اور ہدایت کے لیے قرآن ہی کافی ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کا مطالبہ کرنا عبث ہے۔ یہ ایک طرح کی توبیخ اور ڈرانا دھمکانا ہے۔

سورۃ القیامۃ

اس میں (کَلَّآ) تین جگہ ہے۔

۱۳۔ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ (قیامہ ع ۱)

الوقف: کَلَّآ پر وقف جائز نہیں۔ کیونکہ مکی نے لکھا ہے کہ قیامت کافر کی اضطرابی حالت یہ ہوگی کہ "وہ کہے گا۔ اب کہاں بھاگ جاؤں" جس کو اللہ تعالیٰ نے حکایت فرمایا ہے۔ اس کی نفی لازم آتی ہے۔ اور مطلب یہ ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی جو حالت بیان کی ہے وہ صحیح نہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ کافروں کی حالت بھی عام مومنوں کی طرح ہوگی۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ لہٰذا وقف کَلَّآ کی بجائے لَا وَزَرَ پر ہوگا۔ اور کَلَّآ کو اَلَا یا حَقًّا کے معنیٰ میں لیں تو کَلَّآ لَا وَزَرَ سے ابتداء عمدہ اور درست ہے۔ مکی نے لکھا ہے کہ حَقًّا کے معنیٰ میں لینا زیادہ بہتر ہے۔

المعانی: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی ہولناکیاں ذکر کرنے کے بعد انسان یعنی کافر کی اضطرابی حالت حکایت فرماتے ہیں کہ انسان قیامت کے دن کہے گا کہ اب کہاں بھاگ جاؤں۔ کَلَّآ لَا وَزَرَ ۝ بے شک یقیناً کہیں پناہ نہیں اس روز تیرے پروردگار ہی کے پاس ٹھکانہ ہے۔ پس کَلَّآ مابعد کے لیے تاکید ہے۔ اس روز اہل اللہ ہی کو قرار و سکون نصیب ہوگا۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنے لیے ضروری سمجھ کر اس کے مطابق چلے۔

۱۴۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ۝ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ (قیامہ ع ۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الوقف: عَلَيْنَا بَيَانَهُ ٥ پر وقف تام ہے۔ اور کَلَّا بمعنی اَلَا یا بمعنی حَقًّا ہونے کی بنا پر جملہ مستانفہ ہے۔ اس لیے کَلَّا سے صرف ابتدا ہی جائز ہے۔

المعانی:۔ کَلَّا بمعنی اَلَا بھی ممکن ہے اور بمعنی حَقًّا بھی۔ اَلَا حرف تنبیہہ ہے جو افتتاح کلام میں آتا ہے۔ اور حَقًّا تحقیق اور یقین کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ اے لوگو غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ یقیناً تم لوگ دنیا کو دوست رکھتے ہو اور آخرت کو ترک کئے دیتے ہو۔ حالانکہ قیامت کے دن کی ہولناکیاں تمہارے سامنے ہیں یعنی ابھی پڑھ چکے ہو۔ اب پھر ان کا اعادہ ہو رہا ہے۔

۱۵۔ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ٥ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ (قیامہ ع ۱)

الوقف:۔ کَلَّا پر وقف جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ٥ کی نفی ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے از راہ عنایت عبرت کے لیے کفار کے احوال سے آگاہ کیا۔ ان میں سے ایک حالت یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن کفار کے چہرے بہت ہی سخت بگڑے ہوئے ہوں گے۔ کَلَّا پر وقف کرنے سے معنی یہ ہو جائیں گے کہ کفار کے چہرے بگڑنے کی جو خبر ہے یہ درست نہیں۔ اَلْعِيَاذُ بِاللهِ۔ اسی لیے فَاقِرَةٌ پر وقف تام ہے۔ اور کَلَّا سے استیناف کی بنا پر صرف ابتداء ہی جائز ہے۔ اور کَلَّا بمعنی اَلَا اور بمعنی حَقًّا ہے۔

المعانی:۔ اور بہت سے چہرے اس دن اداس اور سخت بگڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والا معاملہ کیا جائے گا۔ یہ معاملہ قیامت کے دن کفار کے ساتھ پیش آئے گا۔ (کَلَّا) کو تنبیہہ کے لیے لاکر دنیا چھوڑنے کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے کہ خواب غفلت سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اور جان لو یقیناً مرنے کے وقت یہ کیفیت ہوگی کہ جان گلے تک پہنچ جائے گی۔ اور لوگ اس وقت کہیں گے کوئی جھاڑ پھونکنے والا ہے۔ شاید جھاڑ پھونک سے جان بچ جائے۔ اور مرنے والا اخیال کر لے گا کہ یہ وقت جدائی کا ہے۔ اس وقت کہنے والا کہے گا۔ اس دن تجھ کو اپنے پروردگار کی طرف ہی چلنا ہوگا۔ یعنی اللہ تعالٰی ہی جیسا چاہتے ہیں حکم دیتے ہیں۔ کسی اور کی طرف مردہ کی واپسی نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی۔ پس یہاں کلا سے تاکید مقصود ہے۔ کہ انسان غفلت کی دلدل سے نکلے۔ اور ان حالات پر غور و یقین کرے۔ اور دنیا کی آن و شان اور جاہ و حشمت کو بے حقیقت جان کر آخرت کی فکر کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آخرت کا فکر کرنے والا بنا دیں۔ آمین

سورۃ النبا

اس میں کَلَّا دو جگہ ہے۔

۱۶۔ اَلَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ (نباع ۱)

الوقف:۔ کَلَّا پر وقف جائز نہیں۔ یہاں وقف کرنے سے نَبَإٍ عَظِیْمٍ یعنی قرآن جس کے بارے میں اہلِ مکہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو حکایت فرمایا ہے۔ اس کی نفی لازم آتی ہے۔ اور یہ نفی کیونکر ممکن ہے۔ جبکہ قرآن کا نازل ہونا شروع ہو چکا تھا۔ اور نازل شدہ حصہ ان کے علم میں تھا۔ اس لیے مُخْتَلِفُوْنَ پر وقف تام ہے۔ اور کَلَّا پر وقف کی بجائے اس سے ابتداء ہی درست ہے۔ اور کَلَّا بمعنیٰ اَلَا یا بمعنی حقًّا ہے۔ اور دوسرے معنیٰ میں لینا احسن اور عمدہ ترین ہے۔ اس میں تاکید وقوع علم بھی ہے۔ یعنی یقیناً وہ عنقریب جان لیں گے۔ اور برائے استہزاء سوال کرنے والوں کے لیے تہدید و عقاب بھی ہے۔

المعانی:۔ یہاں اہل مکہ کی حالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ نَبَإٍ عَظِیْمٍ یعنی بڑی خبر کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ نَبَإٍ عَظِیْمٍ سے قیامت بھی مراد ہے۔ لیکن مجاہد اور اکثر علماء تفسیر کے نزدیک اس سے قرآن مراد ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِیْمٌ (ص ع ۵) (تفسیر مظہری) کچھ تو معلومات اور تحقیق کے لیے سوال کرتے ہیں۔ اور بعض بطور استہزاء سوال کرتے ہیں۔ پس کَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ میں ایسے ہی لوگوں کے لیے فرمایا کہ یاد رکھیں یقیناً یہ عنقریب جان لیں گے۔ اور استہزاء کا مزہ چکھ لیں گے۔

۱۷۔ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ (نباع ۱)

الوقف:۔ یہاں بھی ثُمَّ كَلَّا سے ابتداء ہی جائز ہے۔ کیونکہ کَلَّا پر وقف کرنے سے وہی معنوی خرابی پیدا ہوگی جس کا ابھی ذکر ہوا۔ اس لیے کَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝ پر وقف کرکے ثُمَّ كَلَّا سے ابتداء درست ہے۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ ثُمَّ حرف عطف ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلا ضرورت اس پر وقف جائز نہیں ۔ اور چونکہ ابتداء ہمیشہ اختیاری ہوتی ہے ۔ اس بناء پر ثُمَّ کو چھوڑ کے صرف کَلَّا سے ابتداء جائز نہیں ۔

خلاصہ :۔ یہ ہے کہ نہ تو ثُمَّ پر وقف جائز ہے اور نہ کَلَّا سے ابتداء۔

المعانی :۔ پھر غور سے سنو تنبیہاً وہ عنقریب جان لیں گے یعنی قیامت کے دن ان کو صداقت معلوم ہو جائے گی۔ تکرار جملہ مبالغہ کے لیے ہے ۔ اس سے عذاب کی دھمکی دو مرتبہ ہو گئی ۔ ایک بار قبر کے عذاب کی اور دوسری بار قیامت کے دن کی ۔ لفظ ثُمَّ بتا رہا ہے کہ قیامت کے عذاب کی وعید قبر کے عذاب کی وعید سے زیادہ سخت ہے۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ ۔

سورۃ عبس

اس میں کَلَّا دو جگہ ہے ۔۔

۱۸۔ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ كَلَّآ اِنَّهَا (عبس)

الوقف :۔ کَلَّا بمعنیٰ رد و زجر نہیں ہے ۔ کیونکہ اس سے آیت کے مضمون کی نفی لازم آئے گی ۔ اور مفہوم بالعکس ہو جائے گا ۔ اسی وجہ سے کَلَّا پر وقف جائز نہیں ۔ (مکی قیسی) بس یہاں کَلَّا سے صرف ابتداء جائز ہے ۔ اور کَلَّا بمعنیٰ اَلَا ہوگا ۔ حَقًّا کے معنیٰ میں نہیں لیا جائے گا ۔ اور وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے ۔

المعانی :۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش مکہ کے سرداروں کو خاص اہتمام کے ساتھ خاموشی سے اسلام کی دعوت دے رہے تھے ۔ اس اثناء میں ابن ام مکتوم جن کا نام عبد اللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ فہری ہے ۔ جو بنی عامر بن لوی کے قبیلہ سے تھے ۔ اور آنکھوں سے معذور تھے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے ۔ اور دین کا علم سیکھنا چاہتے تھے ۔ اس وقت ان کو قرائن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصروفیت کا علم نہ ہو سکا ۔ اور وہ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے بے تاب تھے ۔ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارک پر کچھ بوجھ پڑا ۔ وحی نازل ہوئی عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ۝ الخ ایک نابینا کے آجانے سے آپ کی طبیعت پر بوجھ پڑا ۔ تفسیر مظہری میں ہے ان آیتوں میں اجمال ہے ۔ جس کی تفصیل فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۝ میں ہے کہ آپ ایک طالب صادق کی بجائے نہ چاہنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والوں کی طرف زیادہ متوجہ ہیں۔ اور آپ کی یہ فکر ذاتی غرض کے لیے نہ تھی بلکہ مقصد یہ تھا کہ اگر یہ لوگ داخل اسلام ہوگئے تو دائرہ اسلام وسیع اور کام کرنا آسان ہو جائے گا۔ اللہ تعالے نے اس اندازِ فکر کو پسند نہیں فرمایا۔ اس لیے آئندہ کے لیے ایک اصول تعلیم فرمایا کَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ○ دیکھیں آپ آئندہ کے لیے ایک اصول بنالیں کہ بلاشبہ قرآن ایک نصیحت ہے۔ جو نصیحت حاصل کرنا چاہے وہ اس کو یاد رکھے۔ اور بس۔ ہدایت دینے والے ہم ہیں۔ جس کو چاہیں ہدایت دیں۔ ان سرداروں میں سے آپ کے حقیقی چچا حضرت عباس بن عبد المطلب خوش نصیب نکلے۔ کہ اللہ تعالے نے ان کو ایمان و اسلام کی دولت سے نوازا۔ رضی اللہ عنہ۔

۱۹۔ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ○ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ (عبس)

الوقف:۔ کَلَّآ پر وقف جائز نہیں۔ اگر وقف کیا تو ماقبل کے مضمون کی نفی ہو جائے گی۔ البتہ کَلَّآ سے ابتداء درست ہے۔ اس صورت میں کَلَّآ بمعنی اَلَا یا حَقًّا ہوگا۔

المعانی:۔ اللہ تعالے نے پہلے تو انسان کی تخلیقِ اوّل کا ذکر فرمایا کہ ہم نے انسان کو گندے پانی کے قطرہ سے کیسے کیسے پیدا کیا۔ پھر اس کی بقاء زندگی کے لیے کیا سے کیا انتظامات کیے۔ اس طرح سے مادہ اول یعنی گندے پانی کے قطرہ سے لے کر موت تک کے انعامات گنائے۔ پھر برزخی زندگی کا اجمالاً ذکر فرما کر اپنا انعام و احسان جتایا کہ ہم نے تیرے مرنے کے بعد بھی تیرا اکرام و احترام کیا۔ یعنی لاش کو درندوں سے بچا کر دفن کرواتے ہیں۔ تاکہ تیری بے حرمتی نہ ہو۔ اس طرح ہم نے تجھ سے کسی وقت بھی اپنے انعامات و احسانات کا سلسلہ منقطع نہیں کیا۔ اور یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ تو ہمارا شکر گذار بندہ بن جائے۔ تاکہ آخرت میں بھی تجھ پر ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے انعامات کی بارش ہوتی رہے۔ اس کے بعد فرمایا ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ○ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو قبر سے اٹھانا چاہے تو موت کے بعد زندگی عطاء فرما دے گا۔ اور یہ اللہ پاک کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ جو خدا تخلیقِ اوّل کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ قبر سے زندہ اٹھانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ پھر فرمایا كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ○ دیکھو کسی طرح بھی انسان کو ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے کہ ہماری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدرت کے واضح دلائل دیکھتے ہوئے بھی ایمان نہ لائے اور کفر کرے۔ جو کھلی بغاوت ہے۔ اور ایسے ہی ہمارے پیہم انعامات کے باوجود اور ان سے بقاء زندگی حاصل کرتے ہوئے اور لطف اندوز ہوتے ہوئے بھی ہماری ناشکری کرے۔ خلاصہ یہ کہ عظیم الشان نعمتوں اور روشن دلائل کو جانتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کو ابھی تک پورا نہیں کیا۔ یعنی نہ ایمان لایا اور نہ شکر ادا کیا۔

سورۃ الانفطار

اس میں کَلَّا ایک جگہ ہے۔

۲۔ مَا شَآءَ رَکَّبَکَ ۝ کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ (الانفطار)

الوقف:۔ کَلَّا بمعنی اَلَا یا حقًّا ہے۔ اس لیے کَلَّا پر وقف جائز نہیں۔ اس سے صرف ابتداء درست ہے۔

المعانی:۔ پہلے تو اس طرف توجہ دلائی کہ اے انسان تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں کس چیز نے مغرور کر دیا کہ آخرت کی فکر ہی نہیں۔ حالانکہ اس رب کریم نے تجھ پر انگنت احسان کئے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تیری بناوٹ اور شکل و صورت خنزیر اور گدھے وغیرہ جیسے جانوروں کی مکروہ شکلوں کی طرح نہیں بنائی۔ آگے بطور تنبیہ فرماتے ہیں کَلَّا بَلْ تُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۝ غور سے سنو تم تو جزاء و سزا ہی کی تکذیب کرتے ہو۔ لیکن تم ہماری گرفت سے بچ کر کہیں جا نہیں سکتے۔ خلاصہ یہ کہ کَلَّا نے جزاء و سزا کے جھٹلانے کی تاکید بھی کی کہ یقیناً تم جھٹلاتے ہو۔ اور تنبیہ بھی کی۔ جس میں تہدید و وعید بھی ہے۔ کہ تم اس دن سے بچ نہیں سکتے۔ اس لیے آج ہی اس کی فکر کر لو۔

سورۃ المطففین

اس میں کَلَّا چار جگہ ہے۔

۲۱۔ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ (مطففین)

الوقف:۔ اَلْعٰلَمِیْنَ ۝ پر وقف تام ہے۔ اور کَلَّا بمعنی اَلَا ہے۔ اس لیے ابتداء کَلَّا سے ہوگی۔ اور کَلَّا بمعنی حقًّا نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کے بعد اِنَّ مکسور ہے۔ ایسے ہی کَلَّا پر وقف جائز نہیں۔

المعانی:۔ جس دن تمام لوگ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کے سامنے حساب و کتاب کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے کھڑے ہوں گے۔ اور کَلَّا پر وقف کرنے سے ردو ابطال کے معنیٰ ہو جائیں گے۔ یعنی تمام لوگ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کے سامنے حساب کتاب کے لیے نہیں کھڑے ہوں گے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ کَلَّا سے ابتداء کی صورت میں معنیٰ ہوں گے: توجہ کریں بلاشبہ فُجَّارِ یعنی کافروں کے اعمال نامے جن کو کرام وکاتبین لکھتے ہیں۔ سِجِّیْن میں ہیں۔ سِجِّیْن سجن سے مشتق ہے۔ اخفش نے کہا سجین سجن سے بروزن فِعِّیْلٌ ہے۔ جیسے شِرِّیْب بہت پینے والا۔ فِسِّیْقٌ بڑا فاسق۔ ایسے ہی سجن قید خانہ۔ سِجِّیْنٌ سخت قید۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے اعمال کی وجہ سے کافر قیدِ ذلت اور گمراہی میں ہوں گے۔ مجازاً کافر کے اعمال نامہ کو بھی قید و ذلت میں قرار دیا۔ سجین ساتویں زمین یا ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ کافر کی روح کو پہلے آسمان کی طرف چڑھایا جاتا ہے۔ مگر آسمان اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ پھر زمین کی طرف اس کو اتارا جاتا ہے۔ زمین بھی اس کو لینے سے انکار کر دیتی ہے۔ آخر سات زمینوں کے نیچے اس کو داخل کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ سجین تک اس کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ یہ مقام ابلیس کی فوج کے نیچے واقع ہے۔ سجین سے کافر کے لیے ایک کاغذ برآمد کیا جاتا ہے۔ اور اس میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور مہر لگا کر ابلیس کی فوج کے نیچے ایک مقام پر اس کو رکھ دیا جاتا ہے۔ تاکہ قیامت کے دن بوقت حساب اس کی تباہی کی شناخت ہو سکے۔ (تفسیر مظہری)

۲۲۔ قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ کَلَّا (مطففین)

الوقف:۔ کَلَّا پر وقف حسن یا ئغ یعنی مفہوم کو واضح کرنے میں عمدہ ترین ہے۔ اس سے کفار کے قول کا ردو ابطال ہوتا ہے معنیٰ یہ ہوں گے لَیْسَ الْاَمْرُ کَمَا قَالَ یعنی دراصل بات یہ نہیں جیسا کہ اس نے کہا ہے۔ اور ابو حاتم کے نزدیک کَلَّا اَلَا کے معنیٰ میں ہے۔ اَیْ اَلَا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ۔ اور ما بعد کی تاکید کے لیے معنیٰ حَقًّا ہے۔ اَیْ حَقًّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ۔ آخری دو وجہوں میں کَلَّا سے ابتداء ہوگی۔ اور وقف ماقبل پر ہوگا۔ تیسری وجہ احسن اور اولیٰ ہے۔ اس سے کفار کے دلوں پر ذنوب و معصیت کا غلبہ تاکید کے ساتھ زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المعانی: کفار کی حالت تو یہ ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو اپنی انتہائی نادانی اور اعجاز قرآنی سے غافل ہونے کی وجہ سے یا دیدہ دانستہ حق سے روگردانی کی وجہ سے کہتے ہیں یہ تو گذشتہ لوگوں کی لکھی ہوئی بے ترتیب اور غیر بودا داستانیں ہیں۔ (کَلَّا) جو یہ کہہ رہے ہیں ہرگز نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں پر بداعمالی کا زنگ اتنا چڑھا ہوا ہے کہ حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھنے کی صلاحیت و تمیز ہی مر چکی ہے۔ اور اس جوہر سے محروم ہو چکے ہیں۔ تب ہی تو ہماری آیتوں کو پرانے قصے بتاتے ہیں۔ اور اگر کَلَّا کو بمعنی اَلَا اور حَقًّا لیں تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ توجہ سے سُنیں یقیناً حقیقت حال یہ ہے کہ ان کے دلوں پر بداعمالی کا زنگ اتنا چڑھا ہوا ہے کہ دل سیاہ ہو چکے ہیں۔ اور سوائے اندھیرے کے کچھ نظر آتا ہی نہیں۔ تب ہی نور روشن آیتوں کو پرانے قصے بتاتے ہیں۔

۲۳۔ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○ كَلَّا إِنَّهُمْ (مطففین)

الوقف: کَلَّا پر وقف درست نہیں۔ اس سے اس بات کی نفی اور تردید ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی ہے کہ کفار کے دلوں پر ذنوب و معصیت کا غلبہ ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ بلکہ وہ تو پکے مؤمن ہیں۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ۔ اس بناء پر کَلَّا سے صرف ابتداء ہی جائز ہے۔ اور کَلَّا اَلَا کے معنیٰ میں ہوگا۔ اور حَقًّا کے معنیٰ میں نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ اس کے بعد اِنَّ مکسور ہے۔

المعانی: چونکہ کفار کے دلوں کو ذنوب و معصیت یعنی کفر و زنگ کے شرک نے کھا لیا ہے۔ اس لیے (کَلَّا) سے تنبیہ فرمائی۔ خبردار! دیکھو اور غور سے سُنو اس دن کفار اپنے پروردگار کے دیدار سے محروم رہیں گے۔ اور اس محرومی کا سبب ان کی معصیت یعنی کفر و شرک ہے۔ رہے مؤمن وہ یقیناً حسب مراتب اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔

۲۴۔ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُونَ ○ كَلَّا (مطففین)

الوقف: چونکہ کَلَّا رد و انکار کے معنیٰ میں نہیں ہے۔ اس لیے کَلَّا پر وقف جائز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے جو حکایت کے طور پر فرمایا ہے کہ "قیامت کے دن کفار کو کہا جائے گا یہ وہ دن ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے" اس کی نفی لازم آئے گی۔ اور اللہ تعالے کی کسی خبر کا انکار کرنا کفر ہے۔ (مکی قیسی) اس لیے کَلَّا پر وقف کسی طرح بھی جائز نہیں۔ ہاں بعض نے کَلَّا پر وقف کو اس بنا پر جائز بتایا ہے کہ کَلَّا سے لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْعَذَابِ وَالْجَزَاءِ مراد لیا جائے یعنی کفار جزاء وسزا پر ایمان نہیں لاتے۔ مکی فرماتے ہیں کہ اس میں بھی اشکال اور نفی کا احتمال ہے۔ لہٰذا کَلَّا پر وقف کرنا ہی نہیں چاہیئے۔ اور چونکہ کَلَّا بمعنی اَلَا ہے اس لیے کَلَّا سے ابتداء درست اور عمدہ ہے۔ اور کَلَّا بمعنی حَقًّا نہیں ہوگا۔ کہ اس کے بعد اِنَّ مکسور ہے۔

المعانی: ثُمَّ یُقَالُ پھر جہنم کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ یہ وہی عذاب ہے جس کو تم دنیا میں نہیں مانتے تھے۔ کَلَّا اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ میں جس طرح کافروں کے لیے وعید عذاب کا اظہار کیا ہے۔ اسی طرح یہاں کَلَّا کے بعد نیک لوگوں کے ثواب کا وعدہ ذکر فرمایا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ناپ تول میں کمی جس طرح گناہ ہے۔ اسی طرح ناپ تول میں پورا پورا دینا اعلیٰ نیکی ہے۔ اس لیے فرمایا کَلَّا اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ یعنی توجہ کریں اور غور سے سنیں کہ نیکوکاروں کے اعمال عِلّیین میں ہیں۔ یہ عُلُوٌّ سے مشتق ہے۔ اور عِلِّیٌّ بروزن فِعِّیْلٌ کی جمع سے منقول شرعی ہے۔ حضرت براء کی مرفوع روایت میں ہے کہ عِلّیین ساتویں آسمان میں عرش کے نیچے ہے۔ ان ہی کی طویل روایت میں آیا ہے کہ مومن کی روح کو اوپر چڑھایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر لے جایا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ کی کتاب عِلّیین میں لکھ دو۔ اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو۔ (تفسیر مظہری) اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ ○

سورۃ الفجر

اس میں کَلَّا دو جگہ ہے۔

۲۵۔ فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَھَانَنِ ○ کَلَّا (فجر)

الوقف: کَلَّا پر وقف حسن اور عمدہ ہے۔ اور یہ ماقبل کی رد وانکار کے لیے ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اخفش اور احمد بن موسیٰ کے مذہب پر اَھَانَنِ پر وقف، اور کَلَّا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ابتداء ہو۔ اس صورت میں کَلَّا بمعنی حقًا یا بمعنی اَلَا ہو گا۔

المعانی: اللہ تعالیٰ بندہ کو کبھی تو اپنی نعمتیں دے کر اور کبھی نہ دے کر بلکہ چھین کر آزماتا ہے۔ یہاں ان ہی دو حالتوں کا ذکر ہے۔ فرمایا جب افلاس میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ بندہ کا امتحان لیتا ہے کہ بندہ صبر کرتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے یا بے صبر ہو کر کفر کرنے لگتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ تو کہتا ہے کہ میرے رب نے میری بے عزتی کر دی۔ اس کے جواب میں فرمایا کَلَّا ہرگز نہیں۔ یعنی جیسا وہ کہتا ہے واقعہ ایسا ہرگز نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دنیوی نعمت و دولت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ڈھیل ہوتی ہے۔ یہاں کلام پورا ہوا۔ اس معنیٰ میں کَلَّا کا تعلق ماقبل سے ہے۔ اس کے بعد مستقل جملہ ہے۔ نہ تم یتیم کا خیال رکھتے ہو۔ اور نہ اس سے محبت اور نہ اس پر خرچ کرتے ہو۔ اور جو یتیموں اور غریبوں پر خرچ کرنے کی ترغیب نہیں دیتے وہ خود کیا خرچ کریں گے۔ پس اس معنیٰ میں کَلَّا کا تعلق مابعد سے ہے۔

۲۶۔ وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝ کَلَّآ اِذَا (فجر)

الوقف: کَلَّا پر وقف جائز نہیں۔ اس سے ماقبل کی نفی ہو جائے گی جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ نصیر بن یوسف نے کَلَّا پر وقف کو جائز بنایا ہے۔ ان کے نزدیک کَلَّا بمعنیٰ لَا یُغْنِیْ عَنْکُمْ جَمْعُ الْمَالِ وَتَوْفِیْرُہٗ یعنی مال کی بہتات اور اس کا جمع کرنا تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ اور کَلَّا سے ابتداء عمدہ اور مختار ہے۔ جبکہ اس کو حقًّا یا اَلَا کے معنیٰ میں لیں۔

المعانی: اور بڑی حرص اور خواہش کے ساتھ مال کی بہت محبت کرتے ہیں۔ یہ خبر ہے جو اللہ تعالیٰ نے دی۔ اور اگر کَلَّا پر وقف کر دیں تو اس خبر کی نفی ہو جائے گی۔ یعنی مال کو بالکل بھی عزیز نہیں رکھتے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر صریح کذب ہو گا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ فرمایا۔ کَلَّآ اِذَا دُکَّتِ الْاَرْضُ ہوشیار! یقیناً زمین کو پیہم جھنجھوڑا جائے گا۔ یہاں تک کہ پہاڑ، درخت، عمارتیں غرضیکہ روئے زمین پر جو کچھ بھی ہو گا سب ٹوٹ پھوٹ کر خاک کا ڈھیر ہو جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورة العلق

اس میں کَلَّا تین جگہ ہے۔

۲۷۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○ کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ (علق)

الوقف:۔ مَالَمْ یَعْلَمْ پر وقف تام ہے۔ اور ابتدا کَلَّا سے ہوگی۔ اس وقت یہ اَلَا کے معنیٰ میں ہوگا۔ اور ردو انکار کے معنیٰ میں اس لیے ممکن نہیں کہ اس سے ماقبل یعنی عَلَّمَ الْاِنْسَانَ الخ کی نفی ہو جائے گی۔ اور معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم نہیں سکھایا۔ اور یہ صریح کذب ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اور ایسے ہی بمعنیٰ حَقًّا بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کے بعد اِنَّ مکسور ہے۔

المعانی:۔ انسان کو وہ علم سکھایا جس کا اسے علم نہ تھا جس کی مختلف شکلیں ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے (۱) عقل (۲) اور عملی وعلمی قوتیں عطاء کیں۔ (۳) اندرونی وبیرونی دلائل قائم کیے۔ (۴) انبیاء علیہم السلام بھیجے اور ان پر وحی بھیجی (۵) کتابیں نازل کیں (۶) اولیاء وصلحاء امت کو الہام کیے (۷) عوام وخواص کے ذہنوں میں بدیہی علوم پیدا کیے (۸) اخبار متواترہ کے ذریعہ اطلاعات بہم پہنچائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام ذرائع سے انسان کو وہ علوم سکھائے جن سے وہ ناواقف تھا۔ مَالَمْ یَعْلَمْ پر کلام پورا ہوا۔ اور یہاں وقف تام ہے۔ اور کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ جملہ مستانفہ ہے جس کا ماقبل سے کسی طرح کا تعلق نہیں۔ اور کَلَّا بمعنیٰ اَلَا ہے معنیٰ یہ ہوں گے۔ خبردار! غور سے سنو! انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ سے سورۃ کے آخر تک ابوجہل مراد ہے۔ اس لیے اگرچہ اَلْاِنْسَانَ میں الف لام جنس کے لیے ہے۔ لیکن بعض افراد کا لحاظ پیش نظر ہے۔ اس لیے سورۃ کے آخر تک ابوجہل مراد ہے۔

۲۸۔ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ○ کَلَّا (علق)

الوقف:۔ یَرٰی پر وقف تام ہے۔ کَلَّا پر وقف جائز نہیں۔ کیونکہ یہ ماقبل کے لیے بمعنیٰ ردو زجر نہیں ہے۔ بلکہ مابعد کی تاکید وتنبیہ کے لیے بمعنیٰ حَقًّا یا بمعنیٰ اَلَا ہے۔ اس لیے کَلَّا سے ابتداء عمدہ ترین ہے۔

المعانی:۔ اَلَمْ یَعْلَمْ میں استفہام انکاری ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے نفی کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکار اثبات ہوتا ہے۔ اور استفہام کی غرض زجر اور وعید عذاب ہے معنیٰ یہ ہوں گے کیا اس کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ یقیناً دیکھ رہا ہے۔ مکی قیسی نے تصریح کی ہے کہ کَلَّا پر وقف کرنے سے ماقبل کی نفی ہو جائے گی۔ اور معنیٰ یہ ہو جائیں گے۔ ابو جہل اور اس کی جماعت والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو ایذائیں پہنچا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی ایذاء رسانیوں کا علم نہیں۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ اس معنیٰ کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔ اور کَلَّا سے ابتداء کرتے سے معنیٰ یہ ہوں گے۔ کیا ان کو یعنی ابو جہل اور اس کی جماعت والوں کو معلوم نہیں کہ خدا دیکھ رہا ہے۔ کان کھول کر سن لو کہ یقیناً اگر وہ یعنی ابو جہل اور اس کی جماعت والے کار خیر کو روکنے اور حق کے خلاف پروپیگنڈا کرنے سے باز نہ آئے مطلب یہ ہے یعنی اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھنے سے روکتے رہے اور دین حق کی دعوت میں آڑے آتے رہے اور مخالفت کرتے رہے تو ہم ان جھوٹے کافروں کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جائیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۹۔ سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَۃَ ۝ کَلَّا لَا تُطِعۡہُ (علق)

الوقف: کَلَّا پر وقف اس لیے درست نہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر یعنی سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَۃَ کی نفی لازم آتی ہے۔ گو بعض علماء نے کَلَّا پر وقف کو جائز بنایا ہے۔ لیکن اس میں بعض اشکال ہیں۔ اور نفی کا بھی احتمال ہے۔ لہٰذا کَلَّا پر وقف جائز نہیں۔ البتہ کَلَّا سے ابتدا حسن اور عمدہ ہے۔ اور کَلَّا بمعنی حَقًّا یا بمعنی اَلَا ہوگا۔

المعانی: نَادِیَہٗ اس جگہ کا نام ہے۔ جہاں ابوجہل کی قوم اور اس کے قبیلہ والے جمع ہو کر مشورہ کرتے تھے۔ فرمایا تو نَادِیَہٗ والے یعنی اپنی قوم اور اپنی جماعت کو بلالے۔ جس پر تجھے ناز و غرور اور گھمنڈ ہے۔ نَادِیَہ کی طرف نسبت مجازی ہے۔ اس کو اصطلاح میں مجاز بالاسناد کہتے ہیں۔ اور ہم بھی زَبَانِیَۃٌ یعنی دوزخ کے کارندوں کو بلالیں گے۔ زَبَانِیَۃٌ سے جہنم کے داروغہ اور کارندے (ابن عباس) سخت مزاج والے فرشتے (زجاج) مراد ہیں۔ زَبَانِیَۃٌ زَبْنِیّ کی یا زَبْنِیَۃٌ بروز عِفْرِیَۃٌ کی جمع ہے۔ زَبْنِیَۃٌ کا مادہ زَبْنٌ ہے۔ جس کے معنی ہیں دفع کرنا، دُور کرنا، دھکیلنا۔ اور عِفْرِیَۃٌ بمعنی ناپاک اور بکواس کرنے والا۔ ظالم اور ستمگار۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر ابوجہل اپنے کنبہ اور قبیلہ والوں کو بلالیتا تو جہنم کے کارندے علی الاعلان کھلی آنکھوں سے دیکھتے۔ جو اس کو اور اس کی جماعت کو پکڑ لیتے۔ محلی نے اس قول کو حدیث مرفوع کہا ہے۔ کَلَّا یعنی غور سے سنو یقیناً ایسا ہوگا کہ اگر اس نے اپنے کنبہ والوں کو بلایا تو ہم زبانیہ کو بلائیں گے۔ آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ آپ اسکی بات نہ مانیں۔ یعنی نماز پڑھنا نہ چھوڑیں۔ اور اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے رہیں۔ اور نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے رہیں۔

سورۃ التکاثر

اس میں کَلَّا تین جگہ ہے۔

۳۰ تا ۳۲۔ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ ثُمَّ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ کَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ۔

الوقف: ان تینوں جگہ کَلَّا پر وقف جائز نہیں۔ کیونکہ اس سے ماقبل کی نفی ہوجائے گی۔ البتہ پہلے اور تیسرے موقع میں کَلَّا سے ابتدا درست ہے۔ اور دوسرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقع میں کَلَّا سے پہلے حرف عطف ثُمَّ ہونے کی بنا پر اس سے ابتداء بھی جائز نہیں۔ اور گو بعض علماء نے ان مواقع میں کَلَّا پر وقف کے جائز ہونے کی توجیہہ کی ہے۔ مگر محض ایک احتمال ہی ہے۔ اس لیے وقف نہ کرنا ہی راجح اور ہر قسم کے اشکال و غبار سے صاف اور واضح ہے۔

المعانی:۔ پہلے موقع میں کَلَّا پر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ عزت وجاہ اور مال و اولاد کی کثرت کے تفاخر نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل اور اس کی گرفت سے بے خوف کر دیا ہے۔ ایسی بات ہرگز نہیں۔ کہ تفاخر کی وجہ سے ہلاکت ہو۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ حالانکہ یہاں تفاخر کے ہولناک نتائج سے ڈرانا اور آگاہ کرنا ہی مقصود ہے۔ اس لیے کَلَّا حَقًّا اور اَلَا کے معنیٰ میں ہے اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ شان و شوکت کے تفاخر نے تم کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔ کان کھول لو تم یقیناً اس کا انجام دیکھ لو گے۔

دوسرے اور تیسرے موقع میں کَلَّا پر وقف کرنے سے معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ پہلی آیت میں شان و شوکت میں تفاخر کرنے والوں کو آخرت میں ہلاکت و بربادی کی خبر دی گئی ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ اور کَلَّا کو بعد سے ملا کر پڑھنے کی صورت میں معنیٰ یہ ہوں گے کان سن لو آج جو تفاخر کر رہے ہو کل یقیناً اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ اور کھلی آنکھوں دیکھ لو گے کہ کس طرح، طرح طرح کے عذاب میں گرفتار ہو گے۔ اَللّٰھُمَّ قِنَا عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ۔ پس دونوں جگہ کَلَّا پہلے کی تاکید کے لیے ہے۔

سورۃ الھمزۃ اس میں کَلَّا ایک جگہ ہے۔

۲۳۔ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ج كَلَّا ط

الوقف:۔ اَخْلَدَهٗ کے بجائے کَلَّا پر وقف حسن، عمدہ ترین اور مفہوم کو خوب واضح کرنے والا ہے۔ اور کَلَّا رد و ابطال کے لیے ہوگا۔ اس صورت میں نافع، ابوحاتم اور نُصَیر وغیرہم ائمہ فن کے نزدیک کَلَّا پر وقف تام ہوگا۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اَخْلَدَهٗ پر وقف کیا جائے۔ اور کَلَّا کا مابعد سے وصل کیا جائے۔ اس صورت میں کَلَّا بمعنیٰ حَقًّا اَیْ حَقًّا لَیُنْبَذَنَّ۔ اور بمعنیٰ اَلَا اَیْ اَلَا لَیُنْبَذَنَّ ہوگا۔ اور ان دونوں معنوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

..یں اَخْلَدَہٗ ہ پر وقف تام ہوگا۔ یہ قول اخفش نحوی کا ہے۔ پہلا قول زیادہ قوی ہے۔

المعانی:۔ کَلَّا پر وقف کرنے کی صورت میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ مالدار خیال کرتا ہے کہ اس کا مال دنیا میں اس کو ہمیشہ کی جینے والی زندگی دے گا۔ اور نادار بھوک سے مر جائے گا۔ ایسا ہرگز نہیں۔ یہ اس کا زعم باطل ہے۔ بلکہ حقیقت میں دوامی زندگی تو ایمان اور اعمال صالح والوں کو حاصل ہوگی۔ مال تو نرا دھوکا ہے۔ اس سے دوامی زندگی کہاں حاصل ہوگی۔ اور اَخْلَدَہٗ ج پر وقف کریں تو معنیٰ یہ ہوں گے۔ مالدار گمان کئے بیٹھا ہے کہ اس کا مال دنیا میں اس کو دوامی زندگی دے گا۔ تو جو کریں اگر اس نے دنیا میں چند روز عیش وعشرت کرلی بھی تو کیا ہوا۔ یقیناً اور بالیقین وہ آخرت میں حطمہ یعنی جہنم میں ڈالا اور جھونکا جائے گا۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ۔

مؤلف کی تحقیق

اگرچہ کَلَّا کی معنوی تشریح اور تفسیر کے بارے میں قدماء اور اصحاب علم و دانش نے طویل بحث کی ہے۔ لیکن راقم نے اختصار کے پیش نظر محققین ائمہ فن:

۱۔ علامہ امام ابوجعفر احمد بن محمد بن اسماعیل نحّاس متوفی ۳۳۸ھ۔

۲۔ علامہ امام ابو محمد مکی بن ابی طالب قیسی متوفی ۴۳۷ھ۔

۳۔ علامہ امام ابو عمرو عثمان بن سعید دانی متوفی ۴۴۴ھ۔

۴۔ امام الفن علامہ ابوالخیر محمد بن محمد الجزری متوفی ۸۳۳ھ۔

۵۔ علامہ احمد بن محمد اشمونی متوفی ۹۰۰ھ۔

۶۔ شیخ الاسلام زکریا انصاری متوفی ۹۲۶ھ

۷۔ صاحب غیث النفع ولی اللہ سیدی علی نوری صفاقسی متوفی ۱۱۱۸ھ کی مختار اور پسندیدہ تحقیق کو اختیار کیا ہے۔

وَاللّٰهُ هُوَ الْمُوَفِّقُ لِلتَّحْقِيْقِ وَالصَّوَابِ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصۃ البحث

وقف و ابتداء کی رُو سے کَلَّا کی چار قسمیں

ا۔ وہ گیارہ مقامات جن میں وقف و ابتداء دونوں جائز ہیں۔ یعنی اگر کَلَّا کو ردو جزر کے معنیٰ میں لیں تو وقف جائز ہے۔ اور اگر حَقًّا و اَلَا کے معنیٰ میں لیں تو ابتداء درست ہے۔ اور دونوں باتیں صحیح ہیں۔ لیکن بہ نسبت ابتداء کے وقف مختار ہے۔ کیونکہ ان مواقع میں کَلَّا پر وقف تام ہے۔ جو کہ کَلَّا سے پہلے نہیں ہے۔ وہ مواقع یہ ہیں:

۱۔ عَهْدًا ۝ كَلَّا ط۔ ۲۔ عِزًّا ۝ كَلَّا ط (دونوں مریم ع ۵ میں)

۳۔ فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا ط (مؤمنون ع ۶)

۴۔ شُرَكَاءَ كَلَّا ط (سباع ۳)

۵۔ ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝ كَلَّا ط (معارج ع ۱)

۶۔ جَنَّةَ نَعِيمٍ ۝ كَلَّا ط (معارج ع ۲)

۷۔ اَنْ اَزِيدَ ۝ كَلَّا ط (مدثر ع ۱)

۸۔ مُنَشَّرَةً ۝ كَلَّا ط (مدثر ع ۲)

۹۔ اَسَاطِيرُ الْاَوَّلِينَ ۝ كَلَّا بَلْ رَانَ (تطفیف)

۱۰۔ اَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَلْ لَا تُكْرِمُونَ (فجر)

۱۱۔ اَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا (ہمزہ)

۲۔ وہ اٹھارہ مقامات جن میں کَلَّا سے ابتدا ہوگی۔ یعنی ان مقامات میں کَلَّا حَقًّا یا اَلَا یا دونوں کے معنیٰ میں ہے۔ اس لیے وقف کَلَّا کے بجائے ماقبل پر ہوگا۔ اور پھر کَلَّا سے ابتداء ہوگی۔ وہ مقامات یہ ہیں:

۱۔ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ (مدثر ع ۲)

۲۔ كَلَّا اِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۝ (مدثر ع ۲)

۳۔ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ (قیٰمۃ ع ۱)

۴۔ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ (قیٰمۃ ع ۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ كَلَّآ إِذَا بَلَغَتِ (قیٰمۃ ع ۱) ۶۔ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۙ (ع ۱)

۷۔ كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۞ (عبس) ۸۔ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ (عبس)

۹۔ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ (انفطار) ۱۰۔ كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ (تطفیف)

۱۱۔ كَلَّآ إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ (تطفیف) ۱۲۔ كَلَّآ إِنَّ كِتٰبَ الْأَبْرَارِ (تطفیف)

۱۳۔ كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ (فجر) ۱۴۔ كَلَّآ إِنَّ الْإِنْسَانَ (علق)

۱۵۔ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ (علق) ۱۶۔ كَلَّا لَا تُطِعْهُ (علق)

۱۷۔ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (تکاثر) ۱۸۔ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ (تکاثر)

۳۔ وہ دو مقام جن میں وقف و ابتدا دونوں ہی جائز نہیں یعنی نہ تو کَلَّآ پر وقف درست ہے اور نہ اس کے ماقبل پر۔ اس لیے دونوں ہی طرف سے وصل ہوگا۔

۱۔ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۙ (نباء ع ۱) ۲۔ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (تکاثر)

۴۔ وہ دو مقام جن میں کَلَّآ پر وقف تو جائز ہے۔ لیکن کَلَّآ سے ابتداء درست نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے ان دو جگہ میں کَلَّآ قَالَ کا مقولہ ہے۔

۱۔ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا (شعراء ع ۱) ۲۔ قَالَ كَلَّا ۚ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي (شعراء ع ۴)

وقف و ابتداء کے متعلق چند تنبیہات ــــ نشر

پہلی تنبیہہ: کیا عند الفقہاء وقف قبیح کا ارتکاب حرام ہے؟ ائمہ قراۃ اور مجودین کا کہنا ہے کہ:

۱۔ مضاف پر بغیر مضاف الیہ کے ۲۔ فعل پر بغیر فاعل کے ۳۔ فاعل پر بغیر مفعول کے ۴۔ مبتدا پر بغیر خبر کے ۵۔ کَانَ اور اس کے ہم جنس یعنی افعال ناقصہ پر بغیر خبر کے ۶۔ إِنَّ اور اس کے ہم جنس حروف مشبہ بفعل پر بغیر خبر کے ۷۔ منعوت و موصوف پر بغیر نعت و وصف کے۔ ۸۔ معطوف علیہ پر بغیر معطوف کے ۹۔ قسم پر بغیر جواب قسم کے ۱۰۔ ایسے ہی کسی حرف پر بغیر اس کے مدخول و معمول کے وقف جائز نہیں۔

ان کے علاوہ کچھ چیزیں اور بھی ہیں۔ جن کو علامہ انباری نے کتاب ایضاح الوقف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والابتداء میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ان کا بھی یہی حکم ہے۔

اب رہی یہ بحث کہ وقف وابتداء کی شرعی کیا حیثیت ہے۔ اس موضوع پر مقدمہ میں تفصیل سے بات ہو چکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وقف وابتداء کی بحث خالص علمی ہے۔ اس لیے قراء ومجودین اور علماء کرام پر تو حسن وقف وابتداء کی رعایت شرعی طور پر واجب ہے۔ البتہ عوام شرعی اعذار کی بنا پر مستثنیٰ ہیں۔ اسی مفہوم کو ائمہ فن اور ارباب علم ودانش وجوب عرفی سے تعبیر کرتے ہیں۔ تاکہ عوام وجوب فقہی کی زد میں آ کر گنہگار نہ ہوں۔

دوسری تنبیہ:۔ وقف تعسف کی حقیقت اور اس کا حکم

بعض نفس وہویٰ کے پجاریوں نے اپنے باطل اغراض ومقاصد کو زبردستی قرآن سے ثابت کرنے کے لیے علم وقف وابتداء، علم قراءۃ وتجوید، علم نحو اور علم تفسیر وغیرہ کے واضح اور مسلّم اصول وقواعد کے خلاف بہت سے ایسے مقامات وقف وابتداء کے لیے مقرر کیے ہوئے ہیں جہاں کسی طرح بھی نہ وقف ہی جائز ہے اور نہ ہی وہاں سے ابتداء درست ہے۔ اور وہ ایسا اس لیے کرتے ہیں کہ اس آڑ میں اپنے باطل مزعومات کے مطابق کلام ربانی کی غلط تاویلیں کر کے اس کو اپنے لیے دلیل بنا سکیں۔ مثلاً:

۱۔ وَارْحَمْنَا اَنْتَ (بقرۃ ع ۴۰) پر وقف کر کے مَوْلٰنَا کو منادیٰ بنا کر اس سے ابتداء کرنا۔ اس صورت میں حرف نداء محذوف سمجھیں گے۔ اَیْ یَا مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا۔ یعنی اے ہمارے مولیٰ ہماری مدد فرما۔ حالانکہ اَنْتَ مبتدا ہے۔ اور مَوْلٰنَا اس کی خبر ہے۔ پس یہ کلام الٰہی میں کھلی تحریف ہے۔ اور یہ تفسیر اسلاف سے ہٹ کر ہے۔ اس بنا پر اَنْتَ پر وقف کر کے مَوْلٰنَا سے ابتداء کرنا جائز نہیں۔

۲۔ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ (نساء ع ۹) پر وقف کر کے بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَا سے ابتداء کرنا۔

۳۔ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ (لقمان ع ۲) پر وقف کرے بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ سے ابتداء کرنا اور دونوں جگہ بِاللّٰهِ کی باء کو قسمیہ بنانا۔ حالانکہ یہاں بِاللّٰهِ کا تعلق يَحْلِفُوْنَ اور لَا تُشْرِكْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ہے۔ باء قسمیہ تو ہے ہی نہیں۔ یہ بھی معنوی تحریف ہے۔ جس کی گنجائش نہیں۔

۴۔ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ (بقرہ ع ۱۹) پر وقف کر کے عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا سے ابتداء کرنا۔

۵۔ وَمَا كَانَ حَقًّا (روم ع ۵) پر وقف کر کے عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ سے ابتداء کرنا۔ اس بنا پر کہ عَلَيْهِ اور عَلَيْنَا میں عَلٰی، وَاجِبٌ یا لَازِمٌ کے معنٰی کے لیے متضمن ہے۔

۶۔ وَهُوَ اللّٰهُ (انعام ع ۱) پر وقف کر کے فِي السَّمٰوٰتِ سے ابتداء کرنا اس صورت میں قباحت ظاہر ہے۔ لیکن اس سے زیادہ قباحت اس میں ہے کہ فِي السَّمٰوٰتِ پر وقف کر کے وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ سے ابتداء کرنا۔

فائدہ: متکلمین کے یہاں ذات باری تعالٰی کے متعلق دو عقیدے ہیں۔

الف۔ یہ کہ اللہ تعالٰی کی ذات آسمان و زمین میں ہر جگہ موجود ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں وَهُوَ اللّٰهُ پر وقف نہ سے ظاہر ہے۔

ب۔ یہ کہ ذات باری تعالٰی عرش پر مُسْتَوِی ہے۔ البتہ اس کا علم آسمان و زمین کی تمام کائنات پر محیط ہے۔ متکلمین کی یہ جماعت وَهُوَ اللّٰهُ پر وقف کرنے کے بعد فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ کو بھی وقف کے ذریعہ مابعد سے جدا کر دیتی ہے۔ تاکہ ان کے عقیدہ پر زد نہ پڑے۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو وَهُوَ اللّٰهُ کے بجائے فِي السَّمٰوٰتِ پر وقف کر کے وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ کو علیحدہ کر دیتے ہیں جس میں پہلی صورت سے بھی زیادہ شدید قباحت ہے۔

۷۔ وَيَخْتَارُ ط (قصص ع ۷) کو بعد والے مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ط کے ساتھ ملا کر الْخِيَرَةُ پر وقف کرنا۔ خاص اس موقع سے متعلق مقدمہ میں تفصیلی بات ہو چکی ہے۔

۸۔ تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا ٥ (دہر ع ۱) تُسَمّٰى پر اس حیثیت سے وقف کرنا کہ

اس کے معنٰی عَيْنًا فِيهَا مُسَمَّاةً مَعْرُوفَةً ہے۔ یعنی جنت میں زنجبیل کا ایک ایسا چشمہ جو وہاں خوب مشہور و معروف ہے۔ اور سَلْسَبِيلًا سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حیثیت سے ابتدا کرنا کہ یہ جملہ امریہ ہے۔ جو کہ سَلْ یعنی انسان امر اور سَبِیْلًا بمعنیٰ طریق سے مرکب ہے۔ اس صورت میں معنیٰ یہ ہو جائیں گے کہ تو اللہ تعالیٰ سے ایسے راستے کا سوال کر جو تجھے اس چشمہ تک پہنچا دے۔ اور یہ صریح معنوی تحریف ہے۔ کیونکہ سَلْسَبِیْلًا مفرد کلمہ ہے۔ اور زنجبیل والے چشمہ کا نام ہے۔ علاوہ ازیں تمام مصاحف عثمانیہ میں یہ ایک ہی کلمہ ہے۔ مرکب قطعاً نہیں۔

۹۔ لَا رَیْبَ پر وقف کر کے فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۞ سے ابتدا کرنا۔ یہ بھی مرجوح ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں۔ کیونکہ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الٓمّٓ السجدۃ ع ۱) سے اس کی تردید ہوتی ہے۔

۱۰۔ اور یہ جدت بھی قابل تردید ہے کہ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ پر وقف کر کے اَللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۞ سے ابتداء کی جائے۔ اس صورت میں یَشَآءُ فاعل کے بغیر رہ جائے گا اور اَللّٰهُ جو کہ یَشَآءُ کا فاعل ہے رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کے لیے مبتدا ہو جائے گا۔ جو کہ صریح معنوی تحریف ہے۔ نشر کی بیان کردہ ان دس مثالوں کے علاوہ صاحب نہایۃ القول المفید نے مزید پانچ مثالیں ذکر کی ہیں۔

۱/۱۱۔ اَمْ لَمْ تُنْذِرْ پر وقف کر کے هُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ سے ابتداء کرنا۔ اس صورت میں هُمْ ضمیر لَمْ تُنْذِرْ کے مفعول کے بجائے لَا یُؤْمِنُوْنَ کے لیے مبتدا ہو کر جملہ اسمیہ ہو جائے گا۔ یہ بھی معنوی تحریف ہے۔

۲/۱۲۔ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ (مائدۃ ع ۱۶) پر وقف کر کے بِحَقٍّ سے ابتداء کرنا۔ بِحَقٍّ کا تعلق اَقُوْلَ کے ساتھ جو تھا وہ کٹ گیا۔ یہ بھی تحریف معنوی ہے۔

۳/۱۳۔ قَالُوْا یٰمُوْسَی ادْعُ لَنَا رَبَّكَ (اعراف ع ۱۶) پر وقف کر کے بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ سے ابتداء کرنا۔ یہاں بھی وہی قباحت ہے جو اس سے پہلے گذری یعنی بِمَا عَهِدَ کا جار مجرور کی حیثیت سے اُدْعُ کے ساتھ جو تعلق تھا۔ وقف کی وجہ سے وہ نہ رہا۔

۴/۱۴۔ وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ (دہر ع ۱) پر وقف کر کے رَاَیْتَ نَعِیْمًا سے ابتدا کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں شدید بدترین قباحت ہے۔ کیونکہ اِذَا کا جواب تو ثَمَّ کے بعد رَاَیْتَ ہے۔ اور ثَمَّ اس جواب یعنی رَاَیْتَ کا ظرف مقدم ہے۔ بے موقع وقف نے کتنی بڑی خرابی پیدا کر دی۔

۵/۱۵ - کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ پر وقف کرکے عِلْمَ الْیَقِیْنِ ہ سے ابتداء کرنا۔ اس صورت میں عِلْمَ الْیَقِیْنِ جو کہ مفعول ہے اپنے فعل بافاعل یعنی تَعْلَمُوْنَ سے کٹ گیا۔ پس اس قسم کے وقوف سے بچنا ہی ضروری ہے۔ ورنہ عمداً اوقاف ممنوعہ پر وقف کرنے والا حدیث شریف رُبَّ قَارِیٍٔ لِّلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ کے مصداق ہوگا۔ (کشف النظر ۱/۳۳۱) اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔

تنبیہ: حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ، کی تحقیق میں رُبَّ قَارِیٍٔ لِّلْقُرْاٰنِ الخ حدیث نہیں اثر ہے۔ اور محدثین کی اصطلاح میں صحابی کے قول کو اثر کہتے ہیں۔ ویسے علماء کرام اثر کو بھی مجازاً حدیث کہہ دیتے ہیں۔

تیسری تنبیہ: وقف لازم کے بیان میں

علامہ جزری جو کہ اپنے زمانہ سے لے کر آج تک بلا نزاع محقق تسلیم کیے گئے ہیں۔ شیخ القراء و شیخنا حضرت قاری فتح محمد صاحب مدنی ؒ نے عنایات رحمانی کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ علامہ جزری نے ہر ہر مسئلہ کی اتنی تحقیق کی ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ محقق کے لقب سے معروف و مشہور ہیں۔ علامہ جزری نے وقف لازم کی بحث کو نشر میں تنبیہات کے ضمن میں لکھا ہے۔ تاکہ اس کی اہمیت پر تنبیہ ہو جائے۔

رب کریم کی خاص الخاص عنایت و توفیق سے یہ مضمون " وقف لازم کی نحوی و معنوی تشریح کے عنوان سے گذر چکا ہے۔

چوتھی تنبیہ: وقف مُرَخَّص لِضَرُوْرَۃٍ کی بحث

علامہ جزری وغیرہ ائمہ فن نے لکھا ہے کہ حق تو یہ ہے کہ پوری آیت ایک سانس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں پڑھی جائے۔ اور ایسے ہی پورا مضمون اور پورا قصہ۔ لیکن سانس کی تنگی کی وجہ سے ایسا کرنا ممکن نہیں۔ خاص طور سے ترتیل وتحقیق کی حالت میں تو ایسا ممکن ہی نہیں۔ اس لیے علماء امت نے جس طرح قرآن کو ہر قسم کی غلطیوں سے پاک اور محفوظ رکھنے کے لیے متعدد علوم مدون کیے۔ اور کئی علوم وضع کیے۔ ایسے ہی قرآن کو وقف و ابتداء کی غلطیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے علم وقوف کی تدوین فرمائی۔ اور ائمہ فن نے تصریح کی ہے کہ یہ مقدس علم جو کہ جامع العلوم ہے، توقیفی ہے ۔۔۔ علامہ جزری نے لکھا ہے کہ وقف مُرَخَّصٌ لِضُرُوْرَةٍ بر اصطلاح علامہ سجاوندی نے وضع کی ہے۔ جس کی رمز (ص) ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ایسا وقف جس کی اجازت محض ضرورت کی بنا پر ہے یوں تو بوقت ضرورت ہر کلمہ غیر موصولہ کے آخر پر وقف کرنا جائز ہے۔ حتیٰ کہ مجبوری کے وقت وقف قبیح بلکہ وقف اقبح پر بھی ٹھہرا جا سکتا ہے۔ اور تھوڑے سے تدبر سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ وقف مرخص وقف حسن ہی کی ایک قسم ہے۔ البتہ ان میں فرق اتنا ہے کہ اگر وقف کے بعد اعادہ کے لیے مناسب موقع محل ہے تو وہ وقف حسن ہے۔ پس اس صورت میں اعادہ ہی ہوگا۔ اور رؤس آیات کا حکم اس سے مختلف ہے۔ اور اگر ایسا موقع ہو جہاں وقف کرنے میں معنوی قباحت تو کوئی نہیں۔ لیکن اعادہ کے لیے مناسب موقع محل نہیں ہے۔ ایسی حالت میں بوجہ مجبوری اعادہ کے بجائے ابتداء ہوگی۔ اور ایسی صورتیں ترتیل وتحقیق میں کثرت سے پیش آتی ہیں۔ مثلاً:

الف: ۱۔ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۲۔ وَالنَّبِيّٖنَ ۳۔ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۴۔ عٰهَدُوْا (چاروں مواقع بقرہ ع ۲۲ میں)

ب: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ۔ وَبَنٰتُكُمْ۔ وَاَخَوٰتُكُمْ۔ وغیرہ

اس موقع میں جن محرمات کا ذکر ہے ہر ایک پر بوقت ضرورت وقف کرکے مابعد سے ابتداء کرنا۔ اور ان میں سب سے آخری مرخص اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ پر ہے۔ البتہ اس سے پہلے رأس آیت (رَحِيْمًا ۝) پر وقف اکفیٰ ہے۔

ج: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے لے کر مضمون کے آخر هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک گیارہ رؤس آیات پر۔

د۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ٭ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا تک تمام رؤس آیات۔

یہ تمام مثالیں وقف مرخص کی ہیں۔

پانچویں تنبیہ: چھوٹے چھوٹے جملوں پر وقف کا حکم

جس طرح لمبی آیتوں اور لمبے مضمون میں مجبوراً وقف مُرَخَّصْ کی اجازت ہے۔ ایسے ہی چھوٹے چھوٹے جملوں پر بلا ضرورت وقف جائز نہیں۔ مثلاً:

۱،۲۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ اور وَاٰتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ پر بلا ضرورت ٹھہرنا درست نہیں۔ کیونکہ اول کے قریب بِالرُّسُلِ اور ثانی کے قریب الْقُدُسِ پر وقف ہے۔

۳۔ ایسے ہی علماء اوقات مٰلِكَ الْمُلْكِ پر وقف پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کے قریب تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ پر وقف ہے۔ اس آیت کے تمام جملوں کا یہی حکم ہے۔

چھٹی تنبیہ: بوقت ضرورت چھوٹے جملوں پر بھی وقف جائز ہے

ابھی یہ بات گذری ہے کہ چھوٹے جملوں پر بلا ضرورت وقف جائز نہیں۔ یہ حکم کلی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ترتیل و تحقیق میں پڑھیں یا قراءت کو جمع کی صورت میں پڑھیں یا تعلیم و تفہیم کی غرض سے کہیں وقف کرنا مقصود ہو تو چھوٹے جملوں پر بھی وقف جائز ہے۔ اور ان حالات میں ٹھہرنا وقف مُرَخَّصْ کے حکم میں ہوگا۔ اور بعض اوقات تو ایسے موقعوں پر وقف کرنا قراءۃ میں حسن و خوبی پیدا کر دیتا ہے۔ یا کوئی ایسی بات پیش آجائے جو وقف کا تقاضا کرتی ہو مثلاً اظہار معنیٰ یا کسی پوشیدہ اور باریک بات پر تنبیہ کرنا۔ وغیرہ تو ان صورتوں میں چھوٹے جملوں پر وقف کرنا کوئی عیب نہیں۔ خواہ ایک ہی کلمہ کیوں نہ ہو مثلاً بَلٰى یا كَلَّا یا ان کی مانند دوسرے کلمات۔ چنانچہ قراء اور علماء نے تصریح کی ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان جیسے چھوٹے جملوں سے ابتدا کر کے انہی پر وقف کرنا بلاشبہ درست ہے۔ کیونکہ سب سے اہم مقصد تعلیم اور تفہیم معنیٰ ہے۔

ساتویں تنبیہ: وقف میں ازدواج کی رعایت

بسا اوقات وقف میں ازدواج کی رعایت بھی قرأۃ میں حسن وخوبی پیدا کر دیتی ہے۔ وقف میں ازدواج کا مطلب ہے کہ اس جملہ کا وصل اس جیسے دوسرے جملہ سے کر کے وقف کیا جائے۔ اور حقیقت میں دوسرا جملہ محل وقف ہوتا ہے۔ یعنی اس کے آخر میں بات پوری ہو جاتی ہے۔ اور اس کا مابعد سے تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً:

۱۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ کا وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ سے۔
۲۔ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ کا وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ سے۔
۳۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ کا وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ سے۔
۴۔ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ کا وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ سے۔
۵۔ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ کا وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ سے۔
۶۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ کا وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا سے ازدواجی تعلق ہے۔

ان کو اور ان جیسے دوسرے جملوں کو وصل سے پڑھنا قرأۃ میں معنوی حسن وخوبی پیدا کرتا ہے۔ جس سے اہل علم ہی لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور یہ امام النحو نصیر بن محمد اور ان کے متبعین ائمہ وقف کا مختار اور پسندیدہ طریقہ ہے۔ جس کو محقق علامہ جزری وغیرہ اہل علم نے بھی پسند کیا۔

آٹھویں تنبیہ: وقف مراقبہ ومعانقہ کا بیان

مراقبہ اور معانقہ ایک ہی وقف کے دو نام ہیں۔ قدماء میں مراقبہ کے نام سے مشہور ومعروف تھا۔ اور آجکل معانقہ کہتے ہیں مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔ اور اس کی علامت یہ ہے (∴ ــــ ∴) یعنی تین تین نقطے۔ اور یہ وقف ایسے جملہ پر ہوتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کی تفسیر میں علماء کی دو رائے ہوں یعنی بعض کے نزدیک اس کا تعلق ماقبل کے ساتھ ہو اور بعض کے نزدیک مابعد کے ساتھ۔ اور دونوں ہی احتمال درست ہوں۔ مثلاً:۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ∴ فِيْهِ ∴ اکثر علماء کے نزدیک فِيْهِ کا تعلق ماقبل کے ساتھ ہے۔ اس صورت میں وقف فِيْهِ پر ہوگا۔ اور معنٰی یہ ہوں گے یہ کتاب ایسی ہے جس میں کسی طرح کا کوئی شک وشبہ نہیں۔ متقی لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ فِيْهِ کا تعلق مابعد سے ہو۔ اس صورت میں وقف لَا رَيْبَ ∴ پر ہوگا۔ اور معنٰی یہ ہوں گے یہ ایسی کتاب ہے جو بغیر شک وشبہ کے ہے۔ اس کتاب میں متقی لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ اور یہ دونوں تفسیریں درست ہیں۔

وقف معانقہ پر وقف کی عملاً چار وجہیں

۱۔ وصل اول فصل ثانی ۲۔ فصل اول وصل ثانی ۳۔ وصل کل ۴۔ فصل کل۔ ملا علی قاری نے المنح الفکریہ میں فرمایا ہے کہ بعد والی دو وجہیں وصل کل اور فصل کل ناجائز ہیں۔ اور وصل اول فصل ثانی اور فصل اول وصل ثانی جائز ہیں۔

اس کے بعد شیخ القراء حضرت شیخنا قاری محمد عبدالمالک صاحبؒ فرماتے ہیں۔

"لیکن میں کہتا ہوں کہ فصل کل کو تو بے شک ناجائز کہنا ٹھیک ہے۔ مگر وصل کل کو ناجائز کہنا ٹھیک نہیں۔ اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ لہٰذا صرف فصل کل ناجائز ہے۔ باقی تینوں قسمیں جائز ہیں۔"

(سوانح امام القراء حضرت قاری محمد عبدالمالک صاحبؒ ص۹)

محقق علامہ جزری لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے جس شخص نے وقف مراقبہ پر آگاہ کیا ہے وہ امام استاذ ابوالفضل رازیؒ ہیں۔ اور انہوں نے اس کو علم عروض کی اصطلاح "مراقبہ" سے اخذ کیا ہے۔ جس کے معنٰی ہیں دو ایسے خفیف سببوں کا جمع ہو جانا جن میں سے صرف ایک کا سقوط ضروری ہو۔ یہاں دو خفیف سببوں سے دو وقف مراد ہیں۔ جو ایک موقع پر جمع نہیں ہو سکے۔ ورنہ درمیان والا جملہ بے ربط اور بے معنٰی ہو جائے گا۔ آجکل وقف مراقبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جگہ حاشیہ پر معانقہ یا صرف مع لکھا ہونا ہے۔ اور یہ ۲۵ جگہ ہے۔ اگر رب کریم کی خصوصی عنایات و توفیق شامل حال رہیں تو ان مقامات کی معنوی تشریح پیش خدمت کی جائے گی۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ ٥ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ٥

محمد تقی الاسلام
منگل یکم ربیع الاول ۱۴۰۹ھ
۱۱۔ اکتوبر ۱۹۸۸ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بلیٰ" کی لفظی و معنوی تشریح

یہ مضمون درج ذیل کتابوں کی مدد سے تیار ہوا ہے۔

۱۔ امام الفن علامہ ابومحمد مکی بن ابی طالب قیسی (متوفی ۴۳۷ھ) کی کتاب (شرح کلّا و بلیٰ ونعم) پورے مضمون میں یہ کتاب پیش پیش رہی ہے۔

۲۔ علامہ موصوف کا دوسرا رسالہ (اختصار القول فی الوقف علی کلّا و بلیٰ ونعم) یہ پہلی کتاب کا صرف وقف سے متعلق خلاصہ ہے۔

۳۔ القطع والائتناف۔ للامام احمد بن محمد بن اسماعیل المعروف نحّاس (متوفی ۳۳۸ھ) یہ کتاب ماخذ و مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ علمی خزینہ ہے۔ ہر مسئلہ کو سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۴۔ المکتفیٰ فی الوقف والابتداء۔ للامام المقری ابی عمرو عثمان بن سعید الدانی (متوفی ۴۴۴ھ)

۵۔ التمہید فی علم التجوید۔ للمحقق علامہ ابوالخیر محمد بن محمد الدمشقی الشہیر علامہ ابن الجزری (متوفی ۸۳۳ھ) آپ کی شخصیت علمی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ محقق کے ممتاز لقب سے معروف ہیں۔

۶۔ منار الہدیٰ فی بیان الوقف والابتداء۔ علامہ احمد بن محمد بن عبدالکریم اشمونی (متوفی ۱۱۰۰ھ) قابل قدر تالیف ہے۔

۷۔ المقصد لتلخیص ما فی المرشد فی الوقف والابتداء۔ اصل کتاب جو المرشد کے نام سے ہے۔ علامہ ابومحمد الحسن بن علی العمّانی (اردنی) کی مایہ ناز تالیف ہے۔ آپ کا انتقال چھٹی صدی ہجری میں ہوا ہے۔ اس کتاب کا خلاصہ المقصد کے نام سے شیخ الاسلام ابویحییٰ زکریا بن محمد بن احمد بن زکریا انصاری شافعی مصری قاضی، مفسر، محدث (متوفی ۹۲۶ھ) نے کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ جمال القراء و کمال الاقراء۔ علامہ علم الدین علی بن محمد السخاوی (متوفی ۶۴۳ھ) کی شہرہ آفاق کتاب ہے۔ جس کا علمی دنیا میں بلند ترین مقام ہے۔ ۱۴۰۸ھ میں پہلی بار طبع ہوئی ہے۔

۹۔ املاء ما منّ بہ الرحمٰن۔ علامہ ابوالبقاء عبداللہ بن الحسین بن عبداللہ عکبری (۶۱۶ھ) کی تالیف ہے۔ بہترین علمی خزینہ ہے۔

ان کے علاوہ اور کتابوں کا بھی تعاون شامل ہے۔ فجزاھم اللہ خیرًا۔

بَلٰی کی لفظی و معنوی تشریح

۱۔ بَلٰی ماقبل کی نفی کو رد کر کے اسے مثبت کرتا ہے۔ خواہ نفی خبریہ ہو یا نہی ہو۔

۱۔ نفی خبریہ کی مثال: کہنے والا کہتا ہے مَا اَكَلْتَ شَيْئًا۔ آپ نے کچھ نہیں کھایا۔ وہ جوابًا کہتا ہے بَلٰی۔ ہاں۔ اَیْ قَدْ اَكَلْتُ۔ یقیناً میں نے ابھی کھایا ہے۔

۲۔ نہی کی مثال: لَا تَدْخُلِ الدَّارَ۔ گھر میں مت داخل ہونا۔ وہ جواب میں کہتا ہے۔ بَلٰی۔ ہاں۔ اَیْ بَلٰی اَدْخُلُهَا۔ ہاں میں گھر میں داخل ہوں گا۔ بَلٰی نے دونوں جگہ ماقبل کی نفی کا رد کر کے اسے مثبت کر دیا۔ اور نفی کی ضد یعنی اثبات کا تحقق ہو گیا۔ اس کی قرآن سے دو مثالیں۔

(الف) نافرمان کہیں گے۔ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ (نحل ع ۴) ہم کوئی بُرا کام نہیں کرتے تھے۔ ان کے جواب میں ارشاد ہو گا۔ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اللہ تعالیٰ رد فرماتے ہیں کہ ہاں جو کچھ تم کیا کرتے تھے خدا اسے خوب جانتا ہے بَلٰی نے ماقبل کی نفی کی تردید کر دی۔ اَیْ بَلٰی عَمِلْتُمُ السُّوْٓءَ۔ یعنی ہاں ہاں تم دنیا میں بُرے کام کرتے رہے ہو۔

(ب) لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ (نحل ع ۵) نافرمان خدا کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے خدا اسے قیامت کے دن قبر سے نہیں اٹھائے گا۔ ان کے جواب میں فرمایا۔ بَلٰی وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا ہاں ضرور اٹھائے گا۔ خدا کا وعدہ حق ہے۔ بَلٰی اَیْ بَلٰی يَبْعَثُهٗ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۲۔ استفہام کے جواب میں آتا ہے۔ اور نفی پر داخل ہو کر اثبات کا تحقق کرتا ہے۔ پس اس صورت میں بَلٰی ماقبل کی تصدیق کرنے کے معنیٰ میں ہوگا۔ مثلاً: اَلَمْ اَكُنْ صَدِيْقَكَ ؟ اور اَلَمْ اَحْسِنْ اِلَيْكَ ؟ کیا میں تیرا دوست نہیں ؟ اور کیا میں نے تجھ پر احسان نہیں کیا ؟ اگر ماقبل کی تصدیق مقصود ہے تو جواب میں کہے گا بلٰی۔ کیوں نہیں۔ جس کے معنیٰ ہوں گے بَلٰی كُنْتَ صَدِيْقِيْ وَبَلٰی اَحْسَنْتَ اِلَیَّ یعنی آپ میرے دوست ہیں اور آپ نے مجھ پر احسان کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؟ قَالُوْا بَلٰی۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ اس کے جواب میں سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ بَلٰی کیوں نہیں۔ اَیْ بَلٰی اَنْتَ رَبُّنَا۔ یعنی کیوں نہیں، آپ تو ہمارے پروردگار ہیں۔ پس اس صورت میں بَلٰی ماقبل کی تصدیق کے لیے ہوگا۔ اور پہلی صورت میں بَلٰی ماقبل کی نفی اور تردید کے لیے تھا۔

نَعَمْ کے معانی ـــ نَعَمْ و بَلٰی میں معنوی فرق

معانی:۔ نَعَمْ تین معنیٰ کے لیے آتا ہے۔ (الف) ماقبل کی تصدیق کے لیے۔ (ب) ایجاب کے لیے (ج) وعدہ کے لیے۔ مثلاً آپ کسی کو کہیں هَلْ تُحْسِنُ اِلَیَّ کیا آپ مجھ پر احسان کریں گے۔ جواباً وہ کہتا ہے نَعَمْ ہاں۔ اس نے آپ کی بات قبول کر کے احسان کرنے کا وعدہ کر لیا اور کسی طرح سے رد اور انکار نہیں کیا۔ پس تینوں معنیٰ جمع ہو گئے۔ اگر وہ احسان کرنے کا وعدہ نہ کرتا تو لَا کہتا۔ اس صورت میں تینوں معنیٰ کی نفی ہو جاتی۔

نَعَمْ و بَلٰی میں فرق:۔ ۱۔ آپ کہتے ہیں هَلْ زَيْدٌ فِي الدَّارِ ؟ کیا زید گھر میں ہے۔ وہ جواباً کہے گا نَعَمْ ہاں مطلب ہے موجود ہے۔ اور اگر موجود نہ ہو تو جواب میں لَا کہے گا۔ یہاں بَلٰی نہیں کہا جا سکتا جس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں استفہام تو ہے مگر اس کے بعد نفی نہیں ہے کیونکہ بَلٰی نفی پر داخل ہو تو ماقبل کا رد کرتا ہے۔ ورنہ نہیں۔
۲۔ آپ کسی سے کہیں اَلَا تَنْزِلُ عِنْدَنَا ؟ کیا آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں گے۔ اگر مخاطب بَلٰی کہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے آپ کی دعوت قبول کر لی۔ کیونکہ یہاں استفہام نفی پر داخل ہے۔ اور اگر وہ آپ کے جواب میں نَعَمْ کہے تو مطلب ہوگا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نَعَمْ لَا اُنْزِلُ میں آپ کے ہاں نہیں آسکتا۔ پس نَعَمْ کہنے سے ترک نزول متحقق ہو جائے گا۔

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (اعراف ع ۲۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ (احقاف ع ۴) کیا یہ حق نہیں ہے۔ یہاں جواباً بَلٰی کہا جائے گا۔ چنانچہ سب نے کہا قَالُوْا بَلٰی۔ ہاں کیوں نہیں، آپ ہمارے پروردگار ہیں۔ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا۔ سب نے کہا! کیوں نہیں۔ ہمارے پروردگار کی قسم حق ہے۔ اگر ان موقعوں میں بَلٰی کے بجائے نَعَمْ کہا جائے تو معنٰی یہ ہو جائیں گے نَعَمْ لَسْتَ رَبَّنَا وَنَعَمْ لَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ۔ ہاں آپ ہمارے پروردگار نہیں ہیں۔ اور ہاں یہ حق نہیں ہے۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ اور یہ صریح کفر ہے۔

۴۔ جس طرح بَلٰی کے موقع پر نَعَمْ نہیں استعمال ہوسکتا اسی طرح نَعَمْ کے موقع پر بَلٰی استعمال نہیں ہوسکتا۔ مثلاً: کوئی کہے اَلَيْسَ لِیْ عِنْدَكَ مِائَةُ دِيْنَارٍ کیا آپ کے ذمہ میرے سو دینار ہیں۔ اگر مخاطب جواباً بَلٰی کہے تو معنٰی یہ ہوں گے بَلٰی لَكَ عِنْدِیْ مِائَةُ دِيْنَارٍ۔ کیوں نہیں۔ آپ کے میرے ذمہ سو دینار ہیں۔ پس بَلٰی کہنے سے سو دینار کا اقرار سمجھا جائے گا۔ اس لیے کہ بَلٰی نے نفی کا رد کر دیا۔ اور اگر بَلٰی کے بجائے نَعَمْ کہے تو استفہام کے بعد جو نفی ہے وہ جواب میں بھی بدستور باقی رہے گی۔ اور معنٰی یہ ہوں گے۔ نَعَمْ لَيْسَ لَكَ عِنْدِیْ مِائَةُ دِيْنَارٍ۔ جی میرے ذمہ آپ کے سو دینار نہیں ہیں۔

نَعَمْ و بَلٰی کے عمل میں ضدیت ہے

بظاہر تو دونوں کے معنٰی "ہاں" ہے۔ لیکن عمل اور استعمال کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

۱۔ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ بَلٰی منفی پر داخل ہو تو نفی کا رد کر کے مثبت کے معنی ادا کر دیتا ہے۔ مثال ابھی گذری۔ مَا اَكَلْتَ شَيْئًا آپ نے کچھ نہیں کھایا۔ اگر جواب میں بَلٰی آئے تو منفی مثبت کر دے گا۔ بَلٰی ہاں۔ اَیْ قَدْ اَكَلْتُ يَقِيْنًا میں نے ابھی کھایا ہے۔ اور اگر بَلٰی کی جگہ نَعَمْ آئے تو نفی کی تصدیق کرے گا۔ پس نَعَمْ کا مطلب ہوگا نَعَمْ لَمْ اٰكُلْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شَیْئًا میں نے بالکل کچھ نہیں کھایا۔ پس دونوں کے معنیٰ ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۔ اور دونوں میں ضدیت ہے ۔

۲۔ ایسے ہی جہاں بَلٰی ماقبل کی تصدیق کرے گا۔ وہاں نَعَمْ ماقبل کی نفی کرے گا۔ جیسے کوئی کہے اَکْرَمْتُکَ کیا میں نے آپ کا اکرام نہیں کیا۔ اگر تصدیق مقصود ہے تو جواب میں کہے گا۔ بَلٰی اَیْ بَلٰی اَکْرَمْتَنِیْ کیوں نہیں آپ نے میرا اکرام کیا ہے ۔ اور اگر تردید مقصود ہے جواب میں کہے گا نَعَمْ۔ اَیْ نَعَمْ لَمْ تُکْرِمْنِیْ جی ہاں آپ نے میرا اکرام نہیں کیا۔ پس دونوں کے مفہوم میں ضدیت ہے ۔

بعض بصریین کا مذہب : جمہور نحاۃ تو استفہام منفی کی تصدیق کے لیے بَلٰی اور تردید کے لیے نَعَمْ لاتے ہیں ۔ جیسا کہ ابھی مسئلہ گذرا۔ مثال : اَلَسْتُ صَدِیْقَکَ کیا میں آپ کا دوست نہیں ۔ اگر تصدیق مقصود ہے تو بَلٰی اَیْ بَلٰی اَنْتَ صَدِیْقِیْ اور تردید کرنی ہے تو نَعَمْ اَیْ لَسْتَ صَدِیْقِیْ کہیں گے ۔ لیکن بعض بصریین ایسے موقع میں تردید کے لیے نَعَمْ کے بجائے لَا استعمال کرتے ہیں۔ لَا اَیْ لَسْتَ صَدِیْقِیْ ۔ البتہ تصدیق اور وعدہ کے لیے نَعَمْ اسی طرح لاتے ہیں جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے ۔ اور بَلٰی کے بارے میں کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں ۔

"بَلٰی" کی اصل، اس کی تعلیل اور الف کی زیادتی کا بیان

۱۔ بعض نحاۃ نے ذکر کیا ہے کہ بَلٰی کی اصل "بَلْ" ہے ۔ کیونکہ بَلٰی ماقبل کی نفی کا رد کرتا ہے ۔ جیسا کہ "بَلْ" کرتا ہے ۔ مثلاً : مَارَاَیْتُ زَیْدًا بَلْ عَمْرًوا۔ آپ نے زید کو نہیں دیکھا۔ بلکہ عمرو کو۔ مطلب ہے زید کو تو دیکھا ہے عمرو کو نہیں دیکھا۔

دوسری مثال : کوئی کہتا ہے اَلَا تُکْرِمُنِیْ ؟ کیا آپ میرا اکرام کریں گے ۔ مخاطب کہتا ہے ۔ بَلٰی ۔ اَیْ بَلٰی اُکْرِمُکَ ۔ ہاں آپ کا اکرام کروں گا۔ پس دونوں کلام منفی کی نفی کرنے میں یکساں ہیں ۔ اور چونکہ بَلٰی کے بعد اکثر جگہ فعل محذوف ہوتا ہے اس لیے حسن ادار اور وقف میں قوت پیدا کرنے کی غرض سے بَلْ کے آخر میں الف زیادہ کر دیا۔ تاکہ وقف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی صورت میں کلام کا منقطع ہونا معلوم ہو جائے۔ اور سامع کو مزید کلام کا انتظار نہ رہے۔ پھر اکثر جگہ فعل محذوف ہونے کی وجہ سے بَلْ کے آخر میں الف لکھنے لگے۔ اور چونکہ اس میں امالہ بھی جائز ہے۔ جیسا کہ قراءات متواترہ میں سے امام حمزہ، امام کسائی، امام خلف کی قراءتوں میں توبَلٰی کے الف میں بلا خلاف امالہ ہے۔ اور ورش کی روایت میں خلاف کے ساتھ تقلیل ہے۔ اور اسی بنا پر الف کو یاء کی شکل میں لکھتے ہیں۔

۲۔ بعض کوفیین کا کہنا ہے کہ بَلٰی کی اصل "بَل" ہے۔ اور اس کے آخر میں الف استفہام منفی کے ایجاب کے لیے ہے۔ علاوہ ازیں ماقبل کی نفی کے رد کے لیے ہے۔ اور بَلٰی میں جو معنیٰ ایجاب ہے وہ اسی الف کی وجہ سے ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بَلٰی میں الف کی زیادتی کی وجہ سے اس میں امالہ ہوتا ہے۔ اور امالہ کی وجہ سے الف یاء کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔

۳۔ بعض قراء نے فراء اور دوسرے کوفیین سے روایت کیا ہے کہ بَلٰی میں جو الف ہے وہ تاء تانیث کا ہے۔ جو کلمہ کی تانیث کی وجہ سے داخل ہوا ہے۔ اور اس میں امالہ کا سبب بھی تانیث کا الف ہے جو کہ یاء کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔ اور اہل علم نے لکھا ہے کہ حروف کی تانیث کی دلیل یہ ہے کہ ثُمَّ، لَاتَ، رُبَّ وغیرہ سب کے نزدیک حروف ہیں۔ ثُمَّ حرف عطف تراخی کے لیے آتا ہے۔ لَاتَ حرف نفی ہے۔ اور لَیْسَ کا عمل کرتا ہے۔ رُبَّ حرف جر ہے۔ جو حسب سیاقِ کلام تکثیر و تقلیل کا فائدہ دیتا ہے۔ ان سب کے آخر میں تاء تانیث بھی آتی ہے۔ جیسے ثُمَّۃَ، لَاتَ، رُبَّتَ۔ ان کے علاوہ اور حروف بھی ہیں۔ جن کے آخر میں تاء تانیث آتی ہے۔

اَلْحَاصِل: جمہور نحاۃ خواہ کوفی ہوں یا بصری سب کے نزدیک بَلٰی حروف معانی میں سے ہے۔ صرف اختلاف اس کے الف میں ہے چنانچہ بصریین کا مذہب ہے کہ بَلٰی مکمل حرف ہے۔ اس کی وضع اسی طرح ہے۔ اور اس کے آخر میں جو الف ہے وہ نفس کلمہ کا ہے۔ اور کوفیین کا مذہب ہے کہ بَلٰی کے آخر میں الف زائد ہے نفس کلمہ کا نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَلٰی سے متعلق وقف وابتداء کی بحث اور معنوی تشریح

بَلٰی سولہ سورتوں میں بائیس ۲۲ جگہ واقع ہوا ہے۔ اور مذکورہ اصول وضوابط کے مطابق ہر جگہ تشریح آئے گی۔ کوئی موقع بھی ان کے خلاف نہیں ہے۔

۱۔ امام نافع بن ابی نُعیم مدنی کا مذہب۔

کسی جگہ بھی بَلٰی سے ابتداء درست نہیں۔ کیونکہ بَلٰی اپنے ماقبل کا جواب ہوتا ہے۔

۲۔ بعض نحویین نے بَلٰی سے ابتداء کو پسند کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بَلٰی کا تعلق مابعد کے ساتھ ہوتا ہے۔

علامہ دانی لکھتے ہیں کہ پورے قرآن میں ہر جگہ بَلٰی پر وقف کافی ہے۔ سوائے چار مواقع کے (۱ و ۲) اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا (انعام ع ۴ و احقاف ع ۴) (۳ و ۴) قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ (سبا ع ۱ و تغابن ع ۱) ان میں بَلٰی کے بعد قسم ہے۔ اس لیے کوفیین کے نزدیک بَلٰی پر وقف جائز نہیں۔ اور علامہ دانی کے نزدیک یہی حق اور صحیح ہے۔ لیکن امام نافع مدنی کے نزدیک ان چار مواقع میں وقف بَلٰی پر ہی ہوگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

سورۃ البقرۃ: اس میں بَلٰی تین جگہ ہے۔

۱۔ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰى مَنْ كَسَبَ (بقرۃ ع ۹)

یہاں بَلٰی پر وقف حسن یعنی وقف کافی ہے۔ اور اس پوری بحث میں وقف حسن سے وقف کافی ہی مراد ہوگا۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً میں جو نفی ہے کہ ہمیں دوزخ کا عذاب نہیں چھوئے گا مگر چند روز۔ بَلٰی اس نفی کی تردید کرتا ہے۔ اَیْ بَلٰى تَمَسُّكُمْ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ تمہیں دوزخ کا عذاب اکثر ہوگا یعنی دائمی۔ بَلٰی کے بعد یہ جملہ محذوف ہے۔ یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم نے چالیس روز بچھڑے کی پوجا کی تھی سو اتنے ہی روز ہم کو دوزخ کا عذاب ہوگا۔ اس کے علاوہ اور گناہ کی وجہ سے ہم زیادہ عذاب نہیں پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ کی تردید کی۔ اور فرمایا تم ایسی باتیں کہتے ہو جن کا تمہیں مطلق علم نہیں۔ بَلٰی پر وقف حسن کی دلیل یہ ہے۔ کہ اس کے بعد مبتدا وخبر ہے۔ مَنْ كَسَبَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مَنْ حرف شرط مرفوع محلاً مبتدا ہے۔ اور فَاُولٰٓئِکَ جواب شرط خبر ہے۔ فاء جزائیہ ہے۔ مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً کے معنیٰ ہیں۔ جو بُرے کام کرے اور اس کے گناہ ہر طرف سے اس کو گھیر لیں (یعنی توبہ کرنا نصیب نہ ہو) تو ایسے لوگ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں جلتے رہیں گے۔ ایک اور جماعت نے یہاں بَلٰی سے ابتداء کرنے کو جائز کہا ہے۔ لیکن بَلٰی پر وقف احسن واقویٰ ہے۔ اس لیے کہ یہ ماقبل کے لیے جواب ہے۔

ضروری تنبیہ: بَلٰی والی پوری بحث میں وقف کافی اور وقف احسن سے وقف اکفیٰ مراد ہے۔ اور جہاں اس ضابطہ کے خلاف ہوگا اس کی وضاحت کردی جائے گی۔ پس وقف حسن سے اصطلاحی وقف حسن مراد نہیں۔ جسکے بعد اعادہ ضروری ہوتا ہے۔

۲۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ (البقرۃ ع ۱۳)

بَلٰی پر وقف حسن اور عمدہ ہے۔ کیونکہ بَلٰی ماقبل کی نفی کی تردید کے لیے ہے۔ یہود ونصاریٰ کا عقیدہ تھا کہ جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا سوائے یہود ونصاریٰ کے۔ بَلٰی نے اس نفی کا رد کیا۔ اَیْ بَلٰی یَدْخُلُھَا غَیْرُھُمْ یعنی جنت میں اور بھی اہل ایمان داخل ہوں گے۔ بَلٰی کے بعد جملہ کا محذوف ہونا بتا رہا ہے کہ بَلٰی پر وقف حسن یعنی وقف کافی ہے۔ کیونکہ اس کے بعد مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ مستقل کلام ہے۔ مَنْ حرف شرط مرفوع محلاً مبتدا فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ جواب شرط خبر ہے۔ فاء جزائیہ ہے۔ معنیٰ یہ ہوں گے۔ جو شخص خدا کے آگے گردن جھکا دے اور ایمان لے آئے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس کا صلہ اس کے پروردگار کے ہاں ہے۔ پس بَلٰی سے ابتداء درست نہیں۔ کیونکہ یہ ماقبل کی نفی کی تردید کے لیے ہے۔

۳۔ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى (البقرۃ ع ۳۵)

(۱) بَلٰی پر وقف حسن ہے۔ کیونکہ یہ استفہام منفی پر جواب کے لیے داخل ہوا ہے۔ اس صورت میں ابتداء وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ سے ہوگی۔ یہ مذہب قراء سبعہ میں سے تیسرے قاری ابوعمرو بصری اور امام النحو مبرد کے شاگرد احمد بن جعفر دینوری (ت ۲۸۹ھ) کا ہے۔ اور امام الفن محمد بن قاسم بن بشار انباری صاحب ایضاح الوقف والابتداء (ت ۳۲۸ھ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ احمد بن جعفر یہاں جملہ محذوف بناتے ہیں۔ اَیْ وَلٰكِنْ سَاَلْتُكَ ذٰلِكَ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ میرا سوال دل تسلی کے لیے ہے اس صورت میں وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ابراہیم علیہ السلام کا دوسرا مستقل مقولہ ہوگا۔ پس ان کے نزدیک بَلٰى پر وقف تام ہے۔ اور علامہ دانی کے نزدیک وقف کافی ہے۔

(۲) المرشد کے مؤلف علامہ حسن بن علی بن سعید عمانی (دارالخلافہ اردن) نزیل مصر (وفات ۵۰۰ھ کے بعد ہوئی ہے) المرشد میں لکھتے ہیں بَلٰى پر وقف کرنا خطاء ہے۔ کیونکہ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ یہ پورا جملہ ابراہیم علیہ السلام کا مقولہ ہے۔ اور مقولہ کے ٹکڑے کرنا صحیح نہیں۔ علامہ دانی نے قَلْبِيْ پر وقف اکفیٰ لکھا ہے۔ اور مکی قیسی نے احسن لکھا ہے۔ اور دونوں کا مطلب ایک ہے۔ اور یہ اکفیٰ اور احسن اس لیے ہے کہ اس میں کسی مقدر کی ضرورت نہیں رہتی۔

(۳) بعض نے قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ پر وقف اور قَالَ بَلٰى سے ابتداء کرنے کو لکھا ہے۔ یہ ضعیف قول ہے۔ کیونکہ بَلٰى ماقبل کے جواب کے لیے ہے۔ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ پر وقف کرنے سے یہ تعلق باقی نہیں رہے گا۔ ورنہ لازم آئے گا کہ بَلٰى کا تعلق مابعد کے ساتھ ہے۔

فائدہ جلیلہ مفسرین نے لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ جو کہا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت اور قدرت کے بارے میں کچھ شک وشبہ تھا بلکہ بات یہ ہے کہ آپ کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے۔ آیا وہ میری دعا بھی قبول کرتے ہیں کہ نہیں۔ اس لیے درخواست پیش کی تھی۔ تاکہ مشاہدہ سے اطمینان قلب ہو جائے۔ ورنہ اس واقعہ سے پہلے جبکہ آپ کی عمر صرف سولہ سال تھی نمرود کی آگ میں بےخوف وخطر کود پڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین تھا تو ایسا کیا۔

اس آگ کا اندازہ تو لگائیے نمرود کی قوم نے ایک ماہ تک لکڑیوں کا ایک بہت بڑا انبار جمع کیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ موضح القرآن میں لکھتے ہیں لکڑیوں کا انبار ساٹھ گز اونچا تھا۔ اس پر بہت زیادہ تیل چھڑکا گیا۔ پھر کسی تدبیر سے چاروں طرف سے آگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگائی گئی۔ایک ہفتہ تک آگ بھڑکتی رہی۔شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں باندھے۔گلے میں طوق ڈالا۔اور منجنیق یعنی گوپھن (ایک خاص قسم کی چرخی) بنوائی گئی اور سب سے اونچی عمارت کی چھت پر نصب کی گئی۔اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بٹھایا گیا۔یہ منظر دیکھ کر آسمان، زمین، ملائکہ اور سوائے انس وجن کے ساری مخلوق بارگاہ ایزدی میں چیخ پڑی۔اور عرض کیا اے ہمارے رب ابراہیم تیرا خلیل ہے۔اور اس کو آگ میں ڈالا جا رہا ہے۔اس کے سوا روئے زمین پر اور کوئی تیری عبادت کرنے والا نہیں ہے۔ابراہیم علیہ السلام آگ میں پھینکے گئے۔ابھی فضا ہی میں تھے کہ جبریل علیہ السلام اور دیگر مختلف فرشتے آئے۔سب نے اپنی اپنی خدمات پیش کیں۔آپ نے سب کو یہی جواب دیا کہ میرا رب مجھے کافی ہے۔آخر جبریل علیہ السلام نے فرمایا آپ اپنے رب ہی سے دعا کریں۔فرمایا وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔اس کو سب کچھ علم ہے۔اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔جب ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس امتحان میں پاس ہو گئے تو آگ میں گرنے سے پہلے پہلے آگ کو حکم ربی پہنچا قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ (انبیاء ع ۵) ہم نے حکم کیا اے آگ ابراہیم (علیہ السلام) پر سرد اور موجب سلامتی بن جا۔

الغرض:۔ اتنا بڑا مشاہدہ ہو جانے کے بعد بھی کیا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے رب کی خالقیت اور قدرت کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بات وہی ہے کہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل تو بنایا ہے کیا وہ میری دعا بھی قبول فرماتے ہیں یا نہیں۔

سورۃ آل عمران اس میں بلیٰ دو جگہ ہے۔

۱/۱۴۔ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى (آل عمران ع ۸)

بلیٰ پر وقف حسن جید یعنی عمدہ ترین ہے۔کیونکہ لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ میں جو نفی ہے بلیٰ اس کا جواب ہے۔اور اس کی تردید کرنا ہے۔آیت کا مطلب ہے کہ بعض اہل کتاب جو مسلمان ہو گئے ہیں امانت میں خیانت نہیں کرتے۔لیکن دوسرے کافر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل کتاب امانت میں خیانت کرتے ہیں۔ اور جب تک ان پر جبر وتشدد نہ کیا جائے امانت ادا نہیں کرتے۔ اور امانت کو واپس نہ کرنے اور خیانت کرنے کو حلال سمجھنے کا سبب یہ ہے کہ کافر یہودی کہتے ہیں کہ جو اہلِ کتاب نہیں ہیں ان کے معاملہ میں اللہ کے ہاں ہم پر کوئی مواخذہ اور گرفت نہیں۔ کیونکہ جو ہمارے مذہب پر نہیں ہیں ہماری کتاب میں ان کے حقوق ہی نہیں ہیں۔ بلکہ یہودی غیر مذہب والوں پر ہر ظلم کو اور ان کی ہر حق تلفی کو حلال جانتے ہیں۔ وہ حق کو جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عرب کا مال ان پر حلال کر دیا ہے۔ پس یہاں بَلٰی کے معنیٰ اَیْ بَلٰی عَلَیْکُمْ فِیْھِمْ سَبِیْلٌ ہیں۔ کہ مسلمانوں کے حقوق کے بارے میں تم پر مواخذہ ہے۔ اس معنیٰ کی روشنی میں بَلٰی پر وقف حسن جید ہے۔ (مکی) علامہ دانی اور علامہ جزری نے ابراہیم بن سَرِیُّ الزجاج (ت ۳۱۱ یا ۳۱۶ھ) کے حوالے سے وقف تام لکھا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد مَنْ اَوْفٰی مبتدا اور فَاِنَّ اللّٰہَ خبر مل کر مستقل جملہ ہے۔ مَن حرف شرط مبتدا فَاِنَّ اللّٰہَ جواب شرط خبر ہے۔ اور فاء جزائیہ ہے۔ لیکن علامہ اشمونی کے نزدیک یہاں بَلٰی پر وقف ہی نہیں ہے۔
(منار الہدیٰ ۸۲)

۲/۵ :۔ مُنْزَلِیْنَ ہ بَلٰی اِنْ تَصْبِرُوْا (آل عمران ع ۱۳)

بَلٰی پر وقف حسن یعنی کافی ہے۔ اور یہ قول امام نافع مدنی کا ہے اور علامہ دانیؔ نے بھی کافی لکھا ہے یہی مکی قیسی کی رائے ہے۔ کیونکہ اَلَنْ یَّکْفِیَکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ میں جو استفہام نفی پر داخل ہے۔ بَلٰی اس کے جواب کے لیے ہے۔ آیت کا مطلب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے موقع پر یہ کہہ کر مومنوں کے دل بڑھا رہے تھے کہ کیا یہ کافی نہیں کہ پروردگار تین ہزار فرشتے نازل کر کے تمہیں مدد دے۔ اس کے جواب میں ارشاد ہے بَلٰی اَیْ بَلٰی یَکْفِیْکُمْ اَنْ یُّمِدَّکُمْ بِخَمْسَۃِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ۔ یعنی ہاں کیوں نہیں۔ وہ ذات اقدس تمہیں کافی ہے کہ پانچ ہزار فرشتے نازل کر کے تمہیں مدد دے۔ پھر بَلٰی کے بعد والی عبارت حذف کر دی۔ کیونکہ بَلٰی اور اس کے بعد والی عبارت اس پر دلالت کر رہی ہے۔ اور پھر بَلٰی پر وقف حسن ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنْ شرطیہ ہے ۔اور اس کے بعد کا جملہ مبتدا و خبر کی طرح ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس نفی کے اثبات و ایجاب کے بعد صبر و تقویٰ کی ترغیب دینے اور دلوں کو قوی بنانے کے لیے مزید مشروط امداد کا وعدہ فرمایا ۔ ارشاد ہے ۔ اِنْ تَصْبِرُوْا اگر تم قتال پر صبر رکھو گے وَتَتَّقُوْا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت سے پرہیز کرتے رہو گے ۔ اور کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعۃً حملہ کر دیں تو پروردگار پانچ ہزار فرشتے جن پر نشان ہوں گے تمہاری مدد کو بھیجے گا ۔

تنبیہ ۔ اکثر موقعوں میں علامہ عمّانی صاحب المرشد ۔ علامہ اشمونی صاحب منار الہدیٰ ۔ شیخ الاسلام زکریا انصاری صاحب بَلٰی پر وقف کرنے کو جائز نہیں کہتے ۔ جبکہ امام نافع مدنی ۔ علامہ مکی قیسی ۔ علامہ دانی ، علامہ جزری کے نزدیک بَلٰی پر اکثر مقامات میں وقف کافی ہے ۔ اور کہیں اکفیٰ اور کہیں تام بھی ہے ۔ راقم نے مؤخر الذکر حضرات کی تحقیق کو اختیار کیا ہے ۔

۱۔ فائدہ ۔ یہ چیز قابل کدورت نہیں ہونی چاہیئے کہ ہر جگہ یہ لکھا جا رہا ہے کہ بَلٰی اپنے ماقبل کے لیے جواب ہوتا ہے ۔ اس لیے وقف بَلٰی پر ہو گا ۔ اور بَلٰی سے ابتداء کرنا درست نہیں ۔ یہ بار بار تکرار صرف اس وجہ سے ہے ۔ کہ اکثر مواقع میں بَلٰی کی تفسیر محذوف ہے ۔ اس کو بیان کئے بغیر بات بنتی نہیں ۔ اور مطلب واضح نہیں ہوتا ۔ اس لیے موقع بہ موقع وضاحت کی ضرورت پیش آ رہی ہے ۔ اہل علم حضرات سے عفو کی درخواست ہے ۔

۲۔ فائدہ ۔ جس موقع میں بَلٰی پر وقف کرنے یا بَلٰی سے ابتداء کرنے میں ارباب علم کا اختلاف ہو تو وہاں بہتر صورت یہ ہے کہ بَلٰی کو ماقبل و مابعد سے وصل کر کے پڑھا جائے ۔

سورۃ الانعام

اس میں بَلٰی ایک جگہ ہے ۔

۱/۱۔ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا (انعام ع ۳)

بَلٰی پر نہ وقف جائز ہے اور نہ اس سے ابتداء درست ہے ۔ کیونکہ بَلٰی کے بعد متصل ہی وَرَبِّنَا قسم ہے ۔ اور یہ قسم اور بَلٰی پورا جملہ استفہام کا جواب ہے ۔ جو نفی پر داخل ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت کا مطلب ہے: اور کاش تم ان کو اس وقت دیکھو جب یہ اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔ اور باری تعالیٰ فرمائیں گے اَلَیْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ کیا یہ دوبارہ زندہ ہونا برحق نہیں۔ قَالُوْا اس کے جواب میں کافر کہیں گے بَلٰی وَرَبِّنَا۔ کیوں نہیں۔ پروردگار کی قسم بالکل برحق ہے۔ پس بَلٰی کے بعد اَلْحَقُّ ھٰذَا محذوف ہے۔ اس لیے بَلٰی سے ابتداء بھی جائز نہیں۔

سورۃ الاعراف

اس میں بَلٰی ایک جگہ ہے۔

۱:- اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَہِدْنَا (اعراف ع ۲۲)

بَلٰی پر علامہ مکی نے وقف حسن جید اور علامہ دانی نے امام نافع مدنی، محمد بن عیسیٰ اصبہانی، احمد بن جعفر دینوری کے حوالہ سے وقف تام لکھا ہے۔ اور علامہ جزری کے نزدیک بھی وقف تام ہے۔ محقق نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اکثر مفسرین کے نزدیک شَہِدْنَا ملائکہ کا کلام ہے علامہ اشمونی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اس صورت میں قصہ میثاق کا آخر بَلٰی پر ہوگا۔ یہ قصہ اس وقت کا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد کی پشت سے ان کی نسل کو نکالا۔ اور ان سے انہی کے متعلق اقرار لیا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے جواب دیا بَلٰی أی بَلٰی شَہِدْنَا اَنَّکَ رَبُّنَا وَ اِلٰھُنَا۔ کیوں نہیں یعنی ہم سب گواہی دیتے اور اقرار کرتے ہیں کہ آپ ہمارے پروردگار اور معبود ہیں۔ یہ جواب بنی آدم کا ہے جو محذوف ہے۔ اب اس بَلٰی کا مابعد سے نہ لفظی تعلق رہا اور نہ معنوی۔ اور یہی قول راجح ہے۔ بنی آدم کے اس جواب پر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا تم اس کی گواہی دو۔ چنانچہ ملائکہ نے کہا شَہِدْنَا ہم سب اس واقعہ کے گواہ بنتے ہیں۔ یہ سب اس لیے کیا تاکہ تم لوگ قیامت کے دن یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس توحید سے بے خبر تھے۔ یا یوں کہنے لگو کہ اصل شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا۔ اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل سے پیدا ہوئے۔ تو کیا ان غلط راہ نکالنے والوں کے فعل پر ہمیں ہلاکت میں ڈالا جا رہا ہے۔ پس اکثر مفسرین کے نزدیک شَہِدْنَا کی ضمیر متکلم ملائکہ کے لیے ہے۔ بنی آدم کے لیے نہیں ہے۔ اس صورت میں شَہِدْنَا سے ابتداء حسن عمدہ ترین ہے کیونکہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کلام بنی آدم اور کلام ملائکہ میں امتیاز ہو جاتا ہے (مکی قیسی) اور بعض کے نزدیک بلیٰ کے بجائے شَهِدْنَا پر وقف ہے۔ اس صورت میں شَهِدْنَا بنی آدم کے مقولہ میں شامل ہوگا۔ اور یہ اُبَی بن کعب و ابن عباس کا قول ہے جس کو احمد بن موسیٰ ابو حاتم، اخفش اور ابن عبد الرزاق نے اختیار کیا۔

غزوان، ابو مالک تابعی محدث کوفی کا قول ہے کہ جب بنی آدم نے بلیٰ کہا تو ان کے اس اقرار ربوبیت و عبودیت پر اللہ تعالیٰ نے اور پھر اس کے فرشتوں نے بطور گواہ شَهِدْنَا کہا۔ بہرحال دونوں صورتوں میں شَهِدْنَا پر وقف کافی ہے۔ ابن انباری فرماتے ہیں کہ نہ بلیٰ پر وقف ہے اور نہ شَهِدْنَا پر۔ ان کے نزدیک اَلْمُبْطِلُوْن پر وقف ہوگا۔

خلاصہ: بلیٰ پر اکثر کے نزدیک وقف تام اور بعض کے نزدیک وقف کافی ہے۔ اور بلیٰ کے معنیٰ اَیْ بَلٰی شَهِدْنَا اَنَّكَ رَبُّنَا وَ اِلٰهُنَا یہ بنی آدم کا جواب ہے جو محذوف ہے۔ اور راجح قول یہی ہے۔ اور دوسرے قول پر بنی آدم کے جواب پر بطور گواہ اللہ تعالےٰ نے شَهِدْنَا کہا اور پھر ملائکہ نے کہا۔ یا بنی آدم کے جواب پر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو گواہ بنایا۔ اور انہوں نے گواہی دی۔ دوسرے قول کی دونوں صورتوں میں شَهِدْنَا پر وقف کافی ہے۔ ابن انباری وغیرہ کے قول پر وقف نہ بلیٰ پر ہے اور نہ شَهِدْنَا پر بلکہ اَلْمُبْطِلُوْن پر ہے۔

سورۃ النحل اس میں بلیٰ دو جگہ ہے۔

۱/۸: مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰی (نحل ع ۴)

مکی لکھتے ہیں کہ بلیٰ پر وقف حسن جید بالغ یعنی تام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ میں جو نفی ہے بلیٰ اس کے رد و جواب کے لیے ہے۔ قیامت کے روز مجرم لوگ کہیں گے۔ ہم نے تو کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ بلیٰ اس کا رد کر رہا ہے اَیْ بَلٰی عَمِلْتُمْ سُوْٓءً ہاں تم گناہ اور برائیاں کرتے رہے ہو۔ یہ محذوف عبارت دلالت کر رہی ہے کہ بلیٰ پر وقف تام ہے۔ اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بلیٰ کے بعد اِنَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکسور ہے ۔ اور یہ مسئلہ کَلَّا کی بحث میں گذر چکا ہے کہ اِنَّ ابتداء کلام میں مکسور ہوتا ہے ۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ کلام کا ماقبل کے ساتھ نہ لفظی تعلق ہو اور نہ معنوی ۔ اس بناء پر علامہ مکی ، علامہ دانی ، علامہ جزری کے نزدیک بَلیٰ پر وقف تام ہے ۔ اور ان حضرات نے امام نافع مدنی اور قنبلی کے مذہب کو اختیار کیا ہے ۔ اور اخفش ، ابوحاتم ، احمد بن جعفر دینوری ، عمّانی ، اشمونی کے نزدیک مِنْ سُوْٓءٍ پر وقف تام ہے ۔ اخفش نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ مِنْ سُوْٓءٍ پر مجرم لوگوں کا کلام پورا ہو رہا ہے ۔ علامہ مکی کے نزدیک پہلا قول زیادہ قوی ہے ۔

۲/۹ :۔ لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ بَلیٰ وَعْدًا (نحل ع ۵)

علامہ جزری نے لکھا ہے کہ امام نافع مدنی ، قنبلی ، مکی ، دانی کے نزدیک بَلیٰ پر وقف تام ہے ۔ کیونکہ یہ ماقبل کی نفی کے رد کے لیے ہے ۔ آیت کا مطلب ہے ۔ اور یہ منکرین بعث خدا کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے خدا اسے قیامت کے دن قبر سے نہیں اُٹھائے گا ۔ بَلیٰ اس نفی کا رد کرتا ہے ۔ اَیْ بَلیٰ لَیَبْعَثَنَّھُمُ اللّٰہُ ۔ یہ عبارت محذوف ہے ۔ تمہارا خیال غلط ہے ۔ ہاں اللہ تعالیٰ سب کو قبروں سے ضرور اٹھائیں گے ۔ خدا کا وعدہ اٹل اور سچا ہے ۔ اور اس کا پورا کرنا اسے ضروری ہے ۔ اور بَلیٰ کے بجائے حَقًّا پر وقف زیادہ بہتر ہے کہ ایجاب کی تاکید ہے ۔ اور تاکید و مؤکد میں تفریق مناسب نہیں ۔

علامہ مکی نے لکھا ہے کہ اخفش ، ابوحاتم ، احمد بن جعفر وغیرہ نے مَنْ یَّمُوْتُ پر وقف کر کے بَلیٰ سے ابتداء کرنا جائز کہا ہے ۔ کیونکہ مَنْ یَّمُوْتُ پر منکرین بعث کا کلام پورا ہو جاتا ہے ۔ لیکن بَلیٰ ماقبل کا جواب ہے اس لیے بَلیٰ سے ابتداء درست نہیں ۔ (مکی)

سورۃ سبا اس میں بَلیٰ ایک جگہ ہے

www.KitaboSunnat.com

۱/۱ :۔ لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَۃُ قُلْ بَلیٰ وَرَبِّیْ (سبا ع ۱)

شروع میں علامہ دانی کی تحقیق گذر چکی ہے کہ جن چار مواقع میں بَلیٰ کے بعد قسم ہے وہاں بَلیٰ پر نہ وقف جائز ہے اور نہ اس سے ابتداء ہی درست ہے ۔ یہی دوسرے حضرات کا مذہب ہے ۔ البتہ امام نافع مدنی کے نزدیک ان چار مقامات میں بھی بَلیٰ پر وقف صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

اور اخفش کا قول ہے کہ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا پر ہی وقف صحیح اور جید ہے۔ کیونکہ یہ جملہ جواب قسم ہے۔ اور اس میں لام قسمیہ ہے۔ اس بنا پر بَلٰی پر وقف جائز نہیں۔ بلکہ وَرَبِّیْ پر بھی وقف درست نہیں۔ کیونکہ یہ قسم ہے۔ اور واؤ قسمیہ ہے۔ اور ایسے ہی بَلٰی سے ابتداء بھی جائز نہیں اس لیے کہ یہ ماقبل کی نفی کا جواب ہے۔

اور نحاۃ کی ایک جماعت نے قسم والے چاروں مواقع اور ان جیسے دوسرے مقامات میں قول یعنی قُلْ اور قَالُوْا سے ابتداء کو اس بناء پر جائز کہا ہے کہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور یہ مذہب حسن اور عمدہ ہے۔ اور یہ بات بھی مسلم اور ناقابل تردید ہے کہ قول کے آجانے کے باوجود قول اور بَلٰی دونوں کا تعلق ماقبل سے ہے کہ دونوں ماقبل کی نفی کے لیے ہیں۔ اس لیے قول سے ابتداء کریں یا قول کو ماقبل سے ملا کر پڑھیں دونوں صورتیں صحیح ہیں۔ اور دونوں توجیہہ عمدہ ہیں۔

آیت کا مطلب ہے: اور کافر کہتے ہیں کہ قیامت کی گھڑی ہم پر نہیں آئے گی۔ اس نفی کے جواب میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اے نبی آپ کہہ دیں کیوں نہیں آئے گی۔ میرے پروردگار کی قسم وہ تم پر ضرور آکر رہے گی۔ پس بَلٰی ماقبل کے لیے ہے۔ اور جواب میں مزید قوت پیدا کرنے کے لیے اس کے بعد جملہ قسمیہ لائے۔ اور پھر جواب قسم میں بھی تاکید کے لیے لام تاکید اور نون ثقیلہ لائے۔ اس لیے بہتر ہے کہ وقف جواب قسم یعنی لَتَاْتِیَنَّکُمْ پر کیا جائے۔

سورۃ یٰسٓ اس میں بَلٰی ایک جگہ ہے۔

١/١١: بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰی وَهُوَ (یٰسٓ ع ۵)

امام نافع مدنی، محمد بن عیسیٰ، ابن قتیبہ، علامہ دانی، علامہ مکی، عمانی، اشمونی وغیرہم سب کے نزدیک بَلٰی پر وقف تام ہے۔ اور علامہ جزری کے نزدیک وقف کافی ہے۔ اور وجہ وہی ہے کہ بَلٰی استفہام منفی کے جواب کے لیے ہے۔

آیت کا مطلب ہے: بھلا جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا کیا وہ اس بات پر قادر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ ان کو پھر ویسے ہی پیدا کر دے۔ بَلیٰ اَیْ بَلیٰ یَقْدِرُ عَلیٰ ذٰلِكَ ہاں کیوں نہیں۔ وہ اس پر قادر ہے۔ اور وہ تو بڑا پیدا کرنے والا اور علم والا ہے۔ یہ معنی اس بات کی دلیل ہے کہ وقف بَلیٰ پر کیا جائے۔ کیونکہ اس کے بعد وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ مستقل جملہ مستانفہ ہے۔ اور گو ابوحاتم نے بَلیٰ سے ابتداء کو جائز کہا ہے۔ لیکن مکی لکھتے ہیں کہ یہ قول ضعیف ہے۔

سورۃ الزمر اس میں بَلیٰ دو جگہ ہے۔

$\frac{1}{12}$:- فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ بَلیٰ قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ (زمر ع ۶)

۱- یہاں بَلیٰ پر وقف جائز نہیں کہ اس کے بعد جو فصل ہے وہ ماقبل کے جملہ کے لیے جواب ہے۔ اور بَلیٰ پر وقف جائز ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس سے پہلے نفی لفظی ہے۔ اور یہاں نفی معنوی ہے۔ وہ اس طرح کہ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ (اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتے) جو ہے اس کا مطلب ہے مَا هَدٰىنِيْ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت نہیں دی۔ اس کے جواب میں فرمایا بَلیٰ اَیْ بَلیٰ هَدٰىكَ اللّٰهُ ہاں کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی۔ کہ پوری کائنات کو تیرے لیے درس ہدایت بنایا۔ اور تجھے عقل وشعور اور فہم بخشا۔ اس کی دلیل قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ ہے۔ یعنی ہماری آیتوں کے آنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ تجھ کو ہدایت دیں۔ اے نادان تجھ میں ہدایت کی طلب ہی نہیں تھی اب یا نہیں کرتا ہے۔

۲- بَلیٰ عام ضابطہ کے مطابق یہاں بھی ماقبل کی نفی کے رد کے لیے ہے۔ اور وہ اس طرح کہ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ (اور میں تو ہنسی ہی کرتا رہا) میں جو اِنْ ہے وہ عند الکوفیین بمعنی (مَا) ہے۔ اور لَمِنْ کا جو لام ہے وہ بمعنی (اِلَّا) ہے۔ تقدیر عبارت ہو گی وَمَا كُنْتُ اِلَّا مِنَ السّٰخِرِيْنَ۔ اب وَمَا كُنْتُ میں (مَا) جو حرف نفی ہے بَلیٰ اس کے جواب کے لیے ہوگا۔ اور معنی ہوں گے بَلیٰ اَیْ بَلیٰ كُنْتَ مِنَ السّٰخِرِيْنَ ہاں کیوں نہیں۔ تو تو آخرت ہی کا منکر تھا۔ اور منکر تھا اور مذاق اڑاتا رہا ہے۔ اس تقدیر پر بَلیٰ پر وقف جائز ہے۔ اس کے بعد ابتداء بطور تعزیر و توبیخ قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ سے ہوگی۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہاں دونوں معنوں میں بَلیٰ سے ابتداء جائز نہیں۔

علامہ مکی لکھتے ہیں پہلا قول اس اعتبار سے زیادہ قوی ہے کہ اس میں کسی تقدیر کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت نہیں رہتی۔ اور آیت کا نفس معنٰی اور مفہوم کسی خلل کے بغیر باقی رہتا ہے۔ اور دوسرا قول اس لحاظ سے قوی ترین ہے کہ مقدمہ میں جو اصول وضوابط بیان ہوئے ہیں وہ یہاں بھی جاری ہو رہے ہیں۔ کہ تقدیری طور پر یہاں بھی بَلٰی سے پہلے حرف نفی موجود ہے۔

۲/۱۳ :۔ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ (زمر ع ۸)

بَلٰی پر امام نافع مدنی، قتیبی، احمد بن جعفر اور ابوجعفر نحاس کے نزدیک وقف تام ہے اور علامہ مکی، علامہ دانی، علامہ جزری کے نزدیک وقف کافی ہے۔ کیونکہ بَلٰی اس استفہام منفی کے جواب کے لیے ہے۔ جو اَلَمْ یَاْتِكُمْ میں ہے۔ اور بعض کے نزدیک وقف بَلٰی سے پہلے هٰذَا پر ہوگا۔ کیونکہ یہ داروغہ دوزخ کے کلام کا آخر ہے۔ جو وہ دوزخیوں سے کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے۔ جو تم کو تمہارے پروردگار کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے۔ اس کے جواب میں دوزخی کہیں گے بَلٰی اَیْ بَلٰی اَتَیْنَا الرُّسُلُ ہاں رسول تو آئے تھے لیکن کافروں کے حق میں عذاب کا حکم متحقق اور مقدر ہو چکا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ پر وقف تام ہے۔ اس بنا پر کہ بَلٰی سے لے کر اَلْكٰفِرِيْنَ تک کفار کا مقولہ ہے۔ پس ایک کلام کے ٹکڑے کرنا صحیح نہیں۔ اور جو کہتے ہیں کہ بَلٰی کفار کا مقولہ ہے۔ اور اس کے بعد وَلٰكِنْ حَقَّتْ سے اَلْكٰفِرِيْنَ تک پھر ملائکہ کا مقولہ ہے۔ ان کے نزدیک بھی بَلٰی پر وقف حسن یعنی کافی ہے۔ البتہ بَلٰی سے دونوں صورتوں میں ابتداء صحیح نہیں۔ کہ اس کا تعلق ماقبل سے ہے۔

سورۃ المؤمن اس میں بَلٰی ایک جگہ ہے۔

۱/۱۴ ۱۔ اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى (مؤمن ع ۵)

بَلٰی پر اکثر کے نزدیک وقف کافی اور بعض کے نزدیک، وقف تام ہے کیونکہ بَلٰی استفہام منفی کے جواب کے لیے ہے۔ اور علامہ اشمونی نے بِالْبَيِّنٰتِ پر وقف جائز اور بَلٰی پر وقف کافی لکھا ہے۔ اور یہ کلام بھی داروغہ دوزخ کا ہے۔ وہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس پیغمبر نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے۔ مجرم لوگ کہیں گے: بَلٰی اَیْ بَلٰی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَتَیۡنَا الرُّسُلُ بِالۡبَیِّنٰتِ ہاں کیوں نہیں ۔ رسول ہمارے پاس نشانیاں لے کر آئے تھے پھر بلٰی کو جواب کے قائم مقام کر کے اس کو حذف کر دیا۔ اس لیے بلٰی پر وقف حسن یعنی وقف کافی ہے ۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ بلٰی کے بعد کا کلام جملہ مستانفہ ہے ۔ جو کہ داروغۂ دوزخ دوزخیوں کو کہیں گے کہ تم ہی دعا کرو ۔ یہاں بھی بلٰی سے ابتداء درست نہیں ۔ وجہ وہی ہے کہ اس کا تعلق ماقبل سے ہے ۔

سورۃ الزخرف اس میں بلٰی ایک جگہ ہے ۔

۱/۱۵ :- اِنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوٰىهُمۡ بَلٰى (زخرف ع ۷)

کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں ۔ لَا نَسۡمَعُ میں جو نفی ہے ۔ بلٰی اس کے رد کے لیے ہے ۔ اَیۡ بَلٰی نَسۡمَعُ ذٰلِكَ ہاں ہاں ہم سب سنتے ہیں ۔ اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ان کی سب باتیں لکھ لیتے ہیں ۔ سب کے نزدیک بلٰی پر وقف کافی ہے ۔ کہ بلٰی کا تعلق ماقبل کے ساتھ ہے ۔ علامہ اشمونی نے ایک ضعیف قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ نَجۡوٰهُمۡ پر وقف ہے ۔ اور یہ صحیح نہیں ۔ اس لیے کہ اس کے بعد رُسُلُنَا مبتدا اور لَدَیۡهِمۡ یَکۡتُبُوۡنَ اس کی خبر ہے اور یہ مستقل جملہ ہے ۔ مکی لکھتے ہیں کہ یَکۡتُبُوۡنَ پر وقف زیادہ مناسب اور اولیٰ ہے ۔ کیونکہ یہ جملہ، جملہ پر معطوف ہے ۔

سورۃ الاحقاف اس میں بلٰی دو جگہ ہے ۔

۱/۱۶ :- بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى بَلٰى (احقاف ع ۴)

کیا انہوں نے نہیں سمجھا کہ جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں ۔ وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے ۔ اَوَلَمۡ یَرَوۡا میں جو استفہام و نفی ہے بلٰی اس کے جواب کے لیے ہے ۔ اَیۡ بَلٰی یَقۡدِرُ ذٰلِكَ ہاں ہاں وہ اس پر پوری طرح قادر ہے ۔ اس لیے بلٰی پر عند امام نافع مدنی، ابوجعفر نحاس، مکی کے نزدیک وقف تام ۔ دانی، جزری کے نزدیک وقف کافی ہے ۔ اور بلٰی پر وقف تام ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بلٰی کے بعد اِنَّهٗ میں اِنَّ کا ہمزہ مکسور ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بات کئی بار گذر چکی ہے کہ اِنَّ ابتداء کلام یعنی جملہ مستانفہ کے شروع میں آتا ہے ۔ یہاں بھی بَلٰی سے ابتداء درست نہیں کہ اس تعلق ما قبل سے ہے ۔

۲/۱۷ :۔ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا (احقاف ع ۴)

اور جس روز آگ کے سامنے کئے جائیں گے اور کہا جائے گا۔ کیا یہ حق نہیں ۔ اَلَیْسَ میں جو استفہام اور نفی ہے ۔ بَلٰی اس کے جواب کے لیے ہے ۔ اَیْ بَلٰی وَرَبِّنَا کیوں نہیں ہمارے پروردگار کی قسم حق ہے ۔ اقرار جرم کے بعد حکم سنایا جائے گا۔ تم جو دنیا میں انکار کیا کرتے تھے اب عذاب کے مزے چکھو ۔ یہاں بَلٰی کے بعد وَرَبِّنَا جملہ قسمیہ ہے ۔ جس کا تعلق بَلٰی کے ساتھ ہے ۔ اس بنا پر بَلٰی پر وقف درست نہیں ۔ بلکہ وقف وَرَبِّنَا پر ہوگا۔ اور دوسرے قول پر بِالْحَقِّ پر جملہ پورا ہوگیا ۔ اور قول یعنی قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا سے ابتداء ہوگی کہ یہ جملہ مستانفہ ہے ۔

سورۃ الحدید

اس میں بَلٰی ایک جگہ ہے ۔

۱/۱۸ :۔ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ قَالُوْا بَلٰی وَلٰكِنَّكُمْ (حدید ع ۲)

منافق لوگ مومنوں سے کہیں گے کہ کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے ۔

۱۔ یہاں جو استفہام اور نفی ہے بَلٰی اس کے جواب کے لیے ہے ۔ اَیْ بَلٰی كُنْتُمْ مَعَنَا کہیں گے کیوں نہیں تم ہمارے ساتھ تھے ۔ اس بناء پر بَلٰی پر امام نافع مدنی اور احمد بن جعفر دینوری کے نزدیک وقف تام ۔ اور مکی ، دانی ، جزری کے نزدیک وقف کافی ہے ۔ اور بَلٰی کا تعلق ما قبل کے ساتھ ہوگا ۔

۲۔ مَعَكُمْ پر وقف جائز ہے ۔ اور قَالُوْا سے بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ تک مومنوں کی طرف سے منافقوں کو جواب ہے ۔ اس لیے بَلٰی پر کوئی وقف نہیں ۔ اور اَلْغَرُوْرُ پر وقف تام ہے ۔ اس قول کو اشمونی نے اختیار کیا ۔ اس صورت میں قَالُوْا جملہ مستانفہ ہوگا۔

سورۃ التغابن

اس میں بَلٰی ایک جگہ ہے ۔

۱/۱۹ :۔ اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ (تغابن ع ۱)

جو لوگ کافر ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ وہ دوبارہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے ۔ آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہدیں کہ ہاں ہاں میرے پروردگار کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ پھر جو کام تم کرتے رہے ہو وہ تمہیں بتائے جائیں گے۔ انتہیٰ

یہاں اگرچہ بَلٰی سے پہلے حرف نفی (لَنْ) موجود ہے۔ لیکن بعد میں وَرَبِّیْ جملہ قسمیہ بھی آ رہا ہے۔ جس کا تعلق بَلٰی کے ساتھ ہے۔ اس لیے یہاں بَلٰی پر وقف جائز نہیں۔ کیونکہ لَتُبْعَثُنَّ کا لام جواب قسم کے لیے ہے۔ اور قُلْ بَلٰی سے لے کر یہاں تک پورا کلام اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا کا جواب ہے۔ مکی لکھتے ہیں کہ امام نافع مدنی نے وَرَبِّیْ پر وقف کو جائز کہا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ قُلْ بَلٰی جملہ مستانفہ ہے۔ لیکن یہ استیناف کی وجہ سے نفی کے جواب سے نہیں نکل سکتا۔ اور جواب کا ماقبل کے ساتھ ایسا قوی جوڑ ہوتا ہے جو توڑا نہیں جا سکتا۔ اس لیے میرے نزدیک وَرَبِّیْ پر وقف جائز نہیں۔ انتہیٰ

پس بِمَا عَمِلْتُمْ پر وقف کافی اور عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ پر وقف تام ہے۔

سورۃ الملک اس میں بَلٰی ایک جگہ ہے۔

۱:۔ اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ (ملک ع ۱)

جب کافروں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا تو دوزخ کے داروغہ ان سے پوچھیں گے۔ کیا تمہارے پاس کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا تھا۔ اَلَمْ یَاْتِکُمْ میں جو استفہام اور نفی ہے بَلٰی اس کا جواب ہے۔ مکی کے نزدیک یہاں بَلٰی پر وقف جائز نہیں۔ کیونکہ اس کے بعد نفس جواب مقدر نہیں بلکہ ظاہر ہے۔ اور وہ ہے قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حرف جواب اور نفس جواب کا جمع ہونا جائز ہے۔ پس قیامت کے دن مجرم لوگ کہیں گے کہ ہمارے پاس ہدایت کرنے والے آئے۔ اے کاش ہم ان کی ہدایات پر عمل کرتے۔ اور یہ اعتراف جرم حسرت و ندامت اور شدت غم کی وجہ سے کریں گے۔ قَالُوْا سے نَذِیْرٌ تک کفار کا مقولہ ہے۔ کسی کلام کے ٹکڑے کرنا صحیح نہیں۔ اس لیے وقف بَلٰی پر تو نہیں نَذِیْرٌ پر ہوگا۔

پس مکی کے نزدیک نَذِیْرٌ پر وقف حسن یعنی کافی اور کَبِیْرٌ پر وقف تام ہے۔ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دانی کے نزدیک بَلٰی پر وقف کافی ہے ۔ کیونکہ یہ ماقبل کی نفی کا جواب ہے ۔ اشمونی کے نزدیک اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ پر وقف کافی ہے کہ اس کے بعد کفار کا مقولہ ہے ۔

سورۃ القیٰمۃ اس میں بَلٰی ایک جگہ ہے ۔

۱/۲۱ :۔ اَنْ لَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰی قٰدِرِیْنَ (قیامہ ع۱)

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیاں اکھٹی نہیں کریں گے ۔ اس میں جو استفہام اور نفی ہے ۔ بَلٰی اس کا جواب ہے ۔ اَیْ بَلٰی نَجْمَعُهَا قٰدِرِیْنَ یعنی ہاں کیوں نہیں ۔ ہم ہڈیاں ضرور اکھٹی کریں گے ۔ اور ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کریں ۔ مکی لکھتے ہیں کہ بَلٰی پر وقف جائز نہیں ۔ کیونکہ اس کے بعد نَجْمَعُهَا جو فعل مقدر ہے اس کی ضمیر فاعل سے قٰدِرِیْنَ حال ہے ۔ دانی کے نزدیک بَلٰی پر وقف کافی ہے ۔ وجہ وہی ہے کہ بَلٰی ماقبل کا جواب ہے ۔ اور امام نافع مدنی اور ابوحاتم کے نزدیک بَلٰی پر وقف جائز ہے ۔ اور مکی کے نزدیک بَلٰی سے ابتداء صحیح نہیں ۔

سورۃ الانشقاق اس میں بَلٰی ایک جگہ ہے ۔

۱/۲۲ :۔ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ ۝ بَلٰی اِنَّ رَبَّهٗ (انشقاق)

آخرت کا منکر اپنے اہل وعیال میں مست تھا ۔ اور خیال کرتا تھا کہ خدا کی طرف پھر کر نہ جائے گا ۔ اس میں جو نفی ہے ۔ بَلٰی اس کا جواب ہے ۔ اَیْ بَلٰی لَیَرْجِعَنَّ اِلٰی رَبِّهٖ حَیًّا کَمَا کَانَ قَبْلَ مَمَاتِهٖ ہاں ہاں ضرور اپنے رب کے سامنے اس کی پیشی ہوگی حالانکہ یہ زندہ ہوگا ۔ جیسا کہ مرنے سے پہلے یہ زندہ تھا ۔ بَلٰی پر امام نافع مدنی اور علامہ مکی کے نزدیک وقف تام اور علامہ دانی اور علامہ جزری کے نزدیک کافی ہے ۔ اور اِنَّ رَبَّهٗ جملہ مستانفہ ہے ۔ کیونکہ اِنَّ مکسور ہے ۔ جو کہ ابتداء کلام میں واقع ہوتا ہے ۔ یہاں بھی بَلٰی سے ابتداء درست نہیں کہ ماقبل کا جواب ہے ۔

اختصار القول

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةُ : اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاص الخاص عنایت و توفیق سے "بَلٰی" جو کہ سولہ سورتوں میں بائیس جگہ واقع ہوا ہے۔ اس کی سورۃ بہ سورۃ ترتیب وار ہر ایک موقع کی وقفی و معنوی تشریح بیان ہو چکی ہے۔

اب امام الفن علامہ مکی قیسی کا رسالہ "اِخْتِصَارُ الْقَوْلِ عَلٰی کَلَّا وَبَلٰی وَنَعَمْ" سے اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے جو کہ حفظ کے لیے مفید ثابت ہوگا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ۔

وقف و ابتداء کے لحاظ سے "بَلٰی" کی تین قسمیں

پہلی قسم وہ مواقع جن میں قراء، نحویین اور اہلِ لغت کی اکثریت نے بَلٰی پر وقف کو اس بنا پر اختیار اور پسند کیا ہے کہ وہ ماقبل کے جواب کے لیے ہے۔ اور مابعد سے اس کا کسی طرح کا تعلق نہیں۔ ایسے مقامات دس ہیں۔

۱۔ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ بَلٰی مَنْ کَسَبَ (البقرہ ع ۹)

۲۔ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ٥ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ (البقرہ ع ۱۳)

۳۔ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ٥ بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ (آلِ عمران ع ۸)

۴۔ مُنْزَلِیْنَ ٥ بَلٰی اِنْ تَصْبِرُوْا (آلِ عمران ع ۱۳)

۵۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا (اعراف ع ۲۲)

۶۔ مِنْ سُوْٓءٍ بَلٰٓی اِنَّ اللّٰہَ (نحل ع ۴)

۷۔ مِثْلَھُمْ بَلٰی وَھُوَ (یٰسین ع ۵)

۸۔ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰی (مؤمن ع ۵)

۹۔ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی بَلٰٓی اِنَّہٗ (احقاف ع ۴)

۱۰۔ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ بَلٰٓی اِنَّ رَبَّہٗ (انشقاق)

پس یہ دس مقامات وہ ہیں جن میں بَلٰی پر وقف عمدہ اور بہتر ہے ــــ جس کو اکثر قراء اور اربابِ علم نے پسند اور اختیار کیا۔ ہاں بعض حضرات نے ان مواقع میں بَلٰی پر وقف کے بجائے بَلٰی سے ابتدا کرنے کو جائز کہا ہے۔ جو کہ محققین کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری قسم | وہ سات مواقع جن میں بَلٰی پر وقف اس لیے جائز نہیں کہ اس کا مابعد سے معنوی تعلق ہے۔ جو وقف کرنے سے باقی نہیں رہے گا۔ اور ایسے ہی ان مقامات میں بَلٰی سے ابتداء بھی درست نہیں کہ یہ ماقبل کے لیے جواب ہے۔ الغرض ان مواضع میں بَلٰی کو ماقبل و مابعد سے ملا کر پڑھنا ضروری ہے۔

۱۔ بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا (انعام ع ۳)

۲۔ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰی وَعْدًا (نحل ع ۵)

۳۔ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ (سباع ۱)

۴۔ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ بَلٰی قَدْ جَآءَتْكَ (زمر ع ۶)

۵۔ بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا (احقاف ع ۴)

۶۔ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ (تغابن ع ۱)

۷۔ اَنْ لَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ بَلٰی (قیٰمۃ ع ۱)

تیسری قسم | وہ پانچ مواقع جن میں بَلٰی پر وقف کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں ارباب علم مختلف الرائے ہیں۔ بعض بَلٰی پر وقف کرنے کو جائز اور بعض ناجائز کہتے ہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ ان مواضع میں بھی بَلٰی کو ماقبل و مابعد سے ملا کر پڑھا جائے۔ کیونکہ بَلٰی کا دونوں جانب تعلق ہے۔

۱۔ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ (البقرہ ع ۳۵)

۲۔ قَالُوْا بَلٰی وَلٰكِنْ حَقَّتْ (زمر ع ۸)

۳۔ وَنَجْوٰىهُمْ بَلٰی وَرُسُلُنَا (زخرف ع ۷)

۴۔ قَالُوْا بَلٰی وَلٰكِنَّكُمْ (حدید ع ۲)

۵۔ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰی (ع ۱)

آخر میں علامہ قیسی لکھتے ہیں کہ میں نے ارباب علم و فضل کا عمدہ اور پسندیدہ مذہب اختیار کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"نَعَمْ" کی معنوی اور وقفی تشریح

بلیٰ کی بحث میں نَعَمْ کے معنی پر بھی کچھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ "نَعَمْ" کلمہ ایجاب ہے۔ جو قرآن میں اکثر قراء کی قراءۃ میں بفتح العین اور کسائی کی قراءۃ میں بکسر العین ہے۔ ویسے قرآن کے علاوہ اس میں اور بھی لغت ہیں اور یہ مبنی بالسکون ہوتا ہے۔ اور یہ چار معانی میں آتا ہے۔

۱۔ خبر کے بعد واقع ہو تو حرف تصدیق ہے۔ یعنی کلام سابق کی تصدیق کرتا ہے۔ خواہ خبر مثبت ہو یا منفی۔ جیسے قَامَ زَیْدٌ (زید کھڑا ہے) اس کے جواب میں نَعَمْ کا مطلب ہے ہاں زید کھڑا ہے مَاجَآءَ زَیْدٌ اس کے جواب میں نَعَمْ کا مطلب ہے (ہاں زید نہیں آیا) دونوں جگہ نَعَمْ نے کلام سابق کی تصدیق کر دی۔

۲۔ انشاء یعنی امر اور نہی کے بعد واقع ہو تو حرف وعد ہوگا۔ یعنی طالب وعدہ کے ساتھ وعدہ کرنا۔ جیسے اِضْرِبْ زَیْدًا (زید کو مار) اس کے جواب میں نَعَمْ کا مطلب ہے اَعِدُكَ بِضَرْبِہٖ (میں آپ سے زید کو مارنے کا وعدہ کرتا ہوں)

۳۔ استفہام کے بعد واقع ہو تو حرف اعلام ہو۔ یعنی پوچھنے والے کو جواب دینا اور بتانا۔ جیسے اَقَامَ زَیْدٌ (کیا زید کھڑا ہے؟) اس کے جواب میں نَعَمْ کا مطلب ہے اُعْلِمُكَ یقینیا بِہٖ (ہاں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ زید کھڑا ہے)

۴۔ اگر صدر کلام میں واقع ہو تو فائدہ تاکید کا ہوتا ہے۔ جیسے نَعَمْ اِنَّ رَبِّیْ قَادِرٌ (ہاں ہاں بے شک میرا رب قادر ہے)

نَعَمْ سے متعلق وقف و ابتداء | یہ کلمہ قرآن میں چار جگہ ہے۔

۱۔ فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ط قَالُوْا نَعَمْ (اعراف ع ۵)

آیت کا مطلب ہے: اور اہل جنت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ جو وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا تھا ہم نے اسے سچا پالیا۔ بھلا جو وعدہ تمہارے پروردگار نے تم سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ اس کے جواب میں دوزخی کہیں گے نَعَمْ ہاں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے جس عذاب کی وعیدیں دی تھیں وہ بھگت رہے ہیں۔ یہاں پر مکالمہ ختم ہوا۔ اور اس کا مابعد سے نحوی و ترکیبی کوئی تعلق نہیں۔ اور چونکہ نَعَمْ استفہام کے جواب اور اس کی تصدیق کے لیے ہے۔ اس لیے علامہ اشمونی اور علامہ زکریا انصاری کے نزدیک توحَقًّا پر وقف کافی اور نَعَمْ پر وقف اکفیٰ ہے۔ لیکن علامہ دانی کے نزدیک دونوں گروہوں کی گفتگو میں ربط رکھنے کی غرض سے حَقًّا پر سرے سے وقف ہی نہیں۔ صرف نَعَمْ پر وقف کافی ہے۔ اسی طرح علامہ مکی نے بھی حَقًّا کے بجائے نَعَمْ پر وقف حسن مختار لکھا ہے۔

۲۔ اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ○ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ (اعراف ع ۱۴)

اور جادوگر فرعون کے پاس آپہنچے اور کہنے لگے اگر ہم جیت گئے تو ہمیں صلہ دیا جائے۔ فرعون نے کہا نَعَمْ ہاں ضرور دیا جائے گا۔ اور اس کے علاوہ تم مقربوں میں داخل کر لیے جاؤ گے۔ انتہٰی۔ اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ○ تو جادوگروں کا کلام ہے۔ اس کے بعد قَالَ نَعَمْ سے اَلْمُقَرَّبِيْنَ تک فرعون کا جوابی خطاب ہے۔ اس لیے یہاں نَعَمْ پر وقف جائز نہیں۔ کہ اس کے بعد بھی وَاِنَّكُمْ فرعون کے خطاب میں شامل ہے۔ جو ماقبل سے تو متصل ہے۔ لیکن مابعد سے اس کا ترکیبی کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِيْنَ ○ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ (شعراء ع ۳)

اعراف والے کی طرح یہاں بھی نَعَمْ پر وقف جائز نہیں۔ اور وجہ وہی ہے۔ جو اعراف میں بیان ہوئی۔ کیونکہ مضمون کے لحاظ سے یہ بھی اسی کی طرح ہے۔

۴۔ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ○ (صٰفّٰت ع ۱)

تو کیا جب ہم مرجائیں گے اور خاک اور ہڈیاں ہوجائیں گے۔ تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی۔ جو پہلے ہو گذرے ہیں۔ یہ کفار کا کلام ہے۔ اس کے جواب کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں کہ آپ کہہ دیں: جی ہاں! تم بھی زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے آباؤ اجداد بھی۔ اور چونکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اَنۡتُمۡ دَاخِرُوۡنَ پورا جملہ حال ہے تُبۡعَثُوۡنَ کی ضمیر فاعل ہے جو نَعَمۡ کے بعد مقدر ہے۔ واو حالیہ ہے۔ تقدیر عبارت نَعَمۡ تُبۡعَثُوۡنَ وَ اَنۡتُمۡ دَاخِرُوۡنَ۔ نَعَمۡ بعد والے جملہ سمیت کلام سابق کا جواب ہے۔ اس لیے نَعَمۡ پر وقف جائز نہیں۔

"بَلۡ" سے متعلق وقف و ابتداء کا بیان

"بَلۡ" قرآن میں دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ بَلۡ حرف عطف: اس معنیٰ میں اس وقت ہوگا جبکہ مفرد پر داخل ہو۔ جیسے قَامَ زَیۡدٌ بَلۡ عَمۡرٌو (زید کھڑا ہے بلکہ عمرو) کا مطلب ہے کھڑا تو عمرو ہے۔ اور زید اس حکم سے مسکوت عنہ یعنی ساقط ہے۔

۲۔ بَلۡ حرف اضراب: اس معنیٰ میں اس وقت ہوگا جبکہ جملہ پر داخل ہو۔ اضراب کا مطلب ہے ایک کلام سے دوسرے کلام کی طرف اور ایک مقصد سے دوسرے مقصد کی طرف منتقل ہونا۔ اس لیے دونوں میں لفظی و معنوی تعلق نہیں ہوتا۔

مقصود الکلام | بَلۡ اگر حرف عطف ہو پھر تو اس کا ماقبل سے وصل ہی ضروری ہے۔ کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ میں اتصال ضروری ہے۔ اور اگر بَلۡ حرف اضراب ہو تو پھر ماقبل پر وقف کر کے بَلۡ سے ابتداء کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ماقبل و مابعد والے دونوں کلاموں میں لفظی تعلق نہیں ہوتا۔ اور یہ وقف کافی کہلائے گا جس پر کسی قیل و قال کے بغیر وقف جائز ہے۔

چند مثالیں | ۱۔ قُلۡ مَنۡ یَّکۡلَؤُکُمۡ بِالَّیۡلِ وَ النَّهَارِ مِنَ الرَّحۡمٰنِ ط (انبیاء ع ۴) مالک حقیقی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہیں۔ کہ آپ ان استہزاء کرنے والوں سے کہہ دیں کہ رات اور دن میں رحمٰن کے عذاب سے تمہاری کون حفاظت کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ عذاب سے دنیا میں بچانے والا سوائے اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ کے اور کوئی نہیں۔ اور عذاب کا دفاع بھی اسی وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ مہلت دیں گے۔ اس کے بعد فرمایا بَلۡ هُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ رَبِّهِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ۞ بات یہ ہے کہ یہ اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروردگار کی یاد سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ ان کو ڈرانا بے کار ہے۔ ان کے دل میں رحمٰن کا خیال ہی نہیں آتا۔ اس کے عذاب سے کیسے ڈریں گے۔ چونکہ یہ دو علیحدہ علیحدہ کلام ہیں۔ جن میں لفظی اور نحوی کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے اَلرَّحْمٰنِ پر وقف کافی ہے۔

۲۔ وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (مومنون ع ۴)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی صفات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو لوگ نیکیوں کی طرف دوڑتے ہیں وہ اپنی خوش دلی اور طبیعت کی رغبت کی وجہ سے دوڑتے ہیں۔ ہم نے ان کو برداشت کرنے سے زیادہ کوئی حکم نہیں دیا۔ اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو ٹھیک ٹھیک اعمال بتائے گی۔ ہم ان میں سے کسی کو ضائع نہیں کریں گے۔ سب کا ثواب دیں گے۔ اور کسی کی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ یعنی نہ تو نیکیوں میں کمی کی جائے گی اور نہ گناہوں میں زیادتی۔ اس کے بعد کفار کی حالت بیان فرماتے ہیں۔ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا اگر ان کے دل ان باتوں کی طرف سے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ پس لفظ بَلْ نے ایک کلام سے دوسرے کلام کی طرف منتقل کر دیا۔ اس لیے دونوں میں لفظی تعلق نہ ہونے کی بنا پر وَلَا هُمْ يُظْلَمُوْنَ ۝ پر وقف کافی ہے۔ اور بَلْ قُلُوْبُهُمْ سے ابتداء درست ہے۔

۳۔ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝ (مومنون ع ۵)

اب بھی وہ ضرور کہیں گے کہ یہ سب حکمت و قدرت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ تو آپ ان سے کہئے کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے کہ سب باتوں کا اقرار کرتے ہوئے حق و ہدایت سے منہ موڑے جا رہے ہو۔ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ بات یہ ہے کہ ہم نے ان کے پاس حق پہنچا دیا ہے۔ اور یہ جو بت پرستی کئے جاتے ہیں وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ حسب ضابطہ یہاں بھی تُسْحَرُوْنَ پر وقف کافی ہے۔ اور بَلْ اَتَيْنٰهُمْ سے ابتداء صحیح ہے۔

مسئلہ کی وضاحت کے لیے یہ تین مثالیں کافی ہیں۔ اور اس نوعیت کے وقف بکثرت موجود ہیں۔ سب میں یہی قاعدہ اور ضابطہ جاری ہوگا۔

اس مضمون کی اصل زمین تو علامہ جزری کی التمہید ہے۔ اس کے علاوہ اور کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حَتّٰی سے ابتداء کب درست ہے؟

حَتّٰی مختلف معنوں میں آتا ہے۔ مثلاً:۔

الف: حرف جار ہے اور اس معنی میں مشہور ہے اور انتہاء پر دلالت کرتا ہے۔

ب: اَنْ مصدریہ کی تقدیر سے فعل مضارع پہ داخل ہوتا اور غایت کا فائدہ دیتا ہے۔

ج: اور یا بیانِ علت کا فائدہ حاصل ہے۔

د: کبھی حرف عطف بمعنٰی واو ہوتا ہے۔

ہ: اور کبھی حرف ابتداء ہوتا ہے۔ یعنی ابتداء کلام میں واقع ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد کلام حکایت کے طور پر ہوگا تو اس صورت میں حَتّٰی سے ابتداء جائز ہے۔ جیسا کہ:۔

۱۔ حَتّٰی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ (مریم ع ۵) یہاں بلاشبہ حَتّٰی سے ابتداء صحیح ہے۔ اور اس سے پہلے مَدًّا ۞ پر وقف کافی ہے۔ (اشمونی)

۲۔ حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ (انبیاء ع ۷) یہاں حَتّٰی سے ابتداء بدرجہ اولیٰ صحیح ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۞ پر راس آیت ہونے کے علاوہ دانی و اشمونی وغیرہ نے وقف تام لکھا ہے۔ ایسے ہی ــ

۳،۴۔ حَتّٰی اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اور وَفُتِحَتْ (زمر ع ۸) دو جگہ۔

۵۔ حَتّٰی اِذَا مَا جَآءُوْهَا (حٰمٓ السجدۃ ع ۳)

۶۔ حَتّٰی اِذَا جَآءَنَا (زخرف ع ۴) بھی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی ان جیسے اور مقامات ہیں۔ سب جگہ یہی قاعدہ جاری ہوگا۔ اور ان مقامات کا پہچاننا عام لوگوں کے لیے بھی آسان ہے۔ کیونکہ حَتّٰی سے پہلے یا تو راس آیت ہوگی یا وقف کی علامتوں میں سے (ط) یا (ج) اور راس آیت عام ہے کہ آیت اتفاقی ہو یا اختلافی۔ اور اختلافی آیت کے موقع پر گول دائرہ کی بجائے پانچ کا عدد (۵) ہوتا ہے۔

اَلَّذِیْ اور اَلَّذِیْنَ کے متعلق ایک ضابطہ قرآن میں جہاں بھی اَلَّذِیْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اَلَّذِیْنَ آیا ہے وہاں دو صورتیں جائز ہیں ایک تو ان کو نعت بنا کر ماقبل سے وصل کر کے پڑھیں۔ اور دوسرا ان کو مبتدا محذوف هُوَ اور هُمْ کی خبر قرار دے کر ان سے ابتداء کی جائے اور دونوں ہی باتیں صحیح اور جائز ہیں۔ لیکن:

۱۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ (بقرہ ع ۱۴)

۲۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَهٗ (بقرہ ع ۱۷)

۳۔ اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا (بقرہ ع ۳۸)

۴۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ (انعام ع ۲)

۵۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا (توبہ ع ۳)

۶۔ اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ (فرقان ع ۳)

۷۔ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ (مؤمنون ع ۱)

یہ سات مقامات اس ضابطہ اور قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ یہ سب مواقع جملہ مستانفہ ہیں۔ اور ان سے پہلے وقف لازم بھی ہے۔ اور یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ان کا ماقبل سے نہ لفظی تعلق ہے نہ معنوی جس کی تفصیل وقف لازم کی تشریح میں گذر چکی ہے۔ اگر ان مقامات میں ماقبل سے وصل کریں تو ان اسماء موصولہ کا نعت ہونے کا خیال گزرے گا۔ جس سے مرادی معنیٰ میں خرابی پیدا ہو جائے گی۔ اس لیے ان سے ابتدا ہی ضروری ہے اس سے ان کا جملہ مستانفہ ہونا بھی واضح ہو جائے گا۔

ضروری تنبیہہ: علامہ زرکشی نے البرہان (۱/ ۳۵۷ و ۳۵۸) میں اور علامہ سیوطی نے الاتقان (۱/ ۹۰) میں اور علامہ اشمونی نے منا الھدیٰ (ص ۱۹) میں صرف ان سات مواقع کو ہی مستثنیٰ لکھا ہے۔ گو علامہ اشمونیؒ سے سورۃ انعام والا اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَهٗ سہواً رہ گیا ہے۔ یا کاتب کی غلطی ہے۔ کیونکہ انہوں نے عدد تو سات کا متعین کیا ہے۔ مگر بیان صرف چھ ہی کئے ہیں۔ ہاں ان سات کے علاوہ سورۃ انعام میں اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ (ع ۲) بھی اسی حکم میں شامل ہے۔ اور یہاں بھی ماقبل سے وصل جائز نہیں۔ اس لیے بھی کہ یہاں اس سے پہلے اَبْنَاءَهُمْ پر وقف لازم ہے۔ پس اس سمیت کل مواقع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آٹھ ہو گئے۔ یا یوں کہیں کہ یہ موقع مختلف فیہ ہے۔ لیکن پہلی وجہ زیادہ صحیح ہے۔
علامہ سیوطی اتقان (۹۰/۱) میں فرماتے ہیں کہ صاحب کشاف نے اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قاری کے لیے موصوف پر وقف کر کے اَلَّذِیْ سے ابتداء کرنا اس حالت میں جائز ہے جبکہ اس کو جملہ مستانفہ قرار دیں۔ لیکن جب اس کو ماقبل کی صفت بنائیں تو پھر ماقبل سے وصل ہی ہوگا۔

صفت کی دو قسمیں اور ان کے لیے ایک ضابطہ

علامہ زرکشی نے البرہان (۳۵۶/۱) میں اور علامہ سیوطی نے اتقان (۹۰/۱) میں لکھا ہے کہ بعض ارباب علم نے صفت کی دو قسمیں کی ہیں۔ اور ان کے لیے ایک ضابطہ بیان کیا ہے۔ کہ اگر صفت اختصاص کے لیے ہو تو اس کے موصوف پر وصل کے بجائے وقف کرنا جائز نہیں۔ اور اگر صفت مدح کے لیے ہو تو پھر موصوف پر وقف کرنا جائز ہے کیونکہ مدح ہونے کی حالت میں اس کا عامل موصوف کے عامل سے جدا گانہ ہوتا ہے۔ اس ضابطہ کو رمانی نے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (البقرہ ع ۱۹) کی تفسیر میں اختصار کیا ہے اور صاحب کشاف نے اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ جس کا ابھی ذکر ہوا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرف استثناء اِلَّا کی تفصیلی بحث

استثناء کی دو قسمیں ہیں۔ (الف) متصل (ب) منقطع

۱۔ متصل کے بارے میں قراء کا قول ہے کہ مستثنیٰ کے بغیر مستثنیٰ منہ پر وقف نہ کیا جائے۔ جیسے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ہ یہاں "انسان" سے جنس انسان یعنی تمام لوگ مراد ہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ خُسْرٍ سے دخول نار مراد ہے۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے نقصانِ تجارت مراد ہے۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں حرف استثناء نے ایمان والوں کو دخول نار اور نقصانِ تجارت سے مستثنیٰ کر دیا۔ کہ انہوں نے آخرت کو دنیا کے بدلے خریدا تو نفع مند ہو گئے۔ اور جو ایمان نہیں لائے وہ نقصان میں رہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا۔ آخرت کا نقصان ہی انسان کی ہلاکت اور بربادی ہے۔

۲۔ منقطع :۔ اس کو کہتے ہیں کہ "مستثنیٰ" مستثنیٰ منہ سے نہ ہو۔ جیسے فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ہ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ (انشقاق) ابن انباری فرماتے ہیں کہ یہ مستثنیٰ منقطع ہے اور گویا کہ لٰکِنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے معنیٰ میں ہے۔ جیسے لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ (بقرۃ ع ۱۸) اس کے معنیٰ ہیں لٰکِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ کہ ان کے لیے کوئی حجت نہ ہوگی۔ اسی طرح ابن مجاہد سے منقول ہے کہ وہ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ پر وقف کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے اس کے معنیٰ لٰکن ہیں۔ اور اس کے اتصال میں بھی کوئی قباحت نہیں معنیٰ یہ ہوں گے۔ کہ مگر مذکورین میں سے وہ لوگ جو ایمان لائے۔ اور اعمال صالحہ کرتے رہے۔ ایسے ہی اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ میں دونوں امر یعنی وقف اور وصل جائز ہیں۔ اگر کوئی مجبوری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو تو وصل اولیٰ ہے۔ قراء نے درج ذیل مواقع میں استثناء منقطع بتایا ہے۔

۱۔ اِلَّآ اَذًى ط (آل عمران ع ۱۲)

۲۔ اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ (آل عمران ع ۱۲)

۳۔ وَكِيْلًا ۙ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (اسراء ع ۱۰)

۴۔ اِنِّیْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۙ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ (نحل ع ۱)

۵۔ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۙ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى (غاشیہ)

۶۔ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (سورۃ التین)

علماء نے ان موقعوں میں اِلَّا سے ابتداء کرنے کو جائز کہا ہے۔ اور ابوجعفر نحاس کے نزدیک تو لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ پر وقف تام ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہاں اِلَّا بمعنی لٰکِنْ ہے۔ اس لیے اِلَّا مَنْ ظَلَمَ استثناء منقطع ہے۔ اور علامہ دانی فرماتے ہیں۔ کہ ایسا استثناء جس سے پہلے وقف تام ہو صرف دو موقعوں میں ہے۔ ایک تو یہی یعنی لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ۔ اور دوسرا انشقاق والا ہے۔ استثناء منقطع کے مذکورہ بالا مقامات علامہ دانی نے المکتفٰی میں اور علامہ سخاوی نے جمال القراء میں بیان کئے ہیں۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں کہ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى (آل عمران ع ۱۲) بعض مفسرین کی رائے میں استثناء منقطع ہے۔ اور درحقیقت یہ متصل ہے۔ کیونکہ آیت کے معنٰی یہ ہیں کہ مخالفین آپ کو نقصان تو ہرگز نہ پہنچا سکیں گے۔ ہاں جو زبانی بکواسیں ہیں وہ بکتے رہیں گے۔ لیکن آپ پر غلبہ اور تسلط نہ پا سکیں گے۔ جیسا کہ ساتھ ہی فرمایا۔ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۲) اور اگر آپ کے مقابلہ میں میدان جنگ میں نکل بھی آئیں تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ اور آپ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ اور ایسے ہی وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا (اسراء ع ۸) وہ کافر تو آپ کو سرزمین مکہ ہی سے بے دخل کرنے لگے تھے۔ اور اگر ایسا ہو جاتا تو آپ کے جانے کے بعد ان کو بھی یہاں رہنا نصیب نہ ہوتا مگر بہت ہی تھوڑا وقت۔ اگر اس کو استثناء منقطع مانا جائے تو اِلَّا سے پہلے وقف تام نہ ہوگا۔ کیونکہ اِلَّا کے بعد کا تعلق اس کے ماقبل سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ہاں بہتر یہ ہے کہ اِلَّا سے پہلے وقف کو کافی مانا جائے۔ اور اسی طرح اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ بعض بصریوں کی رائے میں استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا پر وقف تام ہے۔ اس کے بعد فرمایا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ جس کے معنیٰ ہیں۔ کہ اگر وہ اللہ پاک کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑلیں تو ذلت سے بچ جائیں گے۔ ورنہ نہیں۔ علامہ شاطبی نے فرمایا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ بطور حال محل نصب میں ہے۔ اَیْ مُعْتَصِمِیْنَ اَوْ مُتَمَسِّکِیْنَ۔ نیز علامہ شاطبی فرماتے ہیں کہ یہ عام حالات سے بھی زیادہ عام استثناء ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان پر عام حالات میں تو ذلت چھائی رہے گی۔ کہ سر اونچا نہ کرسکیں گے۔ ان کے لیے معاشرہ میں رہنے کے لیے دو ہی راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ پاک کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑلیں یعنی اسلام میں داخل ہوجائیں۔ یا پھر اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کی ماتحتی کو قبول کریں اور جزیہ ادا کریں۔

اور بعض کوفیوں کے نزدیک تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ اِلَّا اَنْ یَّعْتَصِمُوْا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ۔ اسی وجہ سے بِحَبْلٍ میں باء داخل ہے۔ اور وہ اسی فعل مقدر کے متعلق ہے۔ اور بعض کوفیوں کا کہنا ہے کہ یہ معنوی طور پر استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ کلام کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر جگہ ان پر ذلت چھائی رہے گی۔ اگر عزت ہے تو اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑنے اور اسلام میں داخل ہونے میں ہے۔ اور صحیح قول ان حضرات کا ہے جو استثناء متصل کے قائل ہیں۔ (سخاوی)

ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِہٖ عَلَیْنَا وَکِیْلًا ۙ اِلَّا رَحْمَۃً مِّنْ رَّبِّکَ۔ اس کا منقطع ہونا بھی جائز ہے لیکن اس کے باوجود وَکِیْلًا ۙ پر وقف تام نہیں۔ کیونکہ معنیٰ یہ ہیں اور لیکن تیرے رب کی رحمت باقی ہے۔ اس کو وہ نہیں لے گیا۔ پس بعض کلام کا بعض کے ساتھ تعلق ہونے کی بناء پر وقف کافی ہوگا۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ استثناء متصل ہو۔ یعنی اگر ہم چاہتے تو قرآن پاک کو لے جاتے یعنی سینوں سے مٹا دیتے۔ پھر آپ اس وقت اپنے لیے کوئی وکیل نہ پاتے۔ جو ہم پر وکیلانہ جرح کرکے قرآن پاک کو پہلی حالت پر واپس کروا لیتا۔ مگر آپ کے رب کی رحمت ہی وکالت کرتی تو بات بنتی۔ پس اس توجیہہ کی بناء پر وَکِیْلًا پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف جائز نہیں۔

اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ میں بصریوں کے قول کے مطابق استثناء منقطع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ استثناء منفصل میں اس کا مابعد اپنے ماقبل کا معنوی طور پر مخالف ہوتا ہے۔

اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ یہ تو تامین ہے۔ یعنی اس بات کا اعلان ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہمارے پاس با امن ہیں۔ کسی کے لیے کوئی خوف نہیں۔ اور اِلَّا مَنْ ظَلَمَ سے فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ بھی تامین ہے۔ یعنی رسولوں کے با امن ہونے کی خبر ہے۔ دونوں جملوں کا مفہوم ایک ہے۔ اس معنوی اعتبار سے یہ مثال استثناء منقطع کی نہیں بلکہ استثناء متصل کی ہے۔ بصریوں نے اس کی دلیل میں کلام عرب کی ایک مثال پیش کی مَا اشْتَکٰی اِلَّا خَیْرًا۔ اس کو نہ کوئی تکلیف ہے اور نہ کوئی شکایت۔ خیر ہی خیر ہے۔ پس حصول خیر میں مستثنیٰ اپنے مستثنیٰ منہ کی طرح ہے۔ مَا اَدْرَكَ اِلَّا خَیْرًا بھی پہلے جملہ کی وضاحت کر رہا ہے مطلب دونوں کا ایک ہے۔ پس بصریین کے نزدیک اِلَّا بمعنیٰ لٰکِنْ ہے۔ اور آیت کے معنیٰ یہ ہوں گے۔ کہ لیکن رسل اور انبیاء علیہم السلام وغیرہم میں سے جس کسی سے اپنی شان کے مطابق ذرا سی بھی لغزش ہو گئی پھر توبہ کی تو میں غفور رحیم ہوں۔ علامہ شاطبی نے فرمایا کہ اِلَّا بمعنیٰ لٰکِنْ ہے۔ کیونکہ جب رسولوں سے خوف کی نفی کا اطلاق ہوا۔ تو اس سے ایک شبہ پیدا ہوا۔ اس لیے اس کا تدارک کیا۔ پس معنیٰ یہ ہوئے کہ لیکن ان میں سے جس سے ظلم ہوا یعنی گناہ صغیرہ صادر ہوا۔ جیسے آدم، یونس، داؤد، سلیمان، برادران یوسف علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام سے صادر ہوئے۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے مکہ لگنے سے ایک قبطی مر گیا ممکن ہے اس کے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے تعریض مقصود ہو۔ اور یہ ان اشارات میں سے ہے جن کا ماخذ لطیف ہوتا ہے۔ اور اسی بناء پر اس کا نام ظلم رکھا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ۔ اے رب مجھ سے ایک ظلم ہو گیا ہے۔ تو مجھے بخش دے۔ ان دونوں صورتوں میں وقف کافی ہوگا۔ کہ اِلَّا کے بعد والا جملہ معنیً ماقبل سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی مفہوم میں مستثنیٰ اپنے مستثنیٰ منہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرح ہے۔ فراء فرماتے ہیں کہ استثناء ان لوگوں سے کرنا جائز ہے جن کا کلام میں ذکر نہیں۔ مثلاً لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ میں ذکر تو ہے رسولوں کا لیکن مراد اس سے دوسرے لوگ ہیں۔ اور آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ رسول پر تو کوئی خوف نہیں ہوگا۔ ہاں دوسرے لوگوں پر خوف ہوگا۔ ایسے ہی اِلَّا مَنْ ظَلَمَ کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ نہیں ڈرے گا۔ اس کی توجیہہ یوں ہوگی۔ کہ ایک شخص ساری عمر شرک میں پڑا رہا۔ آخری وقت میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شرک سے توبہ کی اور صالح ہوگیا۔ یہ یقیناً بخشا جائے گا۔ اور قیامت کے دن اس پر کسی طرح کا نہ خوف ہوگا اور نہ عذاب۔

مگر دوسرے حضرات نے فراء کی اس تاویل کا رد کیا ہے کہ جو چیز محذوف ہے۔ اس کی تعیین کا کیا اعتبار۔ ورنہ لَا اَضْرِبُ الْقَوْمَ اِلَّا زَيْدًا کے معنی۔ کہ میں قوم کو تو نہیں ماروں گا ہاں زید کو ماروں گا، کا مفہوم یہ ہوگا اَضْرِبُهُمْ اِلَّا زَيْدًا یعنی قوم کو ماروں گا ہاں زید کو نہیں ماروں گا۔ ہاں سخاوی فراء کی تائید میں فرماتے ہیں کہ دوسرے حضرات کا رد صحیح نہیں۔ یہ تو علم بیان کے سراسر خلاف ہے۔ اس سے تو کلام ہی مسخ ہو کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا یہ رد غیر معتبر ہے۔ کیونکہ آیت لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ غیر رسل کے خائف ہونے پر دلالت کر رہی ہے۔ ایسے ہی جملہ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ دلالت کر رہا ہے کہ ظالم لوگ ڈریں گے اور جملہ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ یعنی جس کو میں بخش دوں گا تو وہ نہیں ڈرے گا۔ یہ کلام اسی معنیٰ پر دلالت کر رہا ہے۔ اور اسی طرف فراء نے اشارہ کیا ہے۔ اور دوسرے حضرات نے اس کے رد میں جو مثال پیش کی ہے۔ وہ کوئی دلیل نہیں۔ لہٰذا یہ استثناء متصل ہے۔ اور اَلْمُرْسَلُوْنَ پر وقف کافی ہوگا۔ اور اِلَّا محذوف کے متعلق ہے اور اس سے ابتداء جائز ہے۔ پس یہ ابتداء مع اِلَّا محذوف سے ہوگی۔ جیسا کہ سورۃ القیٰمۃ میں اَلْقَادِرِيْنَ سے ابتداء جائز ہے۔ اور تقدیر عبارت نَجْمَعُهَا قَادِرِيْنَ ہے۔ اور فراء فرماتے ہیں کہ بعض نحویوں کا قول ہے کہ اِلَّا لغت میں بمعنیٰ "واؤ" ہے۔ اور آیت کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ میرے پاس نہ رسول ڈریں گے۔ اور نہ وہ ڈرے گا جو پہلے تو ظلم کرتا رہا پھر تائب ہو کر اپنی اصلاح کر لی۔ اور ایسے ہی نحاۃ نے لِئَلَّا يَكُوْنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ کو وَلَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ بنایا۔ فراء فرماتے ہیں کہ عربیت میں بعض نحاۃ کے اقوال احتمال کے درجہ میں بھی نہیں پائے جاتے۔ مثلاً قَامَ النَّاسُ اِلَّا عَبْدُ اللّٰهِ کا مطلب یہ لیں کہ عبد اللہ تو کھڑا اور قوم بیٹھی ہے۔ اس قسم کی غلط تاویلیں عقل سلیم سے بعید ہیں۔ کیونکہ استثناء تو اس کو کہتے ہیں کہ ہم اِلَّا کے مابعد کو اس کے ماقبل سے نکال دیں۔ ہاں یوں کہنا درست ہے۔ لِيْ عَلَيْكَ اَلْفٌ سِوٰى اَلْفٌ اٰخَرَ۔ اگر یہاں سِوٰی کی جگہ اِلَّا استعمال کیا جائے تو جائز ہوگا۔ اس صورت میں اِلَّا کا وہی معنیٰ ہوگا جو بعض نحاۃ کے نزدیک اِلَّا بمعنیٰ واؤ ہوتا ہے۔ البتہ جب قلیل کو کثیر سے مستثنیٰ کریں گے تو اس وقت اِلَّا اپنے ہی معنیٰ میں استعمال ہوگا۔ بمعنیٰ واؤ نہیں ہونا البتہ واؤ کی طرح ہوتا ہے جیسے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ کے معنیٰ اِلَّا الَّذِيْ شَآءَ رَبُّكَ ہیں۔ ایسے ہی اگر اِلَّا کے بعد مَنْ زائد ہو تو اِلَّا کو بمنزلہ واؤ تو نہیں کہا جائے گا۔ البتہ سوٰی کے معنیٰ میں ہو جائے گا۔ اور جب سِوٰی بمنزلہ اِلَّا ہو تو اس کا معنیٰ واؤ والا کرنا صحیح ہے۔ اس لیے کہ مشہور ہے کہ عِنْدِيْ مَالٌ كَثِيْرٌ سِوٰى هٰذَا۔ اَیْ هٰذَا عِنْدِيْ۔ اس کے معنیٰ یہ ہوئے۔ عِنْدِيْ مَالٌ كَثِيْرٌ وَهٰذَا۔ اس مثال میں حرف استثناء کا واؤ کے معنیٰ میں ہونا سوٰی کی نسبت اِلَّا کے معنیٰ میں بعید ہے۔ اس لیے کہ کہتے ہیں عِنْدِيْ سِوٰى هٰذَا۔ مگر اِلَّا هٰذَا نہیں بولا۔ اور راجح یہی ہے کہ استثناء متصل ہے۔ پس لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ کے معنیٰ یہ ہوئے اِلَّا الَّذِيْ ظَلَمَ وَخَافَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا۔ یعنی جس کی یہ صفت ہو تو گویا وہ میرے نزدیک ڈرنے والوں میں ہو گیا۔ اس صورت میں فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ کے ساتھ متصل ہو جائے گا۔ اور اِلَّا مَنْ ظَلَمَ کے معنیٰ ہوں گے۔ اِلَّا مَنْ عَمِلَ بِغَيْرِ اِذْنٍ۔ اس کی تائید ابن جریج کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ کہ انہوں نے یہ معنیٰ بیان کئے۔ لَا يَخَافُ الْاَنْبِيَاءُ اِلَّا بِذَنْبٍ يَّغْشَاهُ اَحَدُهُمْ فَاِنْ اَصَابَهٗ اَخَافَهُ اللّٰهُ۔ اور حسن کے اس قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ كَانَتِ الْاَنْبِيَاءُ تُذْنِبُ فَتُعَاقَبُ۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت میں موسیٰ علیہ السلام کو جو خوف دلایا گیا ہے وہ قبطی کے قتل کی وجہ سے ہے۔ اس لیے کہ اگر صرف یہ آیت ہوتی لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ تو کوئی کہہ سکتا کہ موسیٰ علیہ السلام ڈرے تو رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ کہا۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِلَّا مَنْ ظَلَمَ۔ اَيْ اِلَّا مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلْتَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا فَاِنَّهٗ قَدْ خَافَ لَدَيَّ۔ اس موقع پر صرف اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ہی کافی تھا۔ لیکن بعد کا جملہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے از راہ لطف و کرم فرمایا تاکہ انہیں اطمینان ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ مغفور ہیں۔

آیت: لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ میں جو استثناء ہے وہ متصل ہے یعنی فَذَكِّرْ قَوْمَكَ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى عَنْكَ وَاَعْرَضَ عَنِ الْاِيْمَانِ وَكَفَرَ۔ آپ اپنی قوم کو دعوت توحید و ایمان دیں۔ ہاں جو آپ کی بات توجہ سے نہ سنے اور ایمان پر کفر کو ترجیح دے تو آپ بھی اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔ اس میں مَنْ محل نصب میں ہے۔ اور لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ جملہ معترضہ ہے۔ بعض نحاۃ نے کہا ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو حق سے منہ پھیرتا ہے پھیرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور آیت ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بعض نحویوں نے کہا ہے کہ یہ استثناء متصل ہے۔ اور اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ سے یا تو یہ مراد ہے کہ جہنم کے عذاب کی وجہ سے ان کی تخلقت ہی بدل جائے گی۔ جس کی وجہ سے وہ سب سے بڑھ کر بدصورت ہو جائیں گے۔ اور اہل ایمان کے حسن و جمال میں ہر آن اضافہ اور ترقی ہوتی رہے گی۔ یا یہ مطلب ہے کہ اہل نار اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ النَّارِ۔

اور بعض نحاۃ نے کہا ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے۔ اور اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ سے ارذل العمر مراد ہے۔ اور اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے معنی لٰكِنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان کا مقام جنت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ہر گھڑی سے نئی نعمت سے انہیں نوازا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِلُطْفِكَ وَفَضْلِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

یہ مضمون علامہ سخاوی (متوفی ۶۴۳ھ) کی کتاب جمال القراء سے ماخوذ ہے۔ اگرچہ اس کا انداز کتاب کے معیار سے ذرا مختلف ہے۔ تاہم اس قسم کے ایک آدھ مضمون کے آجانے سے کتاب کی افادیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسی غرض سے اسکو داخل کتاب کیا جارہا ہے کہ شاید کسی کو پسند آجائے۔ اور خوش ہو کر راقم کے لیے دل سے حسن خاتمہ کی دعا کر دیں۔

ایک عمومی قاعدہ

جملہ معلل وہ ہوتا ہے جس کی علت، سبب، دلیل وغیرہ بعد والا جملہ بیان کرے۔ ایسے موقعوں میں علت و سبب والے جملہ کے بغیر صرف جملہ معلل پر وقف کرنا بلا کسی عذر کے جائز نہیں۔ مثلاً:۔

الف۔ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (بقرۃ ع ۱۸) یعنی اور تم لوگ جہاں کہیں بھی ہوا کرو نمازوں میں اپنا منہ مسجد حرام یعنی بیت اللہ شریف کی طرف کر لیا کرو۔ یہ جملہ تو معلل ہے اس کی علت و سبب جملہ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ہے۔ یعنی ہم نے یہ حکم تمہیں اس لیے دیا ہے تاکہ لوگوں کو تمہارے خلاف الزام قائم کرنے کا کوئی موقع نہ رہے۔ اس کے بعد بھی مزید تفصیل ہے۔

ب۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ (آل عمران ع ۱۳) اور نصرت و فتح تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے۔ جو بڑی قوت و حکمت کا مالک ہے۔ اسی آیت کے پہلے حصہ میں جنگ بدر کی طرف اشارہ ہے کہ اس نازک موقع پر فرشتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جو تمہاری مدد فرمائی ہے یہ محض تمہاری خوشی کے لیے ہے۔ ساتھ ہی اس کی علت بیان فرمائی کہ تاکہ تمہارے دل اس امداد سے اطمینان حاصل کریں۔ اس کے بعد دوسری بات یہ فرمائی کہ نصرت و فتح تو اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے۔ بہر حال یہ نصرت اس لیے فرمائی تاکہ اس مدد سے منکرین حق کے ایک گروہ کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے۔ یا ان کو اس قدر ذلیل و مغلوب کر دے کہ وہ ناکام ہو کر واپس لوٹ جائیں۔ اگرچہ الْحَكِيْمِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر رأس آیت ہے ۔ لیکن جملہ لِیَقْطَعَ طَرَفًا ماقبل کی علت ہے اس لیے یہاں بلا ضرورت وقف کرنا درست نہیں ۔

ج ۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ (نحل ع ۶) اور آپ پر ہم نے یہ قرآن نازل کیا ہے ۔ اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے ۔ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ تاکہ جو احکام لوگوں کے لیے نازل کئے گئے ہیں ۔ وہ احکام آپ ان کے روبرو خوب کھول کر بیان کریں ۔ مزید اس کی علت بیان فرمائی وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ اور تاکہ وہ لوگ غور وفکر کریں ۔ پس یہاں اَلذِّکْرَ اِلَیْہِمْ پر بلا ضرورت وقف جائز نہیں ۔ کہ ان کے بعد ان کی علتیں بیان فرمائی گئی ہیں ۔

د ۔ وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (حشر ع ۱) اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مالِ غنیمت دلوایا ہے ۔ وہ تو مذکورہ لوگوں کا حق ہے ۔ اس کے بعد اس کی علت بیان فرمائی کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ۔ تاکہ جو لوگ تم میں دولتمند ہیں ۔ انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے ۔ پس وَابْنِ السَّبِیْلِ پر بلا عذر وقف جائز نہیں ۔

ﮦ ۔ ایسے ہی لام جحد سے پہلے بھی وقف اختیاری جائز نہیں ۔ جیسے وَمَا کَانَ اللّٰہُ پر کیونکہ اس کے بعد لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ (بقرۃ ع ۱۷) میں لام جحد ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں کہ وہ تمہارے ایمان کو ضائع کردے ۔

اِذا کی بحث

اِذا کے وقف کے بارے میں ضابطہ یہ ہے ۔ کہ تنہا اِذَا پر وقف جائز نہیں ۔ بلکہ اس کے جواب پر وقف ہوگا ۔ البتہ اگر جواب سے پہلے ہی کلام لمبا ہو جائے تو پھر بحالت مجبوری جواب کے بغیر وقف جائز ہو جائے گا ۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اِذَا کا جواب محذوف ہوتا ہے ۔ جیسے وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ وَمَا خَلْفَکُمْ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (یٰسین ع ۴) پر وقف کافی ہے ۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس ذات سے ڈر جاؤ جو تمہارے آگے اور پیچھے ہے ۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس یہاں جواب اِذَا اَعْرَضُوْا محذوف ہے۔ اور اس کے بعد والا کلام مستانفہ ہے۔ ابو حاتم سجستانی نے فرمایا وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ سے مُعْرِضِيْنَ تک کوئی محل وقف نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اِذَا کا جواب محذوف ہے۔ اور گویا کہ مُعْرِضِيْنَ قائم مقام جواب کے ہے۔ یا وقف نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وقف تام نہیں ہے۔ اور اسی جیسا حذف فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ (یوسف ع ۲) میں بھی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ پر وقف کافی ہے۔ پس یہاں بھی لَمَّا کا جواب محذوف ہے۔ اَيْ اَتَوْا اَمْرًا عَظِيْمًا یعنی برادران یوسف علیہ السلام اپنے بھائی یعنی یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینک کر عجیب افسانہ بنا کر باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے۔

آیت كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا اِنِ الْوَصِيَّةُ (البقرہ ع ۲۲) بھی اسی نوعیت کی ہے۔ کہ بقول اخفش اَلْوَصِيَّةُ سے پہلے فاء محذوف ہے۔ اَيْ فَالْوَصِيَّةُ۔ پس فاء محذوف جواب شرط ہے۔ مکی قیسی نے فرمایا ہے کہ اس صورت میں وقف خَيْرًا پر ہوگا۔ اور ابتداء اَلْوَصِيَّةُ سے ہوگی۔ کیونکہ یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ اس لیے کہ جواب شرط سے ابتداء نہیں کی جاسکتی۔ جیسے اِنْ قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌو وَقَائِمٌ اگر زید کھڑا ہے تو عمرو بھی کھڑا ہے۔ اس مثال میں اِنْ قَامَ زَيْدٌ پر وقف کیا جائے۔ جو کہ شرط ہے۔ پھر فَعَمْرٌو سے ابتداء کی جائے تو یہ کلام غیر مفہوم اور بے معنیٰ ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اِنْ قَامَ زَيْدٌ مابعد سے کسی طرح بھی مستغنی نہیں ہے نہ لفظاً نہ معنًی۔ بعض نحویوں نے کہا ہے کہ اَلْوَصِيَّةُ مبتدا ہے۔ اور لِلْوَالِدَيْنِ خبر ہے۔ اور شرط کو متاخر مانا جائے گا۔ اَيْ اَلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب شرط فعل ماضی ہو تو جواب کو اس پر مقدم کرنا جائز ہے۔ اس لیے اَلْوَصِيَّةُ کو مبتدا مرفوع ماننا بہتر ہے۔ لہٰذا اس صورت میں وقف خَيْرًا پر ہوگا۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ اس طرح حقائق کو توڑ مروڑ کر من مانی کرنا فنکاری ہی کہلا سکتی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر شرط متاخر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقع ہو تو تقدیراً مقدم ہوگی۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ ہے تو مقدم مگر اس کو متاخر مانا جائے۔ نیز جب تاخیر کے ساتھ جواب نہیں بن سکتا تو تقدیم کی صورت میں کیسے بن سکتا ہے۔ صحیح بات یہ ہے اَلْوَصِیَّۃُ کُتِبَ فعل مجہول کا نائب فاعل ہے۔ اس لیے مرفوع ہے۔ یہ نہیں کہ وہ مبتدا کی وجہ سے مرفوع ہے۔ فَافْهَمْ اور نائب فاعل اصل میں مفعول ہوتا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ خَیْرًا پر وقف جائز نہیں۔

اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ (یونس ع ۵)

اور فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ (اعراف ع ۴ و نحل ع ۸)

تینوں موقعوں میں لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً پر وقف ہوگا۔ یہاں وقف ضروری یعنی وقف لازم ہے۔ علامہ جزری نے اس کو نشر میں وقف کی تنبیہات میں وقف لازم کے مواقع کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ان میں ابتداء وَلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ سے ہوگی۔ تقدیر عبارت وَلَا ھُمْ یَسْتَقْدِمُوْنَ ہے۔ اگر کسی کی اجل آجائے تو لَا یَتَقَدَّمُ کہنا صحیح نہیں۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ ان مواقع کو محفوظ رکھنا چاہیئے۔ اس لیے کہ کسی نے بھی ان کا ذکر نہیں کیا۔ اور نہ ہی ان کی طرف اشارہ کیا۔

رب کریم کی توفیق اور اس کے لطف وکرم سے ان مواقع کی بھی شرح وقف لازم کی نحوی و معنوی تشریح کے عنوان سے گذر چکی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اسی طرح کی ایک آیت حَتّٰی اِذَا جَآءُوْھَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُھَا (زمر ع ۸) میں ہے۔ اس میں خٰلِدِیْنَ تک اِذَا کی شرط ہے۔ اور جواب شرط محذوف ہے۔ اس لیے خٰلِدِیْنَ پر وقف کافی ہے۔ اور جواب شرط سُعِدُوْا محذوف ہے۔ اس صورت میں وَقَالَ لَھُمْ خَزَنَتُھَا سے ابتداء ہوگی۔ بعض نے کہا جَآءُوْھَا وَفُتِحَتْ میں واؤ زائد ہے۔ اور فُتِحَتْ واؤ کے بغیر جواب شرط ہے۔ بعض نے کہا وَقَالَ لَھُمْ خَزَنَتُھَا جواب شرط ہے۔ اور اس میں واؤ زائد ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَمْ کی بحث

یہ حرف معادلہ یعنی دو چیزوں کے درمیان اندازہ کرنا۔ اور کسی کے برابر آنا، کے لیے آتا ہے۔ اور یہ دو طرح سے ہوتا ہے۔

الف: یہ کہ ہمزہ استفہام کا معادل ہے۔

ب۔ یہ کہ ہمزہ تسویہ کا معادل ہو۔ جس کا معنیٰ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے برابر کرنا۔

اوّل کی مثال: اَخَرَجَ زَیْدٌ اَمْ عَمْرٌو۔ اس کا معنیٰ اَیُّھُمَا خَرَجَ یعنی دونوں میں سے کون نکلا ہے۔ اور یہاں معادل کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ اس میں مسئول عنہما یعنی ان دو میں سے ایک کے ساتھ ہمزہ کو کر دیا جائے اور دوسرے کیساتھ اَمْ کو ــــ اور ایسے ہی جب کسی فعل سے متعلق ہو۔ جیسے اَصَرَفْتَ زَیْدًا اَمْ حَبَسْتَہٗ یعنی آپ نے زید کو چھوڑ دیا۔ یا اس کو بند کر دیا۔ اس مثال میں بھی ایک فعل کے ساتھ ہمزہ کو ذکر کیا گیا اور دوسرے کے ساتھ اَمْ کو۔

دوسری قسم کی مثال: سَوَآءٌ عَلَیْنَا اَقَامَ زَیْدٌ اَمْ عَمْرٌو۔ ہمارے لیے برابر ہے کہ زید کھڑا ہے یا عمرو۔ ایسے ہی سَوَآءٌ عَلَیْنَا اَزَیْدٌ فِی الدَّارِ اَمْ عَمْرٌو۔ ہمارے لیے برابر ہے کہ گھر میں زید ہو یا عمرو۔ اور اس قسم میں مَآ اَدْرِیْ اَزَیْدٌ فِی الدَّارِ اَمْ عَمْرٌو۔ مجھے معلوم نہیں کہ گھر میں زید ہے یا عمرو۔

ہمزہ تسویہ بظاہر ہمزہ استفہام ہی کی طرح ہوتا ہے لیکن معنیٰ میں استفہام کے بجائے خبر ہوتی ہے۔ جیسے مخصوص بلفظ النداء۔ نداء نہیں ہوتا۔ تسویہ کا معنیٰ یہ ہے کہ تم دیتے ہو کہ دونوں امر میرے لیے برابر ہیں گویا کہ آپ نے کہا سَوَآءٌ عَلَیَّ اَیُّھُمَا قَامَ اور سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ۔ اور سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا۔ اور سَوَآءٌ اَسْتَغْفَرْتَ لَھُمْ۔ پس اَمْ معادلہ کی دونوں قسموں میں عاطفہ ہے ــــ اور اَمْ منقطعۃ بھی ہوتا ہے۔ جو بمعنیٰ بَلْ ہوتا ہے۔ اس کو منقطعۃ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے کہتے ہیں کہ اس کا ماقبل مابعد سے منقطع ہوتا ہے ۔ اور یہ اس صورت میں قائم بنفسہ ہوتا ہے ۔ چاہے اس کا ماقبل استفہام ہو یا خبر۔ اور یہ دوسری قسم پہلی قسم کے معنیٰ میں نہیں ہے ۔ اس لیے کہ پہلی صورت میں اَیُّ کے معنیٰ میں ہے ۔ اور دوسری صورت میں بَلْ کے معنیٰ میں ہے ۔

عمومی قاعدہ : اگر اَمْ منقطع ہو تو اس سے پہلے وقف کرنا۔ اور اَمْ سے ابتداء کرنا جائز ہے ۔ پس وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اس میں اَمْ سے ابتداء کرنا اس لیے جائز ہے کہ یہاں اَمْ منقطعۃ ہے ۔ اور اس لحاظ سے کہ یہ معادلہ ہے ۔ ابتداء کرنا جائز نہیں ۔ معادلہ کی تقدیر یہ ہے کہ امرین میں سے کوئی واقع ہو ۔ اور وہ یہ ہیں ۔ اتخاذ العھد عند اللہ یا الکذب علی اللہ ۔ اور استفہام کے معنیٰ میں تقدیر یہ ہوگی ۔ لان اللہ تعالی قد علم احد الامرین وھو قولھم علیہ مالا تعلمون ــــ اور آیت اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ میں ظاہر یہ ہے کہ اَمْ منقطع ہے ۔ اور اس سے ابتدا کرنا جائز ہے ۔ ابو محمد مکی فرماتے ہیں کہ یہ بات بہت بعید ہے ۔ اس لیے کہ منقطع عموماً کلام عرب میں اس وقت ہوتا ہے جبکہ متکلم کو کوئی شک ہوتا ہے ۔ اور یہ بات قرآن کے لائق نہیں جو باری تعالیٰ کا کلام ہے ۔ انتھی ۔

علامہ سخاوی اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ ابو محمد مکی نے یہ بات جو کہی ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ۔ اس لیے کہ منقطعۃ تو ایک کلام کو دوسرے کلام کی وجہ سے چھوڑنے کو کہتے ہیں ۔ اور یہ بَلْ کے معنیٰ میں ہوتا ہے ۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یقیناً شک کے بعد ہو ۔ جیسا کہ ارشاد ہے ۔ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ۔ اور یہ اس طرح نہیں ہے جیسا کہ غلطی کی بنا پر بولا جاتا ہے جَآءَنِيْ زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو ۔ میرے پاس زید آیا ۔ نہیں نہیں عمرو آیا ۔ غلطی کی بنا پر منہ سے زید نکل گیا تھا ۔ اس لیے بَلْ عَمْرٌو کہنا پڑا ۔ اور ارشاد باری تعالیٰ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ط (رعد ع ۵) اس آیت میں دو جگہ اَمْ ہے۔ پہلے اَمْ سے ابتداء جائز ہے۔ اس لیے کہ یہ منقطعہ ہے۔ اور قُلْ سَمُّوْهُمْ پر وقف کافی ہے۔ اور ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مجاہد نے فرمایا ہے کہ وقف تام ہے۔ اور اَلْاَرْضِ پر وقف حسن ہے۔ اور اس کے مابعد سے ابتداء جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ماقبل سے لفظاً و معنیً متعلق ہے۔ ایسے ہی اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ط اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ (فرقان ع ۴) پر وقف کافی ہے۔ اور اس کے بعد اَمْ منقطعہ ہے۔ اس لیے اس سے ابتداء جائز ہے۔ اور آیت تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ (زخرف ع ۵) بعض لوگوں نے کہا ہے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کے معنیٰ اَمْ اَنْتُمْ بُصَرَاءُ ہیں۔ اور یہی مذہب خلیل اور سیبویہ کا ہے۔ اس صورت میں اَمْ پر وقف ہوگا اور اَنَا خَيْرٌ سے ابتداء ہوگی۔ اور بعض لوگوں نے کہا یہ اَمْ منقطعہ ہے۔ اس کی تقدیر بَلْ اَنَا خَيْرٌ ہے۔ اس صورت میں ابتداء اَمْ سے ہوگی۔ اور ابوزید کے نزدیک اَمْ زائدہ ہے۔ اس صورت میں وقف تُبْصِرُوْنَ پر ہوگا۔

علی بن محمد ہروی (ت ۴۱۵ھ) کا کہنا ہے کہ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ (سجدہ ع ۱) میں اَمْ ہمزہ استفہام کے معنیٰ میں ہے۔ اور تقدیر یہ ہے اَيَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ۔ اس صورت میں اَمْ سے ابتداء ہوگی۔ اور یہی قول اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ (بقرۃ ع ۱۳) میں ہے۔ یعنی اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَيْ اَتُرِيْدُوْنَ ـــ اور ایسے ہی اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ (فرقان ع ۴) اور اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ (طور ع ۲) ـــ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ (نساء ع ۸) ـــ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ (بقرۃ ع ۱۶) ـــ اور اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ (طور ع ۲) ـــ اور اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (ص ع ۳) ـــ اور اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ (زخرف ع ۲) ان تمام مقامات میں اَمْ بمعنیٰ ہمزہ استفہام ہے۔ اس لیے ہروی کے مذہب پر ان مواقع میں اَمْ سے ابتداء اور اس کے ماقبل پر وقف ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے ان موقعوں میں اَمْ سے پہلے کوئی استفہام نہیں گذرا ـــ اور اسی طرح اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْاَبْصَارُ (ص ع ۴) یعنی اَزَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ہے۔ اور اس بات کی اجازت دی ہے کہ یہ معادلہ ہو ہمزہ استفہام کے اسی آیت میں اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا ہمزہ قطعی والی قرأت میں ۔۔۔ اور ہمزہ وصل کی صورت میں اس کی اجازت دی ہے کہ یہ مَالَنَا لَانَرٰی پر مرجوع ہے۔

اور بصریین کے نزدیک ان تمام مواضع میں اَمْ منقطعہ ہے۔ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ اَمْ منقطعہ میں بَلْ اور ہمزہ استفہام کے معنٰی پائے جاتے ہیں۔ گویا کہ یوں کہا گیا بَلْ اَیَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں کہ ہرویؒ کا علم عربیت میں بڑا وسیع تھا۔ اور غرائب عربیہ کا بڑا عالم تھا۔ اور یہی حال ان آیات میں۔ یعنی اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ (قلم ع ۲) ۔۔۔ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا (قلم ع ۲) اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ (قلم ع ۲) ان تینوں جگہ بھی اَمْ منقطعہ ہے اس لیے اَمْ سے ابتداء جائز ہے۔

لَوْ اور لَوْلَا کی بحث

لَوْ کا عمل اِنَّ کے برعکس ہے۔ کیونکہ اِنَّ کا عمل یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ کلام اوّل کی وجہ سے کلام ثانی کو واجب کرتا ہے۔ اور لَوْ کلام اول کے امتناع کی وجہ سے کلام ثانی کو منع کرتا ہے۔ اور لَوْ کے جواب سے پہلے وقف جائز نہیں۔ اور کبھی جواب محذوف ہوتا ہے۔ جیسے وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى میں ہے۔ پس یہاں وقف کافی ہے۔ اور ابتداء بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا سے ہوگی۔ اور جواب کی تقدیر یہ ہے۔ لَكَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یہی مذہب مفسرین کی ایک جماعت کا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ معنٰی یوں ہے۔ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَىْ اِنَّهٗ لَوْ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى لَمَا صَدَّهُمْ ذٰلِكَ عَنْ كُفْرِهِمْ۔ پس توجیہہ میں بھی وقف الْمَوْتٰى پر ہی ہوگا۔ اور کبھی لَوْ۔ لَيْتَ کے معنٰی میں ہوتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جیسے لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً میں ہے۔ اسی وجہ سے اس کا جواب فَنَتَبَرَّاَ ہے۔ جیسے تمنیٰ کے جواب میں ہوتا ہے۔ اور اسی طرح فَلَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ میں ہے۔ کیونکہ تقدیر میں لَوْ اور لَیْتَ کے معنیٰ مل جاتے ہیں۔

لَوْلَا کے معنیٰ: لَوْلَا امتناع شئ لوجود شئ کو مفید ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ لَوْلَآ اَنْتُمْ لَکُنَّا مُؤْمِنِیْنَ (سباع ۴) کمزور لوگ اپنے سرداروں کو کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے۔ یہاں امتناع سے ایمان مراد ہے۔ جس سے بڑے لوگ اپنی قوم کو مختلف حیلوں سے روک رہے تھے۔ اور وجود شئ سے وہ کمزور لوگ مراد ہیں جو اپنے بڑوں کے دھوکہ میں آکر ایمان سے محروم رہے۔ ورنہ ایمان ان کے لیے اتنا مفید ہوتا کہ عذاب جہنم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بچ جاتے۔ اسی قبیل سے یہ آیت بھی ہے۔

فَلَوْلَآ اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (صافات ع ۵) اگر یونس علیہ السلام اللہ کی تسبیح اور اس کا ذکر نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہنا پڑتا۔ پس جواب سے پہلے وقف جائز نہیں۔ اور کبھی جواب محذوف ہوتا ہے۔ جیسے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ وَاَنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ حَکِیْمٌ۔ یہاں وقف ہے۔ اور لَوْلَا کا جواب محذوف ہے۔ اَیْ لَفَضَحَکُمْ۔ یا لَاَنْزَلَ بِکُمُ الْعُقُوْبَۃَ۔ اور فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ یہاں لَوْلَا تحضیض کے معنیٰ میں ہے۔ جیسے فَھَلَّا تحضیض یعنی ابھارنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور لَوْلَا یَنْھٰھُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ بھی اسی طرح ہے۔ اور لَوْلَا جَآءُوْا عَلَیْہِ بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ۔ اس میں لَوْلَا توبیخ کے لیے ہے۔ ان سب صورتوں میں جواب مذکور نہیں۔ اور وقف پہلی آیت میں لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ پر وقف اور دوسری آیت میں وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ پر۔ اور بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ میں شُھَدَآءَ پر ہوگا۔ اور فَلَوْلَا کَانَتْ قَرْیَۃٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَھَآ اِیْمَانُھَا کے متعلق ہروی نے فرمایا ہے کہ لَوْلَا اس میں لَمْ تَکُنْ قَرْیَۃٌ اٰمَنَتْ کے معنیٰ میں ہے اور فَلَوْلَا کَانَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ میں بھی استثناء متصل ہے پس دونوں آیتوں میں اِلَّا سے ابتداء جائز نہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ استثناء منقطع ہو۔ اس لیے پہلی آیت میں اِیْمَانُهَا پر اور دوسری میں عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ پر وقف کافی ہے۔ اور ابو القاسم زمخشری کے کے نزدیک اِلَّا قَوْمَ یُوْنُسَ استثناء ہے اَلْقُرٰی سے۔ اور چونکہ مراد اہالی القریٰ ہیں۔ اس لیے یہ استثناء منقطع ہے۔ اور معنی یہ ہیں وَلٰكِنْ قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّا اٰمَنُوْا۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ استثناء متصل ہو۔ اور جملہ منفی کے معنی میں ہو۔ گویا یوں کہا گیا۔ مَا اٰمَنَتْ قَرْيَةٌ مِّنَ الْقُرٰى الْهَالِكَةِ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ۔

لَا کی بحث

علماء کا اختلاف ہے کہ لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ اور ان جیسی آیات میں بصریوں اور کوفیین میں سے کسائی کا قول یہ ہے کہ معنی یہ ہیں اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ زجاج نے کہا کہ اس میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کہ اس کے معنی اُقْسِمُ ہیں۔ اختلاف تو لَا میں ہے۔ بصریین اور عام مفسرین اور کسائی کے نزدیک لَا زائد ہے۔ فراء نے کہا یہ زائد نہیں بلکہ مشرکین کے کلام کا رد ہے۔ وہ دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کے منکر تھے۔ ان کے انکار کے جواب میں لَا کہا۔ یعنی معاملہ ایسا نہیں ہے۔ پھر قسم کھائی لَتُبْعَثُنَّ تم یقیناً ضرور بالضرور اٹھو گے۔ اس صورت میں لَا پر وقف کرنا بہتر ہو گا۔ تاکہ لَا کا مشرکین کے رد کے لیے ہونا واضح ہو جائے۔ اور فراء نے کہا ابتداء کلام میں لَا زیادہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح زجاج نے لَا جَرَمَ میں کہا ہے کہ یہ نفی ہے اس چیز کی جس کا نافع ہونا انہوں نے سمجھ رکھا تھا۔ گویا کہ معنی یہ ہیں لَا يَنْفَعُهُمْ ذٰلِكَ۔ جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ یعنی ان کے اس فعل سے خسران ہی ہوا۔ فراء کے نزدیک کلمہ کی اصل لَا جَرَمَ ہے۔ جیسا کہ لَا بُدَّ اَنَّكَ قَائِمٌ میں لَا بُدَّ کی وضع اسی طرح ہے۔ یہ مرکب نہیں ہے۔ اور اسی طرح کا کلمہ لَا مَحَالَةَ اَنَّكَ قَائِمٌ ہے۔ پس لَا مَحَالَةَ ایک کلمہ کے حکم میں ہے۔ قطرب نے کہا لَا جَرَمَ بمعنی وَجَبَ ہے۔ اَیْ وَجَبَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لامِ کَیْ کی بحث

لامِ کَیْ سے ابتداء جائز نہیں۔ کیونکہ اس کا تعلق ماقبل سے ہوتا ہے۔ ابوحاتم سجستانی کہتے ہیں کہ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (توبہ ع ۱۵) سے ابتداء جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ لام قسم ہے۔ اس کا معنٰی لَيَجْزِيَنَّهُمُ اللّٰهُ ہے۔ نون کو تخفیفاً حذف کر دیا۔ اور لام مفتوحہ کو کسرہ دے دیا۔ اس لیے یہ لفظاً لامِ کَیْ کے مشابہ ہو گیا۔ پس اس لام کی وجہ سے فعل کو منصوب کر دیا۔ جیسا کہ لامِ کَیْ کے ذریعہ منصوب کرتے ہیں۔ ابن انباری نے اس کا انکار کیا ہے۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ بات ہی قابل انکار و رد ہے۔ کیونکہ لام قسم کے ذریعہ نہ کسرہ آتا ہے اور نہ نصب۔ خلاصہ یہ ہے کہ لام قسم سے تو ابتداء جائز ہے لیکن لامِ کَیْ سے ابتداء جائز نہیں۔ کیونکہ اس کا ماقبل سے تعلق ہوتا ہے۔

ثُمَّ کی بحث

علامہ سخاوی لکھتے ہیں کہ ہمارے بعض مشائخ پورے قرآن میں بوقتِ ضرورت ثُمَّ سے پہلے وقف کو جائز بتاتے ہیں۔ کیونکہ ثُمَّ اصل میں تراخی اور مہلت کے لیے آتا ہے۔ اس کے بعد علامہ سخاوی لکھتے ہیں کہ یہ بات ان ہی مواضع میں صحیح ہو سکتی ہے جہاں ثُمَّ سے پہلے وقف کافی ہو۔ جیسے مِنْ طِيْنٍ ۝ اور مَكِيْنٍ ۝ لَحْمًا (مومنون ع ۱) ان تینوں جگہ وقف کافی ہے۔ اور اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝ اور لَمَيِّتُوْنَ ۝ ان جگہوں میں وقف تام ہے۔ ان پانچوں مواقع میں ثُمَّ سے ابتداء جائز ہے۔ اور اگر ثُمَّ سے پہلے وقف کافی یا وقف "تام" ہو تو پھر ثُمَّ سے ابتداء جائز نہیں۔ جیسے اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا۔ اور فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ (اسراء ع ۷) ان دونوں جگہ وقف کافی نہیں ہے۔ کیونکہ ثُمَّ عطف کے لیے ہے۔ اور ماقبل کا مابعد سے تعلق ہے۔ اس لیے ان دونوں جگہ اور ان جیسے دوسرے مقامات میں ثُمَّ سے ابتداء جائز نہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف کی علامت (لا) کے بارے میں تحقیق

علامہ سجاوندیؒ نے معنیٰ نہ جاننے والوں کی سہولت کی غرض سے وقف کی مختلف علامتیں وضع کی ہیں۔ جن میں سے ایک علامت (لا) بھی ہے۔ اور یہ لَا تَقِفْ سے ماخوذ اور اس کا مخفف ہے۔ اور عوام ایسے مواقع پر وقف کرنے کو قبیح بلکہ اقبح سمجھتے ہیں۔ اگرچہ (لا) راُس آیت پر ہی کیوں نہ ہو۔

اس بارے میں محقق علامہ جزری اور دوسرے محققین علماء اوقاف کی تحقیق یہ ہے کہ یہ علامت عموماً وقف حسن کے مواقع پر ہے۔ اگر (لا) راُس آیت پر ہو تو وقف کرنے کی صورت میں مابعد سے ابتداء ہوگی۔ اور اگر آیت کے درمیان میں ہو تو وقف حسن والے عام ضابط کی رو سے وقف کرنے کے بعد ماقبل سے اعادہ ہوگا۔ البتہ جن مواقع میں وقف قبیح ہے وہاں اختیاری طور پر وقف جائز نہیں۔ (النشر ۱/۲۳۴)

سوال :۔ اگر (لا) والے اوقاف پر وقف جائز ہے تو پھر اس علامت کے وضع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور نشر (۱/۲۳۴) میں ہے کہ علامہ سجاوندیؒ کے نزدیک (لا) لَا تَقِفْ سے ماخوذ اور اس کا مخفف ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ (لا) والے مواقع پر مطلقاً وقف جائز نہیں۔ خواہ راُس آیت ہو یا وسط آیت۔

جواب :۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں تصریح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم : اَلْعٰلَمِيْنَ اور اَلرَّحِيْمِ پر وقف کیا کرتے تھے۔ حالانکہ ان دونوں آیتوں پر وقف حسن ہے۔ اور (لا) بھی ہے۔

ایسے ہی جمہور قراء اور ائمہ وقوف کے نزدیک اضطراری حالت میں ہر کلمہ غیر موصولہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے آخر پر وقف جائز ہے۔ (فوائد مکیہ) اس قاعدہ کلیہ میں وقف قبیح کے مواقع بھی شامل ہیں۔ یعنی ان پر بھی اضطراراً وقف ہوسکتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ علامہ سجاوندیؒ صریح حدیث اور جمہور قراء وائمہ وقوف کے اقوال و تعامل کے خلاف ایک نیا راستہ اختیار کریں۔ جبکہ (لا) والے اکثر مواقع میں وقف حسن ہے۔ جیسا کہ علامہ جزری نے نشر (۱/۲۳۴) میں اس کی تشریح کی ہے۔ اور وقف حسن بھی وقف اختیار کی ایک قسم ہے۔ (نشر ۱/۲۲۶) گو اس میں وصل اولیٰ ہے۔ لیکن کسی نے بھی اس کو ناجائز نہیں لکھا۔ رہا رؤس آیات والا وقف حسن اس کا درجہ تو اور بھی اونچا ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کی غرض سے اور یہ بتانے کے لیے کہ یہاں رأس آیت ہے۔ اہتماماً ہر ہر آیت پر وقف کیا ہے۔

خلاصہ:۔ ایک طرف تو یہ روشن اور ٹھوس دلائل ہیں۔ اور دوسری طرف علامہ سجاوندیؒ اس فن میں امام اور مقتدیٰ ہیں اور ان کی علمی شخصیت مسلّم ہے۔ ان کی وضع کردہ علامت وقف (لا) جو اصل میں لَا تَقِفْ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ (لا) والے مواقع پر بلاضرورت وقف نہ کیا جائے۔ اور اگر وقف کر لیا ہے اور رأس آیت ہے تو" اعادہ کی ضرورت نہیں" بلکہ مابعد سے ابتداء ہوگی۔ پس (لا) سے اعادہ کی نفی مراد ہوگی۔ نہ کہ وقف کی۔ اور اگر وقف وسط آیت میں کیا ہے۔ تو پھر" مابعد سے ابتداء نہیں ہوگی" بلکہ ماقبل سے اعادہ ہوگا۔ اس صورت میں (لا) سے ابتداء کی نفی مراد ہوگی۔ نہ کہ وقف کی۔ اب کوئی اشکال نہیں رہا۔

علامہ جزری نے نشر (۱/۲۳۴) میں لکھا ہے کہ بعض لوگوں کو یہ وہم ہوگیا ہے کہ جہاں بھی (لا) والا وقف آجائے وہاں وقف نہیں کرنا خواہ وجہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ چنانچہ وہ (لا) والے وقف حسن کو چھوڑ کر ایسی جگہ وقف کر دیتے ہیں جہاں وقف کرنا قبیح اور ممنوع ہوتا ہے۔ اور یہ درست نہیں۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ (لا) والے اوقاف میں سے ایسے بھی ہیں جہاں وقف کرنے کے بعد سرے سے اعادہ کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ مابعد سے بلاشبہ ابتداء صحیح اور درست ہے۔ مثلاً (۱) هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۙ پر وقف (لا) ہے۔ اس بناء پر کہ اَلَّذِينَ، لِلْمُتَّقِينَ کی صفت ہے۔ اس لیے یہاں وقف حسن ہے۔ مقدمہ میں یہ بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گذر چکی ہے۔ کہ اگر اَلَّذِیْنَ کو مبتدا مقدر (ھُمْ) کی خبر بنا کر محلاً مرفوع کہیں۔ یا فعل مقدر (اَعْنِیْ) کا مفعول بنا کر محلاً منصوب کہیں تو ان دونوں صورتوں میں لِلْمُتَّقِیْنَ پر وقف کافی ہو گا۔ اور اگر اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کو مبتداء اور اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ کو اس کی خبر بنائیں تو پھر لِلْمُتَّقِیْنَ پر وقف تام ہو گا۔ غرضیکہ یہاں وقف اختیاری کی تینوں قسمیں جائز اور صحیح ہیں۔ تام و کافی میں تو اعادہ ہونا ہی نہیں۔ اور حسن میں بھی یہاں اعادہ نہیں ہو گا۔ کیونکہ یالاجماع راس آیت ہے۔ علامہ جزری نشر (۱/۲۳۴) میں لکھتے ہیں کہ ہمارے بہت سے ائمہ متقدمین نے ان تینوں قسم کے وقوف میں سے وقف کافی کو مختار اور پسندیدہ بنایا ہے۔

۲۔ یُنْفِقُوْنَ ۵ لا پر وقف کافی ہے۔ (المکتفیٰ ۱۵۹۔ للدانی) اور علامہ دانی نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہاں وقف تام ہے۔ اس لیے کہ یہاں تک مومنین عرب کی صفات کا ذکر تھا۔ اس کے بعد وَالَّذِیْنَ سے یُوْقِنُوْنَ تک مومنین اہل کتاب کا ذکر ہے ۔ (المکتفیٰ ۱۵۹) علامہ جزری نے "الاہتداء" میں امام ابو الفضل خزاعی کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کہ ترجمان قرآن اور امام المفسرین ہیں۔ ایک بار صبح کی نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ تک اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ تک پڑھا اور نماز پوری کر کے سلام پھیر دیا۔ حالانکہ ان دونوں آیتوں پر (لا) ہے۔ جیسا کہ عوام میں مشہور ہے اور ان کا عمل ہے کہ (لا) والے اوقاف پر ٹھہرنا جائز نہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہوتی تو امام المفسرین ان موقعوں پر وقف نہ کرتے۔ بلکہ آپ نے توقف کر کے دونوں جگہ رکعتیں بھی کر دیں۔ اور یہ بات پہلے ہی گذر چکی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤس آیات پر وقف فرماتے تھے۔ (النشر ۱/۲۳۴، ۲۳۵)

۳۔ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ : پر (لا) ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد فَزَادَهُمُ اللّٰهُ میں فاء جزائیہ ہے۔ جس سے منافقین کے دلوں کی بیماری کی زیادتی اور تاکید کو بیان کرنا مقصود ہے۔ علامہ جزری فرماتے ہیں کہ مَرَضٌ پر (لا) کے بجائے وقف لازم ہونا تو زیادہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر اور مناسب ہوتا جس کی توجیہ یہ ہے کہ بعد والا جملہ یعنی فَزَادَهُمُ اللّٰہُ بددعاء کی غرض سے لایا گیا ہے کہ منافقین کے دلوں کے مرض اور زیادہ ہوں۔ چنانچہ مفسرین اور اہل عربیت میں سے ایک جماعت کا قول یہی ہے۔ (نشر) اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ جملہ منافقین کے حال کی خبر دینے کے لیے ہے۔ دوسرے قول کی صورت میں وقف کافی ہے۔ کیونکہ اس تقدیر پر مَرَضٌ کا مابعد سے فقط معنوی تعلق باقی رہتا ہے۔ اور یہی وقف کافی کی تعریف ہے۔ اور علامہ دانی نے یہاں فقط وقف کافی ہی بیان کیا ہے۔ پس دونوں قولوں پر مَرَضٌ پر (لا) نہیں ہونا چاہیے تھا۔

۴۔ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ٚ یہاں رأس آیت پر (لا) ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد والا جملہ (اَوْ) کے ذریعہ ماقبل پر معطوف ہے۔ جو تخییر کے لیے ہے۔ اور یہاں وقف کو جائز کہہ دیں تو تخییر کے معنی باقی نہیں رہتے۔ اس کا جواب علامہ جزری یہ دیتے ہیں کہ یہاں وقف کافی کا ہونا ظاہر تر اور انسب ہے۔ کیونکہ یہاں (اَوْ) تخییر کے معنی میں نہیں ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ (اَوْ) تخییر کے لیے یا تو اس امر میں ہوتا ہے۔ یا اس موقع میں ہوتا ہے جو امر کے معنی میں ہو۔ اور چونکہ یہاں خبر ہے۔ اس لیے (اَوْ) تخییر کے لیے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہاں (اَوْ) تفصیل کے لیے ہے۔ اور تفسیر یہ ہوگی کہ ناظرین میں سے بعض لوگ تو ایسے ہیں جو منافقین کی حالت کو آگ روشن کرنے والے کی حالت کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو ان کی حالت کو بارش کی حالت کے مانند قرار دیتے ہیں اور كَصَيِّبٍ کا کاف رفع کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ وہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اسی وَمَثَلُهُمْ كَمَثَلِ صَيِّبٍ۔ اور تقدیر عبارت یوں ہے۔ كَاَصْحٰبِ صَيِّبٍ۔ اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ جو كَصَيِّبٍ کا کاف مقام رفع میں ہے اور كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ بھی مقام رفع میں ہے۔ اس لیے كَمَثَلِ پر معطوف ہے۔ اور علامہ دانی نے بھی لَا يَرْجِعُونَ پر وقف کافی لکھا ہے۔ اور ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ وقف تام ہے۔ (المکتفی ۱۶۱)

۵۔ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ٚ اَوْ كَظُلُمٰتٍ (النور ع ۵) پر بھی (لا) ہے۔ حالانکہ علامہ دانی کے نزدیک یہاں وقف تام ہے۔ (نشر ۱/۲۲۵) اور اس کی تقریر بھی وہی ہے۔ جو ابھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ صفحہ ۔ میں گذری ۔ اگرچہ اس قسم کے مواقع اور بھی بہت سے ہیں مگر ان ہی پانچ مثالوں پر بس کی جاتی ہے ۔

اعتراف کمال :۔ علامہ سجاوندی کی وضع کی ہوئی رموز اوقاف پر سب سے پہلے علامہ جزری نے محققانہ نظر ڈالی ۔ اور وقف لازم کے بعض مواضع پر جرح بھی کی ۔ یہ بحث وقف لازم کی نحوی و معنوی تشریح میں آچکی ہے ۔ اور ایسے ہی (لا) والے اوقاف پر بھی گہری نظر ڈالی جس کی کچھ جھلکیاں بطور تذکرہ نشر سے نقل کی گئی ہیں ۔ اور پوری بحث علامہ جزری کی وقف و ابتداء کی کتاب " الاہتداء " میں درج ہے ۔ اور خوبی کی بات یہ ہے کہ اتنی قدح و جرح کرنے کے باوجود علامہ جزری نے علامہ امام ابو عبداللہ محمد بن طیفور سجاوندی غزنوی کی شان میں امتیازی القاب لکھے ہیں ۔ مثلاً : امام کبیر، محقق، مقری، نحوی، مفسر وغیرہ آپ کی قابل ذکر تصانیف یہ ہیں ۔ مثلاً : تفسیر حسن للقرآن، کتاب علل القراءات، جو کئی جلدوں میں پھیلی ہوئی ہے ۔ کتاب الوقف والابتداء ، یہ دو کتابیں ہیں ۔ ایک معلل جس میں ہر وقف کی علت بھی بیان کی ہے ۔ اس کا قلمی نسخہ بندہ کے ذاتی کتب خانہ میں ہے ۔ اور دوسری کتاب مختصر ہے وہ علل سے خالی ہے ۔ آخر میں لکھتے ہیں ۔ وکان من کبار المحققین یعنی بڑے اور اونچے درجہ کے محققین میں آپ کا شمار ہوتا ہے ۔

(طبقات القراء : ۲/ ۱۵۷ ۔ للجزری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف مراقبہ یعنی وقف معانقہ کی نحوی و معنوی تشریح

تمہید | مراقبہ اور معانقہ ایک ہی وقف کے دو نام ہیں۔ قدماء کے ہاں تو یہ مراقبہ کے نام سے مشہور و معروف تھا۔ عربی ممالک میں آج بھی اسی نام سے معروف ہے۔ لیکن عجمی ممالک میں اس کو وقف معانقہ کہتے ہیں۔ اور اس کی علامت یہ ہے (∴ ـ ∴) یعنی تین نقطے۔ اور یہ وقف ایسے جملہ سے پہلے اور آخر میں ہوتا ہے جس کی تفسیر میں وقف اور وصل کے اختلاف سے ایک سے زائد وجہیں پائی جاتی ہوں۔ اس طور سے کہ درمیانی جملہ کا تعلق بعض کے نزدیک ماقبل سے ہو۔ اور بعض کے نزدیک مابعد سے۔ اور یہاں جملہ سے ایک یا دو کلمے مراد نہیں۔ بلکہ اس سے زائد بھی ممکن ہیں۔ چنانچہ بعض جگہ پوری آیت کے اول بھی اور آخر بھی وقف معانقہ ہے۔

وقف مراقبہ کی اصطلاح کس نے وضع کی ؟ | نشر (۱/۲۳۷) میں ہے کہ سب سے پہلے وقف مراقبہ پر آگاہ کرنے والے امام جلیل استاذ ابوالفضل رازی (متوفی ۴۵۴) ہیں اور انھوں نے اس اصطلاح کو علم عروض والی اصطلاح "مراقبہ" سے اخذ کیا ہے۔ جس کے معنی ہیں دو ایسے خفیف سببوں کا جمع ہو جانا جن سے صرف ایک سبب کا سقوط ہو۔ یہاں دو خفیف سببوں سے دو وقف مراد ہیں۔

وقف معانقہ پر وقف کی چار صورتیں

۱۔ وصل اول۔ فصل ثانی۔ یعنی پہلے موقع پر وصل ہو اور دوسرے موقع پر وقف کیا جائے۔

۲۔ فصل اول۔ وصل ثانی۔ یعنی پہلے موقع پر وقف کیا جائے اور دوسرے موقع پر وصل ہو۔ یہ دو صورتیں بالاتفاق جائز ہیں۔

۳۔ فصل کل۔ یعنی دونوں موقعوں پر وقف کیا جائے۔ یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔ کیونکہ اس صورت میں درمیانی جملہ دونوں طرف سے منقطع ہو کر بے ربط ہو جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ وصل کل ۔ یعنی دونوں ہی موقعوں پر وصل کیا جائے ۔ اس چوتھی صورت کو بھی علامہ ملا علی قاری نے "المنح الفکریۃ" میں ناجائز لکھا ہے ۔ اس کے بارے میں شیخنا و شیخ القراء حضرت قاری محمد عبدالمالک صاحبؒ فرماتے ہیں ۔

"لیکن میں کہتا ہوں کہ فصل کل کو تو بے شک ناجائز کہنا ٹھیک ہے ۔ مگر وصل کل کو ناجائز کہنا ٹھیک نہیں ۔ اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی"۔ پس صرف فصل کل ناجائز ہوا ۔ باقی تین قسمیں جائز ہیں ۔

(سوانح امام القراء حضرت قاری محمد عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ ص ۹)

تنبیہ پہلی دو صورتیں جو بالاتفاق جائز ہیں ۔ ان کے مطابق وقف معانقہ کے تمام مواقع کی تشریح ہوگی ۔ اور تیسری صورت فصل کل یہ ویسے ہی ناجائز ہے ۔ اس لیے آئندہ اس کا ذکر نہیں آئے گا ۔ رہی وصل کل والی چوتھی صورت اس میں چونکہ پہلی دونوں صورتوں کا احتمال ہے ۔ اس لیے اس کو بھی بیان کرنے کی ضرورت نہیں ۔

زیر نظر مضمون کا ماخذ ۱۔ تفسیر مظہری ۔ حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی ۔ پانی پتی ۔

۲۔ تفسیر الکشاف ۔ ابوالقاسم جار اللہ محمود بن عمر زمخشری (ت ۵۳۸ھ)

۳۔ تفسیر ابی السعود محمد بن محمد العمادی الحنفی متوفی ۹۵۱ھ

۴۔ تفسیر فتح القدیر محمد بن علی بن محمد الشوکانی (ت ۱۲۵۰ھ)

۵۔ اِمْلَاءُ مَا مَنَّ بِهِ الرَّحْمٰنُ ۔ ابو البقاء عبداللہ بن الحسین بن عبداللہ العکبری (ت ۶۱۶ھ)

۶۔ کتاب القطع والائتناف ۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد بن اسمٰعیل النحاس (ت ۳۳۸ھ)

۷۔ المکتفی فی الوقف والابتداء ۔ امام مقری ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی (ت ۴۴۴ھ)

۸۔ منار الہدیٰ فی بیان الوقف والابتداء ۔ علامہ احمد بن محمد بن عبدالکریم الاشمونی (ت ۱۱ھ)

۹۔ المقصد لتلخیص مافی المرشد فی الوقف والابتداء ۔ شیخ الاسلام ابویحییٰ زکریا الانصاری (ت ۹۲۶ھ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ النشر فی القراءات العشر۔ علامہ امام الفن ابو الخیر محمد بن محمد الدمشقی الجزری (ت ۸۳۳ھ)
روح المعانی۔ السیّد محمود الالوسی البغدادی المتوفی ۱۲۷۰ھ۔

۱۱۔ ترجمۃ القرآن۔ حضرت مولانا فتح محمد صاحب جالندھریؒ۔

۱۲۔ غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء۔ امام الفن ابو الخیر محمد بن محمد الجزری۔

سورۃ البقرۃ اس میں وقف معانقہ چار جگہ ہے۔

۱۔ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ (ع ۱)

(۱) وصل اول۔ فصل ثانی: میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ کہ اس کتاب میں کوئی شک و شبہ کی بات نہیں۔ یہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لیے راہنما ہے۔

ترکیب: جملہ لَا رَيْبَ فِيهِ خبر ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ مبتدا کی۔ اور هُدًى مصدر بمعنیٰ فاعل جملہ مستانفہ ہے۔

اس صورت میں فِيهِ پر وقف کافی ہوگا۔ اور هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ جملہ مستانفہ ہے۔

(۲) فصل اول۔ وصل ثانی: میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ کہ یہ کتاب ایسی ہے جو کسی شک و شبہ کے بغیر ہے۔ اس میں متقی لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔

ترکیب: لَا رَيْبَ پر جملہ پورا ہوا۔ فِيهِ مستانفہ خبر مقدم۔ هُدًى مصدری معنیٰ میں مبتدا مؤخر مرفوع محلاً۔ اس صورت میں وقف لَا رَيْبَ پر ہوگا۔ گویہ وجہ بھی بلا خلاف جائز ہے لیکن زیادہ تر عمل پہلی وجہ پر ہوتا ہے۔

(۳) وصل کل: میں دونوں معنوں کا احتمال اور دونوں کی رعایت ہے۔ اور چونکہ اس کا ہر جگہ یہی مطلب ہوگا۔ اس لیے اختصاراً آئندہ اس کا ذکر نہیں آئے گا۔

۲۔ عَلٰى حَيٰوةٍ ۛ وَمِنَ الَّذِينَ اَشْرَكُوا ۛ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ (ع)

(۱) وصل اوّل فصل ثانی: میں یہ معنیٰ ہوں گے کہ بلکہ ان کو تم اور لوگوں سے زندگی کے زیادہ حریص دیکھو گے۔ یہاں تک کہ مشرکوں سے بھی زیادہ ــــ ان میں سے ہر ایک یہی تمنا کرتا ہے کہ کاش وہ ہزار برس جیتا رہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہود سب لوگوں سے زیادہ زندگی کے حریص ہیں ــــ مجوس سے بھی زیادہ ــــ اور مجوس تو ہزار برس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمنا کرتے ہیں۔ وَلَتَجِدَنَّهُمْ الخ سے یہود اور وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا سے مجوس مراد ہیں۔

ترکیب: اس ترجمہ میں وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا کا معطوف علیہ اَلنَّاسِ ہے۔ یعنی اس پر عطف ہے۔ اگرچہ مشرکین یعنی مجوس اَلنَّاسِ میں داخل تھے۔ لیکن کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے ان کو علیحدہ ذکر کیا ہے۔ اکثر لوگ اَشْرَكُوْا پر وقف کرتے ہیں۔ اور امام دانی وغیرہ کے نزدیک یہاں وقف کافی ہے۔ امام نافع کے نزدیک عَلٰی حَيٰوةٍ پر وقف تام ہے۔ اس صورت میں يَوَدُّ اَحَدُهُمْ ان کی زیادتی حرص کے بیان کے لیے جملہ مستانفہ ہوگا۔

(۲) **فصل اول۔ وصل ثانی:** میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ آپ ان یہود کو سب سے زیادہ زندگی کے حریص پائیں گے۔ اس کے بعد جملہ مستانفہ ہے اور مجوس کی حالت تو یہ ہے کہ وہ زندگی کے زیادہ حریص ہیں۔ ان میں سے ہر ایک ہزار برس جینے کی تمنا کرتا ہے۔ ان کا تو سلام کلام ہی "زی ہزار سال" ہے۔ یعنی جیو ہزار سال۔ وہ ملاقات کے وقت اور بات بعد میں کریں گے۔ پہلے ایک دوسرے کو "زی ہزار سال" کہیں گے۔ خاص طور سے اپنے بادشاہوں، امراء اور بڑوں کو مصافحہ اور چھینک آنے کے موقع پر کہتے ہیں۔

ترکیب: اس ترجمہ میں وَمِنَ الَّذِيْنَ سے پہلے اَحْرَصَ محذوف ہے۔ اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور يَوَدُّ اَحَدُهُمْ حال ہے۔ اور امام نافع اور عمانی وزکریا انصاری وغیرہ کے نزدیک اس سے پہلے عَلٰی حَيٰوةٍ پر وقف تام ہے۔

۳ــــ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ ــــ مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۚ (ع ۱۸)

(۱) **وصل اول فصل ثانی:** میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں۔ اور تم ہدایت پاؤ۔ جیسے کہ تم میں رسول بھیجنے کی نعمت پوری کی۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دو دعائیں کی تھیں۔ ایک تو یہ کہ اے اللہ ہم کو اپنا فرمانبردار بنائیے۔ اور ہماری اولاد میں سے ایک امت کو بھی اپنا فرمانبردار بنائیے۔ اور دوسری دعا یہ تھی کہ اے اللہ ان میں سے ایک رسول بھی بھیجنا۔ الخ۔ اس آیت میں اجابت دعاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی بشارت ہے۔ اور آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول کریں گے۔ یعنی تم کو ہدایت دیں گے۔ اور مسلمان بنا دیں گے۔ اور اپنی نعمت تم پر کامل کریں گے۔ جیسے ہم نے ان کی، رسول بھیجنے والی دُعا قبول کر لی ہے۔

ترکیب: کَمَآ اَرْسَلْنَا کا کافِ تشبیہ لِاُتِمَّ کے متعلق ہے۔ اس توجیہہ کی بنا پر تَہْتَدُوْنَ ○ پر وصل ہوگا۔

(۲) فصل اول۔ وصل ثانی: میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ کہ جیسے میں نے تم کو رسول بھیج کر یاد کیا پس تم مجھ کو یاد کرو۔ پھر میں تم کو یاد کروں گا۔

آیت کا مطلب واضح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جن اعلیٰ صفات والا رسول مبعوث ہونے کی دعا مانگی تھی۔ کَمَآ اَرْسَلْنَا۔ الخ۔ میں انہی صفات کو ذکر فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ۔ الخ۔ کہ تم مجھ کو یاد رکھو۔ میں تم کو یاد رکھوں گا۔

ترکیب: لَعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ پر اگر وقف کیا تو کَمَآ اَرْسَلْنَا کے کافِ تشبیہ کا تعلق بعد والی آیت فَاذْکُرُوْنِیْٓ سے ہوگا۔ اس صورت میں مَا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ کا ما بعد سے وصل ہوگا۔ اگر یہاں بھی وقف کر دیا تو یہ آیت ماقبل و مابعد سے بے ربط ہو جائے گی۔ گو رؤس آیت پر وقف کرنا سنت سے ثابت ہے مگر تفہیم معنیٰ کی غرض سے کسی آیت پر اہتماماً وصل کر لیا جائے تو یہ عمل خلاف سنت ہرگز نہیں ہوگا۔ ورنہ ہماری غلط سوچ سے اسلاف اور قدماء کی شخصیت اور ان کی علمیت مجروح ہوگی۔ کہ انہوں نے خلاف سنت عمل کی تعلیم دی۔

۴ــــ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ۚۛ وَاَحْسِنُوْا ۚۛ (ع ۲۴)

(۱) وصل اول فصل ثانی: میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ اور اللہ کی راہ یعنی جہاد میں خرچ کیا کرو۔ اور خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور میدان جنگ میں بھی دشمنوں سے حسن سلوک کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اچھے کام کرنے والوں کو دوست رکھتے ہیں۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو اگر تم جہاد چھوڑ بیٹھے تو تمہارا دشمن تم پر غالب آ جائے گا۔ پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ وَاَحْسِنُوْا کی تفسیر میں تفسیر مظہری میں ایک روایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے تمام امور میں حُسنِ کردار کو فرض فرمایا ہے۔ پس جب تم دشمنوں کو قتل کرو تو اچھی طرح کرو۔ ناک کان وغیرہ کاٹ کر اذیت مت دو۔ نیز بچے، بوڑھے اور عورتوں کو قتل مت کرو۔

ترکیب: وَاَحْسِنُوْا ج پر وقف کافی ہے۔ (المقطع) اور اس کے بعد اِنَّ اللّٰہَ جملہ مستانفہ ہے۔ گو اِنَّ جواب امر ہے۔ لیکن یہ لفظ منقطع اور معنیً متصل ہے۔ اس لیے وقف جائز ہے۔ (منار الہدیٰ)

(۲) فصل اول۔ وصل ثانی: میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ اور اللہ کی راہ یعنی جہاد میں خرچ کیا کرو۔ اور خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ وَاَحْسِنُوْا کی تفسیر سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) نے یہ کی ہے۔ اَیْ وَاَحْسِنُوْا بِاللّٰہِ الظَّنَّ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھو۔ اور خلوص نیت سے نیک اعمال کرتے رہو۔ رہی تمہاری یہ سوچ کہ اب تو اللہ کے فضل وکرم سے اسلام کو غلبہ حاصل ہو رہا ہے۔ اب ہم گھر بار اور باغات وغیرہ کی بھی کچھ فکر اور دیکھ بھال کرلیں۔ اس جملہ میں یہ تعلیم ہے کہ تمہاری یہ سوچ صحیح نہیں۔ پہلے بھی تمہارا رزّاق وہی تھا۔ اور اب بھی وہی ہے۔ بات یہ ہے کہ صحابہ میں سے بعض انصار رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں یہ بات آئی تھی جس کا انھوں نے عام اظہار بھی نہیں کیا تھا۔ لیکن دلوں کے بھید جاننے والے نے ان کی تسلّی اور اہمیت بڑھانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس توجیہ پر وقف اَلتَّھْلُکَۃِ پر ہوگا۔ اور وَاَحْسِنُوْا جملہ مستانفہ ہے۔

سورۃ آل عمران

اس میں وقف معانقہ دو جگہ ہے۔

۵/۱ : مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ج وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ج (ع ۳)

(۱) وصل اول۔ فصل ثانی: میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ وہ دن یاد رکھو جس دن ہر شخص اس بھلائی کو جو اس نے کی ہے اپنے روبرو موجود پائے گا۔ اور جو اس نے برائی کی ہے اس کو بھی اپنے سامنے موجود پائے گا۔ وہ آرزو کرے گا کہ کاش اس میں اور اس برائی میں دُور کی مسافت ہو جاتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب اس ترجمہ میں کُلُّ نَفْسٍ سے وہ مؤمن مراد ہے جس نے کچھ اچھے اعمال کیے ہوں اور کچھ برُے ۔ رہے انبیاء علیہم السلام جن کی صرف نیکیاں ہی نیکیاں ہوتی ہیں ۔ ان کے اعمال نامہ میں گناہ نام کی کوئی چیز ہوتی ہی نہیں ۔ اور ایسے ہی کفار ومنافقین جن کا اعمال نامہ نرا سیاہ ہی ہوتا ہے ۔ جس میں نیکی نام کی کوئی چیز ہوتی ہی نہیں ۔ ان کا ذکر ابھی دوسری توجیہہ میں ہو رہا ہے ۔

رب کریم کی ستاری وغفاری اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے عام مؤمنوں کے اچھے اعمال علی الاعلان سب کے سامنے لائیں گے ۔ سب دیکھیں گے ۔ مگر برُے اعمال دوسروں کے سامنے نہیں لائیں گے ۔ صرف اعمال نامہ والا ہی اپنے گناہ دیکھے گا ۔ اور تمنا کرے گا ۔ کہ کاش اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی اطلاع ہی نہ دیتے ۔ اور اگر اظہار کرنا ہی ہو تو پردے پردے میں مطلع کریں ۔ بخاری ومسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کو قریب بلا کر اپنی ہتھیلی اس پر رکھ کر خفیہ طور پر فرمائیں گے کہ کیا تو اپنے فلاں فلاں گناہ سے واقف ہے ۔ کیا تجھے اپنا فلاں گناہ معلوم ہے ۔ بندہ عرض کرے گا بے شک میرے رب مجھے معلوم ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروالیں گے ۔ اور بندہ خیال کرے گا کہ اب میں تباہ ہوا ۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ۔ میں نے دنیا میں تیرے گناہ چھپائے ۔ اور آج معاف کرتا ہوں ۔ اس کے بعد نیکیوں کا اعمال نامہ اس کو دے دیا جائے گا ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ بِرَحْمَتِكَ يَا كَرِيْمُ ۔ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ تُبْعَثُ عِبَادُكَ ۔

ترکیب : يَوْمَ فعل مقدر اُذْكُرْ کا مفعول فیہ ہے ۔ مَا موصول ہے ۔ شرطیہ نہیں ۔ وَمَا عَمِلَتْ کا واو عاطفہ ہے ۔ اور اس کا عطف مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ پر ہے ۔ اس صورت میں وقف مُحْضَرًا کی بجائے مِنْ سُوْٓءٍ پر ہوگا ۔ اس توجیہہ میں تَوَدُّ جملہ مستانفہ ہے ۔ (انقطع) بعض مفسرین نے تَوَدُّ کے یہ معنیٰ بیان کئے ہیں کہ وہ شخص یعنی مؤمن اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش اس نے یہ برُے کام نہ کئے ہوتے ۔ اگرچہ نیک اعمال بھی اس کے سامنے لائے جائیں گے ۔ لیکن گناہوں کے خوف وحزن کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے اس وقت نیکیوں کے فائدہ کی اُمید نہیں رہے گی۔
(۲) فصل اول۔ وصل ثانی: یعنی معنیٰ یہ ہوں گے۔ اس دن کو یاد رکھو جس دن ہر نفس جس نے اعمال صالحہ کیئے وہ ان کو اپنے روبرو موجود پائے گا۔ بُرائی نام کو بھی نہ ہوگی۔ یہاں کُلُّ نَفْسٍ سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔ فقط۔ اور وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ جو اس کے بعد ہے اس میں کفار و منافقین کا ذکر ہے۔ جن کا اعمال نامہ ترا سیاہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے سامنے اس کو موجود پائے گا۔ یہ حالت دیکھ کر آرزو کرے گا کہ کیا اچھا ہوتا جو اس کے اور اس کے گناہوں کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔ تا کہ وہ اپنا سیاہ نامہ اعمال دیکھتا ہی نہیں۔

ترکیب: اس توجیہہ میں پہلا کلام مُحْضَرًا پر ختم ہوا۔ اس کے بعد وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ جملہ مستانفہ ہے۔ اور یہ مبتدا ہے۔ اور اس کی خبر جملہ تَوَدُّ ہے۔ پس مبتدا و خبر میں گہرا ربط ہونے کی وجہ سے مِنْ سُوْٓءٍ پر وقف نہیں ہوگا۔

$\frac{6}{2}$: لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ ــــ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ (ع ۱۷)

(۱) فصل اول۔ وصل ثانی: یہاں اَلْمُؤْمِنِيْنَ پر وقف اولیٰ ہے۔ ویسے بھی راس آیت ہے۔ اور بعد والے جملہ کو مستانفہ ماننے میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوبیاں مدح و توصیف اور عظمت وغیرہ زیادہ ظاہر ہوتی ہیں۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ کے انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں۔ اور نیز اس سے بھی کہ اللہ تعالےٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ وہ لوگ جنہوں نے باوجود زخم کھانے کے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ جہاد پر لبَّيْكَ کہا۔ جو لوگ نیکوکار اور پرہیز گار ہیں ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

ترکیب: اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ پر پہلا کلام ختم ہونے کی بنا پر وقف تام ہے۔ اور اس کے بعد کا جملہ مستانفہ ہے جس کی ترکیب یوں ہے کہ اَلَّذِيْنَ مبتدا ہے اور آئندہ جملہ خبر ہے۔

(۲) وصل اول۔ فصل ثانی: یعنی معنیٰ یہ ہوں گے کہ وہ مومنین ایسے ہیں جو اللہ تعالےٰ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انعامات اور فضل سے خوش ہو رہے ہیں۔ اور نیز اس سے بھی کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ علاوہ ازیں ان کی یہ خوبی بھی ہے کہ وہ ابھی ابھی جہاد سے واپس پہنچے ہی ہیں اور زخموں سے چور چور بھی ہیں اس کے باوجود اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت جہاد کو قبول کرتے ہوئے خوشی خوشی پھر نکل پڑے۔

ترکیب: اس توجیہ میں وقف اَلْمُؤْمِنِیْنَ کی بجائے اَلْقَرْحُ پر ہوگا۔ اور اس کے بعد اَلَّذِیْنَ جملہ مستانفہ ہے۔ جس کا ماقبل سے لفظی و ترکیبی کوئی تعلق نہیں۔ اور اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا۔ اَلْمُؤْمِنِیْنَ کی نعت اور صفت ہے جس کا ماقبل سے کوئی لفظی تعلق نہیں۔

سورۃ المائدہ | اس میں وقف معانقہ تین جگہ ہے۔

۱: فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ ∴ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ج (ع ۴)

(۱) وصل اول۔ فصل ثانی: میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب وہ مقدس سرزمین یعنی ملک شام کا علاقہ "اریحا" بنی اسرائیل پر چالیس برس کے لیے حرام کر دیا گیا۔ یہ بنی اسرائیل زمین کے ایک خاص حصہ میں سر دھنتے پھریں گے۔ چالیس سال تک مارے مارے پھریں گے۔

فائدہ | اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ جہاد کرکے شام کا علاقہ اریحا کو فتح کر لو۔ پھر وہاں کی نعمتیں تمہارے لیے ہیں۔ مگر انہوں نے نہ صرف جہاد کرنے سے انکار کیا۔ بلکہ موسیٰ علیہ السلام کو گستاخانہ جواب دیا۔ جس سے موسیٰ علیہ السلام بہت زیادہ رنجیدہ ہوئے۔ اس پر قادر مطلق نے ان کے لیے ایک چٹیل صحراء کو ایسی بھول بھلیاں بنایئں کہ چالیس سال تک اس سے باہر نہ نکل سکے۔ اس عذاب سے نکلنے کی کوشش میں دن رات مارے مارے پھرتے رہے۔ ہر تدبیر اختیار کی لیکن دور دور تک کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ یہاں تک کہ تمام نافرمان اور گستاخ اسی صحرا میں ایک ایک کرکے مرکھپ گئے۔ ان میں سے ایک بھی نہیں بچا۔ ہاں ان کی نئی نسل جو اسی صحراء میں پیدا ہوئی اور جوان ہوئی وہ حضرت یوشع نبی اللہ علیہ السلام کی تبلیغ سے راہ راست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برآئی ۔ توبہ کی ۔ اور جہاد کرنے کا عزم کیا تب ان کو اس صحرائے تیہہ سے نجات ملی ۔ اور عذاب کی چالیس سالہ طویل گھڑیاں ختم ہوئیں ۔ خدا کا شکر ادا کیا ۔ اور جہاد کر کے اریحا کو فتح کیا ۔ یہ علاقہ موجودہ جغرافیہ میں فلسطین میں ہے اور خوب سرسبز و شاداب ہے ۔ حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام کا وصال بھی اسی صحرائے تیہہ میں ہوا ہے ۔

ترکیب: اس توجیہہ میں اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ۔ مُحَرَّمَۃٌ کا ظرف زمان اور مفعول فیہ ہے ۔ اور معنیٰ یہ ہوں گے کہ ملک شام کا علاقہ اریحا چالیس سال تک کے لیے ان پر حرام کر دیا گیا تھا ۔ وہ اس صحرائے تیہہ میں محبوس رہے ۔ وہاں سے ایک فرد بھی نہ نکل سکا ۔ اس تقریر پر یَتِیْہُوْنَ جملہ مستانفہ ہے ۔ (القطع)

(۲) **فصل اول ۔ وصل ثانی** : میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ علاقہ اریحا بنی اسرائیل پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا گیا ہے ۔ وہ کبھی بھی اس میں داخل نہ ہو سکیں گے ۔ اور صحرائے تیہہ میں چالیس برس پریشان حال مارے مارے پھرتے رہیں گے ۔

ترکیب : اس توجیہہ میں اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ۔ یَتِیْہُوْنَ کا ظرف ہے ۔ اور اس میں تقدیم و تاخیر ہے ۔ اصل عبارت یَتِیْہُوْنَ فِی الْاَرْضِ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً ہے ۔

ایک سوال یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا وصال بھی صحرائے تیہہ میں ہوا ہے ۔ تو کیا ان کے لیے بھی علاقہ اریحا حرام قرار دیا گیا تھا ۔ جو وہیں قوم کے ساتھ رہنا پڑا ۔

جواب یہ صورت فرضی ہے حقیقی نہیں ۔ کیونکہ بنی اسرائیل تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نافرمان اور گستاخ تھے ۔ اس جرم کی سزا میں صحرا میں محبوس تھے ۔ اور نبیوں نے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی تھی ۔ جو وہ بھی محبوس ہوتے ۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔ اور اس بات پر تو اجماع اُمت ہے کہ تمام رسول اور تمام نبی معصوم ہیں ۔ ان کے علاوہ اور کوئی معصوم نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو تبلیغ کے لیے ان میں رہنے کا حکم فرمایا تھا ۔ جیسے جیل خانوں میں داخلی نظام چلانے کے لیے اعلیٰ افسروں سے لے کر ادنیٰ درجہ کے ملازمین تک ہوتے ہیں ۔ اور دوزخ میں داروغہ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارندے فرشتے ہیں۔ جو مجرموں کو عذاب دیں گے۔ عام انسانوں کی نسبت اللہ تعالےٰ کے رُسل اور انبیاء علیہم السلام کی شان اور ان کا مقام بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہے۔ ان کے متعلق اس قسم کی بات کا سوچنا بھی گستاخی اور سوئے ادب ہے۔ بندہ یہ مضمون بیشگی دفاع کے طور پر زیرِ قلم لایا ہے۔

۸/۲ : فَاَصۡبَحَ مِنَ النّٰدِمِیۡنَ ۞ مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِکَ ۛ ۚ (ع ۵)

(۱) فصل اول۔ وصل ثانی: یہ معنیٰ یہ ہوں گے کہ پھر قابیل اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر کے نادم اور پشیمان ہوگیا۔ کیونکہ چالیس دن تک بھائی کی نعش کو تھیلہ میں ڈال کر کمر پہ لادے پھرتا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ نعش کا کیا کرے۔ اور کیسے اس سے گلو خلاصی ہو۔ بعض نے ندامت کی وجہ بھائی کی جدائی لکھی ہے۔ بعض کے نزدیک بھائی کو قتل کرنا باعث ندامت ہے۔ تفسیر مظہری و فتح القدیر وغیرہ نے لکھا ہے کہ ندامت سے یہ مراد نہیں کہ وہ اپنے اس جرم کو جرم سمجھ رہا تھا۔ بلکہ ندامت اس بات پر تھی کہ بھائی کو قتل کر کے ماں باپ کو بھی ناراض کیا اور حاصل بھی کچھ نہیں ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر مقصد پورا ہو جاتا تو کوئی ندامت نہ ہوتی۔

فائدہ: تفسیر مظہری نے لکھا ہے کہ روایت میں آیا ہے کہ قتل کے بعد قابیل کا بدن کالا پڑ گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل سے بھائی کے متعلق دریافت کیا تو قابیل نے کہا میں اس کا ذمہ دار نہ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا یہ بات نہیں۔ بلکہ تو نے اس کو قتل کیا ہے۔ اسی وجہ سے تیرا بدن کالا ہو گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام قابیل سے بیزار ہو گئے۔ اور اس کے بعد سو سال تک کبھی نہیں ہنسے۔

ترکیب: مِنَ النّٰدِمِیۡنَ پر اکثر اہلِ تفسیر کے نزدیک وقف تام ہے۔ اور مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِکَ کا تعلق کَتَبۡنَا کے ساتھ ہے جو اس کے بعد ہے۔ اس صورت میں حرف جر مِنۡ ابتداء غایت کے لیے ہوگا۔ اکثر مفسرین کے نزدیک آیت کے معنیٰ یہ ہوں گے۔ کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر کے جرم عظیم کا دروازہ کھول دیا یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل نے انبیاء علیہم السلام اور اہل اللہ کو ناحق قتل کیا۔ اور مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِکَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے معنیٰ ہوں گے اسی ناحق قتل کی وجہ سے اور نیز جرم قتل کے دروازہ کو بند کرنے کے لیے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرمان لکھ دیا۔ کہ جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا۔ یعنی بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے۔ یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے تو اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا۔ اور جو کسی انسانی زندگی کی بقاء کا سبب بنا تو گویا اس نے تمام نوع انسانی کو زندہ رکھا۔

لفظ "اَجْل" کی لغوی تشریح اَجْل مصدر ہے۔ اَجَلَ یَاْجُلُ اَجْلاً۔ جیسے اَخَذَ یَاْخُذُ اَخْذاً۔ اَجْلاً۔ عَلَیْہِ شَرًّا ۔ کسی کے خلاف شر اٹھانا۔ (مصباح) اَجَلَ الشَّرَّ عَلَیْھِمْ ان کے خلاف مرتکب شر ہوا۔ شر کو ان کے خلاف بھڑکایا۔ شر کو ہوا دی۔ یہ تو لفظ اَجْل کا وضعی اور لغوی مفہوم ہے۔ اس کے بعد کسی جرم کی علت اور سبب بیان کرنے کے لیے اس لفظ کا استعمال ہونے لگا۔ جیسے مِنْ اَجْلِکَ فَعَلْتُ ھٰذَا ۔ میں نے تمہاری وجہ سے یہ جرم کیا۔ (الزجاج۔ فتح القدیر) پھر استعمال میں مزید توسیع کی گئی تو ہر چیز کی علت بیان کرنے کے لیے اس کا استعمال کرنے لگے۔ یعنی مطلقاً علت و سبب بیان کرنے کے معنیٰ میں استعمال ہوتے لگا۔ خواہ اچھائی میں ہو یا برائی میں۔

(۲) وصل اول فصل ثانی: میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ پھر قابیل اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر کے نادم اور پشیمان ہوا۔ اس ندامت کا سبب اور علت بھائی کا قتل ہے۔ ہم نے قتل والے جرم عظیم کی بندش کے لیے بنی اسرائیل پر یہ حکم نافذ کر دیا ہے کہ جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا۔ یعنی بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے۔ تو اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا۔

ترکیب: اس صورت میں مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ پر کلام پورا ہوا۔ اور کَتَبْنَا جملہ مستانفہ ہے۔ اور اس کا تعلق آئندہ معاشرہ کو سنوارنے اور جرائم کا انسداد کرنے کے ساتھ ہے۔ اور مِنْ جارہ کا تعلق فَاَصْبَحَ کے ساتھ ہے۔ اس صورت میں ندامت کا سبب بھائی کا قتل ہے۔ اگر یہ معنیٰ درست ہوں تو حدیث سے تعارض آتا ہے۔ کہ اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ۔ اصل توبہ ندامت ہی ہے۔ اگر ندامت کر کے توبہ کر لی ہے تو پھر جرم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاف ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ حدیث شریف ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ۔ سچی توبہ کرنے والے کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں کہ گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ پھر والدین کا ناراض رہنا۔ اور سو سال تک آدم علیہ السلام کا بیٹے کے قتل کے غم میں ڈوبے رہنا یہ سب باتیں بے معنیٰ ہو جاتی ہیں۔ اور اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو قرآن سے تعارض ہوتا ہے۔

سببِ ندامت علامہ اشمونی نے منار الہدیٰ میں لکھا ہے کہ قابیل کو یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بھائی کی لاش سے کیونکر گلو خلاصی ہو۔ اس کے لیے اللہ تعالےٰ نے دو کوے بھیجے۔ وہ آپس میں لڑے۔ ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد کوے نے چونچ اور پنجوں سے گڑھا کھودا۔ اس میں مردہ کوے کو دفن کر دیا۔ قابیل یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ تب اس نے بھی ایسا کیا تو اس کی گلو خلاصی ہوئی۔

درحقیقت قابیل کو اس بات پر ندامت ہوئی کہ مجھ میں کوے جتنی بھی سوجھ بوجھ نہیں۔ کہ اس کی طرح میں بھی اپنے بھائی کی لاش کو دفن کر دیتا تو اتنے عرصہ لاش اٹھائے اٹھائے پھرنے کے عذاب میں گرفتار نہ رہتا۔ اکثر مفسرین کی رائے میں ندامت کا سبب یہی ہے۔

خلاصہ: دونوں جگہ وقف جائز ہے ابو جعفر النحاس نے لکھا ہے کہ مفسرین کے نزدیک اَلنّٰدِمِیْنَ پر وقف تام ہے۔ اور امام نافع مدنی جیسے راسخ العلم کے نزدیک مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ پر وقف ہوگا۔ علامہ اشمونی لکھتے ہیں کہ دونوں جگہ وقف جائز ہے۔ جس کو بہتر سمجھو اختیار کر لو۔

۹/۳ : وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ج وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ج

(۱) وصل اول فصل ثانی: میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو ان لوگوں کی حرکت رنجیدہ نہ کرے۔ جو کفر میں تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اپنے منہ سے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اور ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے دل مؤمن نہیں ہیں۔ یعنی منافق ہیں۔ اور ان میں سے کچھ یہودی ہیں۔ یہ لوگ جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں۔ وہ دوسری جماعت، کے جاسوس ہیں۔ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ انتہائی بغض یا غرور کی وجہ سے آپ تک نہیں آئے۔ پس اسلام کو نقصان پہنچانے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے والے دونوں ہی بدنصیب گروہ ہیں۔

ترکیب: مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا۔ اَلَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ کا بیان ہے۔ اور اٰمَنَّا مقولہ ہے قَالُوْا کا۔ بِاَفْوَاهِهِمْ کا تعلق قَالُوْا سے ہے۔ اٰمَنَّا سے نہیں ہے۔ اور وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا کا واو عاطفہ ہے۔ اور اس کا عطف اَلَّذِيْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا پر ہے۔ اور قُلُوْبُهُمْ پر وقف حسن ہے۔ اس توجیہ میں سَمّٰعُوْنَ جملہ مستانفہ ہونے کی بنا پر مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یعنی هُمْ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ۔ اور هُمْ ضمیر منافقوں اور یہودیوں دونوں کی طرف راجع ہے۔ اس صورت میں مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا پر کلام پورا ہونے کی وجہ سے وقف کافی ہے۔

(۲) فصل اول۔ وصل ثانی میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ و الہ وسلم آپ کو ان لوگوں کی حرکت رنجیدہ نہ کرے جو کفر میں تیزی سے جارہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے دل مؤمن نہیں ہیں۔ یہ منافق ہیں۔ اور یہودیوں میں سے کچھ لوگ جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں۔ دوسرے یہود بھی بغض و عداوت اور کبر و غرور کی وجہ سے آپ تک نہیں آئے۔ ان کو خبریں پہنچاتے ہیں۔ اس سے مراد بنی قریظہ کے یہودی ہیں۔ جو خیبر والے یہودیوں کے لیے جاسوسی کرتے تھے۔

ترکیب: اس توجیہہ میں وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ پر کلام پورا ہونے کی بنا پر وقف کافی ہے۔ (الدانی) اور وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا استئناف کی بنا پر خبر مقدم ہے۔ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ مبتدا مؤخر کی۔ تقدیر عبارت وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا قَوْمٌ سَمّٰعُوْنَ ہے۔ یعنی جاسوسی کرنے والے یہودی ہیں۔ قَوْمٌ موصوف کو حذف کرکے سَمّٰعُوْنَ صفت کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ اس تقریر پر هَادُوْا پر وقف جائز نہیں۔

لِلْكَذِبِ میں دو وجہیں ہیں۔

الف۔ لام زائدہ ہے۔ جو تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔ اَیْ سَمّٰعُوْنَ الْكَذِبَ یعنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھوٹ سننے اور قبول کرنے والے۔ مطلب یہ ہے کہ علماء یہود جو جھوٹی باتیں گھڑتے ہیں۔ یہ لوگ ان کو خوب توجہ سے سنتے اور قبول کرتے ہیں۔

ب۔ لام زائدہ نہیں ہے۔ بلکہ علت کے لیے ہے۔ اس صورت میں مفعول محذوف ہے۔ تقدیر عبارت ہے۔ سَمّٰعُوْنَ اَخْبَارَکُمْ لِلْکَذِبِ۔ اَیْ لِیَکْذِبُوْا عَلَیْکُمْ فِیْهَا۔ یعنی یہ لوگ آپ کا کلام اس لیے سنتے ہیں کہ اس میں کمی بیشی اور تغیر تبدل کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام تراشی کریں۔ اور بعض علماء کے نزدیک لام بمعنی الی ہے۔ یعنی اپنے علماء یہود کے جھوٹ کی طرف کان لگاتے ہیں۔ اور پوری توجہ سے سنتے ہیں۔ دوسرا سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ پہلے والے کی تکرار اور تاکید کے لیے ہے۔

سورۃ الاعراف اس میں وقف معانقہ چار جگہ ہے۔

۱۔ فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۛ کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ۛ (ع ۱۱)

(۱) فصل اول۔ وصل ثانی: شعیب علیہ السلام کی قوم کے کفار سرداروں نے ان غیر مسلموں سے کہا جو ابھی شعیب علیہ السلام کی تعلیم کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہ کر سکے تھے (بھائیو) اگر تم نے شعیب (علیہ السلام) کی پیروی کی تو یقیناً تم سخت نقصان اٹھانے والے ہو گے۔ جب متکبر سرداروں نے یہاں تک مزاحمت اختیار کی تو آخر کار ان کو بھی زلزلہ نے دفعۃً آپکڑا۔ پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے کے پڑے رہ گئے۔ وہ لوگ جنہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تھی۔ ایسے برباد ہوئے گویا وہ وہاں بسے ہی نہیں تھے۔ غرض جنہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا وہ خسارہ میں پڑ گئے۔

ترکیب: جٰثِمِیْنَ پر وقف کافی ہے۔ اور اَلَّذِیْنَ جو اس کے بعد ہے وہ مبتدا اور اس کی خبر کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ہے۔ اور دوسرا اَلَّذِیْنَ جو اس کے بعد ہے وہ پہلے والے اَلَّذِیْنَ سے بدل ہے۔ پھر یہ مبتدا ہے اور کَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ اس کی خبر۔

(۲) وصل اول۔ فصل ثانی: یہ معنی یہ ہوں گے کہ جب متکبر سرداروں نے یہاں تک مزاحمت اختیار کی تو آخر کار ان کو بھی زلزلہ نے دفعۃً آپکڑا۔ پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منہ پڑے کے پڑے رہ گئے۔ یہ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تھی۔ ایسے برباد ہوئے گویا وہ وہاں بسے ہی نہیں تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا وہ خسارہ میں پڑ گئے۔

ترکیب: اس توجیہہ میں پہلا اَلَّذِیْنَ۔ جٰثِمِیْنَ کی نعت ہے۔ اس لیے یہاں وقف نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ اَلَّذِیْنَ فَاَصْبَحُوْا کی ضمیر سے بدل ہو۔ یعنی ہلاک ہونے والے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ پہلا کَذَّبُوْا کی ضمیر فاعل سے حال ہو۔ یعنی ہلاک ہونے والے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کر رہے تھے۔ کہ عذاب نے اچانک آدبوچا۔ دوسرا اَلَّذِیْنَ استیناف کی بنا پر مبتدا ہے۔ اور کَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ خبر ہے۔

فائدہ دوسرا اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا شُعَیْبًا استیناف کی بنا پر مبتدا ہے۔ اس ابتداء میں اختصاصی معنیٰ ہیں۔ یعنی شعیب علیہ السلام کی قوم میں سے عذاب خداوندی کے وہی لوگ مستحق ہوئے جنہوں نے ان کی تکذیب کی تھی۔ اور جن جن لوگوں نے شعیب علیہ السلام کی تصدیق اور اتباع کی اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس تکرار میں متکبر سرداران قوم کے مقالہ کے رد کے لیے مبالغہ ہے۔ نیز انھوں نے اپنے زعم میں اپنی قوم کو جو نصیحت کی تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا استہزاء ہے۔ (الکشاف)

لَا تَاْتِیْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ (ع ۲۱)

(۱) فصل اول۔ وصل ثانی: میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ اور اے پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ ان یہودیوں سے اس بستی کا یعنی بستی والوں کا حال تو دریافت کریں جو سمندر بحر شور کے کنارے آباد تھی۔ جب وہاں کے لوگ ہفتہ کے دن کے احکام کے بارے میں حد شرعی سے تجاوز کر رہے تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ ہفتہ کے دن سمندر کی مچھلیاں ظاہر ہو کر ان کے سامنے قریب آجاتی تھیں۔ اور ہفتہ کے علاوہ کسی اور دن مچھلیاں نہ آتی تھیں۔ اس طرح ہم ان لوگوں کو ان کی نافرمانیوں کے سبب ابتلاء اور آزمائش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ڈالتے گئے۔

ترکیب: اس توجیہہ میں لَا تَاْتِیْهِمْ پر وقف نام ہے۔ اور کَذٰلِكَ کا تعلق مابعد سے ہوگا۔ اور کاف تشبیہہ کا مشبہ بہ یہودیوں کی نافرمانیاں اور احکام شریعت کی مخالفت ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہودی نافرمانیوں کے جیسے جیسے نئے سے نئے راستے اختیار کرتے تھے۔ ویسے ویسے ہم بھی ان کو آزمائشوں میں زیادہ ڈالتے جاتے تھے۔

(۲) وصل اول۔ فصل ثانی: میں معنٰی یہ ہوں گے کہ جس طرح مچھلیاں ہفتہ کے دن کے علاوہ باقی دنوں میں سامنے نہیں آتی تھیں۔ اور غائب رہتی تھیں۔ اسی طرح ہفتہ کے دن اور سطح سمندر پر اور نالوں کے راستے حوضوں اور تالابوں میں آجاتی تھیں اور جمع ہو جاتی تھیں۔ علامہ اشمونی نے کَذٰلِكَ کے معنٰی وصل اول۔ فصل ثانی کی صورت میں اِئْتُ تَاْتِیْهِمْ شُرَّعًا لکھے ہیں۔ یعنی ہفتہ کے دن مچھلیاں جس طرح نالوں کے راستے سے حوضوں اور تالابوں میں آجاتی تھیں اور اسی طرح باقی دنوں میں غائب رہتی تھیں۔

ترکیب: کَذٰلِكَ کا مشبہ بہ۔ لَا تَاْتِیْهِمْ ہے۔ اس صورت میں اس کا تعلق ماقبل سے ہوگا۔ اور نَبْلُوْهُمْ جملہ مستانفہ ہے۔ اور معنٰی یہ ہوں گے کہ ہم ان لوگوں کو ان کی نافرمانیوں کے سبب ابتلاء اور آزمائشوں میں ڈالتے رہے۔

فائدہ ۱:۔ اہل تفسیر کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ کہ جس بستی میں یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ اس کا نام کیا ہے۔ اور یہ ہے کہاں؟ تفسیر فتح القدیر نے چند نام لکھے ہیں۔

۱۔ اَیْلَة ۲۔ طَبَرِیَة ۳۔ مَدْیَن ۴۔ ایلیا ۵۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ملک شام کے شام کے ساحلی علاقہ میں ایک بستی تھی۔ جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔

تفسیر مظہری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے۔ کہ اس بستی کا نام اَیْلَة تھا۔ اور یہ آبادی مدین اور طور کے درمیان سمندر کے کنارے پر تھی۔ ازہری نے لکھا ہے کہ شام کی جھیل طبریہ کے کنارے پر تھی۔

۲۔ جس طرح اسلام میں یوم جمعہ کو عید کہا گیا ہے۔ اور اس کو باقی دنوں پر ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاص شرف اور فضیلت حاصل ہے۔ اور اس دن کے بعض خصوصی اعمال مثلاً نماز جمعہ، جمعہ کا خطبہ وغیرہ جن کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہی ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالٰے نے یہودیوں کے لیے یوم السبت ہفتہ کے دن کو خاص فضیلت اور عظمت عطا فرمائی تھی۔ یہ دن صرف اللہ تعالٰے کی عبادت کے لیے مخصوص تھا۔ اس دن دنیوی تمام کام ناجائز اور حرام تھے۔ حتیٰ کہ ہفتہ کے دن شکار کرنا بھی حرام تھا۔

۳۔ نافرمان یہودیوں نے ہفتہ کے دن براہ راست شکار تو نہیں کیا، لیکن ایک یہ حیلہ اختیار کیا کہ لب ساحل بڑے بڑے حوض اور نالاب کھود لیے۔ اور بڑے نالوں کے ذریعہ سمندر کے ساتھ رابطہ قائم کر دیا۔ ان نالابوں میں نالوں کے راستہ ہفتہ کے دن مچھلیاں آجاتی تھیں۔ اتوار کے دن وہ ان کو پکڑ لیا کرتے تھے۔ وہ بولے ہمارے خیال میں ہفتہ کے دن بھی شکار کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد وہ ہفتہ کے دن شکار کرتے مچھلیوں کی خرید و فروخت کرتے۔ اور کھاتے کھلاتے وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ سب کام کرنے لگے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک تہائی لوگ تو اس گناہ میں ڈوب گئے۔ اور ایک تہائی لوگ وعظ و نصیحت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اور ایک تہائی لوگ اس گناہ سے دور تو رہے مگر وعظ و نصیحت کا کام بھی نہیں کیا۔ جب اللہ تعالٰی نے ان کو اپنی گرفت میں لیا تو صرف وعظ و نصیحت کا کام کرنے والے ہی اس کے عذاب سے بچے۔ باقی سب کی صورتیں مسخ ہو کر بندر کی ہو گئیں۔ صاحب منار الہدیٰ نے لکھا ہے کہ عوام کی شکلیں تو بندر کی تھیں۔ اور علماء یہود میں سے وہ گروہ جنہوں نے عوام کو غلط راستہ پر ڈالا ان کی شکلیں خنزیر کی ہو گئیں۔ اور جو بھی اس عذاب کی لپیٹ میں آیا تین دن کے اندر اندر ہلاک ہو گیا۔ کوئی بھی نہ بچ سکا۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ عِقَابِہٖ۔ ان لوگوں کے لیے مقام عبرت ہے۔ کہ بظاہر تو علماء کی مقدس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اپنی عزت وجاہ اور اور ذاتی اغراض کی وجہ سے سادہ لوح عوام کو غلط راستہ پر چلا رہے ہیں۔ اللہ پاک ہی بہتر جانتے کہ ان کا انجام کیا ہو گا۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ سُوْٓءِ الْفِتَنِ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲: قَالُوْا بَلٰی ج شَہِدْنَا ج (ع ۲۲)
(۱) فصل اول ۔ وصل ثانی: میں معنیٰ یہ ہوں گے ۔ اور ان کے سامنے اس وقت کا ذکر کیجئے ۔ جبکہ آپ کے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی تمام کو نکالا ۔ اور ان کو خود ان ہی کی ذات پر گواہ بنایا ۔ اور پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ۔ ان سب نے جواب دیا کیوں نہیں بے شک تو ہی تو ہمارا رب ہے ۔ ہم سب اس پر گواہ ہیں ۔ یہ اقرار اس وجہ سے لیا ہے تا کہ تم قیامت کے دن یوں نہ کہہ دو کہ ہم اس بات سے بالکل بے خبر تھے ۔

ترکیب: بَلٰی پر محققین کے نزدیک وقف تام ہے ۔ کیونکہ اکثر مفسرین کے نزدیک شَہِدْنَا ملائکہ کا کلام ہے ۔ علامہ جزری کی یہی تحقیق ہے ۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قصۂ میثاق کا آخر بَلٰی پر ہوتا ہے ۔ اولاد آدم کا پورا جواب مقدر ہے ۔ اور وہ یوں ہے ۔ بَلٰی اَیْ بَلٰی شَہِدْنَا اَنَّکَ رَبُّنَا وَ اِلٰھُنَا ۔ کیوں نہیں ۔ یعنی ہم سب گواہی دیتے اور اقرار کرتے ہیں کہ آپ ہمارے پروردگار اور معبود ہیں ۔ بنی آدم کے اس جواب پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا تم اس کی گواہی دو ۔ انہوں نے کہا شَہِدْنَا ہم اس واقعہ کے گواہ بنتے ہیں ۔ یہ اس لیے کیا تا کہ تم لوگ قیامت کے دن یوں نہ کہہ دو کہ ہم تو اس توحید سے بے خبر ہیں ۔ پس بَلٰی پر وقف کرنے سے شَہِدْنَا کا ملائکہ کا کلام ہونا واضح ہو جاتا ہے ۔ اس صورت میں شَہِدْنَا کی ضمیر متکلم اکثر مفسرین کے نزدیک ملائکہ کے لیے ہے ۔

(۲) وصل اول ۔ فصل ثانی: میں جملہ شَہِدْنَا بھی بنی آدم کے مقولہ میں شامل ہو گا ۔ اور یہ اُبَی بن کعب اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے ۔ جس کو احمد بن موسیٰ ، ابو حاتم ، اخفش اور ابن عبد الرزاق نے اختیار کیا ۔ غزوان ابو مالک تابعی محدث کوفہ کا قول ہے ۔ کہ جب بنی آدم نے بَلٰی کہا تو ان کے اس اقرار ربوبیت و عبودیت پر اللہ تعالیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اور پھر اس کے ملائکہ نے بطور گواہ شَھِدْنَا کہا۔ یہ تقریر اسی موقعہ پر لفظ بلیٰ کی لفظی ومعنوی
تشریح میں گذر چکی ہے۔

۱۳/۴ : لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ج وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ ج (ع ۲۳)

۱۔ وصل اول فصل ثانی :۔ یہ معنی یہ ہوں گے کہ آپ فرما دیجئے کہ میں اپنے فائدے
اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ اگر میں غیب کی
باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو صرف
ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔ ان لوگوں کو جو میری بات مانتے ہیں۔

ترکیب :۔ اس توجیہ میں وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ ط۔ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ
پر معطوف ہے۔ اور یہ جملہ معطوف اور معطوف علیہ لَوْ شرطیہ کا جواب ہے۔ اس لیے مِنَ
الْخَيْرِ پر وقف جائز نہیں۔ اور اَلسُّوْءُ پر وقف تام ہے۔ اب معنیٰ یہ ہوں گے کہ چونکہ
غیب کی باتیں نہیں جانتا اس لیے ہر قسم کے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے کہ کبھی غالب ہیں تو
کبھی مغلوب۔ اور پھر دشمنوں کی ہر طرح کی اذیتیں سہنی پڑ رہی ہیں۔

۲۔ فصل اول۔ وصل ثانی :۔ یہ معنیٰ یہ ہوں گے کہ اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو
بہت سے فائدے جمع کر لیتا۔ اور تم جو مجھے دیوانہ کہتے ہو یہ غلط ہے۔ مجھے کسی طرح دماغی
تکلیف نہیں ہے۔ اور نہ ہی اور کوئی بیماری اور تکلیف ہے۔

ترکیب :۔ اس توجیہ میں لَوْ شرطیہ کا جواب صرف جملہ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ
ہوگا۔ کہ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں خیر ہی خیر جمع کر لیتا

اس صورت میں وقف مِنَ الْخَيْرِ پر
ہوگا۔ اور وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ جملہ مستانفہ ہے۔ اور یہ لَوْ شرطیہ کے جواب کا حصہ
نہیں ہے بلکہ یہ کفارِ مکہ کے قول کی تردید کے لیے ہے کہ تم مجھے جو مجنوں کہتے ہو۔ سن لو میرے
دماغ میں کسی طرح کا فتور اور خلل نہیں ہے۔ میں صحیح سلامت ہوں۔ میں تو تمہیں قبر اور آخرت
کے عذاب اور ہولناکیوں سے ڈرا رہا ہوں۔ اور جو میری باتیں مانتے ہیں ان کے لیے بشارتیں
ہی بشارتیں ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سُوْرَةُ التَّوْبَة | اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے۔

۱۴/۱ ؛ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ط وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ (ع)

۱۔ فصل اول۔ وصل ثانی :۔ میں معنٰی یہ ہوں گے ۔ اور آپ کے گرد ونواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں ۔ اور خود مدینہ کے کچھ لوگ ایسے منافق ہیں جو صفت نفاق میں بڑے ماہر ہیں ان کو آپ نہیں جانتے ہم جانتے ہیں ۔

ترکیب :۔ مِمَّنْ میں مِنْ تبعیضیہ اور مَنْ بمعنٰی اَلَّذِیْ ہے ۔ حَوْلَكُمْ اَیْ حَوْلَ الْمَدِیْنَةِ یعنی مدینہ کے قریبی دیہات ۔ مِنَ الْاَعْرَابِ میں مِنْ بیان جنس کے لیے ہے ۔ یعنی بعض وہ لوگ جو مدینہ کے قریبی دیہاتوں کے رہنے والے ہیں منافق ہیں ۔ مُنٰفِقُوْنَ مبتدا مؤخر اور جملہ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ خبر مقدم ہے ۔ اس لیے مُنٰفِقُوْنَ پر وقف کافی ہے اور وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ جملہ مستانفہ خبر مقدم ہے ۔ اور مَرَدُوْا ۔ قَوْمٌ مبتدا مؤخر محذوف کی صفت ہے ۔ اصل میں وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ قَوْمٌ مَّرَدُوْا ہے ۔ لفظ مَرَدُوْا سے عیاں ہے کہ مدینہ منورہ میں بسنے والے منافقین کا نفاق زیادہ سخت تھا ۔ تب ہی تو ان کے نفاق کو اہتمامًا استیناف کے ساتھ علیحدہ ذکر فرمایا ہے ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالنِّفَاقِ ۔

۲۔ وصل اول فصل ثانی :۔ میں معنٰی یہ ہوں گے ۔ کہ اور آپ کے گرد ونواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں ۔ اور مدینہ میں رہنے والے بھی کچھ لوگ منافق ہیں ۔ اور ان منافقوں کا گروہ نفاق میں ایسا ماہر اور سخت اور پختہ ہے ۔ کہ آپ بھی ان کی منافقانہ چالوں کو سمجھ نہیں پاتے ۔

ترکیب :۔ اس توجیہہ میں مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ جملہ مستانفہ ہے ۔ هُمْ مستتر فاعل ہے جو راجع ہے گروہ منافقین کی طرف ۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ مَرَدُوْا سے هُمْ ضمیر مبتدا محذوف ہو ۔ اور مَرَدُوْا اس کے خبر ۔ مطلب یہ ہے کہ منافقین نے ہر موقع پر اور ہر جگہ اسلام کو نقصان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں پہنچانے میں ایسے ماہرانہ اور کامیاب طریقے اختیار کئے ہیں   ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقع پر باری تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ناپاک ارادوں سے آگاہ کر دیا ہو۔ یہ گروہ ہر دور میں رہا ہے۔ اور آج بھی ہے۔ اور اس کا مشن اسی طرح جاری و ساری ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

سورۃ ھود اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے۔

۱۵/۱ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ؀ فَاصْبِرْ ؀ (ع ۴)

۱۔ وصل اول فصل ثانی :۔ میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ نوح علیہ السلام کا قصہ منجملہ غیبی خبروں سے ہے۔ یعنی جو خبریں آپ کو معلوم نہ تھیں ان میں ایک قصہ نوح علیہ السلام کا بھی ہے۔ جس کو ہم وحی کے ذریعہ آپ تک پہنچا رہے ہیں۔ اس قصہ کو ہمارے بتانے سے پہلے نہ تو آپ ہی جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم اس سے واقف تھی۔ اس قصہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی طرح آپ بھی تبلیغ کے سلسلہ میں کافروں کی اذیتوں پر صبر کیجئے۔ اور ان کی مخالفت کی پرواہ نہ کریں۔ یقین جانئے کہ دنیا میں آخر متقی لوگوں ہی کی جیت ہے۔ اور آخرت میں بھی ان ہی کا انجام قابل رشک ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔

ترکیب :۔ تِلْكَ اسم اشارہ مبتدا مرفوع محلاً۔ مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی غیبی خبروں میں سے ایک قصہ نوح علیہ السلام کا بھی ہے۔ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ۔ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ۔ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ؀ یہ تینوں جملے تین خبریں ہیں۔ فَاصْبِرْ میں فاء سببیہ ہے۔ کیونکہ ماقبل مابعد کے لیے سبب ہے۔ اس لیے هٰذَا پر وقف جائز نہیں بلکہ وصل ہوگا۔ اور گو اِنَّ الْعَاقِبَةَ جواب ہے۔ لیکن یہ لفظاً منقطع اور معنیً متصل ہے اس لیے جواب کے بغیر صرف امر پر بھی وقف جائز ہے۔ معنیٰ یہ ہوں گے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے نوح علیہ السلام کا قصہ اس لیے سنایا ہے کہ آپ کا غم ہلکا ہو۔ اور آپ کے دل کو تقویت پہنچے۔ اور تبلیغ کے کام میں مزید ہمت بڑھے۔

۲۔ فصل اول۔ وصل ثانی :۔ میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کا قصہ بطور حکایت آپ کی طرف وحی کیا۔ جس کی تفصیلات کا علم نہ آپ کو تھا اور نہ آپ کی قوم ہی واقف تھی۔ اس حیثیت سے یہ قصہ غیبی خبروں میں سے ہے۔ پس کفار مکہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اذیتوں سے تنگ آکر تبلیغ کا کام چھوڑ نہ بیٹھنا۔ آپ صبر اور درگذر سے کام لیتے رہیں۔ آخر کار جیت آپ ہی کی ہوگی۔ اور اسلام کا بول بالا ہوگا۔

ترکیب:۔ اس توجیہ میں فَاصْبِرْ جملہ مستانفہ اور فاء استینافیہ ہے۔ اس میں فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحٰى الخ (ہود ع ۲) کی طرف اشارہ ہے کہ شاید آپ کفار مکہ کے طعنوں سے تنگ آکر وحی کا کچھ حصہ چھوڑ دیں۔ آپ نے نوح علیہ السلام کا قصہ سُنا کہ وہ اپنی قوم کی اذیتیں کس صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔ پس آپ بھی تبلیغ کے کام کو التزام و اہتمام اور دلجمعی کے ساتھ کرتے رہیں۔ دل آزردہ نہ ہوں۔ ان کی اذیتوں اور طعنوں پر صبر کرتے رہیں۔ یقیناً انجام خیر متقیوں کے لیے ہے۔ (تفسیر لابی السعود محمد العمادی الحنفی متوفی ۹۸۲ھ۔ و تفسیر روح المعانی لابی الفضل محمود الآلوسی البغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ)

اور اِنَّ الْعَاقِبَةَ جواب امر ہے اور لِلْمُتَّقِيْنَ میں لام تعلیل کے لیے ہے۔ اس لیے اس توجیہ میں فَاصْبِرْ پر وقف کی بجائے وصل ہوگا۔

سورۃ ابراھیم علیہ السلام

اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے۔

۱۶ ۱۱ : قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ط وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ط (ع ۲)

۱۔ وصل اول۔ فصل ثانی:۔ یہ معنیٰ یہ ہوں گے کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی تباہی کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے۔ یعنی نوح علیہ السلام کی قوم۔ اور قوم عاد اور قوم ثمود۔ اور وہ لوگ جو ان مذکورہ قوموں کے بعد ہوئے۔ جیسے ابراہیم ولوط علیہما السلام کی قومیں۔ اور اصحاب الرَّسِّ اور مَدْيَنَ اور اَيْكَةِ والے اور قوم تُبَّعٍ وغیرہم۔

ترکیب:۔ اس صورت میں وَثَمُوْدَ پر وصل اور مِنْۢ بَعْدِهِمْ پر وقف کافی ہوگا۔ اور وَالَّذِيْنَ۔ قَوْمِ نُوْحٍ پر معطوف ہونے کی بنا پر مجرور محلاً ہے۔ اس خطاب میں دو احتمال ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔ اس صورت میں خطاب بنی اسرائیل کو ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس صورت میں خطاب امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ فصل اوّل ۔ وصل ثانی :۔ یں معنیٰ یہ ہوں گے ۔ کیا تمہارے پاس مذکورہ تین قوموں کی تباہی کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھیں ۔ اور ان قوموں کی تباہی کی خبر جو ان کے بعد ہوئیں ۔

ترکیب :۔ اس صورۃ میں ثَمُوْدَ پر وقف کافی ہوگا ۔ اور وَالَّذِیْنَ جو اس کے بعد ہے جملہ مستانفہ اور واو استینافیہ ہے ۔ اور یہ خبر ہے ۔ اور ھم مبتدا محذوف ہے ۔ اور لَا یَعْلَمُھُمْ اِلَّا اللّٰہُ بھی اس خبر میں شامل ہے ۔ اس لیے مِنْ بَعْدِھِمْ کا مابعد سے وصل ہوگا ۔ اور اس جملہ میں بعد والی قوموں کا صراحۃً کوئی ذکر نہیں ہے ۔ یہ تذکرہ بسبیل ضمناً ذکر تھا ۔ استیناف کی صورت میں ان کا ذکر بھی مستقل طور پر آ گیا ۔ گو اجمالاً ہی سہی اس کے علاوہ مابعد سے وصول ہونے کی وجہ سے مزید اہمیت پیدا ہو گئی ۔ کہ ان قوموں کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ کون کون سی تھیں ۔

سورۃ الفرقان اس میں وقف معانقہ تین جگہ ہے ۔

۱/۱۷ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ج فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ج (۱ع)

۱۔ وصل اول فصل ثانی :۔ یں معنیٰ یہ ہوں گے ۔ اور کفار مکہ نے قرآن کے بارے میں کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو پیش کر رہے ہیں یہ تو نرا جھوٹ ہی جھوٹ ہے ۔ اور اس کے یعنی قرآن کے وضع کرنے اور گھڑنے میں بقول مجاہد یہودیوں کی ایک جماعت نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی ہے ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امی ہونے کی وجہ سے لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے ۔ بلاشبہ ان لوگوں نے زبردست بہتان لگایا اور بہت ہی بہتان اور جھوٹ بولا ۔

ترکیب :۔ اس توجیہہ میں اٰخَرُوْنَ کا مابعد سے وصل ہوگا ۔ اور جملہ فَقَدْ جَآءُوْا جو اس کے بعد ہے اس کا تعلق ماقبل سے ہوگا ۔ اور فَقَدْ میں فاء سببیہ ہے ۔ کیونکہ وہ خود ہی افتراء پردازی کی وجہ سے ظالم اور جھوٹے کہلائے ۔ وَزُوْرًا پر وقف کافی ہے اور بعد والے کلام سے اس کا کوئی لفظی تعلق نہیں ہے ۔

۲۔ فصل اول ۔ وصل ثانی :۔ یں معنیٰ یہ ہوں گے کہ بلاشبہ ان لوگوں نے بہت ہی بے جا بات کی اور جھوٹ کہا ۔ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو بے سند اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے سروپا کہانیاں ہیں جن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے لکھوا لیا ہے۔ پھر وہی کہانیاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح و شام پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ تاکہ یاد رکھ سکیں۔

ترکیب :۔ اس توجیہ میں پہلا کلام وَّاٰخَرُوْنَ پر پورا ہوا۔ اور یہاں وقف کافی ہے۔ اس صورت میں بعد والا جملہ فَقَدْ جَآءُوْ کا تعلق ماقبل کی بجائے مابعد سے ہوگا۔ اس طور پر کہ یہ جملہ مستانفہ اور فَقَدْ میں فاء استینافیہ ہے۔ اور فعل کی ھُمْ ضمیر مستتر فاعل۔ اور ظُلْمًا وَّزُوْرًا دونوں مفعول ہیں۔ اور قَالُوْٓا کا واو حالیہ ہے۔ اور یہ جملہ جَآءُوْ کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔

۱۸/۲ : لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ (ع ۳)

۱۔ وصل اول فصل ثانی : میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ اور کفار قریش نے یا یہودیوں نے یہ اعتراض اٹھایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا قرآن ایک ہی بار کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ جیسے پہلی آسمانی کتابیں اپنے اپنے دور میں ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے قرآن کو اسی طرح تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا ہے۔ تاکہ ہم آپ کے دل کو تقویت بخشتے رہیں۔ اور اسی طرح ہم نے قرآن کو کامل ترتیل یعنی انتہائی فصاحت، عمدہ تجوید اور وقف و ابتداء کی کامل رعایت کے ساتھ بواسطہ جبریل علیہ السلام آپ کے سامنے پڑھا۔

ترکیب :۔ كَذٰلِكَ کا تعلق ماقبل سے بھی ہونے کا احتمال ہے۔ اور مابعد سے بھی۔ ماقبل کی صورت میں یہ کفار کے مقولہ میں شامل ہوگا۔ اور وقف كَذٰلِكَ پر ہوگا۔ اور کاف تشبیہ فعل مقدر کے متعلق ہوگا۔ اور تقدیر عبارت ہوگی كَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ وَالزَّبُوْرُ۔ یعنی جیسے یہ کتابیں پوری کی پوری ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی ہیں۔ ایسے ہی قرآن بھی پورا ایک ہی بار نازل ہوتا تو ہم ایمان لے آتے۔ حالانکہ اس بات کو وہ بھی سمجھتے ہیں کہ تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہونے میں کتنے فوائد پنہاں ہیں۔ علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ یہ ان کا زعم باطل اور دعویٰ جھوٹا ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ پہلی کتابیں بھی تھوڑی تھوڑی کرکے نازل ہوئی ہیں۔ کفار مکہ نے یہ بات جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے کہی ہے۔ کہ ان کو آسمانی کتابوں کی کیفیت نزول معلوم ہی نہیں۔ اور اگر معلوم ہے تو بوجہ عناد کی بنا پر کہی ہے —— اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِنُثَبِّتَ کا لام اسی فعل مقدر کے متعلق ہے۔ یعنی ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے اس لیے اتارا ہے کہ اس کے ذریعہ ہم آپ کے دل کو تقویت اور جماؤ بخشتے رہیں۔ یہ جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

۲۔ فصل اول۔ وصل ثانی:۔ میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ کفار قریش اور یہودیوں کا یہ اعتراض ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ ہم نے ایسے ہی تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔ جیسے پہلی کتابیں نازل کی گئیں۔ تاکہ ہم آپ کے دل کو تقویت بخشتے رہیں۔ یہ حوصلہ بڑھانے کا ایک ذریعہ ہے۔

ترکیب:۔ اس توجیہہ میں کَذٰلِكَ کا تعلق مابعد سے ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعتراض کرنے والوں کو جواب ہے۔ اس صورت میں بھی کاف تشبیہہ اسی طرح فعل مقدر کے متعلق ہے۔ اَیْ کَمَا اُنْزِلَتِ التَّوْرٰاةُ وَالْاِنْجِیْلُ وَالزَّبُوْرُ۔ اس توجیہہ میں وقف جُمْلَةً وَّاحِدَةً پر ہوگا۔

$\frac{19}{3}$: وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرَا ۣۚ ــــــ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۛ (ع)

۱۔ فصل اول۔ وصل ثانی:۔ اور آپ اس ذات پر بھروسہ کیجئے جو زندہ ہے۔ کبھی نہیں مرے گی۔ اور اس کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے رہئے۔ اور بعض علماء نے سَبِّحْ سے نماز اور بِحَمْدِهٖ سے نعمتوں کا شکر ادا کرنا لکھا ہے۔ یعنی اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے نماز پڑھو۔ (مظہری) اور وہ خود اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لیے کافی ہے۔ وہ خبیر ایسا ہے جو آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر اپنی شان کے موافق عرش پر قائم اور جلوہ گر ہوا۔ وہ رحمٰن یعنی بے حد مہربان ہے۔ سوائے مخاطب تو اس کی شان کسی باخبر اور واقف حال سے دریافت کر۔

ترکیب:۔ اس توجیہہ میں خَبِیْرَا ۣۚ پر وقف کافی یا وقف تام ہے۔ اس صورت میں اَلَّذِیْ جملہ مستانفہ ہوگا۔ پھر اَلَّذِیْ مبتدا۔ اور اَلرَّحْمٰنُ اس کی خبر۔ مطلب یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگا کہ جس نے یہ ساری کائنات پیدا کی وہ رَحْمٰن ہے۔ پس تو اس کی شان کسی باخبر اور واقف حال سے دریافت کر۔

فصل اول۔ وصل ثانی:۔ یہ معنٰی یہ ہوں گے کہ خالق کائنات ہی اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لیے کافی ہے۔

ترکیب:۔ اس توجیہہ میں اَلَّذِیْ وَکَفٰی بِہٖ کی ہا ضمیر سے بدل مجرور محلاً ہوگا۔ اور چونکہ بدل و مبدل منہ میں وقف کے ذریعہ انفصال جائز نہیں۔ اس لیے خَبِیْرًا ہ پر وقف جائز نہیں۔ اس صورت میں عَلَی الْعَرْشِ پر وقف تام اور اَلرَّحْمٰنُ جملہ مستانفہ ہوگا۔

سورۃ الشعراء

اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے۔

۲۰۔ ا: وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۞ ذِكْرٰى نف (ع ۱۱)

۱۔ **وصل اول فصل ثانی:۔** یہ معنٰی یہ ہوں گے اور ہم نے بستیوں میں سے کسی ایسی بستی کو ہلاک نہیں کیا جس میں نصیحت کی غرض سے ڈرانے والے نہ آئے ہوں۔ اور ہمارا شیوہ ظلم کرنا نہیں ہے۔

ترکیب:۔ مِنْ قَرْيَةٍ میں مِنْ زائدہ تاکید کے لیے ہے۔ اَیْ وَمَآ اَهْلَكْنَا قَرْيَةً مِّنَ الْقُرٰى۔ اور جملہ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ۔ قَرْيَةً کی صفت یا اس سے حال ہے۔ اس توجیہہ میں ذِكْرٰى بمعنی اِنْذار ہے۔ جو کہ مُنْذِرُوْنَ کی علت یعنی مفعول لہ منصوب محلاً ہے۔ اس صورت میں ذِكْرٰى کا تعلق ماقبل سے ہوگا۔ اور اس پر وقف کافی ہے۔ اور وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ جملہ مستانفہ ہے۔

۲۔ **فصل اول۔ وصل ثانی:۔** یہ معنٰی یہ ہوں گے۔ اور ہم نے بستیوں میں سے کسی ایسی بستی کو ہلاک نہیں کیا جس میں ڈرانے والے نہ آئے ہوں۔ یہ قرآن نصیحت ہے اور ہمارا شیوہ ظلم کرنا نہیں ہے۔

ترکیب:۔ اس توجیہہ میں مُنْذِرُوْنَ پر وقف تام ہے۔ اور یہاں کلام پورا ہوا۔ ذِكْرٰى جملہ مستانفہ ہے۔ اور یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اَیْ هٰذَا الْقُرْاٰنُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذِکْرٰی ۔ یہ قرآن نصیحت ہے ۔ اس جملہ پر وَمَا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ معطوف اور واؤ عاطفہ ہے ۔ اس صورت میں ذِکْرٰی کا تعلق مابعد سے ہونے کی بناء پر ظٰلِمِیْنَ پر وقف کافی ہے ۔

سورۃ القصص اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے ۔

۲۱/۱ : وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا خ بِاٰيٰتِنَا خ (ع ۴)

۱ ۔ وصل اول ۔ فصل ثانی : یہں معنی یہ ہوں گے ۔ اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا ۔ ہم عنقریب تمہارے بھائی کے ذریعہ تمہارے بازو قوی کر دیں گے ۔ اور تم دونوں کو غلبہ عطا کریں گے ۔ پھر وہ لوگ تم دونوں تک نہیں پہنچ سکیں گے ۔ تم دونوں ہمارے معجزات کے ساتھ جاؤ ۔ تم دونوں اور تم دونوں کے پیروکار سب غالب ہوں گے ۔

ترکیب :۔ اس توجیہہ میں بِاٰيٰتِنَا کا تعلق نَجْعَلُ کے ساتھ ہے ۔ یعنی ہم اپنی آیتوں کے ذریعہ تم دونوں کو غلبہ عطا کر دیں گے ۔ یا اس کا تعلق فعل محذوف اِذْهَبَا سے ہے ۔ یعنی تم دونوں ہماری آیتوں کے ساتھ جاؤ ۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَا ۔ یا اس کا تعلق فَلَا يَصِلُوْنَ سے ہے ۔ یعنی ہماری آیتوں کے سبب فرعون اور اس کی قوم والے تم تک نہیں پہنچ سکیں گے ۔ پس ان تینوں معنوں میں بِاٰيٰتِنَا پر وقف تام ہے اور اس کا تعلق ماقبل سے ہوگا ۔

۲ ۔ فصل اول ۔ وصل ثانی :۔ یہں معنیٰ یہ ہوں گے ۔ ہم تمہیں ایسا غلبہ دیں گے جس کی وجہ سے وہ تم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے ۔ تم دونوں اور تمہاری اتباع کرنے والے ہمارے معجزات کی وجہ سے غالب رہیں گے ۔

ترکیب :۔ اس توجیہہ میں بِاٰيٰتِنَا کا تعلق مابعد یعنی اَلْغٰلِبُوْنَ سے ہوگا اور معنی یہ ہوں گے ۔ تم دونوں اور تم دونوں کی اتباع کرنے والے غالب رہنے والے ہو ۔ یعنی مغلوب نہیں ہوگے ۔ اس صورت میں وقف اِلَيْكُمَا پر ہوگا ۔

سورۃ الاحزاب اس میں وقف معانقہ دو جگہ ہے ۔

۲۲/۱ : يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ط وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ خ (ع ۲)

۱ ۔ فصل اول ۔ وصل ثانی :۔ یہں معنی یہ ہوں گے ۔ غزوہ خندق کے موقع پر منافقوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ایک گروہ نے جس میں ستر کے قریب منافق تھے ۔ کہنے لگے ۔ اے اہل یثرب یعنی اہل مدینہ یہاں تمہارے لیے قیام کا کوئی موقع نہیں اس لیے میدان جنگ سے لوٹ چلو۔ بھاگ چلو۔ یا یہ مطلب ہے کہ اسلام میں تمہارا قیام نہیں ہو سکتا ۔ اس لیے شرک کی طرف لوٹ جاؤ ۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا چھوڑ دو تاکہ تم باسلامت رہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ مدینہ میں تمہارا مقام نہیں ہو سکتا ۔ اس لیے اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو۔ تاکہ تم عافیت میں رہو۔ اور انہی منافقوں میں سے کچھ لوگ جو قبیلہ بنی حارثہ و بنی سلمہ سے تعلق رکھتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واپسی کی اجازت مانگنے لگے ۔ وہ کہتے تھے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں ۔ غیر محفوظ ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے گھر کھلے نہیں پڑے اور غیر محفوظ نہیں ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر میں محکم حویلیوں میں عورتوں اور بچوں کو محفوظ کرا دیا۔ اور ناکہ بندی کرا دی تھی وہ ہر طرح سے محفوظ ہیں ۔ یہ منافق میدان جنگ سے کسی نہ کسی بہانے سے بھاگنا چاہتے ہیں ۔

ترکیب :۔ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ ؕ تک منافقوں کا کلام ہے ۔ اور وَمَا هِیَ بِعَوْرَۃٍ ۚ جملہ مستانفہ اور واؤ استینافیہ ہے ۔ اور یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان جھوٹے منافقوں کے رد کے لیے ہے ۔ اس لیے اس توجیہہ میں وقف عَوْرَۃٌ پر ہوگا ۔

۲ ۔ **وصل اول فصل ثانی :** ۔ میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ منافق کہتے ہیں کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں ۔ حالانکہ ان کے گھر اور بال بچے غیر محفوظ نہیں ۔ نفی پر نفی داخل ہو تو مثبت کے معنیٰ ہوتے ہیں ۔ مطلب یہ ہے ۔ کہ حقیقت حال یہ ہے کہ ان کے گھر بار محفوظ ہیں یہ جھوٹ بول کر میدان جنگ سے بھاگنا چاہتے ہیں ۔

ترکیب :۔ اس توجیہہ میں وَمَا هِیَ بِعَوْرَۃٍ جملہ حالیہ ہونے کی بنا پر منصوب محلاً ہے ۔ اور واؤ حالیہ ہے ۔ اس لیے حال اور ذوالحال میں اتصال ہونے کی وجہ سے وقف بِعَوْرَۃٍ پر ہوگا ۔

۲۳/۲ : ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَآ اِلَّا قَلِیْلًا ۚ مَّلْعُوْنِیْنَ ۚ (ع ۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ وصل اوّل فصل ثانی :۔ میں معنیٰ یہ ہوں گے ۔ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں ضعف ایمان کی بیماری بھری ہوئی ہے ۔ اور وہ لوگ جو مدینہ میں جھوٹی خبریں اور پریشان کن افواہیں پھیلایا کرتے ہیں۔ اگر اپنی حرکات سے باز نہ آئے ۔ تو ہم یقیناً آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے ۔ پھر مدینہ میں وہ آپ کے ساتھ نہ رہ سکیں گے ۔ مگر تھوڑے وقت ۔ آخر ان کو شہر بدر ہونا پڑے گا یا مارے جائیں گے ۔ ان کی حالت یہ ہوگی کہ ہر طرف سے پھٹکارے ہوئے ۔ جہاں پائے جائیں گے گرفتار کئے جائیں گے ۔ اور شدت کے ساتھ قتل کئے جائیں گے ۔

ترکیب :۔ اس توجیہ میں مَلْعُوْنِیْنَ ۔ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ کی ضمیر فاعل سے حال ہے ۔ منافقوں کی حالت یہ ہو جائے گی کہ ہر طرف سے ان پر لعنت پڑے گی ۔ آخر ان کو شہر بدر ہونا پڑے گا یا مارے جائیں گے ۔ اس صورت میں وقف مَلْعُوْنِیْنَ پر ہوگا ۔

۲۔ فصل اول ۔ وصل ثانی :۔ میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ پھر وہ مدینہ میں آپ کے ساتھ زیادہ وقت آپ کے ساتھ نہ رہ سکیں گے ۔ یہاں کلام ختم ہونے کی بنا پر قَلِیْلًا ۚ پر وقف تام ہے ۔ اور مَلْعُوْنِیْنَ فعل مقدر کا مفعول بہ ہے ۔ اِیْ اَذُمُّ مَلْعُوْنِیْنَ میں ملعونوں کو مذموم قرار دیتا ہوں ۔ پس یہ جملہ مستانفہ ہے ۔

سورۃ المؤمن اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے ۔

۲۴ : اَنّٰی یُصْرَفُوْنَ ۚ اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِالْکِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَ

۱۔ وصل اول فصل ثانی :۔ میں معنیٰ یہ ہوں گے ۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں ۔ وہ لوگ کہاں الٹے پھرے جا رہے ہیں ۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی کتاب کی تکذیب کی ۔ اور ان چیزوں کی بھی تکذیب کی جو چیزیں یعنی شریعتیں اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا تھا ۔ سو ان کو عنقریب اپنا انجام معلوم ہو جائے گا ۔

ترکیب :۔ اس توجیہ میں اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا ۔ اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ سے بدل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یعنی اللہ کی کتاب میں جھگڑا کرنے والوں ہی نے اللہ کی کتاب کی تکذیب کی۔ اس صورت میں اَلَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا کا تعلق ماقبل سے ہوگا۔ اور اَنّٰی یُصۡرَفُوۡنَ کا مابعد سے وصل ہوگا۔ اور رُسُلَنَا پر وقف ہوگا۔

فائدہ:۔ اَلَمۡ تَرَ۔ میں سوال انکاری ہے۔ اور نفی کی نفی اثبات ہوتا ہے۔ یہ استفہام اپنے اندر تعجب آفرینی کا مفہوم رکھتا ہے۔ یعنی استفہام انکاری تعجبی ہے۔ اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرنے سے یہ مراد ہے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنوں کی مخالفت کے درپے ہیں۔

اَنّٰی یُصۡرَفُوۡنَ۔ بمعنی کہاں یعنی کس طرح ان کو حق سے پھیرا جاتا ہے۔ یہ استفہام زجری توبیخی ہے۔ مجادلہ کرنے والوں کا دوبارہ ذکر مذمت مجادلہ کی تاکید کے لیے ہے۔ یا مجادلہ کرنے والے الگ الگ تھے۔ یا جن مسائل میں جدال کرتے تھے وہ مسائل جدا جدا تھے۔ اس لیے دوبار جدال کرنے والوں کا ذکر کیا۔

فائدہ:۔ حضرات مفسرین نے امام محمد بن سیرین کا قول نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ پہلی آیت مشرکوں کے بارے میں ہے۔ اور دوسری آیت فرقۂ قدریہ کے متعلق نازل ہوئی۔ اَلَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا سے وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے کتاب اللہ کی تکذیب کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو شریعتیں دے کر بھیجا تھا ان کو جھوٹا قرار دیا۔

ایک شبہ:۔ فرقۂ قدریہ تو کتاب اللہ کو مانتا ہے۔ اور تمام شریعتوں اور پیغمبروں کے سچا ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ پھر جدال کرنے والوں سے فرقۂ قدریہ کیسے مراد ہو سکتا ہے۔

ازالہ: فرقہ قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں۔ کتاب اللہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔ اور ساری کائنات خیر ہو یا شر۔ جواہر ہوں یا اعراض سب اسی کی مخلوق ہے۔ اس کی قدرت کل ہے۔ ہر چیز کو محیط ہے۔ کوئی ذرہ اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ جس کو چاہتا ہے اور جو گناہ چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے جرم کی سزا دیتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہر

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف کر سکتا ہے۔ وہ جیسا چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ وہ سب سے باز پرس کرنے والا ہے۔ اور اس سے کوئی بھی کسی بھی امر کی باز پرس نہیں کر سکتا۔ فرقۂ قدریہ ان سب باتوں کا منکر ہے۔ یہ گروہ پل صراط، میزان اور شفاعت وغیرہ کا بھی انکار کرتا ہے۔ اس لیے اس گروہ کو آیات میں جدال کرنے والا اور انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کی تکذیب کرنے والا قرار دیا ہے۔

۲۔ فصل اول۔ وصل ثانی:۔ یہ معنیٰ یہ ہوں گے۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں وہ کہاں الٹے پھرے جا رہے ہیں۔ اور حق سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے کتاب اللہ کی تکذیب کی۔ اور ہم نے جو شریعتیں اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا تھا ان کی بھی تکذیب کرتے ہیں۔ سو ان کو عنقریب اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔

ترکیب:۔ اس توجیہ میں اَنّٰی یُصْرَفُوْنَ پر پہلا کلام پورا ہوا۔ اور بعد والا جملہ مستانفہ ہے اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا مع صلہ کے مبتدا ہے اور اس کی خبر فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ہے۔ اس صورت میں اَنّٰی یُصْرَفُوْنَ پر وقف ہوگا۔ اس جملہ کے مستانفہ ہونے میں کفار کے لیے تہدید میں مبالغہ اور تاکید ہے۔

سورۃ الزخرف

اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے۔

۲۵ حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۚ اِنَّا جَعَلْنٰهُ (ع ۱)

۱۔ فصل اول۔ وصل ثانی:۔ یہ معنیٰ یہ ہوں گے۔ حٰمٓ ۔۔۔ قسم اس واضح کتاب یعنی قرآن کی۔ کہ ہم نے ہی قرآن کو عربی میں رکھا ہے۔ یعنی اس کی زبان عربی رکھی ہے۔ تاکہ اے عرب تم اس کو آسانی سے سمجھ سکو۔

ترکیب:۔ اس توجیہ میں جملہ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ قسم اور واؤ قسمیہ ہے۔ اور جملہ اِنَّا جَعَلْنٰهُ جو اس کے بعد ہے وہ جواب قسم ہے۔ اس صورت میں حٰمٓ پر وقف اور الْمُبِيْنِ کا مابعد سے وصل ہوگا۔

۲۔ وصل اول۔ فصل ثانی:۔ یہ معنیٰ یہ ہوں گے۔ قسم اس واضح کتاب یعنی قرآن کی یہ حٰمٓ ہے۔ جو حروف مقطعات میں سے ہے اور مُنَزَّل من اللہ ہے۔ یعنی یہ بھی اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا کلام ہے۔

ترکیب :۔ علامہ شوکانی نے امام الفن انباری کا قول نقل کیا ہے۔ کہ حٰمٓ جواب قسم مقدم ہے۔ اور جملہ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ قسم مؤخر ہے۔ اس کی دلیل میں عربوں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جیسے کوئی کہے نَزَلَ وَاللّٰهِ۔ خدا کی قسم وہ اتر گیا ہے۔ اور منزل منصود پر پہنچ گیا ہے۔ دوسری مثال وَجَبَ وَاللّٰهِ خدا کی قسم دل دھڑک گیا۔ یا خدا کی قسم واجب ہوگیا۔ پہلے معنیٰ میں وَجَبَ۔ وَجْبٌ سے ہے۔ بمعنیٰ دل دھڑکنا۔ اور دوسرے معنیٰ میں وَجَبَ۔ وُجُوْبٌ سے ہے۔ بمعنیٰ کسی چیز کا واجب ہونا۔ ان دونوں مثالوں میں جواب قسم مقدم اور قسم مؤخر ہے۔ اس توجیہہ میں حٰمٓ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اَیْ هٰذَا حٰمٓ۔ یعنی یہ حٰمٓ ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ حٰمٓ مبتدا ہو اور اس کی خبر محذوف۔ اَیْ حٰمٓ هُوَ مِنْ حُرُوْفِ الْمُقَطَّعَاتِ۔ یعنی حٰمٓ حروف منقطعات میں سے ہے۔ دونوں صورتوں میں حٰمٓ جواب قسم مقدم ہے۔ پس حٰمٓ کا مابعد سے وصل اور الْمُبِيْنِ پر وقف ہوگا۔ اور اِنَّا جَعَلْنٰهُ جملہ مستانفہ ہوگا۔

فائدہ :۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔ یعنی ان کو اپنی ہستی اور وحدانیت اور دوسری صفات کی دلیل بنایا ہے۔ اور یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی توحید وغیرہ پر شہادت دے رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے یعنی قرآن کے عربی زبان میں ہونے پر قرآن ہی کی قسم کھائی۔ اور یہ بڑی نُدْرَۃ عجیب وغریب اور انوکھی قسم کی قسم ہے کہ مُقْسَم بِہٖ یعنی کِتٰبٌ مُّبِيْنٌ اور مُقْسَم علیہ یعنی قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا میں ایک خاص تناسب ہے۔

سورۃ الدخان

اس میں وقف معانقہ دو جگہ ہے۔

۲۶ : حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۚ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ (ع ۱)

ا۔ فصل اول۔ وصل ثانی :۔ میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ حٰمٓ ــــ قسم اس واضح کتاب یعنی قرآن کی جس کو ہم نے ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے۔

ترکیب :۔ یہاں بھی توجیہہ وہی ہے جو سورۃ الزخرف میں گذری۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ وصل اول فصل ثانی: قسم ہے کتاب مبین کی یہ خٰـمٓ ہے۔ جو حروف مقطعات میں سے ہے۔

ترکیب:۔ اس کی توجیہہ بھی وہی ہے جو سورۃ الزخرف میں بیان ہوئی۔

۲۷/۴ : اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۙ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ۚۛ كَالْمُهْلِ ۚۛ (ع۳)

۱۔ وصل اول۔ فصل ثانی:۔ میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ بے شک زقوم کا درخت بڑے گنہگار یعنی کافروں کا کھانا ہوگا۔ صورت میں ایسے برا ہوگا جیسے پگھلی ہوئی دھات یا تیل کی کالی تلچھٹ (قاموس)۔ وہ کھانا پیٹوں میں ایسے کھولے گا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔

ترکیب:۔ اس توجیہہ میں وقف كَالْمُهْلِ پر ہوگا۔ اور اس کا تعلق ماقبل سے ہوگا۔ کاف تشبیہہ طَعَامُ الْاَثِیْمِ کے متعلق ہے۔ یعنی دوزخ میں کافروں کا کھانا کانے تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا۔ اور یَغْلِیْ۔ هُوَ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور ضمیر کا مرجع طَعَامُ ہے۔ اس صورت میں دوزخیوں کے کھانے کی کیفیت کا ذکر استیناف کے ساتھ مستقل طور پر ہوا ہے۔ اور اس میں تاکید ہے کہ کفار کے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔ اَللّٰهُمَّ یَا غَفَّارُ اَجِرْنَا بِفَضْلِكَ وَكَرَمِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ۔

۲۔ فصل اول۔ وصل ثانی:۔ میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ دوزخیوں کا کھانا زقوم کا درخت ہوگا۔ وہ پگھلی ہوئی دھات یا تیل کی کالی تلچھٹ ہے۔ وہ پیٹوں میں ایسی کھولے گی جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔

ترکیب:۔ اس توجیہہ میں پہلے جملہ میں صرف اتنی خبر ہے کہ دوزخیوں کا کھانا زقوم کا درخت ہوگا۔ اس صورت میں اَلْاَثِیْمِ پر وقف کافی ہے۔ اور كَالْمُهْلِ۔ هُوَ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور ضمیر کا مرجع زقوم ہے۔ یا طعام ہے۔ اور یہ طعام سے حال نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اس کا کاف تشبیہہ کے لیے ہوگا۔ بلکہ مُلْغٰی عَنِ الْعَمَلِ ہوگا۔ پہلے جملہ میں صرف کھانے کا ذکر ہے۔ اور دوسرے جملہ میں کھانے کی پوری کیفیت کا ذکر ہے۔ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈرانے کے لیے اصل چیز کیفیت ہی ہے۔ (اعراب القرآن۔ لابی البقاء عبد اللہ العکبری)
اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ۔

سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے۔

۲۸/۱ : حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ط (ع ۱)

۱۔ وصل اول۔ فصل ثانی :۔ یہ معنیٰ یہ ہوں گے۔ پھر جب کفار سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں ماریں۔ یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو تو پھر ان کو قید کرو اور مضبوط بندش باندھو۔ اس قید و بند کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا۔ یا فدیہ لے کر رہا کر دینا۔ جب تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار نہ رکھ دے۔ ایسے ہی کرنا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان کافروں سے خود ہی انتقام لے لیتا۔ جیسا کہ دوسری قوموں کو ہلاک اور برباد کیا۔

ترکیب :۔ اس توجیہ میں ذٰلِكَ پر وقف کافی ہوگا۔ اور بعد والا جملہ مستانفہ ہوگا۔ اور ذٰلِكَ فعل مقدر اِفْعَلُوْا کا مفعول ہونے کی بنا پر منصوب محلاً ہے۔ اَیْ اِفْعَلُوْا ذٰلِكَ یعنی ایسے ہی کرنا۔

۲۔ فصل اول۔ وصل ثانی :۔ یہ مطلب یہ ہوگا کہ حق تعالےٰ نے پہلے تو میدانِ جنگ کے احکام تعلیم فرمائے۔ پھر فرمایا ذٰلِكَ یہ تمہارے رب کا حکم ہے۔ اس کے خلاف نہ کرنا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تسلی اور ان کی ہمت بڑھانے کے لیے فرمایا۔ تمہارا رب خود بھی دشمنوں سے انتقام لے سکتا ہے۔ جیسے تم سے پہلے کئی قوموں کو ہلاک و برباد کیا۔ تم پر جہاد فرض کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ تمہیں منافقوں کی شناخت ہو جائے۔ اور کھرے کھوٹے کو پہچان سکو۔ تاکہ تم ان سے ہوشیار رہو۔

ترکیب :۔ اس توجیہ میں اَوْزَارَهَا پر وقف کافی اور ذٰلِكَ کا تعلق مابعد سے ہے۔ اس صورت میں ذٰلِكَ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اَیْ اَمْرُ اللّٰهِ ذٰلِكَ۔ یعنی یہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔ بعد والا جملہ اس پر معطوف ہے۔ اور واؤ عاطفہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الفتح اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے ۔

۲۹ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ (ع۴)

۱۔ **وصل اول ۔ فصل ثانی :۔** یہ معنی یہ ہوں گے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ۔ یہاں وقف لازم ہے ۔ جیسا کہ اس کی تشریح وقف لازم کی بحث میں گذری وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ جملہ مستانفہ ہے ۔ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں ۔ وہ کافروں کے مقابلے میں تیز ہیں ۔ اور آپس میں مہربان ہیں ۔ اے مخاطب تو ان کو کبھی رکوع کبھی سجدہ کی حالت میں دیکھے گا ۔ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کی جستجو میں لگے رہتے ہیں ۔ ان کے آثار کثرت سجود کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یہ اوصاف تورات میں مذکور ہیں ۔ اور نیز ان کے یہ اوصاف انجیل میں بھی ہیں ۔

ترکیب :۔ اس توجیہ میں مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ کا عطف مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ پر ہے ۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مذکورہ بالا اوصاف ۔ جو سورۃ کے آخر تک مذکور ہیں سب کے سب تورات و انجیل دونوں کتابوں میں مذکور ہیں ۔ اور اس کے بعد كَزَرْعٍ سے استیناف کی بناء پر جدید کلام کا آغاز ہے ۔ اور یہ هُمْ مبتدا محذوف کی خبر ہے ۔ اَيْ هُمْ كَزَرْعٍ ۔

۲۔ **فصل اول ۔ وصل ثانی :۔** یہ مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مذکورہ بالا اوصاف تورات میں مذکور ہیں ۔ اور انجیل میں كَزَرْعٍ سے آخر سورۃ تک کے حالات مذکور ہیں ۔ جن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمثیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں ۔ فرمایا كَزَرْعٍ اَخْرَجَ الخ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال ایسی ہے ۔ جیسے کھیتی کہ پہلے اس نے اپنی سوئی باہر نکالی ۔ پھر اس ابتدائی سوئی کو اس کھیتی نے قوی کیا ۔ پھر وہ اور بڑھ کر موٹی ہوئی ۔ پھر وہ اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی ۔ کہ کاشتکاروں کو خوش کرنے لگی ۔ یہ زور اور قوت اس لیے عطا فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے کافروں کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے ۔ اور ان کو جلائے ۔ اللہ تعالےٰ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے جو کہ ایمان لائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔

ترکیب:۔ بغوی نے لکھا ہے کہ فِی التَّوْرٰىةِ پر جملہ ختم ہوا۔ اور یہاں وقف تام ہے۔ اس کے بعد واوٗ استینافیہ ہے اور مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ جملہ مستانفہ ہے۔ اس صورت میں وَمَثَلُهُمْ کا تعلق مابعد سے ہوگا۔

فائدہ ـــــ مناقبِ صحابہ میں چند احادیث

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان وعظمت اور مدح وتوصیف میں اللہ تعالےٰ نے کثرت سے آیات نازل فرمائی ہیں۔ ان سب کو یہاں جمع کرنے میں خوف طوالت مانع ہے۔ اور ایسے ہی احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذخائر میں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان وعظمت میں انفرادی یعنی تخصیصی اور اجتماعی یعنی عمومی طور پر بہت ہی کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان نفوس قدسیہ کی مجلس مدح سرائی میں شرکت کی غرض سے راقم بھی چند احادیث تبرکاً پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مقدس جماعت کے ساتھ تا زندگی وابستہ رکھے۔ اور ان ہی کے ساتھ تمام اہلِ ایمان کا نشر حشر فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

توضیح مذکورہ آیت میں لفظ مَثَلُهُمْ دو بار فرمایا ہے۔ پہلی تمثیل تَرٰىهُمْ سے مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ تک ہے۔ اس میں صحابہ کرام اور اہلِ بیت کے ساتھ اہل اللہ، صلحاءِ امت اور تمام اولیاء کرام بھی شریک ہیں۔ اور دوسری تمثیل جو كَزَرْعٍ سے بِهِمُ الْكُفَّارَ تک ہے۔ اس میں صرف صحابہ کرام اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے اوصافِ خصوصی مختص ہیں۔

اہم توضیح چونکہ علماء اہلسنت وجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرات صحابہ کرام میں اہل بیت بھی شامل ہیں۔ اس لیے اختصاراً ایک ہی عمومی کلمہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس وضاحت کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ کہیں کوئی بد طینت اس سے غلط مفہوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے کر اپنا اعمالنامہ سیاہ نہ کر بیٹھے۔

صحابہ کرام کی مدح و توصیف

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا مبعوث فرمایا۔ جیسے زمیندار بیج زمین میں بوتا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت بلال اور عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہم سب سے پہلے ایمان لائے۔ ان کے بعد حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت سعید، حضرت حمزہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہم اور دوسرے حضرات مسلمان ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر چالیسویں نمبر پر ایمان لائے۔

شروع میں اسلام بے وطن، بے مددگار اور بے سہارا تھا۔ اسلام کو مٹانے کے لیے ٹھٹ کے ٹھٹ چڑھ آئے۔ اگر اللہ پاک کی حمایت شامل نہ ہوتی تو ابتدائی پودہ کی بالیدگی اور نشوونما ہی نہ ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کی قربانیوں سے اس پودے کو قوی کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس نونہال کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں اپنے خون سے سینچا۔ اور یہ سینچائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی جاری رہی۔ خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سینچائی مسلسل چلتی رہی اور بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ اسلام کا پودا قوی مستحکم اور اپنے تنہ پر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور تمام مذاہب پر غالب آ گیا۔ اور کسی جماعت کا محتاج نہ رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ ع) نازل فرمائی۔

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کبھی گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی۔

۲۔ **حدیث**:۔ ارشاد فرمایا۔ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم کو قائم رکھے گا۔ کسی کا مدد نہ کرنا اور کسی کا مخالفت میں اتر آنا اس کو ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ انتہیٰ۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میدان فضیلت میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ کسی بڑے سے بڑے آدمی کو ان کے کسی مرتبہ تک رسائی حاصل نہ ہو سکی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ حدیث :۔ ارشاد فرمایا۔ میرے صحابہؓ کو بُرا نہ کہو۔ کیونکہ تم میں سے اگر کوئی شخص بالفرض کوہِ احد کے برابر سونا راہ خدا میں صرف کرے تو بھی میرے صحابی کے ایک سیر بلکہ آدھا سیر سونا راہ خدا میں صرف کرنے کے برابر نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری و مسلم) امام احمدؒ نے یہ حدیث اسی طرح حضرت انسؓ کی روایت سے بیان کی ہے۔

۴۔ حدیث :۔ ارشاد فرمایا۔ اگر میرا کوئی صحابی کسی سرزمین میں مرجائے گا تو قیامت کے دن اس زمین کے رہنے والوں کو جنت کی طرف لے جانے والا قائد اور نور بنا کر اس صحابی کو اٹھایا جائے گا۔ (رواہ الترمذی عن بریدہ) یہی مادہ صحابیت اکثر صحابہ کے درمیان تفاوتِ مرتبہ کا ذریعہ تھا۔ جو لوگ سب سے پہلے ایمان لائے۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ یا دین کے ضعف کے زمانہ میں اس کو قوت پہنچانے اور اس کو مستحکم بنانے میں زیادہ حصہ لیا جیسے عمر فاروقؓ۔ تو یہ حضرات دوسرے صحابہ سے افضل قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس تفاوتِ مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لیے فرمایا۔ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ (حدید ع ۱) جس شخص نے تم میں سے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا اور جس نے یہ کام پیچھے کئے وہ برابر نہیں۔ اِن لوگوں کا درجہ اُن لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا۔ اور کفار سے جہاد و قتال کیا۔ خدا نے سب سے بہت اچھے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔

۵۔ حدیث :۔ ارشاد فرمایا۔ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ خدا کا خوف کرو۔ خدا کا خوف کرو۔ میرے بعد ان کو ہدف ملامت نہ بنانا۔ ان کی مذمت نہ کرنا۔ جو ان سے محبت کرے گا۔ وہ مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا۔ اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ حقیقت میں مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا۔ جس نے ان کو دکھ پہنچایا اس نے حقیقت میں مجھے دکھ پہنچایا۔ اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔ اور جس نے اللہ کو اذیت دی تو عنقریب اللہ اس کو پکڑے گا۔ (ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الف ۔ مبارک بن فضالہ راوی ہیں کہ حسن نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ ابوبکرؓ ہیں ۔ اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ عمرؓ بن خطاب ہیں ۔ اور رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ عثمانؓ بن عفان ہیں ۔ تَرَاھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا علیؓ بن ابی طالب ہیں ۔ اور یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا باقی عشرہ مبشرہ ہیں یعنی سعدؓ، سعیدؓ، ابوعبیدہؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ اسی طرح ان دس حضرات کی فضیلت اس آیت سے بھی ثابت ہو گئی ۔ یعنی جن اوصاف کا ذکر آیت کے مذکورہ فقروں میں کیا گیا ہے ان کے حاملین عشرہ مبشرہ ہیں رضی اللہ عنہم ۔ اسی طرح دوسری تمثیل میں بھی ان حضرات کے اوصاف کی طرف اشارہ ہے ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیج کی کاشت کی ۔ ابوبکر صدیقؓ نے اس کی ابتدائی کونپل نکالی ۔ عمرؓ بن خطاب نے اس کو قوت پہنچائی ۔ عثمانؓ کے اسلام کی وجہ سے اس میں موٹائی آگئی ۔ حضرت علیؓ کی وجہ سے وہ پودا سیدھا اپنے تنے پر کھڑا ہو گیا ۔ حضرت علیؓ کی تلوار سے اسلام میں استقامت آگئی ۔

ب ۔ مدارک میں عکرمہ کا قول منقول ہے کہ ابوبکرؓ کی وجہ سے اسلام کے بیج نے اپنی سوئی برآمد کی ۔

ج ۔ بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسلمان ہونے کے بعد فرمایا ۔ آئندہ کافروں کے ڈر سے اللہ کی عبادت چھپ کے نہیں کی جائے گی ۔

د ۔ حضرت انس بن مالک نے فرمایا ۔ صحابہ کے خلاف جس کے دل میں غیظ اور بغض و عداوت ہو وہ اس آیت کا مصداق ہے ۔ انتہٰی

درحقیقت جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعوے دار بنتے ہیں ۔ اور صحابہ کرام کو دائرہ اسلام ہی سے خارج کرتے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت کو خاک میں ملا رہے ہیں ۔ ایسے ہی جو لوگ تاریخ کی غلط روایات کو بنیاد بنا کر صحابہ کرامؓ پر تنقید کرنا اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں ۔ وہ بھی قرآن و حدیث کی نصوص کو جھٹلا رہے ہیں ۔ اور یہ ثابت کر رہے ہیں کہ جن شخصیتوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی اعتماد کرتے رہے وہ غلط تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انتخاب نے دھوکہ کھایا ۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ الممتحنۃ اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے۔

۳۰ : لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ (ع ۱)

۱۔ وصل اول فصل ثانی :- میں معنی یہ ہوں گے کہ قیامت کے دن نہ تمہاری رشتہ داریاں کام آئیں گی اور نہ تمہاری اولادیں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

ترکیب :- اس توجیہہ میں يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کا تعلق ماقبل سے ہوگا۔ اور یہ ماقبل کا ظرف اور مفعول فیہ ہے۔ پس وَلَآ اَوْلَادُكُمْ کا مابعد سے وصل اور الْقِيٰمَةِ پر وقف ہوگا۔

۲۔ فصل اول۔ وصل ثانی :- میں یہ مطلب ہوگا کہ نہ تمہارے رشتہ دار کام آئیں گے۔ اور نہ تمہاری اولاد۔ اور قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

ترکیب :- اس توجیہہ میں وَلَآ اَوْلَادُكُمْ پر کلام ختم ہوا یہاں وقف کافی ہے۔ اور يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مابعد کا ظرف مقدم ہے۔ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے پس اس صورت میں یوم کا تعلق مابعد سے ہوگا۔

سورۃ الطلاق اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے۔

۳۱ : فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ (ع ۲)

۱۔ وصل اول فصل ثانی :- میں یہ معنی ہوں گے کہ سو اے اہلِ دانش جو ایمان لا چکے ہو تم خدا سے ڈرتے رہو۔ بے شک خدا نے تمہارے پاس ایک نصیحت بھیجی ہے۔

ترکیب :- اس توجیہہ میں الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا تعلق ماقبل سے ہے۔ اور یہ جملہ اُولِى الْاَلْبَابِ کی نعت ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اَعْنِىْ فعل مقدر کا مفعول ہونے کی بنا پر منصوب محلاً ہو۔ اَىْ اَعْنِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اس صورت میں جملہ بنیہ یعنی الَّذِيْنَ کا تعلق ماقبل سے ہوگا۔ اور موقع اول میں وصل اور موقع ثانی میں وقف ہوگا۔

۲۔ فصل اوّل۔ وصل ثانی :- میں یہ مطلب ہوگا کہ اے اہلِ دانش اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ ایمان والو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ نے قرآن بھیجا ہے۔ اور اس نے قرآن دے کر ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تمہیں اللہ کی آیتیں واضح طور پر پڑھ پڑھ کر سناتا ہے۔

ترکیب :- اس توجیہہ میں جملہ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مبتدا۔ اور اس کے بعد والا بعد خبر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس صورت میں اَلْبَابِ پر پہلا کلام ختم ہوا۔ اس لیے یہاں وقف کافی ہے۔ اور اس کے بعد والا جملہ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ مستانفہ ہے۔

سورۃ القلم

اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے۔

۳۲: سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۚ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ (رع ۲)

۱۔ فصل اول۔ وصل ثانی:۔ میں معنیٰ یہ ہوں گے۔ آپ ان سے دریافت کیجیے۔ کہ آخر ان میں وہ کون شخص ہے جو اس قسم کی باتوں کا ذمہ دار ہے۔ کیا ان مشرکوں کے تجویز کردہ کچھ شرکاء ہیں۔ پھر تو چاہیے کہ وہ اپنے اپنے تجویز کردہ شرکاء کو لے آئیں۔ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔

ترکیب:۔ اس توجیہ میں زَعِيْمٌ پر وقف کافی ہے۔ مابعد سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اَمْ لَهُمْ بمعنیٰ اَلَهُمْ ہے۔ قرطبی نے لکھا ہے اَمْ میں میم صلہ کی ہے جس کا مقصد ہے استفہام میں زور پیدا کرنا۔ پس اس جملہ کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں۔

۲۔ وصل اول فصل ثانی:۔ میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ ان سے دریافت تو کیجیے۔ کہ وہ کون شخص ہے جو اس قسم کی باتوں کا ذمہ دار ہے۔ ہاں ہاں ان کے شرکاء ہیں۔ قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا جنہوں نے اپنے شرکاء بنائے ہوئے تھے۔ آج وہ اپنے شرکاء پیش کریں اگر وہ سچے ہیں۔

ترکیب:۔ اس توجیہ میں اَمْ لَهُمْ میں جو اَمْ ہے وہ بَلْ کے معنیٰ میں ہے۔ جیسا کہ علامہ خازن نے لکھا ہے۔ اور پہلے یہ بحث گذر چکی ہے کہ بَلْ حرف عطف ہے جو ماقبل والے کلام سے اضراب اور اعراض کے لیے آتا ہے۔ جیسے مَا ذَهَبَ زَيْدٌ بَلْ عُمَرُو میں حکم عمرو کے لیے ہے۔ اور زید مسکوت عنہ کے حکم میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ماقبل والا جملہ بتا رہا ہے کہ ان کے شرکاء نہیں ہیں۔ اَمْ لَهُمْ میں اس سے اعراض ہے۔ یعنی ہاں ہاں انہوں نے مالک حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کو شرکاء بنا رکھا ہے۔ ان کو ہم قیامت کے دن طلب کریں گے۔ فَلْيَاْتُوْا میں فاء استینافیہ اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ۔ فَلْيَاْتُوْا کا ظرف ہے۔ یعنی قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا کہ جن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرکاء کے بل بوتے پر آج کے دن کی گرفت سے بے خوف تھے ان کو پیش تو کرو۔

سورۃ المدثر اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے۔

۳۳/۱: اِلَّآ اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ ۛؕ فِیۡ جَنّٰتٍ قف (۲۴)

۱۔ فصل اول۔ وصل ثانی:۔ یہں معنیٰ یہ ہوں گے ہر ایک شخص اپنی بداعمالی کی وجہ سے دوزخ میں ہمیشہ کے لیے محبوس ہوگا۔ سوائے اہلِ ایمان کے۔ وہ جنت میں ہوں گے۔ آپس میں ایک دوسرے کے احوال پوچھیں گے۔ یا دوزخیوں کے احوال معلوم کریں گے۔

ترکیب:۔ اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ ۛ پر وقف تام ہے۔ اور فِیۡ جَنّٰتٍ جملہ مستانفہ ہے۔ اور یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ جو اِلَّآ اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ سے پیدا ہوا ہے۔ یعنی برے اعمال والے تو دوزخ میں محبوس ہوں گے۔ اور اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ کہاں ہوں گے۔ اس کے جواب میں بطور استیناف فرمایا وہ جنت کے باغات میں ہوں گے۔ پس فِیۡ جَنّٰتٍ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اَیۡ ھُمۡ فِیۡ جَنّٰتٍ۔ اس صورت میں فِیۡ جَنّٰتٍ کا تعلق مابعد سے ہوگا۔

۲۔ وصل اول۔ فصل ثانی:۔ یہں مطلب یہ ہوگا۔ کہ اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ جنت میں ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کے یا دوزخیوں کے احوال پوچھیں گے۔

ترکیب:۔ اس توجیہہ میں فِیۡ جَنّٰتٍ۔ اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ سے حال ہوگا۔ یعنی اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ کی حالت یہ ہوگی کہ وہ جنت میں ہوں گے۔ اس صورت میں فِیۡ جَنّٰتٍ کا تعلق ماقبل سے ہوگا۔ اور موقع اول میں وصل اور موقع ثانی میں وقف ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنَا مِنۡھُمۡ بِلُطۡفِكَ وَكَرَمِكَ يَآ اَرۡحَمَ الرّٰحِمِيۡنَ۔

سورۃ الانشقاق اس میں وقف معانقہ ایک جگہ ہے۔

۳۴/۱: اِنَّهٗ ظَنَّ اَنۡ لَّنۡ يَّحُوۡرَ ۛۚ بَلٰى ۛۚ (۱۴)

۱۔ وصل اول۔ فصل ثانی:۔ یہں معنیٰ یہ ہوں گے۔ یہ وہ شخص ہے جو اپنے اہل وعیال میں بے فکر ومگن رہا کرتا تھا۔ اس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ پلٹ کر نہیں جائے گا۔ ہاں ضرور جانا ہے۔ بے شک اس کا رب اس کو خوب دیکھ رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترکیب :۔ بلیٰ ماقبل کی نفی کے لیے جواب ہے ۔ اس لیے اس کا تعلق ماقبل سے ہے ۔ اور امام نافع مدنی اور دوسرے محققین کے نزدیک بلیٰ پر وقف تام ہے ۔ اور بعد والا جملہ مستانفہ ہے ۔

۲۔ فصل اول۔ وصل ثانی :۔ میں مطلب یہ ہوگا : یہ اپنے اہل وعیال میں مست رہتا تھا اور خیال کرتا تھا کہ خدا کی طرف پلٹ کر نہیں جائے گا۔ ہاں ہاں وہ ضرور لوٹے گا۔ اور جب وہ یہ بات کہہ رہا تھا تو اس کا پروردگار اس کو دیکھ رہا تھا۔

ترکیب : یہ مسئلہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ بلیٰ ماقبل کی نفی کی تردید کر کے اس کو اثباتی معنیٰ میں کرتا ہے ۔ اور آیت کے معنیٰ سے بھی عیاں ہے ۔ کہ کافر کا گمان تو یہ ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا ۔ نہ پیدا ہوگا اور نہ دائمی عذاب میں گرفتار ہوگا۔ اس کے بعد تردید کے لیے بلیٰ آیا۔ ہاں ہاں وہ ضرور لوٹے گا۔ پس بلیٰ ماقبل کی نفی کی تردید تو ضرور کرتا ہے ۔ لیکن یہ اس کلام کا جزو اور ٹکڑا نہیں ہوتا ۔ اسی بات کی وضاحت کے لیے بعض نحاۃ کے نزدیک بلیٰ کا مابعد سے وصل اور ماقبل پر وقف ہوگا۔ تاکہ کسی قسم کا اشتباہ نہ پیدا ہو۔ پس دونوں توجیہہ درست ہیں ۔ بعض پہلی کے اور بعض دوسری کے قائل ہیں ۔ اس توجیہہ میں بلیٰ اِنَّ رَبَّهٗ جملہ مستانفہ ہے اور ماقبل پر وقف کافی ہے ۔

سورۃ القدر

اس میں وقت معانقہ ایک جگہ ہے ۔

۲۵/۳ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۞ سَلٰمٌ نفس ۔

۱۔ فصل اول ۔ وصل ثانی :۔ میں معنیٰ یہ ہوں گے ۔ اس رات میں فرشتے اور روح الامین یعنی جبریل علیہم السلام اپنے رب کے حکم سے ہر اس معاملہ کو لے کر نازل ہوتے ہیں ۔ جو اس رات میں مقدر ہوتا ہے ۔ یہ رات سراسر سلامتی اور خیر و برکت ہی ہے ۔ جو طلوع فجر تک رہتی ہے ۔

ترکیب :۔ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ اصل میں مِنْ أَجْلِ كُلِّ أَمْرٍ ہے ۔ أَجْلِ کو حذف کر کے كُلِّ کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ بعض کے نزدیک مِنْ بمعنیٰ لام ہے ۔ أَيْ لِكُلِّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَمْرٍ۔ اور بعض کے نزدیک بمعنی باء ہے۔ اَیْ بِکُلِّ اَمْرٍ یعنی فرشتوں کے نزول کی وجہ اور سبب سال بھر کے معاملات اور فیصلے لے کر آنا ہے۔ اس لیے جار مجرور تَنَزَّلُ کے متعلق ہے۔ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ پر پہلا کلام پورا ہوا۔ اور سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی جملہ مستانفہ ہے۔ اس توجیہ میں سَلٰمٌ خبر مقدم اور ھِیَ ضمیر مونث مبتدا مؤخر مرفوع محلاً ہے۔ ضمیر کا مرجع لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ہے۔ اور یہ خبر کی تقدیم مفید حصر ہے۔ اور حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ کا تعلق سَلٰمٌ کے مفہوم یعنی تسلیم سے ہوگا۔ تسلیم بمعنی سلام کرنا کیونکہ بعض علمائے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ میں فرشتے اہل ایمان کو بکثرت سلام کرتے ہیں۔ پس لَیْلَۃُ الْقَدْرِ کی پہلی خبر تو خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ہے۔ کہ وہ ہزار مہینوں سے افضل اور بہتر ہے۔ اور دوسری خبر سَلٰمٌ ھِیَ پورا جملہ ہے۔ یعنی لَیْلَۃُ الْقَدْرِ محض سلامتی اور ساری کی ساری خیر ہی خیر ہے۔ اس میں اللہ تعالے کی طرف سے شر بالکل نہیں ہوتا۔ صرف اور صرف سلامتی کے ہی احکام جاری ہوتے ہیں۔ اور یہ خیر و برکت طلوع فجر تک جاری رہتی ہے۔ شیخ القراء و شیخنا حضرت قاری عبد المالک صاحبؒ کے نزدیک یہ وجہ راجح ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں رأس آیت کی بھی رعایت ہے۔

۲۔ وصل اول فصل ثانی:۔ میں یہ مطلب ہوگا کہ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ میں فرشتے اور سَیِّدُ الْمَلٰٓئِکَۃِ یعنی حضرت جبریل علیہ السلام بھی نازل ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالے کی خصوصی سلامتی اور خیر و برکت بھی۔ اور نزول قرآن بھی اسی رات میں ہوا۔ اور روح الامین جبریل علیہ السلام بھی بمع دیگر فرشتوں کے ہر سال اسی رات میں نزول فرماتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس رات کو سلامتی والا فرمایا۔

ترکیب:۔ اس توجیہ میں سَلٰمٌ کا تعلق ماقبل سے ہے۔ اور ھِیَ حَتّٰی جملہ مستانفہ ہے۔ ھِیَ مبتدا اور حَتّٰی اس کی خبر ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یہاں پہنچ کر یہ مضمون محض اسی کے فضل و کرم سے پورا ہوا۔

فَلَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰٓی اَشْرَفِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْأَنْبِيَاءِ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

محمد تقی الاسلام دہلوی

حال نزیل۔ الریاض۔ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۸۹

رات ۱۱ بج کر ۳۱ منٹ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رموزِ اوقاف کے بارے میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کی علمی تحقیق

۱۳۱۷ھ کی بات ہے۔ اور حضرت فقیہ النفس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ حیات تھے۔ بعض حضرات کی طرف سے طوفان کی طرح فتویٰ بازی اور اشتہار بازی کی صورت میں ایک فتنہ اُٹھا۔ کہ آیتوں کے درمیان میں وقف کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔ اور رؤس آیات پر وقف کرنا ضروری ہے۔ اور نہ کرنا مسنون قراءت کے خلاف ہے ان کی یہ دونوں ہی باتیں نصوص اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔ نیز یہ بھی لکھا کہ مصاحف میں وقف کی جو علامتیں ہیں ان کی موجد (علامہ) سجاوندی ہے۔ جس نے ان کے ثبوت میں حدیث کی کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ اس لیے یہ امور محدثات میں سے ہے جو کہ بدعت ضلالۃ ہے۔ اور اس کا کرنے والا داخل نار ہوگا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔ یہ ایک وباء تھی جو پھیلتی جا رہی تھی۔ اور صورت حال اس درجہ نازک ہوگئی کہ عوام کے لیے حق و باطل میں امتیاز کرنا مشکل ہوگیا۔

اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ ضعف بصارت اور دیگر عوارض کی وجہ سے اس کے جواب کو نظر انداز فرمانا چاہتے تھے۔ مگر بعض خدام کے عرض کرنے پر حضرت نے اس کا جواب لکھوایا۔ جو کہ علمی خزینہ ہے۔ یہ ایک زمانہ سے نایاب ہے۔ اس لیے کسی تصرف کے بغیر من وعن داخل کتاب کیا جا رہا ہے۔ مؤلف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معترضین کی طرف سے استفتاء اور ان ہی کی طرف سے اس کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَا قَوْلُكُمْ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ ۔ اندریں مسئلہ کہ قرآن شریف مطبوعہ ہند میں اکثر مقامات پر علامات وقف جیسے ج۔ ط۔ ص۔ ز۔ صل۔ سکتہ، وقف لازم، وقف غفران، وقف النبی، وقف جبریل، وقف منزل لا۔ ط۔ ج۔ ص۔ صلے وغیرہ ہیں۔ ان علامات پر حسب قراءت حفاظِ ہند وقف کرنا حدیث صحیح متصل السند مرفوع سے ثابت ہے یا نہیں اور قراءت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہاں کہاں وقف ہوتا تھا۔ بَيِّنُوْا تُوْجَرُوْا ۔

اَلْجَوَابُ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ

وقف کرنا علامات مذکورہ پر بدعت ہے۔ اور مرتکب بدعت کا آگ میں داخل ہوگا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔ اور محدث ان علامات کا ابوطیفور خراسانی سجاوندی ہے کہ اس نے دو کتابیں اس بارہ میں تالیف کی ہیں۔ ایک مدلل کہ اس میں دلائل حسب قواعد عربیت وقیاس ذکر کیے ہیں اور دوسری مخلص اس سے غیر مدلل کسی ایک میں حدیث کا ذکر نہیں۔ تو جاننا چاہیے کہ وقف سنت وہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا اور ان سے سوائے آیت کے کہیں وقف ثابت نہیں۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا ذَكَرَتْ اَوْ كَلِمَةً غَيْرَهَا قِرَاءَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین۔ الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین یقطع قراءۃ آیۃ آیۃ وفی روایۃ قراءت الفاتحۃ کلھا وقطعھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٰیۃ اٰیۃ الٰی اٰخرہ رواہ احمد ابوداؤد والترمذی وابن خزیمۃ والحاکم والدارقطنی وغیرھم کما فی الاتقان۔ پس معلوم ہوا کہ درمیان آیت کے وقف کرنا بدعت ہے جیسا کہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین الخ یعنی قطع فرماتے آپ قراءت اپنی کو آیت آیت مگر وقف اضطرار میں کہ جب سانس رک جائے اور آگے چلنے کی طاقت نہ رہے تو درست ہے کہ لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا۔

حررہ الراجی الی رحمۃ اللہ المعین۔

ابو البرکات محمد عفا عنہ اللہ الصمد ـ حفیظ الدین

وقف علامات مذکورہ پر کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں حدیث صحیح سے صرف آیات پر وقف ثابت ہے۔

کتبہ محمد بشیر

الجواب صحیح والمجیب نجیح سنت نبویہ سے اور عمل صحابہ سے اور نیز تابعین سے وقف ثابت ہے صرف آیات پر پس سوا آیت کے وقف کرنا بدعت ہوگا۔ چنانچہ اس کی تحقیق بخوبی رسالہ ازالہ و تحفۃ القراء میں ہو گئی۔

حررہ الحافظ عبد اللہ پشاوری (مہر)

یہ علامات مذکورہ اور ان پر وقف کرنا قرون صحابہ میں اور کسی حدیث صحیح میں ثابت نہیں صرف آیتوں پر وقف کرنا ثابت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح سید محمد نذیر حسین کتبہ، سلامت اللہ عفی عنہ

جواب ہذا حسب قواعد نبویہ صحیح ہے۔ حسبنا اللہ بس۔

حفیظ اللہ

الجواب صحیح۔ سید محمد عبد السلام

بے شک آیات پر وقف کرنا سنت نبویہ ہے۔ خلاف اس کے ثابت نہیں۔

کتبہ، محمد صدیق۔ ابو یعقوب انصاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا جواب الجواب

اَلْقَوْلُ الْجَازِمُ فِي اِثْبَاتِ الْوَقْفِ اللَّازِمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا۔

اما بعد۔ اس مجیب اور اس کے مصدقین نے نہایت کم فہمی اور نہایت جور علی الائمہ کا کام فرمایا۔ سنو کہ روایات قراءت قرآن شریف متواتر و مشہور و شاذ سب کے سب معتبر تمام امت کے نزدیک ہیں کسی عالم حقانی اور مجتہد کو انکار نہیں کہ سب کا اسناد بسند صحیح فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہوتا ہے اور کوئی قراءت ان میں سے نہ بدعت ہے نہ مخترع اگرچہ اختلاف الفاظ کا ہو یا حرکات سکنات کا یا طرز اداء قراءت کا یا کچھ اور اگر ان میں سے ایک شخص نے ایک رائے اور ایک طرز کو اپنے استادوں سے سیکھا ہے وہ دوسری روایت و قراءت پر کچھ اعتراض نہیں کرتا۔ مثلاً سورۂ فاتحہ میں ملک یوم الدین اور مالک یوم الدین دو قراءت ہیں اور دونوں متواتر مگر مالک پڑھنے والا ملک پڑھنے والے پر اور ملک پڑھنے والا مالک پڑھنے والے پر اعتراض نہیں کرتا اور اس کو خاطی نہیں جانتا۔ ایسا ہی واتخذوا من مقام ابرٰھیم مصلّٰی میں ایک نے بکسر خاء پڑھا ہے بصیغہ امر دوسرے نے بفتح خاء بصیغہ ماضی مگر یہ اس پر اعتراض نہیں کرتا اور نہ وہ اس پر بلکہ ہر ایک دونوں کو حق اور صحیح جانتا ہے نہ ثابت بالتواتر علی ہذا

واللیل اذا یغشٰی والنھار اذا تجلّٰی وما خلق الذکر والانثٰی کہ قراء سبعہ

www.KitaboSunnat.com

وما خلق پڑھتے تھے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ والذکر والانثیٰ پڑھتے تھے اور ما خلق نہیں پڑھتے تھے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ لفظ نہیں سُنا مگر ما خلق پڑھنے والوں پر انکار نہیں کرتے تھے علی ہذا۔ دیگر امور میں کہ اُن میں اختلاف ہے ہر شخص جس طرح اُس نے استادوں سے سُنا پڑھتا ہے مگر دوسروں پر اعتراض نہیں کرتا کیونکہ سب کے پاس سند متصل الی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے اور یہ قراء سبعہ زمانہ مشہود لہا بالخیر ہیں اور مقبول تمام امۃ حنفیہ ہیں کہ یا تابعی ہیں یا تبع تابعی اور روایت اُن کی صحابہ کرام و تابعین سے ہے۔ پس ایسی حالت اختلاف میں ایک کو سنت اور ایک کو بدعت کہنا کتنا بڑا ظلم ہے۔ معاذ اللہ۔

اسی طریقہ پر حال اوقاف کا ہے کہ قراء سبعہ معتبرہ اپنے اپنے اساتذہ سے جیسا انہوں نے سُنا ہے ویسا پڑھتے ہیں۔ اور اُن کے بعد اُن کے شاگرد آج تک ویسا ہی ادا کرتے چلے آئے تو تقرر اوقاف کا ان طبقات میں ہو چکا ہے۔ نہ سجاوندی نے وضع کیا نہ کسی دوسرے نے البتہ ان کا تسمیہ اصطلاحاً کہ یہ وقف لازم ہے یہ ط ہے یہ پیچھے ہوا ہے سو اس طرز قراءت میں کچھ تفاوت نہیں اور تسمیہ اوقاف میں کچھ حرج لازم نہیں آتا اور جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا کمی زیادتی کلمات یا تغیر تبدل یا حرکات سکنات میں یا تمدید صوت میں مختلف طرح سے ثابت ہوا ہے ایسے ہی اوقاف کا حال ہے کہ آپ کا فقط ایک طرز وقف کا ہو یہ ہرگز ثابت نہیں۔ اسی واسطے یہ قراء سبعہ معتبرہ مثلاً وقف میں اختلاف رکھتے ہیں۔ نافع مدنی جہاں بلحاظ ٹھہرنا مناسب ہو وہاں ٹھہرتے ہیں اور آیت کی کچھ رعایت نہیں کرتے ہو یا نہ ہو صرف لحاظ معنی کا کرتے ہیں اور ابن کثیر اور حمزہ جہاں سانس ٹوٹ جائے وہاں وقف کرتے ہیں اگرچہ بیچ میں آیت آجائے یا مضمون تمام ہو جائے اور عاصم اور کسائی جہاں کلام ختم ہو وہاں ٹھہرتے ہیں۔ اگرچہ آیت اُس جگہ ہو یا نہ ہو اور ابو عمرو بصری آیت پر وقف کرتے ہیں اور دوسرے کی رائے یا مذہب پر اعتراض یا طعن بدعت کا نہیں کرتے کیونکہ سب کے پاس حجت شرعیہ موجود ہے۔

الحاصل اُن طبقات میں قراء و ائمہ اعلام اس بات پر اجماع و اتفاق رکھتے تھے کہ آیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرآیت پر دونوں جگہ وقف جائز ہے اور کسی ایک نے بھی اس وقت میں اس کا خلاف نہیں کیا۔ پس بحکم قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تجتمع امتی علی الضلالۃ یہ امر جائز ہو گیا۔

قال اللہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولّٰی ونصلہ جہنّم وساءت مصیرًا۔

من بعد اگر کوئی خرق اجماع کرے تو وہ خود خاطی ہے۔ پس جیسا مجیب اور اس کے اتباع نے اختیار کیا ہے یہ کسی اہل حق کا مذہب نہیں ہے اور گویا کہ مجیب نے تمام اہل حق کو مبتدع ٹھہرایا۔ معاذ اللہ۔ اور یہ سب اُسی اتقان سے ہے جس سے مجیب استناد واستدلال کرتا ہے واضح ہے ہر اہل علم اس کو دیکھ سکتا ہے حالانکہ اس کتاب میں ہرگز کسی طریقہ کو بدعت نہیں کہا بلکہ سب کو جائز اور متعارف لکھا ہے۔ پس ہر اہل عقل وعدل سمجھ سکتا ہے کہ مجیب نے کس قدر جور کیا کہ سب کو مبتدع بنا چھوڑا۔ اور یہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جو بہ سند صحیح متصل مروی ہے جسکو امام احمد نے اپنی مسند میں اور نسائی نے ایک اور روایت سے ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔ حدثنا اللیث عن عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکۃ عن یعلی بن مملک انہ سأل ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصلوتہ فقالت ما لکم وصلوتہ وکان یصلی ثم ینام قدر ما صلّٰی ثم یصلی قدر ما نام ثم ینام قدر ما صلّٰی حتی یصبح ثم نعتت قراتہ فاذا ھی تنبعت قراءۃ مفسرۃ حرفًا حرفًا۔ دیکھئے اس حدیث میں کوئی ذکر وقف علی الآیۃ کا نہیں ہے اور دوسری روایت کو جس میں ذکر وقف کا ہے اور اُس دارقطنی نے اور ایک روایت سے ابوداؤد نے اور ایک سے ترمذی نے نقل کیا ہے اُس کی سند منقطع ہے کہ عبد اللہ بن ابی ملیکہ کے بعد یعلی بن مملک مذکور نہیں لہذا وہ روایت منقطع ہوئی اور یہ اس زمانہ کی جو اپنے آپ کو محدث کہتے ہیں وہ حدیث مرسل ومنقطع کو حجت نہیں جانتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ اُس پر عمل درست جانتے ہیں تعجب ہے کہ اس حدیث منقطع پر کس طرح اعتماد کر کے تمام امت مقبولہ کو مبتدع بنایا ان کو اپنے قاعدہ کے موافق لازم تھا کہ اس روایت کی طرف التفات نہ کرتے۔ چنانچہ ترمذی نے اس میں کلام کیا ہے۔ حیث قال ھذا حدیث حسن صحیح غریب لا نعرفہ الا من حدیث اللیث بن سعد عن ابن ابی ملیکۃ عن یعلی بن مملک عن ام سلمۃ وقد روی ابن جریج ھذا الحدیث عن ابن ابی ملیکۃ عن ام سلمۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یقطع قرأتہ وحدیث اللیث اصح انتھٰی۔ وفیہ بعد یسیر حدثنا علی بن حجر نا یحیٰی بن سعید الاموی عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکۃ عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقطع قرأتہ یقرأ الحمد للہ رب العلمین ثم یقف الرحمٰن الرحیم ثم یقف وکان یقرأ ملک یوم الدین ھذا حدیث غریب وبہ یقرء ابو عبید و یختارہ وھکذا روی یحیٰی بن سعید الاموی وغیرہ عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکۃ عن ام سلمہ ولیس اسنادہ بمتصل لان اللیث بن سعد روی ھذا الحدیث عن ابن ابی ملیکۃ عن یعلی بن مملک عن ام سلمۃ انھا وصفت قرأۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم حرفا حرفًا وحدیث اللیث اصح ولیس فی حدیث اللیث وکان یقرء ملک یوم الدین۔ اسے دیکھو ترمذی نے کیسی منقطع بنا کر استدلال اس جماعت کا لغو ٹھہرا دیا مگر ہم لوگ، چونکہ مرسل و منقطع ثقہ کو معتبر جانتے ہیں ہم پر شرح اس حدیث کی ضروری ہے وہ یہ کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قرائت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بیان فرمایا تو یہ نہیں کہا کہ تمام قرآن میں آپ اسی طرح کرتے تھے اور خاص اسی ایک طریقہ قرائت اور وقف ہر آیت پر آپ کی قرائت کو حصر نہیں کیا تا کہ اس سے یہ معلوم ہو کہ آپ نے اس کے خلاف نہیں کیا تو ہم کہتے ہیں کہ آپ نے احیانًا ایسے ہی پڑھا اور احیانًا دوسری طرح بھی پڑھا ہے جو کہ اجماع قرون ثلثہ سے معلوم ہوا اگر اس میں کوئی لفظ حصر ہوتا تو استدلال ہو سکتا تھا چونکہ اس میں کوئی لفظ حصر کا نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو ہرگز اس روایت سے تردید اس ایک طریقہ قرأت کے خلاف کی نہیں ہو سکتی دیکھو کہ اس ہی حدیث میں طرز تہجد آپ کا اس طرح پر روایت کیا ہے کہ آپ ایک مرتبہ کچھ نماز پڑھ کر اتنا ہی سورہتے تھے پھر اٹھ کر دوبارہ آدھی نماز پڑھتے تھے پھر اسی قدر سورہتے تھے۔ حالانکہ اور بہت سی روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ نے ایک ہی دفعہ ساری تہجد پڑھی ہے۔ استدلال مجیب بروایت ام سلمہؓ کے موافق لازم آتا ہے کہ جیسے اس روایت میں طریقہ تہجد مروی ہے اس کے سوا اور جس قدر طریقے ہیں جن پر آپ کا عمل فرمانا خود روایات صحاح سے ثابت ہے وہ سب بدعت ہوں معاذ اللہ اور اس ہی روایت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی قرأت مٰلِكِ يوم الدين نقل کی ہے حالانکہ دوسری روایت میں مالك يوم الدين بھی آپ کا پڑھنا ثابت ہے۔ پس جیسا کہ یہ طرز تہجد اور قرأت ملك يوم الدين احیاناً ہے نہ دائماً ایسے ہی وقفہ رؤس الآیات احیاناً ہے نہ دائماً حضرت ام سلمہؓ نے ان تین امر کو جو فرمایا ہے اس میں کوئی کلمہ حصر کا نہیں ہے کہ نفی دوسرے طریق کی ہو جائے۔ علی ہذا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قرأت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مفسرۃ حرفاً حرفاً فرمایا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرأت مستعجلاً کہ جس میں صحت لفظ و ادائے حروف فوت نہ ہو بدعت ہو جائے بلکہ اس طرح پڑھنا ہی جائز بلکہ بعض صحابہ کے نزدیک افضل ہے برحسب رائے مجیب چاہیئے تھا کہ بدعت اور ناجائز ہو حالانکہ باجماع امت یہ جائز ہے صرف اختلاف افضلیت میں ہے۔ چنانچہ علامہ مجد الدین سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں و علماء را دریں مسئلہ اختلاف است کہ ترتیل با قلت قراءت افضل ست یا سرعت با کثرت قراءت۔ ابن عباس و ابن مسعود میگویند ترتیل و تدبر با قلت قراءت افضل ست و امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جماعتے از صحابہ و تابعین و امام شافعی میگویند سرعت و کثرت قراءت افضل چہ ہر حرفی را دہ حسنہ است۔

و پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمود ہر حرفے را دہ حسنہ است۔ لا اقول الم حرف بل الف حرف ولام حرف ومیم حرف انتہی۔

اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ حدیث صحیح متصل السند ام سلمہؓ سے تو یہ ثابت ہوا کہ آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءۃ مفسرۃ حرفاً حرفاً پڑھتے تھے۔ مجیب اور اُس کے اتباع نے اس طرز قراءت کو دائمی قرار دے کر قراءۃ مستعجلاً کو بدعت نہیں کہا حالانکہ اُن کی فہم کے موافق اس کا بدعت ہونا بھی ضرور تھا۔ اور حدیث منقطع جس میں یقطع آیۃ آیۃ ہے اور حسب مذہب مجیب غیر معتبر اس پر اعتماد کر کے اوقاف مستحبہ کو بدعت قرار دیا۔ معاذ اللہ من ھذا الفھم الردی۔

پھر دوسرا عجوبہ یہ ہے کہ سائل حدیث متصل السند سے جواب مانگتا ہے اور مجیب صاف منقطع السند سے جواب دیتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اگر کہا جائے کہ اگرچہ اس جگہ اس روایت سے مستعجلاً پڑھنا بدعت معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ دوسری جگہ مستعجلاً پڑھنا ثابت ہے اس لیے وہ بدعت نہ ہوا تو جواب یہ ہے کہ خود اسی حدیث سے بروایت دارقطنی انعمت علیھم پر وقف نہ کرنا ثابت ہوگیا باوجودیکہ یہاں آیت ہے اور دیگر روایات صحیحہ و نیز اجماع سے اور بہت سے مواقع پر باوجود آیت ہونے کے وقف نہ کرنا ثابت ہے لہٰذا یہ بھی بدعت نہ ہونا چاہیئے اور چونکہ ہندوستان میں قراءت عاصم کی شائع ہے تو اہل ہند کے اوقاف بھی مثل اوقاف عاصم کے ہیں۔ الحاصل اُس کے خلاف کو بدعت کہنا سخت بیجا ہے۔ وقف کرنا رؤس آیات پر روایت مذکورہ سے ثابت ہوا اور غیر رؤس آیات پر روایت ہذا اور، اور بہت سی روایات صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہوا پس قراءت قرآن میں دونوں طرح سے پڑھنا یعنی بقراءت مفسرہ حرفاً حرفاً اور مستعجلاً دونوں طرح درست ہے۔ ایسے ہی وقف علی رؤس الآیات بھی درست ہے اور عدم وقف۔ اور اصل یہ ہے کہ اوقاف ہی تفسیر قرآن ہیں کہ فصل و وصل سے معنی قرآن کے واضح ہو جاتے ہیں سو ایسی طرح سے پڑھنا کہ جس سے توضیح مطلب ہو جائے مستحسن ہے اور بعض کم فہم جو اس تفسیر کو بدعت کہتے ہیں یہ اُن کی نہایت کم فہمی ہے کیونکہ بدعت اُس کو کہتے ہیں جس کی نظیر قرون ثلثہ میں نہ پائی گئی ہو اور جبکہ یہ خود قرون ثلثہ میں پائی گئی تو کوئی ان کو کیسے بدعت کہہ سکتا ہے۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ یہ قراء یا تابعی ہیں یا تبع تابعی اور خود صحابہ سے روایت کرتے ہیں اگر بالفرض ان کا وجود قرون ثلثہ میں نہ پایا جاتا تب بھی بدعت نہ ہوتے کیونکہ ان کی نظیر خود آنحضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آیت شریف سمیعًا بصیرًا کو پڑھا تو آپ نے سمع اقدس وچشمان مبارک پر انگلی کا اشارہ فرمایا۔ اور جب آیت شریف فدکت الارض دکًا دکًا کی تلاوت فرمائی تو انگشتان مبارک کو باہم ملا دیا۔ پس جیسے یہ فعل آپ کا تفسیر کلام اللہ شریف کی واقع ہوا ہے ایسے ہی اوقاف بھی قرآن پاک کی مراد واضح کر دیتے ہیں اور اُن سے تفسیر ہو جاتی ہے۔ اور سنو کہ سائل نے کیفیت نماز تہجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دریافت کی ہے اور یہ سوال فی الجملہ نامناسب تھا جیسا کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ روزہ کیسے رکھتے ہیں تو آپ ناخوش ہوئے اور اس سوال کو آپ نے ناپسند فرمایا۔ پس اسی لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مالکم وصلوته یعنی آپ جیسی تجھ سے کب ہو سکتی ہے کہ تو اُس سے سوال کرتا ہے۔ لہٰذا جو فعل آپ کا اشد تھا وہ ام سلمہ رضی نے بیان فرمایا کہ یہ طریقہ سب طریق سے اشد ہے اور طریقہ قرأت کا بھی وہی فرمایا کہ جو نفس پر اشد ہے یعنی یہ قرأت مفسرہ حرفًا حرفًا پڑھنا اور ہر آیت پر وقف کرنا کہ اس میں دیر زیادہ لگتی ہے اور آپ کو قرآن شریف بھی زیادہ پڑھنا ہوتا تھا نہ یہ کہ آپ ہمیشہ نماز و قرآن اسی طرح پڑھتے تھے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس کے سوا کوئی طریقہ معلوم ہی نہ تھا بلکہ یہ طریقہ شدید تھا اس لیے اس کا بیان کرنا مناسب تھا۔ پس انہوں نے اسی کو بیان فرمایا سوا اولًا یہ طریقہ خاص قرأت تہجد کا ہے نہ مطلق قرأت قرآن کا نماز و خارج نماز میں۔ مثلًا نماز مغرب میں آپ نے سورہ اعراف پڑھی اگر سورہ اعراف بقرأت مفسرہ حرفًا حرفًا اور ہر آیت پر وقف کے التزام سے پڑھی جاتی تو مغرب کے وقت مستحب میں ہرگز تمام نہ ہو سکتی بلکہ عشاء کا وقت ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس وقت مستعجلًا قرأت پڑھی تھی ایسے ہی نماز تہجد میں بھی احیانًا۔ کیونکہ تہجد میں بھی آپ کا ایک رکعت میں سورہ بقرہ و آل عمران و نساء کا پڑھنا ثابت ہے حالانکہ وقت تہجد میں بقرأت مفسرہ حرفًا حرفًا بالتزام وقف بر ہر آیت ساری نماز میں بھی یہ سورتیں نہیں ہو سکتیں۔

رہا حال اوقاف تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ تمام امت کا اتفاق اس کے جواز پر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف پر نہیں ہے بلکہ خود اسی حدیث کے اندر رجعت موجود ہے۔ دیکھو دارقطنی نے جو اس روایت کو نقل کیا ہے اُس میں یہ لفظ ہیں۔

وعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیۃ ولم یعد علیھم جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے انعمت علیھم پر وقف نہیں کیا حالانکہ انعمت علیھم آیت ہے۔ نافع مدنی اور ابوعمرو بصری اور ابن عامر شامی تین قاری کہ سبعہ متواترہ کے راوی ہیں اور قرأت اُن کی قطعی ہے۔ یہاں آیت کہتے ہیں اور آیات کا حال سماع سے تعلق رکھتا ہے کہ یہ امر توقیفی ہے۔ چنانچہ تفسیر کشاف وغیرہ میں مصرح ہے اور اتقان وغیرہ میں بھی اس کی تصریح ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقف آیت پر اسی واسطے کرتے تھے کہ معلوم ہو جائے کہ یہاں آیت ہے اور جب آپ کو معلوم ہو جاتا کہ لوگوں کو یہاں آیت ہونا معلوم ہو گیا تو بسا اوقات نہیں بھی کرتے تھے پس بتواتر ثابت ہو گیا کہ یہاں آیت آپ نے کی ہے اور اس روایت ام سلمہؓ سے یہاں وقف نہ کرنا ثابت ہو گیا اور یہ دونوں فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں تو اُس سے عدم توقف آیت پر ثابت ہو گیا ہے۔ علی ہذا

جہاں اختلاف قراء آیات میں ہے کہ بعض کے نزدیک وہاں آیت نہیں ہے اور بعض کے نزدیک وہاں آیت ہے پس وہاں بھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے بعض مرتبہ وہاں وقف کیا بعض مرتبہ نہیں کیا۔ تو جن لوگوں نے پہلے وہاں وقف سن لیا تھا وہ آیت کے قائل ہوئے اور جن کو پہلے سے علم ہوا تھا انھوں نے وہاں آیت نہ ٹھہرائی۔ چنانچہ اتقان صـ۹۶ میں ہے۔

وقال غیرہ سبب الاختلاف فی عدد الآی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یقف علی روس الآی للتوقیف فاذا علم محلھا وصل للتمام فیحسب السامع انھا لیست فاصلۃ انتہٰی۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

الحاصل جواب مجیب کا اور تصحیح اس کے اتباع کی سراسر بیجا ہے اور طعن ناموزوں جماعۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ و تابعین پر۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم فقط

حررہ عبدہٗ رشید احمد عفی عنہ
مورخہ ۱۸ جمادی الثانیہ ۱۳۱۷ھ

حضرت گنگوہیؒ کے فتویٰ کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

حامداً ومصلیاً

تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ حضرات غیر مقلدین کی طرف سے بڑے زور شور کے ساتھ فتوے پیش کئے گئے۔ جو بزعم قائل ومدلل ومشیہ بالبراہین تھے۔ ایک یہ کہ غیر آیات پر وقف ناروا اور بے اصل اور بدعت ہے۔ دوسرا یہ کہ آیات پر وقف کرنا ضروری ہے۔ اور نہ کرنا خلاف قاعدہ قراءت مسنونہ وترک امتثال امر واجب الانقیاد پروردگار عالم و رتل القرآن ترتیلا۔ اور ایک زمانہ تک اس پر بڑا شور وغل رہا۔ رفتہ رفتہ یہ فتوے گنگوہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب مدظلہم کی خدمت میں بھی پہنچے۔ حضرت موصوف اگرچہ بوجہ معذوری نگاہ ونیز بوجہ طوق عوارض گوناگوں اس کے جواب کو پس انداز فرمانا چاہتے تھے۔ پھر بغرض بعض خدام ونیز اندیشۂ شدت فتنہ جو ان مسائل کی تردید کے سکوت سے منصور تھا مختصر جواب لکھوانے پر آمادہ ہوئے۔ الحمد للہ کہ یہ جواب اہل انصاف کے واسطے تبصرہ کافی ہے۔ اور اہل اعتساف کے دعوے کی تردید پر حجت وافی۔ چونکہ اس کی اشاعت اس زمانہ پر فتنہ میں ضروری خیال کی گئی اس لیے طبع کرا کر مشتہر کیا جاتا ہے۔ والسلام

بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ

(مطبع مجتبائی پریس دہلی میں طبع ہوا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمدہ واصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ ـــــــ

قرآن مجید میں تلاوت کرنے والوں کے لیے مناسب موقع ومحل پر ٹھہرنے اور سانس لینے کی غرض سے علمائے اوقاف نے وقف کی جو قسمیں کی ہیں۔ مثلاً تام، مختار، کافی، جائز، حسن، مفہوم، قبیح، متروک وغیرہ وغیرہ۔ اور علامہ سجاوندیؒ نے تو وقف کی قسمیں کرکے ان کے لیے رموز اوقاف وضع کئے ہیں۔ گوان کی اصطلاحات دیگر علمائے اوقاف سے مختلف ہیں۔ مگر مفہوم تو تقریباً ایک ہی ہے اور یہ رموز اوقاف ہر ملک میں طبع ہونے والے مصاحف میں کمی بیشی کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ اور علامہ سجاوندیؒ سے پہلے بھی ائمہ اوقاف نے معنیٰ کا لحاظ کرتے ہوئے وقف کی قسمیں کی اور مواقع وقوف کی پورے قرآن مجید میں تعیین کی ہے اور ان کے لیے احکام بیان کئے ہیں۔ اور اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں مثلاً ایضاح الوقف والابتداء لابن الانباری متوفی ۳۲۸ھ، المکتفی فی معرفۃ الوقف والابتداء لابی عمرو والدانی متوفی ۴۴۴ھ، الاہتداء فی بیان الوقف والابتداء للعلامہ الجزریؒ۔ منار الہدیٰ فی بیان الوقف والابتداء للاشمونی۔ (یہ کتابیں عام طور پر دستیاب ہیں) المرشد للشیخ زکریا الانصاری (یہ کتاب منار الہدیٰ کے حاشیہ پر ہے)

متقدمین اور متاخرین میں سے بہت سے حضرات نے موضوع خاص کے طور پر اس علم وفن کی خدمت کو اپنا محبوب ترین مشغلہ بنا لیا۔

جواب طلب بات یہ ہے کہ علمائے اوقاف کا وقف کی قسمیں کرنا اور ان کے لیے رموز مقرر کرنا اسکی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اسکا کیا حکم ہے؟

علامہ زرکشیؒ اور علامہ سیوطیؒ نے وقف کی قسمیں ان کے احکام اور ان کے متعلقات کو بیان کرنے کے بعد اوّل الذکر نے البرہان فی علوم القرآن میں جلد ۱ صفحہ ۳۵۴ میں اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثانی الذکر نے الاتقان فی علوم القرآن جلد ۱ ص ۸۹ میں لکھا ہے ـــــ وذہب ابو یوسفؒ القاضی صاحب ابی حنیفۃؒ الی ان تقدیر الموقوف علیہ من القرآن ۔ التام، والناقص، والحسن والقبیح وتسمیۃ بذالک بدعۃ ومتعمد الوقف علی نحوہ مبتدع ۔ قال : لان القرآن معجز وھو کا لقطعۃ الواحدۃ فکلہ قرآن ، وبعضہ قرآن ، کلہ تام حسن وبعضہ تام حسن حکی ذالک ابوالقاسم ابن برھان النحوی عنہ ۔

جب یہی بات مولوی حفیظ الدین صاحب اور مولانا سید نذیر حسین صاحب وغیرہ چند اہل حدیث حضرات نے کہی تھی کہ علامہ سجاوندی کے مقرر کردہ رموز اوقاف اور ان پر وقف کرنا بدعت ہے اور آیات پر وقف کرنا ضروری و واجب ہے ، تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے ان کے رد میں رد الطغیان فی اوقاف القرآن کے نام سے کتاب لکھی ، جس نے حضرت نے یہ ثابت کیا کہ ان موقعوں پر وقف کرنا خلاف سنت نہیں ہے ۔ قاضی ابو یوسف صاحبؒ کی عبارت سے جو تعارض پیدا ہو رہا ہے اس کو حل فرمائیں اور مفصل و مدلل با حوالہ جواب سے مستفیض فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں ۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدارین ۔ فقط والسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتاویٰ

عالمی جامعہ دارالعلوم دیوبند یو۔پی۔ انڈیا کا فتویٰ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب حامداً مصلیا

ہر علم وفن کی کچھ اصطلاحات ہوتی ہیں جیسے صرف، نحو، معانی، بیان، بدیع، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ۔ ان تمام اصطلاحات کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کرنا دشوار ہے۔ مثلاً اصطلاحات حدیث مرفوع، مرسل، موقوف، منقطع، معضل، منکر، شاذ، غریب، فرد وغیرہ جس وقت علم حدیث کو بحیثیت فن مدون کیا گیا تو اس کی اصطلاحات بھی تجویز کی گئیں ان کو اس اعتبار سے بدعت کہنا صحیح ہے کہ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں مگر ان کے مفاہیم میں کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا اور مفاہیم کے ادا کرنے کے لیے الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔ مگر چونکہ یہ اصطلاحات افہام وتفہیم کے لیے ہیں امر تعبدی کے درجہ میں نہیں اس لیے اس کو اصطلاحی بدعت ضلالۃ قرار دے کر رد کرنا بھی درست نہیں۔

رموز قرآنیہ کا حال بھی یہی ہے کہ ان اصطلاحات کو بدعت کہنا اس حیثیت سے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں درست ہے لیکن ان کو بدعت ضلالۃ قرار دے کر رد کر دینا بھی درست نہیں۔ حضرات فقہاءؒ نے زلۃ القاری میں اس سے بحث کی ہے کسی جگہ بھی وقف کو لازم قرار نہیں دیا ہے جیسا کہ قراء اور مجودین کا حال ہے۔

میم وقف لازم است مگذر از او
گر بگذری ہم کفر است اندر او

علامہ ابراہیم حلبیؒ نے غنیۃ المستملی میں اور دیگر فقہاء نے اپنی کتابوں میں بے محل وقف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بعض اقوال پر مفسد صلوٰۃ کہا ہے وقف نہ کرنے کو مفسد صلوٰۃ نہیں کہا اور ترجیح عدم فساد کو دی ہے ۔ علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اگر تمام قرآن کریم میں بالکل وقف نہیں کیا تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی یعنی طی ارض کی طرح اگر حق تعالیٰ کسی کو قدرت دے دیں کہ وہ ایک سانس میں سارا قرآن شریف پڑھ دے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی پس یہ وقوف مزینات و محسنات ہیں نہ کہ واجبات و مفسدات ۔

المسئلة الثانية فی الوقف والابتداء فی غیر موضعهما فان لم یتغیر به المعنی لا تفسد بالاجماع من المتقدمین والمتاخرین وان یتغیر به المعنی ففیه اختلاف والفتوی علی عدم الفساد بکل حال وهو قول عامة علمائنا المتاخرین لان فی مراعاة الوقف والوصل ایقاع الناس فی الحرج لا سیما العوام والحرج مرفوع کما فی الذخیرة و السراجیة والنصاب وفیه ایضاً لو ترك الوقف فی جمیع القرآن لا تفسد صلاته عندنا طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۲۰۴ فقط والله سبحانه تعالی اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

۴ رجب ۱۴۰۱ھ

جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور یو۔پی انڈیا کا فتویٰ

الجواب حامداً و مصلیاً و مسلماً

اما بعد۔ اوقاف کلام اللہ اگرچہ آیات کی طرح توقیفی تو نہیں ہے تاہم یہ چیز شرعی ضرورت سے بھی خالی نہیں ہے ان اوقاف کی تعیین کو بدعت سمجھنا جس کی حدیث میں ممانعت ہے غلط ہے اور جمہور امت کے خلاف ہے ۔ صاحب اعتصام اپنی کتاب الاعتصام میں ص۱۹ جز اول میں بدعت کی تعریف و تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ولما کانت الطرائق فی الدین تنقسم فمنها ماله اصل فی الشریعة ومنها ما لیس له اصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیما خص منہا ماھو المقصود بالحد وھو القسم المخترع ای طریقۃ ابتدعت علی غیر مثال تقدمہا من الشارع اذ البدعۃ انما خاصتہا انہا خارجۃ عما رسمہ الشارع وبہذا القید انفصلت عن کل ما ظھر لبادی الرای انہ مخترع مما ھو متعلق بالدین کعلم النحو والتصریف ومفردات اللغۃ واصول الفقہ واصول الدین وسائر العلوم الخادمۃ للشریعۃ فانہا وان لم توجد فی الزمان الاول فاصولہا موجودۃ فی الشرع اذ الامر باعراب القرآن وعلوم اللسان ھادیۃ للصواب فی الکتاب والسنۃ (الی ان قال) فعلی ھذا لا ینبغی ان یسمی علم النحو او غیرہ من علوم اللسان او علم الاصول او ما اشبہ ذالک من العلوم الخادمۃ للشریعہ بدعۃ اصلاً ومن سماہ بدعۃً فاما علی المجاز کما سمی عمر بن الخطابؓ قیام الناس فی لیالی رمضان بدعۃ واما جھلاً بمواقع السنۃ والبدعۃ فلا یکون قول من قال ذالک معتمدا بہٖ ولا معتمدا علیۃ (وقال فی الفتاوی الحدیثیۃ) وقول عمرؓ فی التراویح نعمت البدعۃ ھی اراد البدعۃ اللغویۃ وھو ما فعل علی غیر مثالٍ کما قال تعالیٰ قل ماکنت بدعًا من الرسل ولیست بدعۃ شرعًا فان البدعۃ الشرعیۃ ضلالۃ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم اھ ان عبارتوں سے اور خاص طور پر خط کشیدہ عبارت سے یہ بات عیاں اور واضح ہو جاتی ہے کہ ہر وہ چیز جس کی شریعت میں کچھ نہ کچھ اصل موجود ہو یا اس کی کوئی نظیر شریعت میں ہو وہ بدعت نہیں ہے۔ ایسے امور کو بدعت کہنا یا تو مجازاً و لغوًا ہو گا یا سنت و بدعت کے درمیان فرق کرنے سے عدم واقفیت کی بنا پر ہوگا۔ نیز رد الطغیان دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اوقات کی تعیین کا کام قرون ثلثہ میں ہو چکا تھا اور قرون ثلثہ میں کئے ہوئے کام کو بدعت نہیں کہا جاتا ہے کیونکہ یہ خیر القرون اور مشہود لہا بالخیر ہے جیسا کہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمایا ہے، کیونکہ سب کے پاس سند متصل الی فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے اور یہ قراء سبعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانۂ مشہود لہا بالخیر میں ہوئے ہیں اور مقبول تمام امت حنفیہ کے ہیں کہ یا تابعی ہیں یا تبع تابعی ہیں اور روایت ان کی صحابہ کرام و تابعین سے ہے پس ایسی حالت اور اختلاف میں ایک کو سنت ایک کو بدعت کہنا کتنا بڑا ظلم ہے معاذ اللہ۔ اسی طرح پر حال اوقاف کا ہے۔ یہ قراء سبعہ متواترہ اپنے اپنے اساتذہ سے جیسا کہ انہوں نے سنا ہے ویسا پڑھتے ہیں اور ان کے بعد ان کے شاگرد آج تک ویسا ہی ادا کرتے چلے آئے تو تفرد اوقاف کا ان طبقات میں ہو چکا ہے نہ سجاوندیؒ نے وضع کیا نہ کسی دوسرے نے البتہ ان کا تسمیہ اصطلاحاً کہ یہ وقف لازم ہے یہ طہ ہے یہ پیچھے ہوا ہے سو اس طرز قرات میں کچھ تفاوت نہیں ہے اور تسمیہ اوقاف میں کچھ حرج لازم نہیں آتا جیسا کہ حضرت کا پڑھنا کمی زیادتی کلمات یا تغیر تبدل حرکات و سکنات میں یا تمدید صوت میں مختلف طرح سے ثابت ہوا ہے ایسے ہی اوقاف کا حال ہے الخ۔ اس تمام تفصیل کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قاضی ابو یوسفؒ کا قول کہ یہ بدعت ہے ان کی مراد اس سے بدعت مجازی یا لغوی ہوگی۔ بدعت ممتنع فی الشرع جس کی شریعت میں نہی وارد ہے ان کی مراد نہیں ہے نیز قاضی ابو یوسفؒ نے تو صرف اوقاف کی اصطلاحات ہی کو بدعت کہا ہے کہ نام سے یا یہ ناقص ہے نفس اوقاف کو تو بدعت نہیں کہا ہے لہذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہر شخص کو اپنے مناسب اصطلاحات مقرر کرنے کا حق حاصل ہے جیسا کہ منار الہدیٰ صفحہ ۶ میں مذکور ہے والناس فی اصطلاح مراتبہ مختلفون کل واحد لہ اصطلاح وذالک شائع لما اشتہر انہ لامشاحۃ فی الاصطلاح بل یسوغ لکل احد ان یصطلح علی ما شاء کما صرح بذلک صدر الشریعہ الخ۔ لہذا قاضی ابو یوسفؒ کے کلام میں اور دیگر علماء کے کلام میں کوئی تعارض نہیں رہا اور اوقاف قرآن کے متعلق تو جماہیر امت اور مشاہیر ملت کا اجماع و اتفاق ہے اور حدیث میں ہے لا تجتمع امتی علی الضلالۃ اس کے باوجود اس کو بدعت حقیقی کہنا مناسب نہیں ہے۔ پھر بھی اس کو بدعت کہا جائے تو احزاب و اعشار رکوع و اعراب اور اسی طرح دیگر امور جو دینی کے لیے معین و مددگار ہیں اس کے جواز کی کوئی بھی گنجائش نہ ہوتی حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے (مزید یہ کہ قرآن کریم کے اوقاف اور اس کی آیتوں میں وصل وفصل یہ سب صاحب فہم اور اہلِ لسان کے لیے ایک درجہ میں تفسیر آیات ہیں اور تفسیرِ قرآن کریم کی خدمت اور اس کی اہمیت وعظمت ظاہر ہے) ماخوذ از دار الطغیان صلا۔

واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب۔

کتبہ، عبد المغنی علیم حیدر آبادی

معلم دار الافتاء مظاہر العلوم سہارنپور

۱۶ر ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ

جواب صحیح ہے

یحیٰی غفرلہ

جامعہ فاروقیہ کراچی کا فتویٰ

الجواب منہ الصدق والصواب

قرآن میں جو اوقاف علماء نے مقرر کئے ہیں ان کو بدعت کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث میں اس کا تذکرہ ملتا ہے جیسے کہ علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب الاتقان میں حدیث نقل کی ہے کہ واصل فیہ ما اخرجہ النحاس قال حدثنا محمد بن جعفر الانباری حدثنا ھلال بن العلاء حدثنا ابی وعبید اللہ بن جعفر قالا حدثنا عبید اللہ بن عمر والرزقی عن زید بن ابی انیسہ عن القاسم بن عوف البکری قال سمعت عبد اللہ بن عمر یقول لقد عشنا برھۃ من دھرنا وان احدنا لیوتیٰ الایمان قبل القرآن وتنزل السورۃ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فنتعلم حلالھا وحرامھا وما ینبغی ان یوقف عندہ منھا کما یتعلمون انتم القرآن الیوم الخ۔ اتقان فی علوم القرآن صـ۸۳ ج ۱، النوع الثامن والعشرون فی معرفۃ الوقف والابتداء اور آگے فرماتے ہیں کہ وقول ابن عمر لقد عشنا برھۃ من دھرنا یدل علی ان ذلک اجماع من الصحابۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت قلت اخرج هذا الاثر البیہقی فی سننہ صـ۱۳ ج ۱۔ آگے پھر کچھ اور لوگوں کے اقوال نقل کیے ہیں اور فرمایا ہے کہ وفی کلامہ دلیل وجوب ذٰلک وفی کلام ابن عمر برھان علی ان تعلمہ اجماع من الصحابۃ وصح بل تواتر عندنا تعلمہ والاعتناء بہ من السلف الصالح لابی جعفر یزید بن القعقاع احد اعیان التابعین وصاحبہ الامام نافع وابی عمرو ویعقوب وعاصم وغیرھم من الایمۃ صـ۸۳ ج ۱۔ اسی طرح علامہ زرکشیؒ نے اپنی کتاب البرہان فی علوم القرآن میں لکھا ہے وقد جاء عن ابن عمر انھم کانوا یعلمون ماینبغی ان یوقف عندہ کما یتعلمون القرآن صـ۳۴۲ ج ۱۔ اسی طرح ان کتابوں میں امام ابویوسفؒ کے قول کے علاوہ خلاف میں کسی اور کا قول نقل نہیں کیا گیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس پر آئمہ مجتہدینؒ کا اجماع ہے اور امام ابویوسفؒ کے قول کا کوئی اصل ہمیں نہیں ملا نہ فقہ کی کسی کتاب میں ان کا یہ قول منقول ہے۔ اس لیے قواعد کے اعتبار سے اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم بالصواب
سلیم اللہ خاں	نظام الدین
مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی	دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی ۲۵
۳۰ / ۱۰ / ۱۴۰۰ھ	۳۰ شوال ۱۴۰۰ھ

دارالعلوم کراچی اور اشرف المدارس کراچی کا فتویٰ

الجواب حامدًا ومصلیًا

اوقاف قرآن روایات صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہیں ان کو بدعت کہنا صحیح نہیں۔ البتہ ان اوقاف پر ٹھہرنا کسی کے نزدیک بھی واجب نہیں لہٰذا ان کو واجب سمجھنا یا ان کی پابندی نہ کرنے والے کو گنہگار قرار دینا ضرور بدعت ہے اس کی ساری تفصیل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے رسالہ ردالطغیان فی اوقاف القرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے جس میں حضرت نے روایات اور اجماع سے اوقاف قرآن پر ٹھہرنے کو ثابت کیا ہے۔

اور جو آپ نے امام ابو یوسفؒ کا قول پیش کیا ہے اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ جس وقت قرآن کریم کی تلاوت میں تسہیل اور تعلیم کی غرض سے مختلف اقدامات کئے گئے تو بعض حضرات نے قرآن میں تحریف کے پیش نظر اس کی مخالفت کی مثلاً جب قرآن پاک پر نقطے لگائے گئے یا حرکات ظاہر کی گئیں یا نشانی کے طور پر ہر پانچ آیات کے بعد "خمس" یا "ح" اور ہر دس آیات کے بعد "عشر" یا "ع" لکھا گیا تو علمائے متقدمین کا اس میں اختلاف ہوا بعض حضرات جائز کہتے تھے اور بعض مکروہ کہتے تھے۔ صحابہؓ و تابعین کے اقوال میں اس قسم کے اختلافات موجود ہیں لیکن ان تمام اقوال میں مفتیٰ بہ اور مختار قول اسی کو قرار دیا جائے گا جس کو امت نے اپنے تعامل سے اختیار کر لیا ہو اور تعامل کے خلاف سلف کے جو اقوال ملتے ہیں وہ اب شاذ ہونے کی بنا پر مفتیٰ بہ نہیں رہے جہاں تک امام ابو یوسف کے مذکورہ قول کا تعلق ہے۔ اس میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ ان کا مقصد اوقاف کو سرے سے بدعت کہنا نہ ہو، بلکہ ان اوقاف کے مطابق وقف کو اگر کوئی لازم سمجھے تو اس کو بدعت قرار دینا ہو۔ تو اس صورت میں ان کے اقوال کے اندر کوئی اشکال نہیں، کیونکہ امت کا مفتیٰ بہ مسلک یہ ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ انھوں نے ان اوقاف کو مطلقاً بدعت کہا ہو۔ اس صورت میں چونکہ امت کا تعامل اس کے خلاف ہو گیا اس لیے یہ قول انہی شاذ اقوال میں شامل ہو گا جو متروک ہو چکے ہیں، لہٰذا تعامل امت کے خلاف اس سے استدلال درست نہ ہو گا۔ واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح	احقر عبدالشکور عفی عنہ	الجواب صحیح
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ	دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴	(مفتی) عبدالرشید مہتمم اشرف المدارس ناظم آباد کراچی
۱۹-۱۱-۱۴۰۰ھ	۱۹/۱۱/۱۴۰۰ھ	

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت امام القراء قاری مقری عبداللہ صاحب مہاجر مکیؒ

جن بزرگ اساتذہ نے قرآن عزیز کی خوب خوب خدمت سرانجام دی ان میں استاذ الاساتذہ قاری عبداللہ مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام نامی سرفہرست ہے لیکن بہت کم لوگ ان کے حالات سے واقف ہیں ـــــ ہم نے حضرت شیخ القراء قاری محمد عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے برادر بزرگ قاری محمد عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلمی مسودہ "القول الجمیل" سے حضرت استاذ الاساتذہ کا تذکرہ نقل کر کے شامل کتاب کر دیا ہے تاکہ نسل نو اس بزرگ استاذ کے حالات سے آگاہ ہو سکے جن کی گرمیٔ نفس کا چارسو چرچا ہے۔

"القول الجمیل" کا قلمی مسودہ استاذ زادہ محترم قاری عبدالماجد ذاکر صاحب کے پاس محفوظ ہے، انہی سے ہم نے حاصل کر کے یہ حصہ نقل کیا۔ اللہ کرے وہ مسودہ جلد چھپ جائے۔ (مؤلف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً۔ امابعد: حضرت سیدی و سندی جناب استاذی قاری عبداللہ صاحب مرحوم مہاجر مکی استاذ الاساتذہ مدرس اول شعبہ تجوید القرآن دارالعلوم حرم و مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کے مختصر حالات زندگی۔

حضرت قاری صاحب مرحوم کے اسلاف قائم گنج ضلع فرخ آباد کے اصل باشندہ تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اپنے بھائی کے بچوں کی پرورش ان کے ذمہ تھی۔ قاری صاحب کے والد کے نام کے ساتھ لفظ خان ہوتا جس کو وہ اپنے نام کے ساتھ کہا کرتے تھے اور لکھا کرتے تھے خیال گذرتا ہے کہ نسبت کے اعتبار سے قاری صاحب کے بزرگ ہندوستان کے کسی افغانی یا پٹھان خاندان کے فرد تھے۔ اس زمانہ میں دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ میں قاری عبدالقادر صاحب مرحوم مدر اسی مدرس تجوید تجویز کئے گئے تھے۔ جو جامعہ ازہر مصر سے اس فن کی تکمیل کے بعد مکہ معظمہ آئے۔ ۔ وہ فن تجوید کے ایک ماہر اور کامل الفن استاذ مانے جاتے تھے۔ قاری عبداللہ صاحب مرحوم نے قرآن پاک حفظ اور کتب تجوید اور مصری وعربی لہجے وغیرہ جو کچھ حاصل کیا وہ سب قاری عبدالقادر صاحب کا فیض تعلیم تھا۔ قاری عبدالقادر صاحب کی خاص سفارش اور مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم بانی مدرسہ کی بزرگانہ شفقت اور نظر التفات کا جو عموماً ہندوستانی مہاجرین کے ساتھ ہمیشہ رہی لازمی نتیجہ یہ تھا کہ قاری عبداللہ صاحب مرحوم ابتدائی معین المدرسین شعبہ قرآن مجید کی خدمت پر مقرر کئے گئے۔ اور بتدریج ترقی کرتے ہوئے صدر المدرسین شعبہ تجوید القرآن کے ممتاز درجہ پر پہنچے جس پر عمر کے آخری لمحہ تک ممتاز رہے۔ اور کلام پاک کی خدمت کرتے رہے۔ مدرس ہو جانے کے بعد بھی اس شریف فن کی تکمیل مزید کا خیال ہمیشہ دامنگیر رہا۔ مصر کے مشہور اور جامعہ ازہر کے شہرہ آفاق قاری ابراہیم سعد مصری مکہ معظمہ آئے۔ بانی مدرسہ مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم نے ان کی خدمات بھی دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ کے لیے حاصل کیں۔ قاری صاحب نے باوجود اس کے کہ وہ خود مدرسہ میں مدرس تھے اور بڑی تعداد میں طلبہ ان کے حلقہ درس سے فیضیاب ہو رہے تھے پھر بھی قاری ابراہیم سعد مصری کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ اور اول سے آخر تک کلام پاک سبعہ میں دہرایا۔ اور مصر کے اس امام الفن سے اس شریف فن کی تکمیل کی۔ قاری صاحب کا طرز تلاوت ایک خاص انداز کا تھا جس میں تکلفی و تصنع کا شائبہ تک نہ تھا۔ شاگردوں کے ساتھ اولاد سے زیادہ شفیق تھے۔ فن کے نکات بتانے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ سیر چشمی اور توکل کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کے تایا ریاست گوالیار میں اپنے دنیوی کاروبار اور ٹھیکہ کا کام کرنے کی وجہ سے مستقل سکونت گوالیار میں اختیار کرنے پر مجبور ہوئے۔ کام وسیع پیمانہ پر اچھی حالت میں تھا۔ اس لیے قاری صاحب کے تایا نے جن کا نام یاد نہیں رہا اپنے بھائی یعنی قاری صاحب مرحوم کے والد صاحب کو مع تمام کنبہ اور خاندان کے گوالیار میں بلوا لیا۔ قاری صاحب کی عمر جس وقت وہ گوالیار میں آئے ہیں چار اور پانچ سال کے درمیان تھی۔ ان کو اپنا اصل وطن یعنی کہ کس قصبہ کے رہنے والے ہیں یاد نہ تھا۔ عرصہ تک گوالیار میں یہ تمام خاندان سکونت پذیر رہا۔ دہلی کے ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد اس تمام خاندان نے گوالیار سے ترک سکونت اختیار کی اور بارادہ ہجرت مکہ معظمہ اس زمانہ کی خشکی اور تری کی صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے چھوٹے بڑے، بوڑھے جوان، مرد عورت کل سترہ افراد کا قافلہ مکہ معظمہ پہنچا۔ قاری صاحب کے تایا نے جو اس وقت مختصر قافلہ کے میر قافلہ تھے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر تین سال بعد انتقال کیا۔ دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ کی ابتدائی بنیاد کا دور تھا۔ مدرسہ کے متصل رباط برما میں جو آج تک برما کے ایک فیاض مسلمان تاجر کی یادگار موجود ہے۔ رباط برما میں اس تمام خاندان کو سکونت کی اجازت مل گئی۔ قاری صاحب کے والد محمد بشیر خان نے مکہ معظمہ میں جلد سازی کا کام شروع کیا۔ جلد سازی کا سامان اپنے ہمراہ گوالیا سے بقدر ضرورت لے آئے تھے۔ حجاز کے قدیم ملکی ضوابط اور قواعد کی پابندی اور قیود کو دیکھتے ہوئے کوئی باہر سے آنے والا دستکاری یا صنعت کا کوئی کام اس وقت تک نہیں کر سکتا تھا جب تک کہ اس پیشہ کے شیخ الطائفہ جس کو ہندوستانی اصطلاح میں چوہدری کہا جاتا ہے۔ اجازت حاصل نہ کر لی جائے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحبؒ بانی مدرسہ صولتیہ کی سعی سے قاری صاحب کے والد صاحب کو مکہ معظمہ میں جلد سازی کی اجازت مل گئی۔ وہ مکہ معظمہ میں ایک اچھے جلد ساز بوجہ اپنی دیانت اور معاملہ کی صفائی اور کام کی نفاست کے مشہور ہو گئے۔ اور اپنے کام میں کافی ترقی کی۔ بڑے بھائی کے انتقال کے بعد بیوہ بھن اور ان کے بچے اور اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجسمہ پیکر تھے۔ خدا کے گھر دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ کے کمرہ میں بیٹھ کر جس شان کے ساتھ کلام ربانی کی خدمت کی وہ علماء وسلف کے طرزِ تعلیم کا بہترین نمونہ تھی۔ سچی شہرت اور نیک نامی کے مالک تھے۔ میرے زمانہ قیام حرم میں فرمانروائے بھوپال نواب سلطان جہاں بیگم مرحومہ ان کے منجھلے صاحبزادہ جرنیل عبیداللہ خاں صاحب مرحوم مکہ معظمہ آئے۔ تو جرنیل صاحب بڑی عقیدت کے ساتھ قاری صاحب سے ملے۔ اس عقیدت اور غائبانہ تعلق کی وجہ یہ تھی کہ جرنیل صاحب نے قاری صاحب کے شاگرد قاری سلیمان صاحب سے بھوپال میں قرآن کریم پڑھا تھا۔ اس لیے استاد کے استاد سے اخلاص و تعلق کا ہونا شرافت نفسی اور علم نوازی کا لازمی نتیجہ ہے۔ سرکار عالیہ اور جرنیل صاحب دونوں نے قاری صاحب سے اس بات کی خواہش کی کہ وہ بمع متعلقین سرکار عالیہ کے ساتھ مکہ معظمہ سے بھوپال آجائیں۔ گرانقدر تنخواہ، ہر قسم کا دنیوی اعزاز و راحت آپ کے واسطے موجود تھی۔ لیکن قاری صاحب نے بڑے استغناء اور بے نیازی کے ساتھ جرنیل صاحب کی اس خواہش کو پورا کرنے سے معذوری کا اظہار کیا۔ اسی طرح مولوی سمیع اللہ خان صاحب سی۔ ایم۔ جی جو کسی تعارف کے محتاج نہیں علیگڈھ سے بغرض حج بیت اللہ مکہ معظمہ حاضر ہوئے۔ اور قاری صاحب سے مل کر کلام پاک سُنا۔ باوجود دنیوی ظاہری عزت و اعتبار کے اپنی دلی خواہش کیا کہ بعد نماز عصر جب مدرسہ میں چھٹی ہو جائے تو مکان کو تشریف لے جاتے ہوئے میرے مکان پر جو راستے میں ہے ٹھہر کر ایک سورۃ پارہ عم مشق کرا دیا کریں۔ عام قراء و حفاظ کی طبیعت کا اندازہ کرتے ہوئے مولوی صاحب نے قاری صاحب سے بھی کچھ پیشکش اور نذرانہ کا کنایۃً تذکرہ کر دیا۔ وہ جو پیش کرنا چاہتے تھے۔ قاری صاحب نے اس گفتگو کو سن کر دل سے آمیز لہجہ میں مولوی صاحب سے فرمایا کہ آپ کلام پاک کی تصحیح کرنا چاہتے ہیں جو مبارک خیال ہے۔ یہ خدا کا کلام ہے۔ اگر آپ کے مکان پر آکر آپ کو پڑھاؤں گا تو قطع نظر اس بات کے کہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچے اور آپ سیکھ لیں۔ بلکہ کلام پاک کی توہین کا ذریعہ بنوں گا۔ اگر آپ کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیکھنا چاہتے ہیں اور کلام ربانی کی کچھ قدر و منزلت آپ کے دل میں ہے تو اوقات مدرسہ میں آپ تشریف لایا کیجئے۔ میں خدمت کے لیے اور جو کچھ مجھے آتا ہے بتانے کے لیے حاضر ہوں۔

شاگردوں کی صحیح تعداد کا علم خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اوقات مدرسہ کے علاوہ بھی بعد مغرب حرم محترم میں شائقین علم مثل پروانوں کے اس شمع تجوید و قراءۃ کو گھیرے رہتے تھے۔ تقریباً پینسٹھ ۶۵ سال کی عمر میں ۲۵ رشوال ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۱۹ء یوم چہارشنبہ کو یہ آفتاب علم و عرفان زمین حرم میں شریعت و طریقت کے دو علمبردار دو نفوس قدسیہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی بانی دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ اور حضرت امداد اللہ صاحب فاروقی تھانوی کے جوار میں جنت المعلی میں جن کے ساتھ عمر بھر عقیدت و تعلق رہا مدفون ہوئے۔ قاری صاحب کے دو حقیقی بھائی اور تھے۔ منجھلے قاری عبد الرحمٰن صاحب مرحوم استاذ الہند و پاک اور فوائد مکیہ کے مصنف جو کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کی ذات گرامی سے جو کچھ فیض ہوا اظہر من الشمس ہے۔ یہ آفتاب بھی چھ جمادی الاولی ۱۳۴۹ھ کو سرزمین ہند لکھنؤ میں غروب ہوا۔ دوسرے چھوٹے بھائی قاری حبیب اللہ صاحب مرحوم تھے۔ جو اپنے بچہ کے انتقال کے بعد ہندوستان چلے آئے تھے۔ یہاں آکر بھی اکثر علیل رہے۔ کچھ دن لکھنؤ رہے پھر اپنے بھائی قاری عبد الرحمٰن صاحب کے پاس الہ آباد میں فوت ہوئے۔ ان دونوں بھائیوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی البتہ قاری عبد اللہ صاحب کے خلف الرشید صاحبزادے سب مدرسہ صولتیہ کے تعلیم یافتہ ہیں۔ بڑے صاحبزادہ شیخ احمد قاری سابق مدرس مدرسہ صولتیہ و مسجد حرم مکہ معظمہ میں حاکم شرع اور قاضی تھے۔ دوسرے صاحبزادہ شیخ حامد قاری بنجر ملک جاوا میں وہاں کے دار العلوم الاسلامیہ میں علمی و دینی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ تیسرے صاحبزادہ شیخ محمود قاری حکومت حجاز میں سرکاری مدرسہ میں تعلیم و تدریس پر مامور ہیں۔ چوتھے صاحبزادہ سراج قاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سب سے چھوٹے تھے ۔ وہ اپنے والد مکرم کے وصال کے بعد نوعمری میں اپنے چچا قاری عبدالرحمن صاحب کے پاس آگئے تھے ۔ اور حضرت قاری عبدالرحمن صاحب کے انتقال کے بعد چند سال زندہ رہے پھر بعارضہ تپ دق کچھ روز علیل رہ کر تقریباً بیس ۲۰ سال کی عمر میں لکھنؤ میں انتقال کر گئے ۔

الحاصل قاری عبداللہ صاحب مرحوم کی ذات ایک چشمہ فیض تھی جس سے اپنے وبیگانے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہوتے تھے ۔ ہندوستان کے طول و عرض میں بھی آپ سے شرف تلمذ رکھنے والے سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں ۔ منجملہ ان کے ایک یہ ناکارہ بدنام کنندہ (حضرت قاری عبدالخالق صاحب مرحوم رحمہ اللہ) بھی ہے ۔ کہ اس نے مع اپنے اخی صغیر (حضرت قاری) عبدالمالک سلمہ (رحمہ اللہ) آٹھ سال سے زائد مدت حرم مدرسہ صولتیہ میں حاضر خدمت رہ کر زانوئے تلمذ طے کیا اور اس ذات چشمہ فیض سے قدرے سیراب ہو کر شروع سنہ ۱۳۲۲ھ میں ہندوستان واپس آیا ۔ اور یہاں آکر یکم ذی القعدہ ۱۳۲۳ھ سے مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں مسلسل رہتے اکتیسواں ۳۱ سال ہے کہ ایک جگہ بیٹھ کر خدمت مفوضہ کی انجام دہی میں مشغول ہے ۔ حق تعالیٰ قبول فرما کر ذریعہ نجات اخروی بنائے ۔ آمین ۔ حضرت قاری عبداللہ صاحب مرحوم کے حالات زندگی لکھنے کو دل چاہتا تھا کہ معلوم کر کے کچھ لکھے جائیں ۔ جن کو مخدوم محترم مولانا مولوی محمد سعید صاحب مرحوم کیرانوی محسن قدیم سابق مہتمم مدرسہ صولتیہ نے از راہ شفقت مدرسہ کا قدیم طالب علم سمجھ کر کچھ قلم بند فرما کر بھیج دئے ۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تاکید فرمائی کہ مجھے بھی کچھ لکھنا چاہئے ۔ چنانچہ بقدر استعداد متعدد کتابوں کے مطالعہ سے کچھ مسائل تجوید منتخب کر کے رسالہ کی صورت میں جمع کر دئے ۔ اللّٰھم تقبل منی ۔ آمین ۔ انتہی

ناقل : محمد تقی الاسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

مضامین	صفحہ
عرض مؤلف	۳
تمہید	۱۲
معرفۃ الوقوف کی دو قسمیں	۱۳
علم وقف کے مشہور ائمہ اور انکی تالیفات	۱۴
مقدمہ — اہمیت وقف	۲۶
۱- دلائل شرعیہ — قرآن سے دلائل	۲۶
۲- دلائل شرعیہ — احادیث سے دلائل	۳۲
مذکورہ بالا حدیث پر ائمہ وقوف کے حواشی	۳۵
حدیث بالا پر ابوجعفر النحاس کا مزید حاشیہ	۳۸
۳- دلائل شرعیہ — اجماع امت کے دلائل	۳۹
امام ابوجعفر النحاس کی روایت کی سند	۴۰
امام بیہقی کی روایت	۴۰
حدیث ابن عمر کی روایت میں صحابہ کرام وتابعین کے آثار و ارشادات	۴۱
آثار وارشادات	۴۲
اجماع کی لغوی و اصطلاحی تعریف	۴۵
۴- ائمہ فن اور علماء اوقاف کے ارشادات	۴۸
فرقہ قدریہ معتزلہ کا عقیدہ اور ان کا قرآن سے استدلال	۵۰

مضامین	صفحہ
علامہ جزری کا ارشاد	۵۱
تفاؤل	۵۴
ایک اشکال — جواب	۵۶
حرف کی تبدیلی سے معنیٰ بدل جاتے ہیں	۵۷
حرف کی تبدیلی کی چند مثالیں اور تشریح	۵۷
عموم بلوی کے معنیٰ	۵۸
علم وقف کی تدوین کب ہوئی	۵۸
وجوب شرعی اور وجوب عرفی کا مطلب	۵۹
پہلا باب	
وقف کے لغوی و اصطلاحی معنیٰ اور کیفیت کے اعتبار سے اس کی اقسام	
وقف کے لغوی معنیٰ	۶۰
مختلف اہل علم کے نزدیک وقف کے لغوی معنیٰ	۶۱
علم وقف کے دو موضوع	
کیفیت وقف ومحل وقف	۶۵
قاری کے ارادہ کے اعتبار سے ٹھہرنے کی چار صورتیں	۶۵
کیفیت وقف کی مرکزی چار صورتیں	۶۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی صورت: کیفیت وقف بلحاظ ادا کی چار صورتیں ۶۶
۱- وقف بالاسکان ۶۶
۲- وقف بالروم ۶۶
۳- وقف بالاشمام ۶۸
ذیل کی پانچ صورتوں میں مطلقاً روم و اشمام جائز نہیں ۶۹
ھاء ضمیر میں روم و اشمام کے بارے میں مذاہب ۷۱
تنبیہات ۷۲
۴- وقف بالابدال ۷۳
رسم میں تنوین کی استثنائی صورت ۷۵
وقف میں تنوین کا حکم ۷۵
تنبیہات ۷۵
تاء تانیث کا بیان ۷۶
دوسری صورت: کیفیت وقف بلحاظ اصل کی چار صورتیں ۷۹
۱- وقف بالسکون ۷۹
۲- وقف بالتشدید ۷۹
۳- وقف بالاظہار ۸۱
۴- وقف بالاثبات ۸۱
۵- وقف بالحذف ۸۳
تیسری و چوتھی صورت: وقف بلحاظ رسم
اور بلحاظ اصل کی چار صورتیں ۸۳
لفظ "أَنَا" کی لفظی تحقیق ۸۴
لٰکنّا کی اصل ۸۴
أَلظُّنُونَا۔ الرَّسُولَا۔ السَّبِيلَا کی اصل ۸۴
عماد کا الف ۸۵
فن میں توجیہات کی حیثیت ۸۵
سَلٰسِلَا۔ قَوَارِيرَا کی اصل ۸۶
سَلٰسِلَا: روایت حفص میں۔ توجیہ پہلا قَوَارِيرَا کے الف کا اثبات اور اس کی توجیہ ۸۶
۴- وقف: وصل کے موافق اور رسم کے خلاف ۸۷
دوسرا قَوَارِيرَا ۸۸
۲- سکتہ کی تعریف اور اس کا حکم ۸۸
امام الفن علامہ مہدوی کا ارشاد ۹۰
۳- سکوت کی تعریف اور اس کا حکم ۹۰
سکوت کی شکلیں ۹۱
قطع کی قسمیں۔ قطع کی شکلیں ۹۲

دوسرا باب

محل وقف کا بیان ۹۳
وقف کی معرفت کے لیے پانچ علوم کا جاننا ضروری ہے ۹۳
۱- علم نحو اور ترکیب میں پختہ ہونا ۹۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔علم معانی اور ترجمہ میں پختہ ہونا	۹۴	اقسام وقف کی تعریفیں	۱۱۴
انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں	۹۵	پہلی قسم — وقف تام کی تعریف	۱۱۴
۳۔علم قراءۃ میں ماہر ہونا	۹۶	حدیث سے وقف تام کا ثبوت	۱۱۴
۴۔علم تفسیر اور اس کے متعلقات میں		خلاصہ کلام	۱۱۵
ماہر ہونا	۹۶	وقف تام کے محل وقوع کی تین صورتیں	۱۱۶
آیات کی دو قسمیں محکمات اور متشابہات	۹۷	دوسری قسم — وقف کافی کی تعریف	۱۱۷
دونوں آیات میں تطبیق	۱۰۰	حدیث سے وقف کافی کا ثبوت	۱۱۷
تنبیہ کا مطلب اور اس کا رقیبہ	۱۰۱	حدیث مذکورہ پر علامہ دانی کا حاشیہ	۱۱۸
فقہی استدلال	۱۰۳	حدیث ابن مسعودؓ کا مطلب	۱۱۹
وقف کی اصطلاحات اور اس کی اقسام	۱۰۵	وقف کافی کے محل وقوع کی صورتیں	۱۱۹
اقسام وقف اور اصطلاحات میں		وقف کافی سے متعلق ضابطہ	۱۲۰
اختلاف باعث تردد نہیں	۱۰۸	تیسری قسم — وقف حسن کی تعریف	۱۲۰
علامہ جزری کا ارشاد	۱۰۹	وقف حسن کے بارے میں ائمہ وقوف	
علامہ دانی کا ارشاد	۱۰۹	کے ارشادات	۱۲۰
قاری کی ضرورت کے اعتبار سے وقف		حدیث سے وقف حسن کا ثبوت	۱۲۱
کی چار صورتیں	۱۰۹	تعلیق	۱۲۲
وقف اختباری	۱۱۰	ایک اشکال	۱۲۲
وقف اختیاری	۱۱۰	جواب	۱۲۲
وقف انتظاری	۱۱۰	فائدہ	۱۲۳
وقف اضطراری	۱۱۰	ایک اشکال	۱۲۳
اقسام وقف پر قاضی ابویوسفؒ کا اعتراض	۱۱۱	جواب — پہلی اور دوسری بات	۱۲۴
تحقیقی جواب	۱۱۲	نتیجہ کلام	۱۲۵
دوسرا جواب	۱۱۳	چوتھی قسم — وقف قبیح کی تعریف	۱۲۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں وقف قبیح کا ذکر ۱۲۶
خلاصہ ۱۲۶
وقف قبیح کی قسمیں ۱۲۷
وقف اقبح کی مثالیں ۱۲۷
ایک سوال اور اس کا جواب ۱۳۲
ایک شبہ اور اس کا جواب ۱۳۴
محل وقف کے بارے میں آسان ترین ضابطہ ۱۳۵
مواقع وقوف ۱۳۵
ابتداء و اعادہ کا بیان ۱۳۶
کیفیت ابتداء و اعادہ ۱۳۷
ہمزہ وصل اور اس کی حرکت ۱۳۷
محل ابتداء و اعادہ ـــ ابتدا کی قسمیں ۱۳۸
ابتدا حسن اور اعادہ حسن کے لیے ضابطہ ۱۴۰
توضیح ۱۴۰
فائدہ اور تنبیہ ـــ ابتدا کی چار صورتیں ۱۴۱
تنبیہ ۱۴۲
وصل کی بحث اور اس کی دو صورتیں ۱۴۳
اجزاء وصل ـــ کیفیت وصل اصطلاحی ۱۴۳
وصل بہ نیت وقف ـــ محل وصل ۱۴۴
وقف لازم کا بیان ـــ تمہید ۱۴۴
وقف لازم کے مواقع بیان کرنے والے ماخذ ۱۴۵
وقف لازم کی نحوی و معنوی تشریح ۱۴۷
سورۃ البقرہ ۱۴۷
سورۃ آل عمران ۱۵۲
ایک شبہ کا ازالہ ۱۵۴
سورۃ النساء ۱۵۵
سورۃ المائدہ ۱۵۶
سورۃ الانعام ۱۵۸
سورۃ الاعراف ۱۶۰
ملا علی قاریؒ کی علمی تحقیق ۱۶۲
سورۃ التوبہ ۱۶۴
سورۃ یونس (علیہ السلام) ۱۶۶
سورۃ ہود (علیہ السلام) ۱۶۸
سورۃ یوسف (علیہ السلام) ۱۶۹
سورۃ ابراہیم (علیہ السلام) ۱۷۱
سورۃ الحجر ۱۷۲
سورۃ الاسراء ۱۷۳
سورۃ مریم (علیہا السلام) ۱۷۴
سورۃ طٰہٰ (علیہ السلام) ۱۷۶
سورۃ انبیاء (علیہم السلام) ۱۷۶
سورۃ المومنون ۱۷۷
سورۃ الفرقان ۱۷۹
سورۃ الشعراء ۱۷۹
ملا علی قاریؒ کی علمی تحقیق ۱۸۰
سورۃ القصص ـــ سورۃ العنکبوت ۱۸۱
سورۃ السجدہ ـــ ایک شبہ کا ازالہ ۱۸۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ یاسین (علیہ السلام)	۱۸۴
سورۃ صافات — ص	۱۸۵
سورۃ الزمر	۱۸۶
سورۃ المومن	۱۸۸
سورۃ الزخرف	۱۸۹
سورۃ الدخان	۱۹۰
سورۃ الاحقاف	۱۹۲
سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) - الفتح	۱۹۲
سورۃ الذاریات — الطور	۱۹۳
سورۃ النجم — القمر	۱۹۴
سورۃ الرحمٰن — الواقعہ	۱۹۵
سورۃ الحشر	۱۹۶
سورۃ المنافقون — التحریم	۱۹۷
سورۃ الملک — القلم	۱۹۸
سورۃ نوح (علیہ السلام) — النباء — النزعٰت	۲۰۰
سورۃ عبس	۲۰۲
سورۃ الغاشیہ — البلد	۲۰۳
سورۃ القدر	۲۰۴
تکملہ — دیگر چند وقف لازم کی نحوی و معنوی تشریح	۲۰۵
باقی سات مقامات کی تشریح	۲۰۶
فائدہ جلیلہ — ایک سوال	۲۱۱
جواب — وقف لازم کے بارے میں قاعدہ	۲۱۱
سبب اختلاف	۲۱۱
اصل مسئلہ — جواب — پہلی وجہ	۲۱۲
دوسری وجہ	۲۱۳
وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تحقیق — سوال	۲۱۴
جواب	۲۱۵
وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد اور ائمہ کا اختلاف	۲۲۲
مواقع وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۳۲
ایک شبہ اور اس کا جواب	۲۳۳
کلّا کی لفظی و معنوی تشریح — لفظی بحث	۲۳۵
کلّا کی اصل	۲۳۶
تعلیل	۲۳۷
کلّا کے مرکب ہونے کی دلیل	۲۳۸
کلّا کی وقف و ابتدا کی رو سے قسمیں	۲۳۸
کلّا کی معنوی بحث — سورۃ مریم	۲۳۹
سورۃ مومنون	۲۴۰
فائدہ جلیلہ	۲۴۱
سورۃ الشعراء — سورۃ سباء	۲۴۲ / ۲۴۳
سورۃ المعارج — تنبیہ	۲۴۴
سورۃ المدثر — سورۃ القیامہ	۲۴۵ / ۲۴۹
سورۃ نبا — سورۃ عبس	۲۵۱ / ۲۵۲
سورۃ انفطار — سورۃ المطففین	۲۵۴
سورۃ الفجر — سورۃ العلق	۲۵۷ / ۲۵۹
سورۃ التکاثر — سورۃ الہمزہ	۲۶۱ / ۲۶۲
مؤلف کی تحقیق	۲۶۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصۃ البحث ۔ وقف وابتدا کی رو سے کلام کی چار قسمیں	۲۶۴
وقف وابتدا کے متعلق چند تنبیہات	۲۶۵
پہلی تنبیہ ۔ کیا فقہاء کے نزدیک وقف قبیح کا ارتکاب حرام ہے	۲۶۵
دوسری تنبیہ ۔ وقف تعسف کی حقیقت اور حکم	۲۶۶
تیسری تنبیہ ۔ وقف لازم کے بیان میں	۲۶۹
چوتھی تنبیہ ۔ وقف مرخص للضرورۃ کی بحث	۲۶۹
پانچویں تنبیہ ۔ چھوٹے چھوٹے جملوں پر وقف کا حکم	۲۷۱
چھٹی تنبیہ ۔ بوقت ضرورت چھوٹے جملوں پر وقف جائز ہے	۲۷۱
ساتویں تنبیہ ۔ وقف ازدواج کی رعایت	۲۷۲
آٹھویں تنبیہ ۔ وقف مراقبہ و معانقہ کا بیان	۲۷۲
وقف معانقہ پر وقف کی علاً چار وجہیں	۲۷۳
بلیٰ کی لفظی و معنوی تشریح	۲۷۵
نعم کے معانی ۔ نعم و بلیٰ میں معنوی فرق	۲۷۷
نعم و بلیٰ کے عمل میں ضدیت ہے	۲۷۸
بلیٰ کی اصل ۔ اس کی تعلیل اور الف کی زیادتی کا بیان	۲۷۹
بلیٰ کے متعلق وقف وابتدا کی بحث اور معنوی تشریح	۲۸۱
سورۃ البقرہ ۔ سورۃ آل عمران	۲۸۱/۲۸۴
سورۃ الانعام ۔ سورۃ الاعراف	۲۸۶/۲۸۷
سورۃ النحل ۔ سورۃ سبا	۲۸۸/۲۸۹
سورۃ یاسین (علیہ السلام)	۲۹۰
سورۃ الزمر ۔ سورۃ المومن	۲۹۱/۲۹۲
سورۃ الزخرف ۔ سورۃ الاحقاف	۲۹۳
سورۃ الحدید ۔ سورۃ التغابن	۲۹۴
سورۃ الملک	۲۹۵
سورۃ القیامہ ۔ سورۃ الانشقاق	۲۹۶
اختصار القول	۲۹۶
وقف وابتدا کے لحاظ سے بلیٰ کی تین قسمیں	۲۹۷
نعم کی معنوی و وقفی تشریح	۲۹۹
نعم سے متعلق وقف وابتداء	۲۹۹
بلیٰ سے متعلق وقف وابتدا کا بیان	۳۰۱
حتّیٰ سے ابتدا کب درست ہے؟	۳۰۳
صفت کی دو قسمیں اور اس کے لیے ایک ضابطہ	۳۰۵
حرف استثناء إلّا کی تفصیلی بحث	۳۰۶
ایک عمومی قاعدہ ۔ اذا کی بحث	۳۱۳/۳۱۴
ام کی بحث ۔ لو اور لولا کی بحث	۳۱۷/۳۲۰
لا کی بحث	۳۲۲
لام کی بحث اور ثم کی بحث	۳۲۳
وقف کی علامت لا کے بارے میں تحقیق	۳۲۴
وقف مراقبہ (معانقہ) کی نحوی و معنوی تشریح	۳۲۹
وقف مراقبہ کی اصطلاح کس نے وضع کی؟	۳۲۹
وقف معانقہ پر وقف کی چار صورتیں	۳۲۹
زیر نظر مضمون کا ماخذ	۳۳۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ البقرہ — سورہ آل عمران	۳۳۱ - ۳۳۴	رموز اوقاف کے بارے میں حضرت مولانا	
سورۃ المائدہ — لفظ اہل کی لغوی تشریح	۳۳۷ - ۳۴۰	رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی تحقیق	۳۷۵
سورۃ الاعراف — سورۃ توبہ	۳۴۳ - ۳۴۹	معترضین کا استفتاء اور انہی کا جواب	۳۷۶
سورۃ ہود (علیہ السلام)	۳۵۰	حضرت گنگوہی کے فتویٰ کی ضرورت کیوں	
سورۃ ابراہیم (علیہ السلام)	۳۵۱	محسوس ہوئی	۳۸۶
سورۃ الفرقان — سورۃ الشعراء	۳۵۲ - ۳۵۵	استفتاء	۳۸۷
سورۃ القصص — الاحزاب	۳۵۶	فتاویٰ	
سورۃ المومن	۳۵۸	عالمی جامعہ دار العلوم دیوبند یو۔پی	
سورۃ الرحمان	۳۶۱	انڈیا کا فتویٰ	۳۸۹
سورۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم	۳۶۳	جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور یو۔پی	
سورۃ الفتح	۳۶۴	انڈیا کا فتویٰ	۳۹۰
فائدہ — مناقب صحابہ رض پر چند احادیث	۳۶۵	جامعہ فاروقیہ کراچی کا فتویٰ	۳۹۳
سورۃ الممتحنہ — الطلاق	۳۶۹	دار العلوم کراچی اور اشرف المدارس	
سورۃ القلم	۳۷۰	کراچی کا فتویٰ	۳۹۴
سورۃ المدثر — الانشقاق	۳۷۱	حضرت امام القراء قاری مقری	
سورۃ القدر	۳۷۲	عبد اللہ صاحب مہاجر مکی رح	۳۹۶

www.KitaboSunnat.com

LIBRARY
Lahore
Islamic
University
Book No.
Garden Town, Lahore

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ